



الأسئلة المتكررة للأوقاف
www.kaaf.gov.kw

وزارة اوقاف واملامى امور، كوريت



موسوعه فقهيه

www.KitaboSunnat.com

جلد - ۱۲

تشبهه - تعليل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

موسوع فقہیہ

شائع کردہ

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

© جملہ حقوق بحق وزارت اوقاف و اسلامی امور کویت محفوظ ہیں

پوسٹ بکس نمبر ۱۳، وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

اردو ترجمہ

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

161-F، جوگابانی، پوسٹ بکس 9746، جامعہ نگر، نئی دہلی - 110025

فون: 26982583, 26981779-11-91

Website: <http://www.ifa-india.org>

Email: ifa@vsnl.net

اشاعت اول : ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

ناشر

جینوین پبلیکیشنز اینڈ میڈیا (پرائیویٹ لمیٹڈ)

Genuine Publications & Media Pvt. Ltd.

B-35, Basement, Opp. Mogra House

Nizamuddin West, New Delhi - 110 013

.....Tel: 24352732, 23259526,

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

موسوعه فقہیہ

اردو ترجمہ

جلد - ۱۲

تشبہ — تعلیل

مجمع الفقہ اسلامی الہند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي
الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

(سورہ توبہ، ۱۲۲)

”اور مومنوں کو نہ چاہئے کہ (آئندہ) سب کے سب نکل کھڑے ہوں، یہ کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے، تاکہ (یہ باقی لوگ) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس واپس آجائیں ڈراتے رہیں، عجب کیا کہ وہ محتاط رہیں!“۔

”من یرد اللہ بہ خیراً

یفقہہ فی الدین“

(بخاری و مسلم)

”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے

اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔“۔

فہرست موسوعہ فقہیہ

جلد - ۱۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۱-۳۳	تشبہ	۱۸-۱
۳۳	تعریف	۱
۳۳	متعلقہ الفاظ: اتباع، تأسی، تقلید، موافقت	۳-۲
۳۳	تشبہ سے متعلق احکام	
۳۳	اول-لباس میں کافروں سے تشبہ اختیار کرنا	۴
۳۴	حرمت تشبہ کے حالات	۵
۳۵	دوم-کفار سے ان کے تہواروں میں مشابہت اختیار کرنا	۱۱
۳۷	سوم-عبادات میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا	
۳۷	الف-مکروہ اوقات میں نماز ادا کرنا	۱۲
۳۸	ب-نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا	۱۳
۳۸	ج-صوم وصال	۱۴
۳۹	د-صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا	۱۵
۳۹	چہارم-فساق سے مشابہت اختیار کرنا	۱۶
۴۰	پنجم-مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا نیز اس کے برعکس ہونا	۱۷
۴۱	ششم-ذمیوں کا مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنا	۱۸
۴۲-۴۳	تشبیہ	۳-۱
۴۲	تعریف	۱
۴۲	متعلقہ الفاظ: تشبیہ، نسیب، غزل	
۴۲	تشبیہ کا شرعی حکم	۲
۴۲	کسی لڑکے کی تشبیہ کرنا	۳

صفحہ	عنوان	فقہ
۴۷-۴۳	تشبیک	۵-۱
۴۳	تعریف	۱
۴۳	اجمالی حکم	۲
۵۱-۴۷	تشبیہ	۵-۱
۴۷	تعریف	۱
۴۸	متعلقہ الفاظ: قیاس	۲
	تشبیہ کا حکم	
۴۸	الف-ظہار میں تشبیہ	۳
۴۹	ب-قذف (تہمت لگانے) میں تشبیہ	۴
۵۰	ج-آدمی کا دوسرے کو اس کی ناپسندیدہ چیز سے تشبیہ دینا	۵
۵۱	تشریح	
	دیکھئے: یام تشریح	
۵۴-۵۱	تشریک	۷-۱
۵۱	تعریف	۱
۵۱	متعلقہ الفاظ: اشراک	۲
۵۲	تشریک بنانے کا حکم	۳
۵۲	الف-عبادت کی نیت میں ایسی چیز کو شریک کرنا جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی	۴
۵۳	ب-ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کرنا	۵
۵۳	ج-مجمع میں شریک کرنا	۶
۵۴	د-ایک طلاق میں کئی عورتوں کو شریک کرنا	۷
۶۲-۵۴	تشمیت	۱۱-۱
۵۴	تعریف	۱
۵۵	تشمیت کا شرعی حکم	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۵۸	چھینکنے والے لوگوں کی رعایت کرنی چاہئے	۴
۵۸	تشمیت کے شروع ہونے کی حکمت	۵
۵۸	خطبہ کے دوران تشمیت	۶
۵۹	قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں موجود شخص کی تشمیت	۷
۶۰	جنسی عورت کی طرف سے مرد کی تشمیت اور اس کے برعکس	۸
۶۱	مسلمان کی طرف سے کافر کی تشمیت	۹
۶۱	نمازی کی طرف سے دوسرے کی تشمیت	۱۰
۶۲	تین مرتبہ سے زیادہ چھینکنے والے کی تشمیت	۱۱
۶۵-۶۳	تشمیر	۴-۱
۶۳	تعریف	۱
۶۳	متعلقہ الفاظ: سدل، اسبال	۳-۲
۶۳	اجمالی حکم	۴
۷۰-۶۵	تشہد	۹-۱
۶۵	تعریف	۱
۶۵	اجمالی حکم	۲
۶۶	تشہد کے الفاظ	۳
۶۸	الفاظ تشہد میں کمی و زیادتی اور ان کے درمیان ترتیب	۴
۶۹	تشہد میں بیٹھنا	۵
۶۹	غیر عربی میں تشہد پڑھنا	۶
۶۹	تشہد میں اخفاء کرنا	۷
۶۹	تشہد چھوڑنے پر کیا مرتب ہوگا	۸
۷۰	تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا	۹
۷۹-۷۱	تشہیر	۹-۱
۷۱	تعریف	۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۷۱-۷۱	متعلقہ الفاظ: تعزیر، ہتر	۲-۳
۷۱	اجمالی حکم	۴
۷۱	اول: لوگوں کا ایک دوسرے کی تشہیر کرنا	
۷۱	مندرجہ ذیل حالات میں تشہیر حرام ہے	۵
۷۲	مندرجہ ذیل حالات میں تشہیر جائز ہے	۶
۷۶	دوم: حاکم کی طرف سے تشہیر	
۷۶	الف- حدود کے سلسلہ کی تشہیر	۸
۷۷	ب- تعزیر کے سلسلہ کی تشہیر	۹
۸۲-۸۰	تشوف	۵-۱
۸۰	تعریف	۱
۸۰	اجمالی حکم	
۸۰	الف- نسب ثابت کرنے کے لئے شارع کا تشوف	۲
۸۱	ب- آزادی کا تشوف	۳
۸۱	ج- عدت میں تشوف (زیب وزینت اختیار کرنا)	۴
۸۲	د- معافی کے لئے تشوف	۵
۸۳	تشبیح الجنازہ	
	دیکھئے: جنازہ	
۸۷-۸۳	تصادق	۱۱-۱
۸۳	تعریف	۱
۸۳	تصادق کا حکم	۲
۸۴	کس کے تصادق کا اعتبار کیا جائے گا	۳
۸۴	تصادق کا طریقہ	۴
۸۴	مصادق (جس کی تصدیق کی جارہی ہو) میں کیا شرط ہے	۵
۸۴	تصادق کا محل	۶

صفحہ	عنوان	فقہہ
۸۴	حقوق اللہ میں تصادق	۷
۸۵	نکاح میں تصادق	۸
۸۵	سابقہ طلاق پر زوجین کے تصادق کا حکم	۹
۸۶	شوہر کے تنگ دست ہونے پر بیوی کے تصادق کا حکم	۱۰
۸۶	تصدیق سے رجوع کرنا	۱۱
۱۰۲-۸۷	تصحیح	۳۳-۱
۸۷	تعریف	۱
۸۷	متعلقہ الفاظ: تعدیل، تصویب، تہذیب، اصلاح، تحریر	۶
۸۷	تصحیح کا شرعی حکم	۷
۸۷	تصحیح سے تعلق رکھنے والے احکام	
۸۷	اول- حدیث کی تصحیح	۸
۸۹	تصحیح میں عالم کے عمل اور اس کے ثبوتے کا اثر	۹
۹۰	متاخرین اصحاب حدیث کی تصحیح	۱۰
۹۰	دوم- عقد فاسد کی تصحیح	۱۱
۹۳	عقد کی تصحیح اس کو دوسرا عقدا مان کر کرنا	۱۳
۹۴	سوم- عبادت کی تصحیح کرنا جب اس پر اس کو فاسد کرنے والی کوئی چیز طاری ہو جائے	۱۵
۹۷	چہارم- میراث میں مسائل کی تصحیح	۲۴
۹۷	فرائض کے مسائل کی تصحیح کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے	۲۵
۹۷	تین اصول	
۹۷	پہلا اصول	۲۶
۹۷	دوسرا اصول	۲۷
۹۸	تیسرا اصول	۲۸
۹۹	وہ چار اصول جو رؤوس اور رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں	
۹۹	چار اصولوں میں سے پہلا اصول	۲۹
۹۹	چار اصولوں میں سے دوسرا اصول	۳۰

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۰۰	چار اصولوں میں سے تیسرا اصول	۳۱
۱۰۱	چار اصولوں میں سے چوتھا اصول	۳۲
۱۰۲	تصحیف	
	دیکھئے: تحریف	
۱۰۲	تصدق	
	دیکھئے: صدقہ	
۱۰۲	تصدیق	
	دیکھئے: تصادق	
۱۰۳-۱۰۵	تصرف	۱۲-۱
۱۰۳	تعریف	۱
۱۰۳	متعلقہ الفاظ: التزام، عقد	۳-۲
۱۰۳	تصرف، التزام اور عقد کے درمیان فرق	۴
۱۰۳	تصرف کی انواع	۵
۱۰۳	پہلی نوع: فعلی تصرف	۶
۱۰۴	دوسری نوع: قولی تصرف	۷
۱۰۴	الف- تصرف قولی عقدی	۸
۱۰۴	ب- تصرف قولی غیر عقدی، اس کی دو قسمیں ہیں	
۱۰۴	پہلی قسم	۹
۱۰۴	دوسری قسم	۱۰
۱۰۵	تصریح	
	دیکھئے: صریح	
۱۰۶-۱۱۰	تصریح	۸-۱
۱۰۶	تعریف	۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۰۶	شرعی حکم	۲
۱۰۶	وضعی حکم (اثر)	۳
۱۰۷	دودھ کے معاوضہ کی نوع	۴
۱۰۷	کھجور کی عدم موجودگی کے وقت واجب ہونے والی چیز	۵
۱۰۸	کیا دودھ کی کثرت اور قلت کے مابین حکم مختلف ہوگا	۶
۱۰۹	خیار کی مدت	۸
۱۰۹-۱۱۵	تصفیق	۱۰-۱
۱۰۹	تعریف	۱
۱۱۰	تصفیق کا شرعی حکم	۲
۱۱۰	نماز کے کسی سہو پر اپنے امام کو متنبہ کرنے کے لئے مصلیٰ کا تالی بجانا	۳
۱۱۱	اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کے لئے نماز پڑھنے والے کا تالی بجانا	۴
۱۱۲	نماز میں مرد کا تالی بجانا	۵
۱۱۳	نماز پڑھنے والے کا دوسرے کو داخل ہونے کی اجازت دینے کے لئے تالی بجانا	۶
۱۱۳	نماز میں اہولعب کے طور پر تالی بجانا	۷
۱۱۳	تالی بجانے کی کیفیت	۸
۱۱۳	خطبہ کے دوران تالی بجانا	۹
۱۱۳	نماز اور خطبہ کے علاوہ جگہوں میں تالی بجانا	۱۰
۱۱۵-۱۱۶	تصفیہ	۲-۱
۱۱۵	تعریف	۱
۱۱۵	اجمالی حکم	۲
۱۱۶-۱۲۵	تصلیب	۱۵-۱
۱۱۶	تعریف	۱
۱۱۷	متعلقہ الفاظ: تمثیل، صبر	۳-۲
۱۱۸	شرعی حکم	

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۱۸	اول: تصلیب بمعنی قتل کی معروف کیفیت کا حکم	۴
۱۱۸	الف- زمین میں فساد پھیلانا	
۱۱۹	ڈاکو پر سولی کی سزا نافذ کرنے کا طریقہ	۶
۱۲۰	ب- جس نے عہد اُدھرے کو سولی دے کر قتل کیا ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا ہو	۷
۱۲۰	ج- تعزیری سزا میں سولی دینا	۸
۱۲۰	دوم: صلیب سے متعلق احکام	
۱۲۰	صلیب سازی اور صلیب کو اپنانا	۹
۱۲۱	مصلیٰ اور صلیب	۱۱
۱۲۲	صلیب کی چوری میں ہاتھ کاٹنا	۱۲
۱۲۲	صلیب تلف کر دینا	۱۳
۱۲۳	ذمی اور صلیب	۱۴
۱۲۴	مالی معاملات میں صلیب	۱۵
۱۲۵-۱۶۶	تصویر	۷۴-۱
۱۲۵	تعریف	۱
۱۲۶	تصویر کی قسمیں	۲
۱۲۷	متعلقہ الفاظ: تماثل، رسم، تزویق، نقش، وشی، رقم، نحت	۸-۴
۱۲۸	اس بحث کی ترتیب	۹
۱۲۸	پہلی قسم: انسانی صورت سے تعلق رکھنے والے احکام	۱۰
۱۳۰	دوسری قسم تصویر (صورتیں بنانے) کا حکم	
۱۳۰	الف- بنائی ہوئی چیز کی شکل خوبصورت بنانا	۱۳
۱۳۱	ب- بنائی ہوئی چیزوں کی تصویر	۱۴
۱۳۱	ج- اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جمادات کی تصویریں بنانا	۱۵
۱۳۲	د- نباتات اور درختوں کی تصویر بنانا	۱۶
۱۳۳	ه- حیوان یا انسان کی تصویر بنانا	۱۷
۱۳۳	تصویر سابقہ مذاہب میں	۱۸

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۳۴	اسلامی شریعت میں انسان یا حیوان کی تصویر بنانا	۱۹
۱۳۴	پہلا قول	۲۰
۱۳۵	دوسرا قول	۲۲
۱۳۵	پہلی شرط	
۱۳۵	دوسری شرط	
۱۳۵	تیسری شرط	
۱۳۵	تیسرا قول	۲۳
۱۳۶	تصویر کی فی الجملہ حرمت کے بارے میں دوسرے اور تیسرے اقوال کے دلائل	۲۴
۱۳۶	پہلی حدیث	
۱۳۷	دوسری حدیث	
۱۳۷	تیسری حدیث	
۱۳۸	چوتھی حدیث	
۱۳۸	پانچویں حدیث	
۱۳۸	تصویر کے حرام ہونے کی علت	۲۵
۱۳۸	پہلی وجہ	
۱۳۹	دوسری وجہ	۲۶
۱۴۰	تیسری وجہ	۲۷
۱۴۱	چوتھی وجہ	۲۸
۱۴۱	تصویریں بنانے سے متعلق بحث کی تفصیل	
۱۴۱	اول - (سایہ والی) مجسم تصویریں	۲۹
۱۴۱	دوم - مسطح تصویریں بنانا	
۱۴۱	مسطح (بغیر سایہ والی) تصویریں بنانے کے بارے میں پہلا قول	۳۰
۱۴۲	مسطح تصویریں بنانے کے بارے میں دوسرا قول	۳۲
۱۴۵	سوم - کائی ہوئی تصویریں اور آدھے دھڑ کی تصویریں وغیرہ	۳۳
۱۴۵	چہارم - خیالی تصویریں بنانا	۳۴

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۴۶	پنجم۔ پامال تصویریں بنانا	۳۵
۱۴۶	ششم۔ مٹی، مٹھائی اور جلد خراب ہو جانے والی چیزوں سے تصویریں بنانا	۳۶
۱۴۶	ہفتم۔ لڑکیوں کے کھلونے (گڑیا) بنانا	۳۷
۱۴۸	ہشتم۔ تعلیم وغیرہ جیسی مصلحت سے تصویر بنانا	۳۹
۱۴۸	تیسری قسم: تصویریں رکھنا اور ان کا استعمال کرنا	۴۰
۱۴۹	جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے	۴۲
۱۵۱	انسانی مصنوعات نیز جمادات و نباتات کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا	۴۳
۱۵۱	انسان یا حیوان کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا	۴۴
۱۵۱	الف۔ مسطح تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا	۴۵
۱۵۲	ب۔ کائی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا	۴۶
	ج۔ نصب کی ہوئی تصویروں اور حقارت سے	۴۹
۱۵۳	رکھی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا	
۱۵۵	بچوں کے مجسم اور غیر مجسم کھلونوں کا استعمال	۵۲
۱۵۶	ایسے کپڑے پہننا جن میں تصویریں ہوں	۵۶
۱۵۷	انگوٹھی، سلکوں یا اس طرح کی چیزوں میں چھوٹی تصویروں کا استعمال کرنا اور انہیں رکھنا	۵۷
۱۵۷	تصویروں کی طرف دیکھنا	۵۸
۱۵۹	ایسی جگہ داخل ہونا جہاں تصویریں ہوں	۶۰
۱۶۰	ایسی جگہ کی دعوت قبول کرنا جس میں تصویریں ہوں	۶۳
	حرام تصویر کے ساتھ اس صورت میں کیا کیا جائے	۶۴
۱۶۰	جب وہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے	
۱۶۱	تصویریں اور نمازی	۶۶
۱۶۲	کعبہ، مسجدوں اور عبادت کی جگہوں میں تصویریں	۶۷
۱۶۳	گر جا گھروں اور غیر اسلامی عبادت گاہوں میں تصویریں	۶۹
۱۶۳	چوتھی قسم: تصویروں کے احکام	
۱۶۳	الف۔ تصویریں اور ان کے ذریعہ معاملات	۷۰

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۶۴	تصویریں اور آلات تصویر تلف کرنے میں ضمان	۷۳
۱۶۵	تصاویر کی چوری میں ہاتھ کاٹنا	۷۴
۱۶۸-۱۶۶	تضییب	۷-۱
۱۶۶	تعریف	۱
۱۶۶	متعلقہ الفاظ: جبر، وصل، تشعیب، تطعمیم، تمویہ	۶-۲
۱۶۷	شرعی حکم	۷
۱۶۹-۱۶۸	تضمیر	۳-۱
۱۶۸	تعریف	۱
۱۶۸	متعلقہ الفاظ: سباق	۲
۱۶۹	اجمالی حکم اور بحث کے مقامات	۳
۱۷۰-۱۷۶	تطیب	۷-۱
۱۷۰	تعریف	۱
۱۷۰	متعلقہ الفاظ: مداوی	۲
۱۷۰	شرعی حکم	۳
۱۷۲	طیب کا ستر کی طرف دیکھنا	۴
۱۷۳	علاج کے لئے ڈاکٹر کو اجرت پر رکھنا	۵
۱۷۴	طیب کا تلف کردہ چیز کا ضامن ہونا	۷
۱۷۸-۱۷۷	تطبیق	۲-۱
۱۷۷	تعریف	۱
۱۷۷	اجمالی حکم	۲
۱۸۰-۱۷۸	تطفل	۵-۱
۱۷۸	تعریف	۱
۱۷۸	متعلقہ الفاظ: ضیف، فضولی	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۷۹	طفیلی بننے کا شرعی حکم	۴
۱۸۰	طفیلی کی کوہی	۵
۱۸۲-۱۸۰	تطہیف	۴-۱
۱۸۰	تعریف	۱
۱۸۰	متعلقہ الفاظ: توفیہ	۲
۱۸۰	اجمالی حکم	۳
۱۸۱	ناپ تول میں کمی پر روک لگانا اور اس کی تدابیر	۴
۱۸۲	تطہیر	
	دیکھئے: طہارت	
۱۸۲	تطہیر	
	دیکھئے: طہارت	
۱۸۳-۲۱۰	تطوع	
۱۸۳	تعریف	۴۶-۱
۱۸۳	تطوع کی قسمیں	۲
۱۸۵	تطوع کی مشروعیت کی حکمت	۴
۱۸۵	الف- اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا	
۱۸۶	ب- عبادت سے مانوس ہونا اور اس کے لئے تیار ہو جانا	۵
۱۸۶	ج- فرائض کی تلافی	۶
	د- لوگوں کے درمیان باہمی تعاون، ان کے درمیان تعلقات	۷
۱۸۷	مضبوط کرنا اور ان کی محبت حاصل کرنا	
۱۸۷	سب سے افضل تطوع	۸
۱۸۹	شرعی حکم	۱۰
۱۹۰	تطوع کی اہلیت	۱۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۹۱	تطوع کے احکام	۱۲
۱۹۱	اول: عبادات کے ساتھ مخصوص احکام	
۱۹۱	الف- وہ نماز تطوع جس کے لئے جماعت سنت ہے	۱۳
۱۹۱	نماز تطوع کی جگہ	۱۴
۱۹۲	چوپایہ پر نماز تطوع	۱۵
۱۹۳	پیٹھ کر نفل نماز	۱۶
۱۹۴	فرض نماز اور نفل نماز کے درمیان فصل کرنا	۱۷
۱۹۴	نفل کی قضاء	۱۸
۱۹۵	واجب کا تطوع میں بدل جانا	۱۹
۱۹۶	فرض کی ادائیگی سے تطوع کا حصول اور اس کے برعکس	۲۰
۱۹۷	دوم- وہ احکام جو عبادات اور غیر عبادات دونوں میں عام ہیں	
۱۹۷	الف- شروع کرنے کے بعد تطوع کو توڑ دینا	۲۱
۱۹۹	ب- تطوع کی نیت	۲۲
۲۰۰	ج- تطوع میں نیا بت	۲۷
۲۰۱	د- تطوع پر اجرت لینا	۲۸
۲۰۳	تطوع کا واجب سے بدل جانا	۲۹
۲۰۳	الف- شروع کرنا	۳۰
۲۰۳	ب- ایسے شخص کا نفل حج کرنا جس نے حج اسلام (فرض حج) نہیں ادا کیا ہے	۳۱
۲۰۴	ج- نیت اور قول سے التزام یا تعیین	۳۲
۲۰۵	د- نذر	
۲۰۵	ه- حاجت کا تقاضا	۳۴
۲۰۶	و- ملکیت	۳۵
۲۰۶	تطوع کی ممانعت کے اسباب	۳۶
۲۰۶	الف- اس کا ممنوعہ اوقات میں واقع ہونا	۳۷
۲۰۶	ب- فرض نماز کی اقامت	۳۸

صفحہ	عنوان	فقہہ
۲۰۷	ج۔ جو اجازت دینے کے مختار ہیں ان کا اجازت نہ دینا	۳۹
۲۰۷	د۔ مالی تبرعات کے لحاظ سے حجر میں دیوالیہ قرار دینا	۴۰
۲۰۸	ھ۔ کوئی ایسی قربت بطور تطوع کرنا جس میں معصیت ہو	۴۱
۲۰۸	سوم۔ تطوع کے وہ احکام جو غیر عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں	
۲۰۸	ایجاب، قبول اور قبضہ	۴۲
۲۰۸	الف۔ عاریت	۴۳
۲۰۹	ب۔ ہبہ	۴۴
۲۱۰	ج۔ کسی معین کے لئے وصیت	۴۵
۲۱۰	د۔ کسی معین پر وقف کرنا	۴۶
۲۱۱-۲۲۰	تطیب	۱۶-۱
۲۱۱	تعریف	۱
۲۱۱	متعلقہ الفاظ: ترین	۳
۲۱۱	شرعی حکم	۴
۲۱۱	مرد اور عورت کا خوشبو لگانا	۵
۲۱۲	نماز جمعہ کے لئے خوشبو لگانا	۶
۲۱۲	نماز عید کے لئے خوشبو لگانا	۷
۲۱۳	روزہ دار کا خوشبو لگانا	۸
۲۱۳	معتکف کا خوشبو لگانا	۹
۲۱۳	حج میں خوشبو لگانا	۱۰
۲۱۸	محرم کے لئے کون سی خوشبو مباح اور کون سی غیر مباح ہے	۱۴
۲۱۹	بھول یا ناواقفیت سے محرم کا خوشبو لگانا	۱۵
۲۲۰	مجتہد (مغلظہ طلاق دی گئی عورت) کا خوشبو استعمال کرنا	۱۶
۲۲۱-۲۲۲	تطیر	۵-۱
۲۲۱	تعریف	۱

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۲۱	متعلقہ الفاظ: ذال، کہانت	۳-۲
۲۲۱	بدشگونی کی اصلیت	۴
۲۲۱	تطیر کا شرعی حکم	۵
۲۲۲-۲۲۳	تعارض	۲۳-۱
۲۲۳	تعریف	۱
۲۲۳	متعلقہ الفاظ: تناقض، تنازع	۳-۲
۲۲۳	تعارض کا حکم	۴
۲۲۴	بینات کے تعارض میں وجوہ ترجیح	۵
۲۲۴	اول	۶
۲۲۵	دوم	۷
۲۲۵	سوم	۸
۲۲۸	حقوق اللہ میں دلائل کا تعارض	۱۲
۲۲۹	کواہوں کی تعدیل اور جرح کا تعارض	۱۳
۲۳۰	اسلام پر باقی رہنے اور ارتداد پیدا ہوجانے کے احتمال کا متعارض ہونا	۱۴
۲۳۱	ایک ہی فعل میں احکام کا تعارض	۱۶
۲۳۳	اصل اور ظاہر کا تعارض	۲۱
۲۳۵	عبارت (لفظ) اور حسی اشارہ میں تعارض	۲۲
۲۳۰-۲۳۱	تعاطی	۷-۱
۲۳۱	تعریف	۱
۲۳۸	متعلقہ الفاظ: عقد	۲
۲۳۸	اجمالی حکم	
۲۳۸	تعاطی سے بیع کرنا	۳
۲۳۹	تعاطی کے ذریعہ اقالہ	۵
۲۳۹	تعاطی سے اجارہ	۶

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۲۰	بحث کے مقامات	۷
۲۲۰	تعاویذ	
	دیکھئے: تعویذہ	
۲۲۰-۲۵۳	تعبدی	۲۱-۱
۲۲۰	تعریف	۱
	متعلقہ الفاظ: عبادت، حق اللہ، ما تمام علت کے ذریعہ تغلیل، قیاس کے طریقوں سے ہٹا ہوا معاملہ، ایسا حکم جس کی علت کی صراحت کی گئی ہو	۱۴-۸
۲۲۲	تعبدیات کی مشروعیت کی حکمت	۱۳
۲۲۶	تعبدی کی معرفت کے راستے	۱۴
۲۲۸	تعبدیات کہاں ہوتی ہیں، اس کی کچھ مثالیں	۱۵
۲۲۹	تغلیل اور تعبد کے اعتبار سے احکام میں اصل	۱۶
۲۵۱	تعبدی اور معقول المعنی کے درمیان موازنہ	۱۹
۲۵۲	تعبدیات کی خصوصیات	۲۰
۲۵۸-۲۵۴	تعبیر	۷-۱
۲۵۴	تعریف	۱
۲۵۴	تعبیر کے طریقے	۲
۲۵۴	اول: قول سے تعبیر	۳
۲۵۴	دوم: فعل سے تعبیر	۴
۲۵۶	سوم: تحریر سے تعبیر	۵
۲۵۷	چہارم: اشارہ کے ذریعہ تعبیر	۶
۲۵۷	پنجم: خاموشی کے ذریعہ تعبیر	۷
۲۵۸	تعبیر الروایا	
	دیکھئے: روایا	

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۵۸-۲۶۰	تعجیز	۴-۱
۲۵۸	تعریف	۱
۲۵۸	اول: مکاتب کی تعجیز (عاجز قرآردینا)	۲
۲۵۹	دوم: مدعی یا مدعا علیہ کی عاجزی	۴
۲۶۸-۲۶۰	تعجیل	۱۹-۱
۲۶۰	تعریف	۱
۲۶۰	متعلقہ الفاظ: اسراع	۲
۲۶۱	اجمالی حکم	۳
۲۶۱	تعجیل کی اقسام	
۲۶۱	اول: وجود سبب کے وقت عمل میں تعجیل	
۲۶۱	الف- گناہ سے توبہ کرنے میں تعجیل	۴
۲۶۱	ب- میت کی تجھیز میں تعجیل	۵
۲۶۲	ج- دین کی ادائیگی میں تعجیل	۶
۲۶۲	د- ہجرت کی اجرت دینے میں تعجیل	۷
۲۶۲	ھ- کنواری کی شادی کرنے میں تعجیل	۸
۲۶۳	و- رمضان میں افطار میں تعجیل	۹
۲۶۳	ز- منی سے کوچ کرنے میں حاجی کی تعجیل	۱۰
۲۶۴	دوم: وجوب سے پہلے ہی فعل کی تعجیل	
۲۶۴	الف- وقت سے پہلے نماز کی تعجیل	۱۲
۲۶۵	ب- سال سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تعجیل	۱۳
۲۶۶	ج- کفاروں میں تعجیل	
۲۶۶	قسم کے کفارہ کی حد (قسم توڑنے) سے پہلے ہی تعجیل	۱۴
۲۶۷	کفارہ ظہار کی تعجیل	۱۶
۲۶۷	کفارہ قتل کی تعجیل	۱۷

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۶۸	و- دین مؤجل (مؤخر مالی مطالبہ) کی ادائیگی میں تعجل	۱۸
۲۶۸	ھ- معاملہ واضح ہونے سے پہلے فیصلہ میں تعجل	۱۹
۲۷۳-۲۶۹	تعدد	۱۸-۱
۲۶۹	تعریف	۱
۲۶۹	شرعی حکم	۲
۲۶۹	الف- مؤذنون کا تعدد	۳
۲۶۹	ب- ایک ہی مسجد میں جماعت کا تعدد	۴
۲۷۰	ج- جمعہ کا تعدد	۵
۲۷۰	د- روزہ کے کفارہ کا تعدد	۶
۲۷۱	ھ- احرام میں ممنوع کے ارتکاب کے تعدد کی وجہ سے نذیہ کا تعدد	۷
۲۷۱	و- صفتہ (عقد نزع) میں تعدد	۸
۲۷۱	ز- رہن یا مرہن کا تعدد	۹
۲۷۲	ح- جائیداد میں حق شفعہ رکھنے والوں کا تعدد	۱۰
۲۷۲	ط- وصیتوں کا تعدد	۱۱
۲۷۲	ی- بیویوں کا تعدد	۱۲
۲۷۲	ک- اولیاء نکاح کا تعدد	۱۳
۲۷۲	ل- طلاق کا تعدد	۱۴
۲۷۳	م- محشی علیہ جس پر جنایت ہوئی ہے (یا جانی (جنایت کرنے والا) کا تعدد	۱۵
۲۷۳	ن- الفاظ کے تعدد سے تعزیر کا تعدد	۱۶
۲۷۳	س- ایک ہی شہر میں قاضیوں کا تعدد	۱۷
۲۷۳	ع- انہر کا تعدد	
۲۸۰-۲۷۴	تعدی	۲۰-۱
۲۷۴	تعریف	۱
۲۷۴	شرعی حکم	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۷۴	اموال پر تعدی	
۲۷۴	غصب کرنا، ضائع کرنا، اور چوری اور غبن کے ذریعہ تعدی کرنا	۳
۲۷۵	عقود میں تعدی	
۲۷۵	اول - ودیعت میں تعدی	۴
۲۷۶	دوم - رہن میں تعدی	۵
۲۷۶	الف - راہن کی تعدی	۶
۲۷۶	ب - مرہن کی تعدی	۷
۲۷۶	سوم: عاریت میں تعدی	۸
۲۷۷	چہارم: وکالت میں تعدی	۹
۲۷۸	پنجم: اجارہ میں تعدی	۱۰
۲۷۸	ششم: مضاربت میں تعدی	۱۱
۲۷۸	ہفتم: جان اور جان سے کم (اعضاء وغیرہ) پر تعدی	۱۳
۲۷۹	ہشتم: آب و پر تعدی	۱۵
۲۷۹	نہم: باغیوں کی تعدی	۱۶
۲۷۹	دہم: جنگوں میں تعدی	۱۷
۲۷۹	دوسرے اطلاق بمعنی انتقال کے اعتبار سے تعدی	
۲۷۹	الف - نلت کی تعدی	۱۸
۲۸۰	ب - سرایت کر جانے سے تعدی	۱۹
۲۸۰	تعدی کے اثرات	۲۰
۲۸۱-۲۸۲	تعدیل	۶-۱
۲۸۱	تعریف	۱
۲۸۱	متعلقہ الفاظ: تخریح	۲
۲۸۱	شرعی حکم	
۲۸۱	الف - گواہوں کی تعدیل	۳
۲۸۱	ب - نماز میں ارکان کی تعدیل	۴

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۸۲	ج- برابری کے ذریعہ تقسیم	۵
۲۸۲	د- مناسک میں جزاء صید کے دم میں تعدیل	۶
۲۸۸-۲۸۳	تعذیب	۱۲-۱
۲۸۳	تعریف	۱
۲۸۳	متعلقہ الفاظ: تعزیر، تادیب، تمثیل	۲
۲۸۲	شرعی حکم	۵
۲۸۲	تعذیب کی قسمیں	۶
۲۸۵	مہتمم کی تعذیب	۸
۲۸۸	بحث کے مقامات	۱۲
۲۹۲-۲۸۸	تعریض	۱۰-۱
۲۸۸	تعریف	۱
۲۸۹-۲۸۸	متعلقہ الفاظ: کنایہ، توریہ	۲
۲۸۹	شرعی حکم	
۲۸۹	اول: پیغام نکاح میں تعریض	۴
۲۸۹	دوم: غیر رجعی معتدہ سے پیغام نکاح کی تعریض کرنا	۵
۲۹۰	پیغام نکاح کی تعریض کرنے کے الفاظ	۶
۲۹۰	سوم: قذف کی تعریض کرنا	۷
۲۹۱	چہارم: مسلمان سے اس کافر کے قتل کی تعریض کرنا جو اسے طلب کرنے آیا ہو	۸
۲۹۱	پنجم: خالص حد کا اقرار کرنے والے سے رجوع کرنے کی تعریض کرنا	۹
۲۹۲	بحث کے مقامات	۱۰
۲۹۴-۲۹۲	تعریف	
۲۲۲	تعریف	۱
۲۹۳	الف- اصولیین کے نزدیک	۲
۲۹۳	ب- فقہاء کے نزدیک	۳

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۹۳	متعلقہ الفاظ: اعلان، کتمان یا اخفاء	۴
۲۹۳	شرعی حکم	۵
۲۹۳	اول: شہروں میں تعریف	۶
۲۹۴	دوم: لفظ کی تعریف (تشہیر)	۷
۲۹۴	سوم: دعویٰ میں تعریف	۸
۲۹۵-۳۲۹	تعزیر	۵۸-۱
۲۹۵	تعریف	۱
۲۹۵	متعلقہ الفاظ: حد، قصاص، کفارہ	۲
۲۹۷	شرعی حکم	۶
۲۹۷	تعزیر کے مشروع ہونے کی حکمت	۷
۲۹۸	وہ معاصی جن میں تعزیر مشروع ہے	۸
۲۹۹	تعزیر کا حد، قصاص یا کفارہ کے ساتھ جمع ہونا	۹
۳۰۱	تعزیر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور بندہ کا حق ہے	۱۰
۳۰۲	تعزیر ایک تفویض کردہ سزا ہے	
۳۰۲	تفویض کا مطلب اور اس کے احکام	۱۱
۳۰۲	تعزیر کی سزائیں جائزہ اقسام	۱۲
۳۰۲	جسمانی سزائیں	
۳۰۲	الف- قتل کے ذریعہ تعزیر	۱۳
۳۰۵	ب- کوڑے لگا کر تعزیر	۱۴
۳۰۶	تعزیر میں کوڑے لگانے کی مقدار	۱۵
۳۰۹	ج- قید کر کے تعزیر	۱۶
۳۱۰	تعزیر میں قید کرنے کی مدت	۱۷
۳۱۱	د- شہر بدر کر کے تعزیر	
۳۱۱	جا وطنی کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت	۱۸
۳۱۱	جا وطنی کی مدت	۱۹

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۱۲	ھ- مال کے ذریعہ تعزیر	
۳۱۲	مال کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت	۲۰
۳۱۳	تعزیر بالمال کے اقسام	
۳۱۳	الف- مال کو اس کے مالک سے روک دینا	۲۱
۳۱۴	ب- اِتلاف	۲۲
۳۱۵	ج- تغییر (تبدیلی کر دینا)	۲۳
۳۱۵	د- تملیک (مالک بنا دینا)	۲۴
۳۱۵	تعزیر کی دوسری قسمیں	
۳۱۵	الف- مجرد اعلام (صرف آگاہ کرنا)	۲۵
۳۱۶	ب- مجلس قضا میں حاضر کرنا	۲۶
۳۱۶	ج- توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ)	
۳۱۶	توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکنے) کی مشروعیت	۲۷
۳۱۷	توبیخ کی کیفیت	۲۸
۳۱۷	دسترک تعلق (بایکٹ)	۲۹
۳۱۷	وہ جرائم جن میں تعزیر مشروع ہے	۳۰
۳۱۸	وہ جرائم جن میں حدود کے بدلہ میں تعزیر مشروع ہوتی ہے	
۳۱۸	نفس اور مادون انفس پر زیادتی کرنے کے جرائم	۳۱
۳۱۸	قتل کے جرائم (نفس پر جنایت)	
۳۱۸	قتل عمد (دانستہ قتل)	۳۲
۳۱۸	قتل شبہ عمد (دانستہ قتل کے مشابہ)	۳۳
۳۱۸	مادون انفس (جان سے کم) پر زیادتی	۳۵
۳۱۹	وہ زنا جس میں حد نہ ہو، اور زنا کے مقدمات	۳۶
۳۲۰	وہ قذف جس میں حد نہیں ہوتی اور برا بھلا کہنا	۳۷
۳۲۲	وہ چوری جس میں حد نہیں ہے	۳۸
۳۲۲	وہ ربہڑنی جس میں حد نہیں ہے	۳۹

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۲۲	وہ جرائم جو اصلاً تعزیر کے موجب ہیں	
۳۲۲	بعض وہ جرائم جو نذر اور پر واقع ہوتے ہیں	
۳۲۲	جھوٹی کواہی	۴۰
۳۲۳	ماحق شکایت	۴۱
۳۲۳	غیر موذی جانور کو مار ڈالنا یا اس کو ضرر پہنچانا	۴۲
۳۲۳	دوسرے کی ملکیت کی بے حرمتی کرنا	۴۳
۳۲۳	مصلحت عامہ کو ضرر پہنچانے والے جرائم	۴۴
۳۲۴	رشوت	۴۵
۳۲۴	ملازمین کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور کوتاہی کرنا	
۳۲۴	الف- تقاضی کا انصافی کرنا	۴۶
۳۲۴	ب- عمل ترک کر دینا یا عمداً واجب کی ادائیگی سے رک جانا	۴۷
۳۲۵	حکومت کے کارندوں کا مقابلہ کرنا اور ان پر زیادتی کرنا	۴۸
۳۲۵	قیدیوں کا نزار ہونا اور محرموں کا چھپانا	۴۹
۳۲۵	کھوٹے اور جعلی سکوں کی نقل کرنا	۵۰
۳۲۵	تزویر (جعل سازی)	۵۱
۳۲۵	لازم کردہ قیمت سے زیادہ پرفروخت کرنا	۵۲
۳۲۶	ناپ تول کے پیمانوں میں دھوکہ دینا	۵۳
۳۲۶	مشتبہ نزار	۵۴
۳۲۶	تعزیر کا ساقط ہو جانا	۵۵
۳۲۶	الف- موت سے تعزیر کا سقوط	۵۶
۳۲۶	ب- معافی سے تعزیر کا سقوط	۵۷
۳۲۸	توبہ سے تعزیر کا سقوط	۵۸
۳۳۲-۳۲۹	تعزیر	۹-۱
۳۲۹	تعریف	۱
۳۲۹	شرعی حکم	۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۳۰	تعزیت کی کیفیت اور تعزیت کس کے لئے ہوگی	۳
۳۳۰	تعزیت کی مدت	۴
۳۳۰	تعزیت کا وقت	۵
۳۳۱	تعزیت کی جگہ	۶
۳۳۱	تعزیت کے الفاظ	۷
۳۳۲	کیا مسلمان سے کافر کی تعزیت یا اس کے برعکس کرے گا	۸
۳۳۲	میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنا	۹
۳۳۲-۳۳۳	تعشیر	۳-۱
۳۳۳	تعریف	۱
۳۳۳	صحف میں تعشیر (دہاگانے) کی تاریخ	۲
۳۳۳	تعشیر کا حکم	۳
۳۳۴	تعصیب	
	دیکھئے: عصبہ	
۳۳۴	تعقیب	
	دیکھئے: مولاة، تالغ	
۳۳۴	تعلم	
	دیکھئے: تعلیم	
۳۳۴-۳۳۵	تعلی	۱۰-۱
۳۳۴	تعریف	۱
۳۳۴	حق تعالیٰ کے احکام	۲
۳۳۶	منہدم ہونے اور تعمیر کرنے میں علو اور سفل کے احکام	۳
۳۳۸	گھر کے علو کو مسجد بنا دینا	۷
۳۳۹	علو یا سفل کا روشن دان کھولنا	۸
۳۳۹	تعمیر میں ذمی کا مسلمان سے اونچا ہو جانا	۹

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۶۱-۳۴۱	تعلیق	
۳۴۱	تعریف	۱
۳۴۱	متعلقہ الفاظ: اضافت، شرط، یقین	۲-۴
۳۴۳	تعلیق کا صیغہ	۵
۳۴۳	تعلیق کے کلمات	۶
۳۴۴	الف-ان	۷
۳۴۵	ب-اذا	۹
۳۴۶	ج-متی	۱۱
۳۴۷	و-من	۱۳
۳۴۸	ھ-مہما	۱۵
۳۴۸	و-اٰی	۱۶
۳۴۹	ز-کل، کما	۱۷
۳۵۰	ح-لو	۲۱
۳۵۲	ط-کیف	
۳۵۳	ی-جیٹ اور آین	۲۲
۳۵۴	ک-انی	۲۵
۳۵۴	سوم-تعلیق کی شرائط	۲۸
۳۵۶	تصرفات پر تعلیق کا اثر	۳۰
۳۵۷	اول: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول کرتے ہیں	
۳۵۷	الف-ایلاء	۳۲
۳۵۷	ب-حج	۳۳
۳۵۷	ج-خلع	۳۴
۳۵۷	د-طلاق	۳۵
۳۵۸	ھ-ظہار	۳۶
۳۵۸	و-عتق	۳۷
۳۵۸	ز-مکاتبت	۳۸

صفحہ	عنوان	فقہ
۳۵۸	ح-نذر	۳۹
۳۵۸	ط-ولایت	۴۰
۳۵۹	دوم-وہ تصرفات جو تعلق کو قبول نہیں کرتے	
۳۵۹	الف-اجارہ	۴۱
۳۵۹	ب-اقرار	۴۲
۳۵۹	ج-اللہ تعالیٰ پر ایمان	۴۳
۳۶۰	د-بیع	۴۴
۳۶۰	ھ-رجعت	۴۵
۳۶۰	و-نکاح	۴۶
۳۶۰	ز-وقف	۴۷
۳۶۱	ح-وکالت	۴۸
۳۶۷-۳۶۲	تعلیل	۵-۱
۳۶۲	تعریف	۶-۱
۳۶۲	احکام کی تعلیل	۲
۳۶۲	احکام کی تعلیل کے فوائد	۳
۳۶۳	نصوص کی تعلیل	۴
۳۶۳	علت (معلوم کرنے) کے طریقے	۵
۳۶۳	پہلا طریقہ: نص صریح	
۳۶۳	دوسرا طریقہ: اجماع	
۳۶۳	تیسرا طریقہ: اشارہ اور تشبیہ	
۳۶۳	چوتھا طریقہ: سہر اور تقسیم	
۳۶۳	پانچواں طریقہ: مناسبت، شبہ اور طرد	
۳۶۴	چھٹا طریقہ: تنقیح مناط، تحقیق مناط اور دوران	
۳۶۴	حدیث معلل	۶
۳۸۸-۳۶۷	تراجم فقہاء	

موسوع فقہیہ

تشبہ ۱-۴

یا اس کے سبب نہ ہو (۱)۔

لہذا موافقت تشبہ سے عام ہے۔

تشبہ سے متعلق احکام:

اول۔ لباس میں کافروں سے تشبہ اختیار کرنا:

۴- اپنے صحیح قول کے مطابق حنفیہ، اور اصل مذہب کے مطابق

مالکیہ اور جمہور شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ جو لباس کفار کا شعار ہے،

جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اس کو استعمال

کر کے تشبہ اختیار کرنے والے کو احکام دنیا کے اعتبار سے کافر قرار دیا

جائے گا، چنانچہ جو شخص اپنے سر پر مجوسیوں کی ٹوپی رکھے اس کی تکفیر کی

جائے گی، الا یہ کہ اس نے اِکْرَاه کی ضرورت سے یا گرمی یا ٹھنڈک

دور کرنے کے لئے اس کا استعمال کیا ہو، اسی طرح عیسائیوں کے زمار

پہننے والے کو بھی کافر قرار دیا جائے گا، الا یہ کہ یہ عمل جنگ میں دھوکہ

دینے یا مسلمانوں کے لئے دشمنوں کے احوال معلوم کرنے وغیرہ کی

غرض سے کرے (۲)، اس لئے کہ حدیث نبوی ہے: ”من تشبہ

بقوم فهو منهم“ (۳) (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی

میں سے ہے)، اس لئے کہ کفار کا مخصوص لباس کفر کی علامت ہے،

اور اس کو صرف کفر کا التزام کرنے والا ہی پہنتا ہے اور علامت سے

استدلال کرنا نیز علامت کی دلالت کی بناء پر حکم لگانا عقل و شریعت

میں طے شدہ ہے (۴)۔

(۱) الاحکام الامدادی ۱/۱۷۲۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۶۷۲، الاقویار ۳/۱۵۰، جوہر الاکلیل ۲/۷۸، التاج

والاکلیل بہامش الخطاب ۱/۷۹۶، تحفۃ المحتاج ۱/۹۱، طبع دارصادر، آسنی

الطالب وجامیۃ الرکلی ۱/۱۱۔

(۳) حدیث: ”من تشبہ بقوم فهو منهم.....“ کی روایت ابو داؤد (۳/۳۱۳

طبع عزت ہیدرآباد) نے کی ہے اور ابن تیمیہ نے ”اتقواء البصراط المستقیم“

(۱/۲۳۶) طبع احقریکان) میں اس حدیث کو جیتر اردیا ہے۔

(۴) الجواز بہامش الہندیہ ۱/۳۳۲۔

تشبہ

تعریف:

۱- لغت کے اعتبار سے تشبہ ”تشبہ“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے:

تشبہ فلان بفلان (فلان شخص نے فلان سے تشبہ اختیار کیا) جب

وہ بہ تکلف اس کے مثل ہونا چاہے، اور دو چیزوں کے درمیان

مشابہت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کسی وصف میں اشتراک

پایا جائے، اور اسی سے ہے: ”أشبه الولد أباه“ (بیٹا اپنے باپ

کے مشابہ ہوا) جب بیٹا باپ کی صفات میں سے کسی صفت میں اس کا

شریک ہو (۱)۔

فقہاء کے یہاں اس لفظ کا استعمال اس کے لغوی مفہوم سے

الگ نہیں ہے (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

۲- ان میں سے ”اتباع“، ”تأسی“ اور ”تھلید“ ہیں جن پر بحث

”اتباع“ کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔

۳- اور ان ہی میں سے موافقت بھی ہے، جس کا معنی ہے: کسی قول

یا فعل یا ترک یا اعتقاد وغیرہ میں دو اشخاص میں سے ایک کا دوسرے

کے ساتھ شریک ہونا، خواہ یہ مشارکت اس دوسرے شخص کے سبب ہو،

(۱) معجم متن اللغة، المصنف الوسيط مادة ”تشبہ“۔

(۲) ابن حبان بن ۱/۳۱۹، طبع بولاق، روحۃ الطالبین ۲/۶۳، الزرقانی ۵/۳۰،

کشاف القناع ۲/۲۳۹۔

تشبہ ۵-۶

مخصوص لباس میں ان سے تشبہ اختیار کرنے والے کے کفر کو چند قیود سے مقید کرتے ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

۵- یہ عمل بلاذ اسلام میں کرے (۱)، احمدی کہتے ہیں: کفار کا لباس اختیار کرنا ارتداد اس وقت ہوگا جبکہ دارالاسلام میں ایسا کیا جائے، دارالحرب میں اسے ارتداد قرار دینا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اسے دوسرا لباس نہ مل سکا ہو جیسا کہ غالب ہے، یا یہ کہ اسے اس پر مجبور کیا گیا ہو (۲)۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اگر مسلمان دارالحرب یا دارالکفر میں ہو تو وہ ظاہری بیعت میں ان (کفار) کی مخالفت پر مامور نہ ہوگا، کیونکہ اس میں اس کو ضرر ہوگا، بلکہ کبھی کبھی آدمی کے لئے ظاہری بیعت میں ان کا شریک ہونا مستحب یا واجب ہوگا جبکہ اس میں کوئی دینی مصلحت ہو، جیسے ان کو دین کی دعوت دینا، اور مسلمانوں کو باخبر کرنے کے لئے ان کے پوشیدہ امور پر مطلع ہونا، یا مسلمانوں سے ان کے ضرر کا دفع کرنا اور اسی طرح کے دوسرے اچھے مقاصد، اور جہاں تک دارالاسلام اور دارالہجرت کا تعلق ہے جس میں اللہ نے اپنے دین کو اعزاز بخشا ہے اور اس میں کافروں پر ذلت مسلط کی ہے اور ان پر جزیہ عائد کیا ہے، تو اس میں مخالفت مشروع ہے (۳)۔

۶- مشابہت اختیار کرنا بلا ضرورت ہو، چنانچہ جو شخص یہ عمل ضرورتاً کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، لہذا اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زنا باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دارالحرب میں داخل ہو، یا یہ عمل جنگ میں دھوکہ دینے اور مسلمانوں کے لئے دشمنوں کے

چنانچہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے حقیقت کفر کے اعتقاد سے نہیں، بلکہ مثلاً قیدیوں کو چھڑکانے کے مقصد سے دارالحرب میں داخل ہونے کے لئے زنا باندھا ہے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا (۱)۔

ایک قول میں حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں اور مالکیہ میں سے ابن الشاط نے جو بحث کی ہے اس سے بھی یہی ماخوذ ہوتا ہے کہ جو شخص کافر کے مخصوص لباس میں اس سے مشابہت اختیار کرے، اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا، الا یہ کہ ان کے عقیدہ کو اختیار کرے، اس لئے کہ وہ زبان سے موحد ہے اور دل سے تصدیق کر رہا ہے، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی شخص ایمان سے اسی دروازہ سے نکلے گا جس سے اس میں داخل ہوا ہے، اور ایمان میں دخول زبان سے قرار اور دل سے تصدیق سے ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں موجود ہیں (۲)۔

حنا بلہ کے نزدیک جو لباس کفار کا شعار ہے اس میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، بہوتی فرماتے ہیں: اگر کوئی مسلمان ایسی بیعت اختیار کرے جو اہل ذمہ کا شعار بن گئی ہے، یا اپنے سینہ پر صلیب لٹکائے تو یہ حرام ہوگا اور دوسرے معاصی کی طرح وہ اس سے کافر بھی نہیں ہوگا (۳)۔

اور شافعیہ میں سے نووی کی رائے یہ ہے کہ جو زنا روغیرہ پہنے وہ نیت نہ ہونے کی صورت میں کافر نہیں ہوگا (۴)۔

حرمت تشبہ کے حالات:

فقہاء کی عبارتوں کے تتبع سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کفار کے

(۱) اترقانی ۸/۶۳۔
(۲) اسنی الطالب ۳۳۱ اور دیکھئے اصول الدین لابی منصور عبدالقادر التیمی لہجہ ادبی ص ۲۶۶ طبع ۱۹۶۰۔
(۳) انتقاء البصائر استقیم تہذیب ذاکر مصر العنصل ۱/۳۱۸۔

(۱) تحفۃ المحتاج لابن حجر ۹/۹۱، ۹۲۔
(۲) الفتاویٰ امیر ازیب پشاور ۶/۳۳۲، دارالاشراق مع الفرق ۳/۱۱۶۔
(۳) کشاف القناع ۳/۱۲۸۔
(۴) روضۃ الطالبین ۱۰/۶۹۔

تشریح ۷-۱۱

احوال معلوم کرنے کے مقصد سے کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (۱)، اسی طرح گرمی اور سردی دور کرنے کے لئے اگر اپنے سر پر مجوسیوں کی ٹوپی لگائے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (۲)۔

۷- کافروں کے ساتھ مخصوص چیز میں مشابہت اختیار کی جائے جیسے عیسائی کا بیٹ اور یہودی کا کیپ (ٹوپی)۔ مالکیہ نے ارداد کے تحقق کے لئے اسی کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی ہے کہ مشابہت اختیار کرنے والا اس کے ذریعہ گرجا گھر وغیرہ کا اہتمام کرے (۳)۔

۸- مشابہت اختیار کرنا ایسے وقت میں ہو جب متعین لباس کفار کا شعار ہو، ابن حجر نے حضرت انسؓ کی حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک جماعت دیکھی جن پر سبز چادریں تھیں تو فرمایا: یہ تو گویا خیبر کے یہود ہیں (۴)، پھر ابن حجر فرماتے ہیں: یہود کے واقعہ سے استدلال کرنا اس وقت صحیح ہوگا جب سبز چادر ان کا شعار ہو، اور یہ بات بعد میں ختم ہو چکی ہے، لہذا وہ مباح کے عموم میں داخل ہو گئی ہے (۵)۔

۹- مشابہت اختیار کرنا کفر کی طرف میلان کی وجہ سے ہو، چنانچہ جو شخص کھلوڑ اور تمسخر کے طور پر مشابہت اختیار کرے وہ مرد نہیں ہوگا، بلکہ وہ فاسق ہوگا جو سزا کا مستحق ہوتا ہے، یہ مالکیہ کا مسلک ہے (۶)۔

۱۰- اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی (ذہن میں رہے) کہ غیر مذموم چیز میں مشابہت اختیار کرنے نیز جن چیزوں میں تشبیہ مقصود نہ ہوتا ہو

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۶۶۲، الفتاویٰ البرازیلیہ بہائش الہندیہ ۶/۳۳۲، اسنی الطالب ۱۱/۳۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۶۶۲۔

(۳) الررقا فی ۸/۶۳، اشرح الصغیر ۳/۳۳۳، جوہر الاکلیل ۲/۲۸۸۔

(۴) حضرت انسؓ کے اثر: ”أله رأي فوما عليهم الطالب السنة“ کو حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب زاد المعاد (۱/۱۳۲) اور احکام اہل التمدد (۳/۵۳) میں روایت کیا ہے۔

(۵) فتح الباری ۱۰/۲۵۵، طبع استغیہ۔

(۶) اشرح الصغیر ۳/۳۳۳، الررقا فی ۸/۶۳۔

انہیں اختیار کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ صاحب ”الدر المختار“ کہتے ہیں: (اہل کتاب سے) مشابہت اختیار کرنا ہر چیز میں مکروہ نہیں ہے، بلکہ مذموم چیزوں اور جن میں تشبیہ مقصود ہوتا ہے ان میں مکروہ ہے۔

ہشام کہتے ہیں: میں نے امام ابو یوسف کو میخوں کے ذریعہ جوڑے ہوئے جوتے پہنے دیکھا تو پوچھا: کیا آپ کی رائے میں اس لوہے میں کوئی حرج ہے؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: سفیان اور ثور بن یزید اسے مکروہ سمجھتے ہیں، اس لئے کہ اس میں راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے؟ فرمایا: ”نبی کریم ﷺ بالوں والے جوتے پہنتے تھے اور یہ بھی راہبوں کا پہناوا ہے“ چنانچہ امام ابو یوسف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بندوں کی بھلائی سے متعلق چیزوں میں مشابہت کی صورت مضرت نہیں ہے، اس لئے کہ زمین کی لمبی مسافت اس قسم کے جوتوں کے بغیر طے کرنا ممکن نہیں ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”ردت“ اور ”کفر“۔

دوم- کفار سے ان کے تہواروں میں مشابہت اختیار کرنا:

۱۱- کفار سے ان کے تہواروں میں مشابہت اختیار کرنا جائز ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ”من تشبه بقوم فهو منهم“ (۲) (جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے)، اور اس کا مطلب کفار کے تمام مخصوص امور میں مسلمانوں کو موافقت کرنے سے نفرت دلانا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَكِنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ، قُلْ

(۱) ابن ماجہ بن ۱۹/۳۱۹، الفتاویٰ الہندیہ ۵/۳۳۳۔

(۲) احکام اہل التمدد ۲/۲۲۲، سائغ کردہ دارالعلم للمذاہب المدخل لابن

الجاح ۲/۳۶۲، ۳/۳۸، وآداب الشرعیہ لابن مفلح ۳/۳۳۱، کشاف القناع

۳/۳۱۳۔

تشیہ ۱۱

پورے تہوار میں موافقت اختیار کرنا کفر میں موافقت کرنا ہے، اور اس کی کچھ فروغ میں موافقت کرنا کفر کے بعض شعبوں میں موافقت کرنا ہے، بلکہ تہوار شریعتوں کے مخصوص ترین امتیازات اور ان کے نمایاں ترین شعائر میں سے ہوتے ہیں، لہذا ان میں موافقت کرنا شریعت کفر کی مخصوص ترین چیزوں اور ان کے نمایاں ترین شعاروں میں موافقت کرنا ہے (۱)۔

قاضی خاں فرماتے ہیں: کوئی شخص نوروز کے دن کوئی ایسی چیز خریدے جسے وہ اس دن کے علاوہ کسی اور دن نہیں خریدتا تھا تو اگر اس کا مقصد کافروں کی طرح اس دن کی تعظیم کرنا ہے تو یہ کفر ہوگا، اور اگر یہ عمل اسراف و تنعم کے لئے کیا ہو، دن کی تعظیم کے لئے نہ کیا ہو تو یہ کفر نہیں ہوگا، اور اگر نوروز کے موقع پر کسی انسان کو کچھ ہدیہ کرے، اور اس دن کی عظمت کا ارادہ نہ کرے، اور یہ عمل صرف لوگوں کی عادت کے مطابق کرے تو یہ کفر نہیں ہوگا، اور چاہئے کہ اس دن کوئی ایسا عمل نہ کرے جو اس دن سے پہلے یا بعد میں نہ کرنا ہو، اور کافروں سے مشابہت اختیار کرنے سے احتراز کرے (۲)۔

اور مالکیہ میں سے ابن القاسم نے مسلمان کے لئے یہ مکروہ قرار دیا ہے کہ وہ عیسائی کے تہوار کے موقع پر بدلہ میں اسے ہدیہ پیش کرے، اور انہوں نے اس کو اس کے تہوار کی تعظیم اور اس کے کفر میں اس کی معاونت گردانا ہے (۳)، اور جس طرح تہواروں میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے اسی طرح ان میں ان کی مشابہت

إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى، وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ“ (۱) (اور آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی (بتلائی ہوئی) راہ تو بس وہی ہے اور اگر آپ اس علم کے بعد جو آپ کو پہنچ چکا ہے ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ (کی گرفت) کے مقابلہ میں نہ کوئی یار ہوگا، نہ مددگار)۔

اور بیہقی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: عجمیوں کی زبان مت سیکھو، اور مشرکین کے تہواروں کے دن ان کی عبادت گاہوں میں نہ جاؤ، اس لئے کہ ان پر غضب نازل ہوا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص عجمیوں کے ملک سے گزرے اور ان کا نوروز اور مہر جان منائے، اور ان سے مشابہت اختیار کرے، یہاں تک کہ اسی حال میں مرجائے تو قیامت کے دن اس کو انہیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا (۲)۔

اور اس لئے بھی کہ تہوار قبلہ، نماز اور روزوں کی طرح منجملہ شریعت، منج اور ان مناسک کے ہے جن کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ" (۳) (ہم نے ہر امت کے واسطے ایک طریقہ (ذبح و عبادت کا) مقرر رکھا ہے، کہ وہ اس پر چلنے والے ہیں)۔

لہذا تہوار میں ان کے ساتھ شریک ہونے اور تمام مناجح میں ان کے ساتھ شریک ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم ۱/۱۷۱۔

(۲) الفتاویٰ الحنفیہ بیہمش الہندیہ ۳/۵۷۷، اور دیکھئے الفتاویٰ الہندیہ

۲/۱۶۷، ۲/۲۷۷، الفتاویٰ البرازیہ بیہمش الہندیہ ۶/۳۳۳، ۳/۳۳۳،

حاشیہ ابن ماجہ ۵/۸۱، الفتاویٰ والنقویہ ۱/۶۳، بذل الجہود فی حل

الابی داؤد ۱/۱۶۰، شائع کردہ دارالکتب العلمیہ۔

(۳) المدخل لابن الحاج ۲/۳۷۷، احکام الملئ لدمہ ۲/۲۵۷۔

(۱) سورہ بقرہ ۱۲۰۔

(۲) احکام الملئ لدمہ ۲/۲۳۳۔

(۳) سورہ حج ۶۷۔

تشیہ ۱۲

الف۔ مکروہ اوقات میں نماز ادا کرنا:

۱۲۔ کفار کی عبادت میں مشابہت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے کراہت کے اوقات میں نماز کی ممانعت فرمائی ہے (۱)۔

چنانچہ مسلم نے حضرت عمرو بن عبسہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”صل صلاة الصبح، ثم أقصر عن الصلاة حتى تطلع الشمس حتى ترتفع، فإنها تطلع حين تطلع بين قرني شيطان، وحينئذ يسجد لها الكفار، ثم صل فإن الصلاة مشهودة محضورة حتى يستقل الظل بالرمح، ثم أقصر عن الصلاة فإن حينئذ تسجر جهنم، فإذا أقبل الفياء فصل فإن الصلاة مشهودة محضورة حتى تصلي العصر، ثم أقصر عن الصلاة حتى تغرب الشمس فإنها تغرب بين قرني شيطان وحينئذ يسجد لها الكفار“ (۲) (صبح کی نماز پڑھو، پھر طلوع شمس تک نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے، اس لئے کہ طلوع کے وقت وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں، پھر نماز پڑھو، اس لئے کہ نماز میں ملائکہ موجود ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزہ کے بقدر ٹھہر جائے، پھر نماز سے رک جاؤ، اس لئے کہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ آگے بڑھے تو نماز پڑھو، اس لئے کہ نماز میں ملائکہ موجود ہوتے ہیں، یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ لو، پھر غروب شمس تک

اختیار کرنے والے مسلمان کی مدد نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے اس سے روکا جائے گا۔

چنانچہ جو شخص ان کے تہواروں میں خلاف عادت دعوت کرے اس کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی، اور مسلمانوں میں سے جو شخص ان تہواروں میں کوئی ایسا ہدیہ پیش کرے جو اس تہوار کے علاوہ بقیہ اوقات میں عادت کے برخلاف ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، خصوصاً اس وقت جب ہدیہ ان چیزوں میں سے ہو جن سے ان کی مشابہت اختیار کرنے میں مدد لی جاتی ہے، جیسے عید میلاد (کرمس ڈے) کے موقع پر شمع وغیرہ ہدیہ کرنا (۱)۔

اس کے ساتھ ہی جو شخص تہواروں میں کفار سے مشابہت اختیار کرے اس کو مزادینا واجب ہے (۲)۔

جہاں تک ان چیزوں کا تعلق ہے جن کو کفار اپنے تہواروں کے موقع پر بازاروں میں بیچتے ہیں تو ان میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مہنا کی روایت میں امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ انہیں تو ان کے عبادت خانوں اور گرجوں میں جانے سے روکا جائے گا، رہیں ماکولات میں سے وہ چیزیں جو بازار میں بیچی جاتی ہیں تو ان سے نہیں (روکا جائے گا) اگرچہ اس کی زیادتی اور تحسین کا قصد انہیں کی وجہ سے کرے (۳)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”عید“۔

سوم۔ عبادات میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا:

عبادات میں کفار سے مشابہت اختیار کرنا فی الجملہ مکروہ ہے، اور اس باب میں ان سے مشابہت اختیار کرنے کی کچھ مثالیں یہ ہیں:

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ۱/ ۱۹۰، فتح القدیر ۱/ ۲۰۲ طبع دار احیاء التراث العربی، الکافی لابن عبد البر ۱/ ۱۹۵، البحر المحیط ۲/ ۱۰۱ طبع کردہ دار المعرف، المغنی ۲/ ۱۰۷ طبع ریاض۔

(۲) حدیث: ”صل صلاة الصبح.....“ کی روایت مسلم (۵۷۰/۱ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۵۱۷۔
(۲) کشاف القناع ۳/ ۱۳۱، تلبیوی وغیرہ ۲/ ۲۰۵۔
(۳) لأداب الشرعية لابن مفلح ۳/ ۲۲۱، اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۵۱۸۔

تشیہ ۱۳ - ۱۴

بالیہود“ (۱) (یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو)۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صلاة“۔

ج۔ صوم وصال:

۱۴ - حنفیہ، جمہور مالکیہ، دو اقوال میں سے ایک کے مطابق شافعیہ اور حنابلہ صوم وصال کی کراہت کے قائل ہیں (۲)، اس لئے کہ بخاری نے حضرت انسؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لاتواصلوا، قالوا: انک تو اصل، قال لست کاحد منکم، انی اطعم و اسقی“ (۳) (صوم وصال نہ رکھو، صحابہ نے عرض کیا: آپ خود تو رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں، مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے)، یا فرمایا: ”انی ابیت اطعم و اسقی“ (میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے)، اور آپ ﷺ کا فرمان: ”لاتواصلوا“ (صوم وصال نہ رکھو) ممانعت ہے، اور اس کا ادنیٰ درجہ کراہت کا متقاضی ہے۔

اور نبی کی سنت عیسائیوں سے مشابہت ہے، جیسا کہ حضرت بشیر ابن خصاصیہؓ کی اس حدیث میں صراحت کی گئی ہے جس کو احمد، طبرانی، سعید بن منصور نے، نیز عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں بشیر بن خصاصیہ کی بیوی لیلیٰ تک (پہنچنے والی) صحیح سند سے نقل کیا ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے دو دنوں کے صوم وصال کا

(۱) عمدة القاری ۷/۲۹۷ طبع المیزان، صحیح مسلم بشرح النووی ۵/۳۶۵، المغنی ۲/۹ طبع ریاض، الشرح المصغیر ۱/۳۳۰۔

(۲) امام ابو یوسف اور امام محمد نے صوم وصال کی تفسیر دو دن اس طرح روزہ رکھنے سے کی ہے کہ ان کے درمیان اختلاف نہ کیا گیا ہو (حاشیہ ابن ماجہ ۲/۸۳ اور دیکھئے: المغنی ۳/۱۷۱ طبع ریاض۔

(۳) حدیث: ”لا تواصلوا، لست کاحد منکم“ کی روایت بخاری (الفتح ۲/۲۰۲ طبع الاستیعاب) نے کی ہے۔

نماز سے رک جاؤ، اس لئے کہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں)۔

اوقات کراہت سے متعلق احکام کی تفصیل کے لئے دیکھئے:
الموسوعة الفقہیہ ۷/۲۵۰، اوقات اصلاہ و منقرہ ۲۳۳۔

ب۔ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا:

۱۳ - نماز میں ”اختصار“ (۱) (کمر پر ہاتھ رکھنے) کی کراہت کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ یہود یہ عمل کثرت سے کرتے تھے، لہذا ان سے مشابہت کی کراہت کی وجہ سے اس کی ممانعت کر دی گئی، چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے، (اور الفاظ مسلم کے ہیں) کہ: ”نہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی الرجل مختصراً“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے کہ آدمی کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے) اور بخاری نے بنی اسرائیل کے بیان میں بروایت ابو الفصحی عن مسروق عن عائشہؓ یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ نمازی اپنا ہاتھ اپنی کمر پر رکھے فرماتی تھیں: ”یہ عمل یہود کرتے ہیں“ ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے: ”نماز میں“ (۳) اور دوسری روایت میں ہے: ”لا تشبہوا

(۱) اختصار کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، اور قول صحیح جس پر محققین اور اہل لغت و غریب اور محدثین میں سے اکثر کا اتفاق ہے یہ ہے کہ مُخْتَصِرٌ وہ ہے جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کا ہاتھ خاصہ پر ہو۔ صحیح مسلم بشرح النووی ۵/۳۶۵ طبع المطبعة المصریہ بالازہر۔

(۲) حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ ان یصلی الرجل مختصراً“ کی روایت بخاری (الفتح ۳/۸۸ طبع الاستیعاب) اور مسلم (۱/۳۸۷ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۳) بنی اسرائیل کے تذکرہ میں بروایت ابو الفصحی اس کی روایت بخاری (الفتح ۲/۲۰۲ طبع الاستیعاب) نے کی ہے۔

تشبہ ۱۵-۱۶

ہے جس کی تعظیم یہود و نصاریٰ کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع" (۱) (تب تو آئندہ سال آنے پر ہم انشاء اللہ نویں دن بھی روزہ رکھیں گے)، فرماتے ہیں کہ آئندہ سال آیا بھی نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

علامہ نووی حدیث پر تعلق کرتے ہوئے بعض علماء سے نقل کر کے فرماتے ہیں: دسویں دن کے ساتھ نویں دن کے روزہ کا سبب شاید یہ ہے کہ صرف دسویں دن کا روزہ رکھنے میں یہود سے مشابہت نہ ہو، اور حدیث میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے (۲)۔

اور شافعیہ و حنابلہ نے عاشوراء (محرم کے دسویں دن) اور "تاسوعاء" (محرم کے نویں دن) کے روزہ کو مستحب قرار دیا ہے (۳)۔ اور حنفیہ کے نزدیک عاشوراء سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھنا مستحب ہے (۴)۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ عاشوراء، نویں تاریخ اور اس سے پہلے آٹھ دن روزہ رکھنا مندوب ہے (۵)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: "صوم" اور "عاشوراء"۔

چہارم - فساق سے مشابہت اختیار کرنا:

۱۶ - قرطبی فرماتے ہیں: اگر اہل فسق اور بے حیا لوگوں کا کوئی مخصوص لباس ہو تو دوسروں کو اس کے پہننے سے روک دیا جائے گا،

(۱) حدیث: "فإذا كان العام المقبل - إن شاء الله - صمنا اليوم التاسع" کی روایت مسلم (۲/۵۸، طبع لکھنؤ) نے کی ہے۔

(۲) صحیح مسلم بشرح النووی ۸/۱۳، ۱۳۔

(۳) شرح اعلیٰ علی المنہاج ۳/۴۳، المغنی ۳/۱۴۳۔

(۴) فتح القدیر ۲/۸۷، طبع الامیر یہ۔

(۵) الشرح الصغیر ۱/۶۹۱، ۶۹۲۔

ارادہ کیا تو مجھے حضرت بشیر نے منع کیا اور فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے (۱) اور فرمایا: "يفعل ذلك النصارى ولكن صوموا كما أمركم الله، أنتمو الصيام إلى الليل، فإذا كان الليل فافطروا" (یہ فعل نصاریٰ کرتے ہیں، البتہ تم اس طرح روزہ رکھو جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ روزہ کو رات تک پورا کرو، پھر جب رات آجائے تو افطار کر لیا کرو)۔

امام احمد نیز مالکیہ کی ایک جماعت سحر تک وصال کے جواز کی قائل ہے، اور یہی قول اسحاق، ابن المنذر اور ابن خزیمہ کا ہے۔

اور شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صوم وصال حرام ہے، مالکیہ میں سے ابن العربی نے بھی اس قول کو صحیح قرار دیا ہے (۲)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: "صوم"۔

د- صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا:

۱۵ - حنفیہ یہود سے مشابہت کی وجہ سے صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں بقول ابن تیمیہ امام احمد کے کلام کا مقتضا بھی یہی ہے (۳)۔

چنانچہ مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ایسا دن

(۱) حضرت بشیر بن خصامہ کی بیوی حضرت لیلیٰ کی حدیث کی روایت احمد

(۲) فتح الباری ۲/۲۲۳، ۲۲۵، طبع الامیر یہ) نے کی ہے اور ابن حجر نے فتح الباری

(۳) طبع التقدیر) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) فتح الباری ۳/۲۰۲، ۲۰۳، طبع التقدیر، عمدۃ القاری ۱۱/۷۱، ۷۲، حاشیہ ابن

ماجدین ۲/۸۳، جوہر لاؤ کلپل ۱/۴۷۳، المغنی ۳/۱۴۳، طبع ریاض۔

(۳) فتح القدیر ۲/۸۷، طبع الامیر یہ، عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۹، کشاف القناع

۳۳۹/۲

تشیہ ۱۷

اس لئے کہ اس کو نہ پہچاننے والا اسے بھی نہیں لوگوں میں سمجھے گا، اور اس کے ساتھ بدگمانی کرے گا تو بدگمانی کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، اور بدگمانی پر معاونت کی وجہ سے وہ شخص بھی جس سے بدگمانی کی جارہی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”شہادت“ اور ”فسق“۔

پنجم۔ مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا نیز اس کے برعکس ہونا:

۱۷۔ جمہور فقہاء عورتوں کی مردوں سے اور مردوں کی عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں (۱)۔

چنانچہ بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لعن رسول اللہ ﷺ المتشبهین من الرجال بالنساء، و المتشبهات من النساء بالرجال“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے)۔

اور ایک قول کے مطابق شافعیہ اور حنابلہ کی ایک جماعت مردوں کی عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے نیز اس کے برعکس کو مکروہ قرار دیتی ہے (۳)۔

(۱) نبل لأوطار ۲/۱۱۷ طبع دار الخلیل، عمدة القاری ۲/۲۱۲ طبع المیراب عون السجود ۱/۱۵۶ طبع دار الفکر، نہایت المحتاج ۲/۳۶۲، روایت الطائین ۲/۲۶۳، الرواجر ۱/۱۳۳ طبع مصطفیٰ للعلمی، الکبائر ص ۱۳۳ طبع المکتبۃ الامیریہ، کشاف القناع ۱/۲۸۳، ۲/۳۹۲، اعلام الموقعین ص ۳۰۲ طبع ۱۳۰۲ھ کردہ مکتبۃ الکلیات لآزمیریہ۔

(۲) حدیث: ”لعن رسول اللہ ﷺ المتشبهین من الرجال بالنساء“ کی روایت بخاری (اصح ۱۰/۳۳۲ طبع استیعاب) نے کی ہے۔

(۳) الرواجر ۱/۱۳۳، کشاف القناع ۲/۳۹۲، آداب الشریعہ ۳/۵۳۰۔

اور مشابہت لباس، حرکات و سکنات، نیز اعضاء اور آواز میں تصنع اختیار کرنے سے ہوتی ہے (۱)۔

اس کی مثال مردوں کا عورتوں سے مخصوص لباس اور زیب و زینت میں مشابہت اختیار کرنا ہے، مثلاً اوڑھنی، ہار، گلوبند، کنگن، پازیب اور بالی جیسی چیزیں پہننا جن کا پہننا مردوں کے لئے درست نہیں ہے، اسی طرح عورتوں سے مخصوص انعام میں ان کی مشابہت اختیار کرنا جیسے بدن میں لچک پیدا کرنا، اور بات چیت اور چال میں زمانہ پن ظاہر کرنا (۲)۔

اسی طرح عورتوں کا لباس، چال ڈھال، آواز بلند کرنے یا اسی طرح کی چیزوں میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنا (۳)۔

اور لباس کی ہیئت ہر شہر کے عرف کے اختلاف سے کبھی کبھی بدل جاتی ہے، چنانچہ کبھی عورتوں کی ہیئت مردوں کی ہیئت سے الگ نہیں ہوتی ہے، البتہ پردہ اور حجاب سے وہ ممتاز ہو جاتی ہیں (۴)۔

اسنوی کہتے ہیں: تشبیہ کے حرام ہونے کے لئے دونوں صنفوں کے لباس اور ہیئت کے بارے میں اعتبار ہر علاقہ کے عرف کا ہوگا (۵)۔

بات چیت اور چال میں مشابہت اختیار کرنے کی مذمت اس شخص تک محدود ہے جو دانستہ ایسا کر رہا ہو اور جس کی اصل خلقت میں ایسا ہوا سے بہ تکلف اس کے ترک کرنے، اور بتدریج اس پر دوام اختیار کرنے کا حکم دیا جائے گا، اور اگر وہ ایسا نہ کرے اور اسی پر مصر رہے تو مذمت اس کو لاحق ہو جائے گی، خاص طور سے اس وقت جب اس کی طرف سے اس فعل پر رضا مندی ظاہر کرنے والی کسی چیز کا

(۱) فیض القدر ۵/۲۹۹۔

(۲) عمدة القاری ۲/۲۱۲۔

(۳) فیض القدر ۵/۲۹۹۔

(۴) عمدة القاری ۲/۲۱۲۔

(۵) نہایت المحتاج ۲/۳۶۲۔

میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ کوئی بھی عیسائی ایسا نہ بچے جو پیشانی کے بال نہ باندھے، اور پالان کی سواری نہ کرے، اور یہ منقول نہیں کہ کسی نے آپ پر نکیر کی ہو، لہذا یہ گویا اجماع ہے، اور اس لئے بھی کہ سلام اسلام کے شعائر میں سے ہے، لہذا ملاقات کے وقت مسلمانوں کو ان شعائر کے اظہار کی حاجت ہے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جب اہل ذمہ علامت کے ذریعہ ممتاز ہوں۔

اسی کے ساتھ ساتھ جب امتیاز واجب ہو گیا تو یہ بھی واجب ہوگا کہ اس میں ذلت ہو نہ کہ اعزاز، اس لئے کہ ان کو ذلیل کرنا واجب ہے، مگر بلاوجہ ضرب اور تھپڑ لگا کر نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی ایک مخصوص ہیئت ہو۔

اسی طرح راستہ چلنے کی حالت میں ذمیوں کی عورتوں کا مسلمانوں کی عورتوں سے تمیز ہونا واجب ہے، اور ان کے گھروں پر کوئی علامت لگا دی جائے گی تاکہ ان کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو مسلمانوں سے مخصوص ہے، اور جزیرۃ العرب کے علاوہ مسلمانوں کے بقیہ شہروں میں انہیں آباد ہو کر خرید و فروخت کرنے سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ عقد ذمہ کی مشروعیت اس لئے ہے تاکہ ان کے اسلام کا ذریعہ بنے اور مسلمانوں کے شہروں میں انہیں رہائش کی اجازت دینا اس مقصد کے لئے زیادہ مؤثر ہے (۱)۔

اور ان امور کی تفصیل کے لئے جن میں اہل ذمہ کو مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنے سے روکا جائے گا کتب فقہ میں ”جزیہ“ اور ”عقد ذمہ“ کے ابواب دیکھے جائیں۔

(۱) بدائع الصنائع ۷/ ۱۱۳، تمہین الحقائق، حاشیہ الفہم ۳/ ۲۸۹، ۲۸۱، ابن ماجہ ۳/ ۲۷۳، جوہر الاکلیل ۱/ ۲۶۸، معیار الحرب ۶/ ۲۲۱ طبع دار الحرب الاسلامی بیروت، نہایت المحتاج ۸/ ۷۷، کشاف القناع ۳/ ۱۲۷، المغنی ۸/ ۵۲۸، ۵۲۹، اور دیکھئے الموسوعۃ الفقہیہ المکونۃ، اصطلاح ”اکرمہ“ فقرہ نمبر ۲۳ جلد ۶ اور اصطلاح ”اہل ذمہ“ فقرہ نمبر ۳۶ جلد ۷۔

اظہار ہو (۱)۔

اسی کے ساتھ دوسرے منکرات ہی کی طرح مشابہت پر طاقت سے اور اگر عاجز ہو تو انجام پر اطمینان کے ساتھ زبان سے، اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے نکیر کرنا واجب ہے (۲)۔

اور اسی پر یہ بات مرتب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل حکم کی اطاعت کرتے ہوئے شوہر پر واجب ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو لباس اور چال ڈھال وغیرہ میں مردوں سے مشابہت میں ڈالنے والی چیزوں سے روکے: ”قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا“ (۳) (بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے)، یعنی ان کی تعلیم و تادیب کے ذریعہ، اور ان کو پروردگار کی اطاعت کا حکم دے کر اور اس کی نافرمانی سے روک کر (۴)۔

ششم - ذمیوں کا مسلمانوں سے مشابہت اختیار کرنا:

۱۸- اہل ذمہ کو ایسی علامات ظاہر کرنے کا پابند بنایا جائے گا جس سے وہ پہچانے جاسکیں، اور انہیں یہ آزادی نہیں دی جائے گی کہ لباس، سواری اور شغل و صورت میں مسلمانوں سے مشابہت اختیار کریں، اور اس حکم کی اصل وہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو سوار تھے اور باوقار شغل و شباهت والے تھے، آپ نے ان کو مسلمان سمجھا اور سلام کیا تو آپ کے مصاحبین میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ آپ کو درست رکھے، آپ جانتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ دریا فت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ بنو تغلب کے عیسائی ہیں، پھر جب آپ اپنی قیام گاہ آئے تو لوگوں

(۱) فتح الباری ۱۰/ ۳۳۲، فیض القدر ۵/ ۲۷۱۔

(۲) کشاف القناع ۲/ ۲۳۹۔

(۳) سورہ حجر ۶۱۔

(۴) الروا ج ۱/ ۱۳۵ طبع مصنفی المجلس، الکبیر ص ۱۳۳۔

تثیب ۱-۳

ایذ ارسائی، پردہ دری اور ایک مسلمان عورت کو بدنام کرنا ہے۔
 جہاں تک اپنی بیوی یا باندی کی تثیب کا تعلق ہے تو وہ اس
 وقت تک جائز ہوگی جب تک اس کے باطنی اعضاء کے اوصاف بیان
 نہ کرے، یا ایسی چیز نہ بیان کرے جس کا چھپانا ضروری ہے، اس لئے
 کہ یہ چیز اس کی مروت کو ساقط کر دے گی۔ اور یہ چیز بعض لوگوں کے
 نزدیک حرام اور بعض لوگوں کے نزدیک مکروہ ہوگی (۱)۔

اسی طرح جب تک کوئی فحش بات نہ کہے، یا تعین پر دلالت
 کرنے والا کوئی قرینہ مقرر نہ کرے اس وقت تک غیر معین عورت کی
 تثیب کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ اس سے مقصود کلام میں خوبصورتی
 اور لطافت پیدا کرنا ہے نہ کہ ان باتوں کو انجام دینا ہے جن کا وہ ذکر
 کر رہا ہے، لہذا اگر کوئی ایسا قرینہ مقرر کرے جو تعین پر دلالت کرنا ہو
 تو وہ تعین ہی کے حکم میں ہوگا اور کسی نامعلوم عورت جیسے لیلیٰ اور سعادت کا
 ذکر کرنا حضرت کعب ابن زہیر کی حدیث اور نبی کریم ﷺ کے
 سامنے ان کے اپنے مشہور قصیدہ ”بانث سعادت.....“ سنانے کی بنا پر
 تعین میں شمار نہیں ہوگا (۲)۔

کسی لڑکے کی تثیب کرنا:

۳- کسی لڑکے کی تثیب کرنا اگر یہ بیان کرے کہ وہ اس پر عاشق ہے
 تو حرام ہے، اگر چہ وہ معین نہ ہو، اس لئے کہ لڑکا کسی صورت میں بھی
 حلال نہیں ہوتا، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ معین نہ ہو تو اس کا حکم

(۱) جامعہ الجمل ۵/۳۸۲، معنی الجماع ۳/۳۳۱، فتح القدیر ۶/۳۶۶، و اوصاف

۵۲/۱۲، طبع القاہرہ ۱۳۰۷ھ طبع النبی محمدیہ۔

(۲) معنی الجماع ۳/۳۳۱، تحفہ الجماع ۸/۳۳۳، الدسوقی ۳/۶۶۶، ۱۶۷۔

اور اپنے مشہور قصیدہ ”بانث سعادت.....“ کے پڑھنے سے متعلق حضرت کعب
 ابن زہیر کی حدیث کی روایت ابن اسحاق نے کی ہے جیسا کہ سیرت ابن
 ہشام (۲/۵۰۱، ۵۱۵، طبع الجلی) میں ہے۔

تثیب

تعریف:

۱- تثیب ”شَبَب“ کا مصدر ہے، اور اس کے ایک معنی خواتین
 کے ذکر سے شعر کے ابتدائی حصہ میں خوبصورتی پیدا کرنے کے ہیں،
 اور ”شَبَب بِالْمَرْأَةِ“ کے معنی ہیں: عورت کے بارے میں غزل یا
 نسیب کہنا (۱)۔
 فقہی اصطلاح لغوی معنی سے الگ نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

تثیب، نسیب اور غزل مترادف الفاظ ہیں جن کا مطلب
 عورتوں کے محاسن بیان کرنا ہے (۲)۔

تثیب کا شرعی حکم:

۲- کسی ایسی معین عورت کی تثیب کرنا جو تثیب کرنے والے پر
 حرام ہو، یا کسی بے ریش لڑکے کی تثیب کرنا حرام ہے، اور اپنے اوپر
 حرام کسی اجنبی عورت سے برائی پر آمادہ کرنے والے حسی یا معنوی
 اوصاف کے بیان کرنے کی حرمت پر فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف
 معلوم نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں ظاہری اور باطنی اوصاف کا بیان
 کرنا برابر ہے، اس لئے کہ اس میں عورت اور اس کے متعلقین کی

(۱) لسان العرب۔

(۲) جامعہ الجمل ۵/۳۸۲۔

تشبیک ۱-۲

غیر معین عورت کی طرح ہوگا (۱)۔

یہ تفصیل شعر یا نثر میں انشاء قول (خود کہنے) کی ہے جہاں تک مثلاً استشہاد یا نصاحت و بلاغت سیکھنے کے مقصد سے اس کی روایت کرنے یا گنگنانے کا تعلق ہے تو اگر اس سے حرام پر ابھارنا مقصود نہ ہو تو یہ مباح ہوگا۔

اور حنفیہ نے عورت کی تشبیب کی حرمت کو عورت کے معین اور باحیات ہونے سے مقید کیا ہے، چنانچہ اگر مردہ عورت کی تشبیب کرے تو حرام نہ ہوگا (۲)۔

تشبیک

تعریف:

۱- لغت میں تشبیک کے معنی ہیں: ایک کو دوسرے میں داخل کرنا، چنانچہ دو گتھم گتھا ہونے والی چیزوں کو ”مشتبکان“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی سے ایک کے دوسرے میں داخل ہو جانے کی وجہ سے ”شباک الحمید“ (وہ کھڑکی جس میں لوہے کی جالی ہو) اور ”تشبیک الأصابع“ (انگلیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرنا) ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے، اور ”شبک“ کے معنی: ملانے اور ایک کے دوسرے میں داخل ہو جانے کے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: ”شپک الشیٰ یشبکہ شبکا“ جب کوئی کسی چیز کو ملا دے، اور اس کے ایک حصہ کو دوسرے میں پیوست کر دے (۱)۔

اور ”تشبیک الأصابع“ اپنے اصطلاحی معنی میں اس لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، ابن عابدین کہتے ہیں: ”تشبیک الأصابع“ یہ ہے کہ آدمی اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر دے (۲)۔

اجمالی حکم:

۲- اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ نماز میں انگلیوں کی تشبیک مکروہ



(۱) اعمصباح لمیر، محیط الحریط، مختار الصحاح مادۃ ”شبک“۔

(۲) ابن عابدین، ۳۳۱، قواعد الفقہ للمیر کتب، ۲۲۸۔

(۱) سابقہ مصادر۔

(۲) سابقہ مصادر اور المعنی، ۷۸، فتح القدر، ۳۶/۶۔

تشبیک ۲

تجبسہ“ (۱) (تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک نماز اس کو روکے رہے) اور اس لئے بھی کہ احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً روایت نقل کی ہے: ”إذا توضأ أحدكم فأحسن وضوءه ثم خرج عامداً إلى المسجد، فلا يشبک بین یدیه فإنه في صلاة“ (۲) (جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کا قصد کرتے ہوئے نکلے تو وہ اپنے ہاتھوں کے درمیان تشبیک نہ کرے، اس لئے کہ وہ نماز میں ہے)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إذا كان أحدكم في المسجد فلا يشبكن، فإن التشبيك من الشيطان، وإن أحدكم لا يزال في صلاة مادام في المسجد حتى يخرج منه“ (۳) (جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو تشبیک نہ کرے، اس لئے کہ تشبیک شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور تم میں سے کوئی جب تک مسجد میں رہے، اس سے نکل آنے تک برابر نمازی میں ہوتا ہے)۔

اور حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”إذا توضأ أحدكم ثم خرج عامداً إلى الصلاة، فلا يشبكن بین یدیه، فإنه في صلاة“ (۴) (تم میں سے کوئی جب وضو کرے، پھر

(۱) حدیث: ”لا يزال أحدكم في صلاة مادامت الصلاة تجبسه.....“ کی روایت بخاری (۱/ ۵۳۸ طبع التلخیص) اور مسلم (۱/ ۳۶۰ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا توضأ أحدكم فأحسن وضوءه.....“ کی روایت ابوداؤد (۱/ ۳۸۰ طبع عید الدعاس) اور ترمذی (۳/ ۲۲۸ طبع مصنف الحلبي) نے کی ہے اور احمد نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) حدیث: ”إذا كان أحدكم في المسجد فلا يشبكن.....“ کی روایت احمد (۳/ ۲۳ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے۔ ثقی فرماتے ہیں: اس کی سند حسن ہے (مجمع الروايات ۲/ ۲۵ طبع القمى)۔

(۴) حدیث: ”إذا توضأ أحدكم ثم خرج عامداً إلى الصلاة فلا.....“

ہے، اس لئے کہ حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت ہے: ”أن رسول الله ﷺ رأى رجلاً قد شبك أصابعه في الصلاة، ففرج رسول الله ﷺ بين أصابعه“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں انگلیوں کی تشبیک کئے ہوئے دیکھا، تو آپ ﷺ نے اس کی انگلیوں کو کھول دیا)۔

اور حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جو نماز پڑھتے ہوئے انگلیوں میں تشبیک کر رہا تھا، فرمایا: ”تلك صلاة المغضوب عليهم“ (۲) (یہ ان لوگوں کی نماز ہے جن پر غضب نازل ہوا ہے)۔

اور جہاں تک نماز کے علاوہ حالت میں مسجد کے اندر اور نماز کے انتظار میں یعنی جہاں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے وہاں یا نماز کے لئے جاتے ہوئے تشبیک کرنے کا تعلق ہے تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس حالت میں تشبیک کی کراہت کے قائل ہیں، اس لئے کہ نماز کا انتظار کرنا نمازی کے حکم میں ہوتا ہے (۳)، اس لئے کہ صحیحین کی حدیث ہے: ”لا يزال أحدكم في صلاة مادامت الصلاة

(۱) حدیث: ”رأى رجلاً قد شبك أصابعه.....“ کی روایت ابن ماجہ (۱/ ۳۱۰ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔ منذری فرماتے ہیں: اس کو احمد اور ابوداؤد نے جید سند سے نقل کیا ہے (الترغیب والترہیب ۱/ ۱۷۰، ۱۷۱ طبع المکتبۃ التجاریہ)۔

(۲) اثر: ”تلك صلاة المغضوب عليهم“ کی روایت ابوداؤد (۱/ ۶۰۵ طبع الدعاس) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ (۱/ ۳۳۱، ۳۳۲، مراتی الفلاح ۱۹۰، جوہر الإکلیل ۱/ ۵۳، المشرح الکبیر ۱/ ۲۵۳، ہواہب الجلیل شرح مختصر فہمیل ۱/ ۵۵۰، شرح الترمذی علی مختصر فہمیل ۱/ ۲۱۹، دار الفکر، شرح روض الطالب من أسنى المطالب ۱/ ۱۸۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، نہایت المحتاج للبرلی ۱/ ۵۹، المغنی لابن قدامة ۲/ ۱۰ طبع ریاض المدینہ، کشاف القناع ۱/ ۲۷۳ طبع انصر المدینہ، مطالب اولیٰ اسنی ۱/ ۶۷، ۶۸، ۶۹، منشورات المکتب الاسلامی۔

تشبیک ۳

نماز کے ارادے سے نکلے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان تشبیک نہ کرے، اس لئے کہ وہ نماز میں ہے۔

۳- مسجد کے اندر تشبیک کی ممانعت کی علت میں اختلاف ہے، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اس کی ممانعت اس کے فعل عبث ہونے کی وجہ سے ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی ممانعت اس میں شیطان سے تشبہ کی وجہ سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رہنمائی شیطان نے کی تھی (۱)۔

”مراقی الفلاح“ پر خطاوی کے حاشیہ میں ہے کہ تشبیک سے ممانعت کی علت یہ ہے کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے، نیز اس لئے کہ وہ نیند لاتی ہے اور نیند کی حالت میں حدت پیش آنے کا ظن غالب ہوتا ہے، اور ایک علت وہ بھی ہے جس پر نماز پڑھتے ہوئے تشبیک کرنے والے شخص کو حضرت ابن عمرؓ نے متنبہ کیا تھا کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے جن پر غضب نازل ہوا ہے، پھر اس کو ان جگہوں میں بھی مکر وہ مانا گیا جو نماز کے حکم میں ہوتی ہیں، تا کہ وہ منہی عنہ میں نہ پڑ جائے (۲) اور نماز کے اندر اس کی کراہت زیادہ شدید ہے (۳)۔

اور جمہور کے نزدیک نماز سے فراغت کے بعد تشبیک مکروہ نہیں ہے، خواہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو، اس کی دلیل حضرت ذوالیدینؒ والی حدیث ہے جس کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”صلی بنا رسول اللہ ﷺ إحدى صلاتی العشی“ (رسول اللہ ﷺ نے ہم کو شام کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی) ابن سیرین کہتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز کا نام لیا تھا،

= کی روایت ان الفاظ کے ساتھ احمد (۳/۲۳۰) طبع المکتب الاسلامی نے کی ہے اور اس کی تخریج کذریجی ہے۔

(۱) نیل الاوطار للہوکانی ۲/۳۸۰، ۳۸۱۔

(۲) حاشیہ الخطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۰۔

(۳) کشاف القناع ۱/۳۲۵ طبع انصرالحمد۔

لیکن میں بھول گیا فرماتے ہیں: ”فصلی بنا رکعتین، ثم سلم“ (تو آپ ﷺ نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیر دیا) اور آپ ﷺ مسجد میں رکھی ہوئی ایک لکڑی کی طرف گئے، اور اس پر اس طرح ٹیک لگالی کہ آپ ﷺ غصہ میں ہوں، اور اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں کے درمیان تشبیک کی، اور اپنا داہنا رخسار بائیں ہتھیلی کے اوپری حصہ پر رکھا، اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے نکل گئے اور کہنے لگے: نماز میں قصر (کمی) کر دی گئی، لوگوں میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے تو ان کو تو آپ ﷺ سے بات کرنے میں خوف محسوس ہوا، اور لوگوں میں ایک شخص تھے جن کا ہاتھ کچھ لمبا تھا ان کو ذوالیدینؒ کہا جاتا تھا، وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سے بھول ہو گئی یا نماز میں کمی کر دی گئی؟ فرمایا: ”لم أنس ولم تقصر“ (نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ کمی کی گئی ہے)، پھر فرمایا: ”أکما یقول ذو الیدین؟“ (کیا بات اسی طرح ہے جیسے ذوالیدینؒ کہہ رہے ہیں؟) لوگوں نے کہا: جی ہاں، چنانچہ آپ ﷺ آگے بڑھے، اور جو نماز چھوڑ دی تھی پڑھ لی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں ہی کے مثل یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا، پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں ہی کے مثل یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا، پھر اپنا سر بلند کیا اور تکبیر کہی، تو بعض اوقات (تلامذہ) ان سے (ابو ہریرہؓ) سے سول کرتے: پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا؟ تو وہ فرماتے: مجھے بتایا گیا کہ عمر ان بن حصین فرماتے تھے کہ پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا؟ (۱)۔

اور مالکیہ کے نزدیک نماز کے علاوہ میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کی

(۱) حضرت ذوالیدینؒ کی حدیث کی روایت بخاری (فتح ۱/۵۵۵، ۵۶۶) طبع

المکتب (ترجمہ) اور مسلم (۱/۳۰۳) طبع عیسیٰ البابی نے کی ہے، اور الفاظ بخاری

کے ہیں۔

تشبیک ۴-۵

یہ تشبیک کرنا مسلمانوں کی باہمی نصرت اور ایک دوسرے کو مضبوط کرنے کے مفہوم کو محسوس طور پر بتانے کے لئے تھا، چنانچہ اگر بلا ضرورت عبث کے طور پر تشبیک کرے تو مکروہ تفریحی ہوگا (۱)۔

اور شافعیہ میں سے شبراہی کے حواشی میں ہے کہ جب مسجد میں بجائے نماز کے کسی اور کام مثلاً درس کی حاضری یا لکھنے کے لئے بیٹھے تو اس کے حق میں تشبیک مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ نماز کے انتظار میں ہے، اور اگر وہ دونوں چیزوں (درس اور نماز) کا ایک ساتھ منتظر ہو تو کراہت ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق آ رہی ہے کہ وہ نماز کا منتظر ہے (۲)۔

جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو وہ خاص کر نماز پڑھنے والے کے لئے تشبیک کی کراہت کے قائل ہیں، اگرچہ وہ غیر مسجد میں ہو، اور ان کے نزدیک غیر نماز میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ یہ مسجد ہی میں ہو، اس لئے کہ جب داؤد بن قیس نے دیکھا کہ امام مالک انگلیوں میں تشبیک کئے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں کی طرف یہ کہتے ہوئے اشارہ کیا: یہ کیا ہے؟ مقصد یہ تھا کہ وہ تشبیک ختم کر دیں تو امام مالک نے فرمایا: یہ تو صرف نماز میں مکروہ ہے (۳)۔

۵- اور مالکیہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کے نزدیک خطبہ جمعہ کی حالت میں تشبیک مکروہ ہے، اس لئے کہ خطبہ سننے والا نماز کے انتظار میں ہوتا ہے لہذا وہ (جیسا کہ گزر چکا ہے) اس شخص کی طرح ہے جو نماز میں ہو۔

کراہت صرف نماز میں ہے لیکن ”اشرح الکبیر“ اور ”جواہر الکلیل“ کے مطابق ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے (۱)۔

اور ”مواہب الجلیل“ میں ہے: جہاں تک نماز کے باہر تشبیک کے حکم کا مسئلہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ انسان مسجد ہی میں ہو، ابن عرفہ کہتے ہیں: ابن القاسم نے سنا (یعنی امام مالک سے) کہ نماز کے علاوہ یعنی مسجد میں انگلیوں کی تشبیک میں کوئی حرج نہیں ہے، جب داؤد بن قیس نے دیکھا کہ امام مالک انگلیوں میں تشبیک کئے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں کے ہاتھ کی طرف یہ کہتے ہوئے اشارہ کیا: یہ کیا ہے؟ مقصد یہ تھا کہ وہ تشبیک ختم کر دیں تو امام مالک نے فرمایا: یہ تو صرف نماز میں مکروہ ہے، اور ابن رشد فرماتے ہیں: ذوالیدین کی حدیث میں مسجد کے اندر آپ ﷺ کا انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا ثابت ہے (۲)۔

۴- جہاں تک نماز سے باہر ایسے موقعوں پر انگلیوں میں تشبیک کا تعلق ہے جو نماز کے توابع میں سے نہ ہوں، مثلاً وہ نماز کی طرف سعی کرنے (جانے) کی حالت میں نہ ہو، یا مسجد میں اس کے لئے بیٹھا ہو تو اگر تشبیک کسی حاجت مثلاً انگلیوں کو آرام دینے کے لئے ہو اور بے فائدہ نہیں بلکہ کسی غرض صحیح سے ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس حال میں وہ مکروہ نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً“ (۳) (مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی مثال ایسی عمارت کی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے)، اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کی، آپ ﷺ کا

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۱/۳۳۲۔

(۲) حاشیہ اشعر الملس القامری علی نہایۃ المحتاج لری شرح الصہباج للری ۱/۳۳۱ طبع مصطفیٰ الجلیلی۔

(۳) مواہب الجلیل اشرح مختصر فلیل ۱/۵۵۰ طبع انجواں لیبیا شرح الترغاب فی علی مختصر فلیل ۱/۲۱۹ طبع دار الفکر۔

(۱) اشرح الکبیر ۱/۲۵۳، جواہر لاکلیل ۱/۵۳۔

(۲) مواہب الجلیل اشرح مختصر فلیل ۱/۵۵۰ طبع انجواں لیبیا۔

(۳) حدیث: ”المؤمن للمؤمن كالبنيان.....“ کی روایت بخاری (۵/۹۹ طبع المنقہ) اور مسلم (۳/۱۹۹ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔

تشبیہ

اور مالکیہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے، خواہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو، اس لئے کہ ان کے یہاں کراہت صرف نماز میں ہوتی ہے، اگرچہ (جیسا کہ گزر چکا ہے) ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے (۱)۔

تشبیہ

تعریف:

۱- لغت میں تشبیہ ”شبهت الشئ بالشئ“ کا مصدر ہے: جب تم کسی جامع صفت کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری چیز کے قائم مقام بناؤ، اور صفت ذاتی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی، ذاتی کی مثال جیسے یہ درہم اس درہم کی طرح ہے یعنی مقدار میں، اور معنوی کی مثال جیسے زید شیر کی طرح ہے (۱)۔

اور علماء بلاغت کی اصطلاح میں تشبیہ اس بات پر دلالت کرنا ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کے ذاتی وصف میں دونوں چیزیں شریک ہیں جیسے شیر میں شجاعت (کا وصف) اور سورج میں روشنی (کا وصف)، اور وہ یا تو مفرد سے مفرد کی تشبیہ ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بُنْيَانًا مَرُوضًا“ (۲) (اللہ تو ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح تل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں)، یا مفردات کی مفردات سے تشبیہ ہوتی ہے، جیسے نبی اکرم ﷺ کا قول: ”إِنَّمَا مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَانْبَتَتِ الْكُلُوبُ وَالْعُشْبُ الْكَثِيرُ، وَكَانَ مِنْهَا“



(۱) المصباح للمیر بادہ ”عبرہ“۔

(۲) سورہ صف، ۳۔

(۱) اشرح الکبیر ۱/ ۲۵۳، جوہر للإکلیل ۱/ ۵۳۔

تشبیہ ۲-۳

به ويعجبون له ويقولون: هَلَا وَضَعْتَ هَذِهِ اللَّبْنَةَ؟ قَالَ:
فَأَنَا اللَّبْنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“^(۱) (میری مثال اور مجھ سے پہلے
آنے والے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے ایک
مکان بنایا اور سوائے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کے (چھوڑ دینے کے
بقیہ کو) بہت حسین و جمیل بنایا، تو لوگ اس گھر کا چکر لگانے لگے، اور
اس پر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے: یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟
فرمایا: تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں)۔

تو یہ مجموعہ کی مجموعہ سے تشبیہ ہے، اس لئے کہ وجہ شبہ عقلی اور کئی
امور سے ماخوذ ہے^(۲)۔

متعلقہ الفاظ:

قیاس:

۲- قیاس نام ہے: فرع کو کسی علت جامعہ کی وجہ سے حکم میں اصل
سے ملحق کرنے کا۔

تشبیہ کا حکم:

تشبیہ کا حکم اس کے محل اور مراد کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے
جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

الف- ظہار میں تشبیہ:

۳- شرعی اعتبار سے ظہار مسلمان کا اپنی بیوی یا اس کے کسی جزء شائع
کو اپنے اوپر دائمی طور پر حرام (کسی عورت) سے تشبیہ دینے کا نام ہے
جیسے اس کا یہ کہنا: ”أنت علي كظهر أمي أو نحوہ“ (تم میرے

(۱) حدیث: ”إن مغلي ومغل الألباء.....“ کی روایت بخاری (فتح المبارکی

۵۵۸/۶ طبع السنۃ) نے کی ہے۔

(۲) تعریفات للبحر الجانی۔

أجادب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا
وسقوا وزرعوا، وأصابها منها طائفة أخرى إنما هي
قبيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلاً، فذلك مثل من فقه
في دين الله ونفعه ما بعثني الله به فعلم وعلم، و مثل من
لم يرفع بذلك رأساً، ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت
به“^(۱) (جس ہدایت اور علم کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے،
اس کی مثال اس زوردار بارش کی ہے جو کسی زمین پر ہوئی تو اس کا ایک
حصہ صاف ستھرا تھا جس نے پانی جذب کر لیا، اور اوپر مقدار میں چارہ
اور گھاس اگائی، اور کچھ زمینیں بخر تھیں جنہوں نے پانی روک لیا، اور
اللہ نے ان کے ذریعہ لوگوں کو نفع پہنچایا، چنانچہ انہوں نے (اس
سے) پیلا پایا اور کھیتی کی، اور اس کے ایک ایسے حصہ پر بھی بارش ہوئی
جو چٹیل وادی تھی، جس نے نہ پانی روکا، نہ سبزہ اگایا تو یہ مثال اس شخص
کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی، اور اللہ نے جس چیز
کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کے ذریعہ اسے نفع پہنچایا، چنانچہ
اس نے سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور یہ مثال ہے اس شخص کی جس
نے اس کے لئے سر بھی نہیں اٹھایا، اور جس طریقہ کے ساتھ اللہ نے
مجھے مبعوث فرمایا ہے اسے قبول نہیں کیا)۔

تو آپ ﷺ نے علم کو بارش سے تشبیہ دی، اور علم سے منتفع
ہونے والے کو پاکیزہ (ثمر آور) زمین سے تشبیہ دی، اور اس سے
منتفع نہ ہونے والے کو چٹیل وادی سے تشبیہ دی، لہذا اس میں کئی
تشبیہات اکٹھی ہیں،

یا وہ مرکب تشبیہ ہوتی ہے، جیسے آپ ﷺ کا یہ قول: ”إن
مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي: كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ
وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبْنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسَ يَطُوفُونَ

(۱) حدیث: ”إنما مغل ما بعثني الله به.....“ کی روایت بخاری (فتح المبارکی ۱۷۵/۱۷
طبع السنۃ) اور مسلم (۳/۱۷۸، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹) نے کی ہے۔

تشیبہ ۴

اور شافیہ کے ایک قول میں جو کہ حنا بلہ کی بھی دوسری روایت ہے، صرف وطی حرام ہوگی (۱)۔

یہ تفصیل تو ظہار کے صریح الفاظ میں ہے، جہاں تک اس کے کنایات کا تعلق ہے، جیسے اس کا کہنا ”انت علی مثل امی“ (تم میری ماں کے مثل ہو) تو اس میں حسن سلوک یا ظہار یا طلاق مراد لینے میں اس کی نیت صحیح ہوگی (۲)۔

اور اس موضوع میں بہت سی جزئیات ہیں جن کی تفصیلات فقہاء کے اختلاف کے ساتھ ”ظہار“ کی اصطلاح میں دیکھی جائیں۔

ب۔ قذف (تہمت لگانے) میں تشبیہ:

۴۔ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب تہمت لگانے والا زنا کی صراحت کرے تو وہ قذف ہے اور موجب حد تہمت ہے، اور اگر تعریض کرے اور صراحت نہ کرے تو امام مالک فرماتے ہیں: یہ قذف ہے، اور امام ابو حنیفہ و امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب تک وہ یہ نہ کہے کہ اس سے میری مراد قذف ہے، یہ قذف نہیں ہوگا، امام مالک کے قول کی دلیل یہ ہے کہ قذف میں حد مقرر کرنے کا مقصد اس ضرر و عار کا ازالہ ہے جس میں تاذف (تہمت لگانے والے) نے متخذوف (جس پر تہمت لگائی گئی) کو مبتلا کیا ہے، لہذا جب تعریض سے ضرر و عار لاحق ہو جائے تو صراحت ہی کی طرح اس کا قذف ہونا واجب ہوگا اور اس کا تعلق فہم سے ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کی قوم کی زبانی ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے حضرت شعیبؑ سے کہا: ”انک لأنت الحلیم الرشید“ (۳) (واقعی تم ہی بڑے عقل مند بڑے دین دار

(۱) ابن ماجہ بن ۴/۵۷۵، جوہر لا کلیل ۱/۳۷۱، ۳۷۲، امیر ب

۳/۱۱۳، المغنی ۷/۳۲۷، ۳۲۸۔

(۲) ابن ماجہ بن ۴/۵۷۶، المغنی ۷/۳۲۷، جوہر لا کلیل ۱/۳۷۲۔

(۳) سورۃ ہود، ۸۷۔

لئے ماں کی پیٹھ کی طرح یا پیٹھ کے مانند ہو، یا اس کے پیٹ یا ران کی طرح ہو وغیرہ)۔

تشیبہ کی یہ نوع از روئے نص حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مَنْ نَسَاهُمْ مَاهُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ، إِنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ، وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا“ (۱) (تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، تو وہ (بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتی ہیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، یہ لوگ یقیناً ایک نامعقول بات اور جھوٹ کہہ رہے ہیں)۔

اور جب شوہر کی جانب سے ایسی تشبیہ واقع ہو جس کو ظہار مانا جاتا ہے تو باتفاق فقہاء کفارہ او اکر نے سے پہلے اس پر اپنی بیوی سے وطی کرنا حرام ہو جائے گا۔

اسی طرح جمہور فقہاء (حنفی مالکیہ اور یہی شافیہ کا ایک قول اور حنا بلہ کی ایک روایت ہے) کے نزدیک جماع سے کم درجہ کی لذت اندوزی بھی حرام ہو جائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ذَلِكُمْ تَوْعْظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا“ (۲) (تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں ایک مملوک کو آزاد کرنا ہے، اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ کو پوری خبر ہے اس کی جو تم کرتے رہتے ہو، پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں)، اور ”تماس“ (آپس میں ہاتھ لگانا) وطی اور اس کے محرکات دونوں کو شامل ہے۔

(۱) سورۃ مجادلہ، ۲۔

(۲) سورۃ مجادلہ، ۳، ۴۔

تشبیہ ۵

کانے، اے چغل خور، اے جھوٹے، اے خبیث، اے مخنث، اے فاسقہ کے بیٹے، اور اسی طرح کے ایسے الفاظ کے کہنے سے اس کی تعزیر کی جائے گی جن میں بلاوجہ کی ایذا رسانی ہو، خواہ یہ آنکھ یا ہاتھ کے اشارہ ہی سے کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اس نے ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس میں کوئی حد نہیں ہے (یعنی اس میں کوئی شرعی سزا مقرر نہیں ہے) اور جس معصیت میں حد نہ ہو اس میں تعزیر ہوتی ہے (۱)۔

اسی طرح جمہور فقہاء (مالکیہ شافعیہ حنابلہ اور متاخرین حنفیہ کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے) کے نزدیک اس وقت بھی اس کی تعزیر کی جائے گی جب وہ اس کو گھٹیا جانوروں سے تشبیہ دے، جیسے کہ کہنے: اے گدھے!، اے کتے!، اے بندر!، اے بیل! وغیرہ، اس لئے کہ جو کسی برائی کا مرتکب ہو، یا ناحق قول، فعل یا اشارہ سے کسی مسلمان کو اذیت دے وہ تعزیر کا مستحق ہو جاتا ہے، اور حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایہ میں اس کا جھوٹ ظاہر ہونے کی وجہ سے اے گدھے! اور اے کتے! وغیرہ کہنے سے اس کی تعزیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہے۔

بعض حنفیہ نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر مسبب (جس کو گالی دی جائے) شرفاء میں سے ہو تو تعزیر کی جائے گی، اور عوام میں سے ہو تو تعزیر نہیں کی جائے گی، اس فرق و تفصیل کو ”الہدایہ“ اور ”الزیلعی“ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے (۲)۔

یہ تمام تفصیلات اس وقت ہیں جب سب و شتم حد قذف تک نہ پہنچے، رہی وہ صورت جب وہ قذف کی انواع میں سے ہو، جیسے بغیر

(۱) ابن ماجہ بن ۳۸۲، جوہر لؤلؤ ۲/۲۸۸، حاشیہ الجمل علی شرح المسیح
۱۶۳/۵، کشاف القناع ۶/۱۱۳، المغنی ۸/۲۲۰، حاشیہ اقلیو بی ۳/۱۸۳۔
(۲) ابن ماجہ بن ۳/۱۸۵۔

(ہو) یعنی بیوقوف اور گمراہ ہو، تو ان لوگوں نے بطور تعریض ایسے کلام سے گالی دی جس کا ظاہر ایک تاویل کے مطابق مدح ہے۔

اور حضرت عمرؓ نے حلیہ کو اس وقت قید کر لیا تھا جب اس نے ایک شخص کے متعلق یہ شعر کہا:

دع المکارم لا ترحل لبغیتھا

واقعد فإنک أنت الطاعم الکاسی

(مکارم (خوبیوں) کو چھوڑو، ان کی تلاش میں سفر مت کرو

اور گھر بیٹھو، اس لئے کہ تم کھانے پینے والے ہو)۔

اس لئے کہ اس نے اس شخص کو اس چیز میں عورتوں سے تشبیہ دی تھی کہ انہیں کھلایا پایا اور پہنایا جاتا ہے (۱)۔

اس بنیاد پر جب عورت یا مرد کو عیفہ یا عیف (پاک و امن) سے تشبیہ دینے سے استہزا سمجھ میں آئے تو امام مالک کے مسلک میں وہ صریح تہمت کی طرح ہوگا۔

ج- آدمی کا دوسرے کو اس کی ناپسندیدہ چیز سے تشبیہ دینا:
۵- مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو کسی ایسی چیز سے تشبیہ دینا ناجائز ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِنَسِ الْإِسْمِ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ“ (۲) (اور ایک دوسرے کو بڑے القاب سے نہ پکارو، ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے)۔

خواہ یہ تشبیہ اُذات تشبیہ بیان کر کے ہو، یا اس کو حذف کر کے جیسے کہ کہنے: اے مخنث! اے اندھے (۳)۔

اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اے کافر، اے منافق، اے

(۱) تفسیر القرطبی ۸/۸۷۔

(۲) سورہ حجرات ۱۱۔

(۳) تشبیہ کی اقسام کے بارے میں دیکھئے مختصر المعانی ص ۱۲۵۔

تشریح تشریک ۱-۲

بینہ زنا کی تہمت لگانا تو اس تفصیل کے مطابق جسے ”قذف“ کی اصطلاح میں دیکھا جاسکتا ہے، اس پر حد لگائی جائے گی (۱)۔

تشریک

تعریف:

۱- لغت میں تشریک ”شُرک“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: شُرک فلان فلانا: جب کوئی شخص دوسرے کو معاملہ میں داخل کرے اور اس کو اس میں اپنا شریک بنالے، اور کہا جاتا ہے: شرک غیرہ فیما اشتراہ: اپنی خریدی ہوئی چیز میں اس نے دوسرے کو شریک بنالیا، تاکہ دوسرا بعض شمن ادا کر دے اور بیع میں اس کا شریک بن جائے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے: شرک نعلہ تشریکاً: جب جوتے میں شراک (تسمہ) لگائے، اور شراک: جوتے کا وہ تسمہ ہے جو اس کے درمیان میں ہوتا ہے (۱)۔

اور شرعی اصطلاح میں تشریک خریداری وغیرہ جیسے معاملہ میں دوسرے کو شامل کرنے کو کہتے ہیں تاکہ دوسرا معاملہ میں اس کا شریک ہو جائے۔

متعلقہ الفاظ:

إشراک:

۲- إشراک تشریک کا ہم معنی ہے، اور جب کہا جائے: ”أشرك الكافر باللہ“ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے غیر اللہ کو اللہ کا شریک بنالیا ہے، اللہ اس سے بلند ہے۔

تشریح

دیکھئے: ”یام تشریق“۔



(۱) نایج المعروس و متن اللہ مادہ ”شُرک“۔

(۱) مختصر العالی ص ۱۲۵، تفسیر الکشاف ۱/۲، ۳، ۴، ۵، القرطبی ۱/۲، ۳، ۴، ۵۔

تشریک ۳-۴

دیکھیے: ”اشراک“۔

تشریک بنانے کا حکم:

۳- خریداری وغیرہ میں شریک بنانا جائز ہے، اور عبادت کی نیت میں غیر عبادت کو شریک کرنا یا ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کرنا آنے والی تفصیل کے ساتھ جائز ہے:

الف- عبادت کی نیت میں ایسی چیز کو شریک کرنا جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی:

۴- عبادت کی نیت میں ایسی چیز کو شریک کرنے کے جواز کے بارے میں جس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی ہے، ہمیں فقہاء کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، جیسے حج کے ساتھ تجارت، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ.....“ (۱)

(اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو، لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دُلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی، تاکہ اپنے فوائد کے لئے آمو جو ہوں، اور تاکہ ایام معلوم میں اللہ کا نام لیں)، اور حج ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ“، (۲)

(تمہیں اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے یہاں تلاش معاش کرو)، اس کا نزول حج کے ساتھ تجارت کرنے کے بارے میں ہوا تھا، اور صحت کے ارادہ کے ساتھ روزہ رکھنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت کے ساتھ وضو کرنا، اور دائیں کو دفع کرنے کی نیت

(۱) سورہ حج / ۲۸۔

(۲) سورہ بقرہ / ۱۹۸۔

کے ساتھ نماز پڑھنا (بھی اسی حکم میں ہوں گے) اس لئے کہ یہ چیزیں نیت کے بغیر بھی حاصل ہو جاتی ہیں، لہذا عبادت کی نیت میں ان کا شریک کرنا عبادت پر اثر نہیں ڈالے گا، اسی طرح مال غنیمت حاصل کرنے کے ارادہ کے ساتھ جہاد کرنا (یہ بھی اسی حکم میں ہوگا) (۱)۔

”موابہب الجلیل“ میں قرآنی کی ”الفروق“ سے منقول ہے کہ جو جہاد کرے تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نیز مال غنیمت حاصل کرے تو یہ بلاجماع اس کے لئے مضر اور حرام نہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت میں اس کو (مال غنیمت کو) مقرر کیا ہے، لہذا اس مقصد سے جہاد کرنے میں کہ لوگ اس کو بہادر کہیں، یا امام اس کو اہمیت دے کر بیت المال سے اس کو وافر عطیہ دے اور اس مقصد سے جہاد کرنا کہ دشمن کے اموال میں سے مال غنیمت حاصل ہو ان دونوں میں بڑا فرق ہے، حالانکہ دونوں صورتوں میں اس نے عبادت کے ساتھ دوسری چیز شامل کی ہے، پہلی صورت ریا کاری اور حرام ہے اور دوسری صورت جائز ہے۔

اور اس کو ریاہ اس وجہ سے نہیں کہیں گے کہ ریاہ یہ ہے کہ عمل اس لئے کرے کہ اللہ کے سوا اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کو دیکھے، اور عبادت کی نیت میں غیر عبادت کو شریک کرنے کی جائز صورتوں میں سے ٹھنڈک یا صفائی حاصل کرنے کے مقصد سے تازہ وضو کرنا ہے، اور ان تمام اغراض میں مخلوق کی تعظیم داخل نہیں ہے، بلکہ یہ اغراض ایسے مصالح کو شریک کرنے کے لئے ہیں جن کا اور اک نہیں ہوتا، اور وہ اور اک یا تعظیم کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں، اور یہ چیز عبادات میں عیب نہیں پیدا کرتی، اس طرح عبادت میں ریاہ کے قاعدہ اور عبادات کی نیت میں غیر عبادت کو شریک کرنے کے قاعدہ

(۱) موابہب الجلیل ۲/ ۵۳۲، حامیہ البیہری علی الصحیح ۱/ ۶۷، معنی الحجاج ۱۳۹۱، ۱۵۰، المغنی لابن قدامہ ۱/ ۱۱۲۔

تشریک ۵-۶

نیز دیکھئے: ”نیت“ کی اصطلاح۔

کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا (۱)۔

اور ”معنی المحتاج“ میں ہے (۲) کہ جو شخص (معتبر نیت کے ساتھ) یعنی تبر دیا اس جیسی چیز کی نیت کے وقت وضو کی نیت کا احتضار کرتے ہوئے اپنے وضو سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی یا صفائی جیسی کسی ایسی چیز کی نیت کرے جو بغیر قصد کے حاصل ہو جاتی ہے تو چاہے یہ نیت اثناء وضو ہی میں کیوں نہ کی ہو، صحیح قول کے مطابق اس کے لئے یہ وضو جائز ہوگا، اس لئے کہ یہ چیز بغیر نیت ہی کے حاصل ہو جاتی، جیسے کہ کوئی نماز پڑھنے والا نماز کی اور دائیں کو دفع کرنے کی نیت کرے تو اس کی نماز درست ہوگی، اس لئے کہ دائیں سے اس کی غفلت کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ میضر ہوگا، اس لئے کہ اس میں قربت اور غیر قربت کو شریک کرنا پایا جاتا ہے، اور اگر معتبر نیت مفقود ہو، مثلاً ٹھنڈک وغیرہ حاصل کرنے کی نیت کرے، اور وضو کی نیت سے غفلت برتے تو جس عضو کو ٹھنڈک وغیرہ کے حصول کی نیت سے دھویا ہے اس کا دھونا صحیح نہیں ہوگا، اسے دوبارہ دھونا ہوگا، از سر نو وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔

زر کشی فرماتے ہیں: یہ اختلاف صحت کے بارے میں ہے، رہا ثواب تو ظاہر یہ ہے کہ ثواب حاصل نہ ہوگا اور اس صورت میں جبکہ عبادت میں امر دنیوی میں سے کسی غیر عبادت کو شریک کر لیا ہو تو امام غزالی نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ عمل کے محرک کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ اگر دنیوی قصد ہی غالب ہو تو اس میں کوئی اجر نہ ہوگا، اور اگر دینی قصد غالب ہو تو اسی کے بقدر اسے اجر ملے گا، اور اگر دونوں مساوی ہوں تو دونوں ساقط ہو جائیں گے، اور ابن عبدالسلام نے مختار اس کو قرار دیا ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی ثواب نہ ہوگا، خواہ دونوں قصد مساوی ہوں یا مختلف (کم و بیش)۔

ب- ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کرنا:
۵- اگر ایک نیت میں دو عبادتوں کو شریک کیا تو ان دونوں کا معنی اگر مدخل پر ہو جیسے جمعہ اور جنابت، یا جنابت اور حیض کا غسل، یا جمعہ اور عید کا غسل یا ان دونوں میں سے ایک غیر مقصود ہو، جیسے فرض یا کسی دوسری سنت کے ساتھ تحیۃ المسجد تو یہ (تشریک) عبادت میں کوئی خلل نہیں ڈالے گی، اس لئے کہ طہارت کا معنی مدخل پر ہے، اور تحیۃ المسجد وغیرہ بالذات غیر مقصودہ ہیں، بلکہ مقصود جگہ کو نماز سے مشغول کرنا ہے، لہذا وہ دوسرے میں داخل ہو جائے گی۔

جہاں تک دو مقصود بالذات عبادتوں کو شریک کرنے کا تعلق ہے، جیسے ظہر اور اس کی سنت مؤکدہ تو ان دونوں کو ایک نیت میں شریک کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ دو ایسی مستقل عبادتیں ہیں جن میں سے ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوگی (۱)۔

نیز دیکھئے: ”نیت“ کی اصطلاح۔

ج- بیع میں شریک کرنا:

۶- عقد میں شریک کرنا جائز ہے مثلاً خریدار شمن جاننے والے شخص سے کہے: ”میں نے تم کو اس بیع میں شریک کیا“ اور دوسرا شخص قبول کر لے، فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق ہے (۲)، اور اگر اس کو مقدار معلوم جیسے آدھے یا چوتھائی میں شریک کرے تو شریک کئے ہوئے شخص کا حصہ بیع میں اسی قدر ہوگا اور اگر مطلق رکھے تو اس کا آدھا ہوگا، اس لئے کہ مطلق شرکت مساوات کی متقاضی ہوتی ہے،

(۱) الاقناع علی شرح الخطیب ۶/۴، نہایت المحتاج ۱۰۶/۳، المغنی ۲۲۱/۱۔

(۲) البدائع ۲۲۶/۵، حاشیۃ الدسوقی ۱۵۷/۳، اسنی الطالب ۹۱/۳، نہایت

المحتاج ۱۰۶/۳، المغنی ۳۱/۳۔

(۱) مواہب الجلیل ۵۳۳/۲۔

(۲) معنی المحتاج ۱/۳۹۔

تشریک ۷، تشمیت ۱

اور احکام و شرائط میں اس کا حکم بیع اور تولیہ کی طرح ہوگا (۱)۔

۷- ایک طلاق میں کئی عورتوں کو تشریک کرنا:

۷- جب اپنی چار عورتوں سے کہے: ”میں نے تم پر ایک طلاق واقع کی تو ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ طلاق میں تجزی نہیں ہوتی۔

اور اگر کہے: دو طلاقیں یا تین یا چار واقع کیں تو ہر ایک پر صرف ایک طلاق پڑے گی، الا یہ کہ کل طلاق کو سب پر تقسیم کرنے کا ارادہ کرے تو (ایسی صورت میں) ”دو طلاقیں“ (کہنے کی صورت) میں ہر ایک پر دو طلاقیں اور ”تین اور چار“ (کہنے کی صورت) میں تین طلاقیں واقع ہوں گی (۲)۔

تشمیت

تعریف:

۱- تشمیت کے لغوی معانی میں سے ایک خیر و برکت کی دعا کرنا بھی ہے، اور کسی کے لئے خیر کی دعا کرنے والا: مشمت اور مسمت کہلاتا ہے (شین اور سین دونوں سے) اور شین زیادہ بہتر اور کلام عرب میں زیادہ رائج ہے، اور خیر کی ہر دعا تشمیت ہے، حضرت فاطمہؑ سے حضرت علیؑ کی شادی سے متعلق حدیث میں ہے: ”شمت علیہما“ یعنی آپ ﷺ ان دونوں کو برکت کی دعا دی (۱)۔

اور چھینک سے متعلق حدیث میں ہے کہ ان میں سے ایک کو آپ ﷺ نے دعا دی اور دوسرے کو نہیں دی، لہذا تشمیت اور تسمیت: خیر و برکت کی دعا کرنا ہے، اور چھینکنے والے کی تشمیت یا تسمیت یہ ہے کہ جب وہ مسلمان ہو تو اس سے کہے: یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) (۲)۔



(۱) حدیث: ”تشمیت النبی ﷺ علی علی و فاطمة.....“ کو ابو سعید القاسم ابن سلام نے غریب الحدیث (۲/ ۱۸۳، ۱۸۳) طبع دائرة المعارف العثمانیہ میں ذکر کیا ہے۔

وردیکھئے صحیح بخاری کی شرح فتح المبارک لابن حجر (۶۰۱، ۱۰) انہوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور فرماز کہتے ہیں: تشمیت برکت کی دعا ہے کہتے ہیں اور عرب کہتے ہیں: ”شمتہ“ جب کوئی کسی کو برکت کی دعا دے ”شمت علیہ“ جب کوئی کسی کے لئے برکت کی دعا کرے اور حضرت فاطمہ سے حضرت علی کی شادی کے واقعہ والی حدیث میں ہے: ”شمت علیہما“ یعنی آپ ﷺ نے دونوں کو برکت کی دعا دی۔

(۲) لسان العرب، الصحاح، مختار الصحاح مادة ”تسمت“۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) روح الطالین ۷/ ۸۸، حاشیہ اظہار وی ۲/ ۱۳۰، المغنی ۷/ ۲۳۳۔

تشمیت ۲

علی کل حال)۔

تشمیت کا فقہی معنی لغوی معنی سے مختلف نہیں ہے۔

تشمیت کا شرعی حکم:

۲- اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ چھینکنے والے کے لئے چھینک آنے کے بعد شروع یہ ہے کہ اللہ کی حمد کرے اور کہے: ”الحمد لله“ اور اگر حضرت ابن مسعود کے فعل کی طرح ”رب العالمین“ کا اضافہ کرے تو زیادہ اچھا ہے، اور اگر حضرت ابن عمر کے فعل کی طرح ”الحمد لله علی کل حال“ (ہر حال میں اللہ ہی کے لئے تعریف ہے) کہے تو افضل ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے علاوہ (لوگوں) کے فعل کی طرح ”الحمد لله حمدا کثیرا طیباً مبارکاً فیہ“ (اللہ ہی کے لئے پاکیزہ، زیادہ اور مبارک حمد ہے) کہے گا، اور احمد منائی نے حضرت سالم بن عبید سے مروی روایت کی ہے: ”إذا عطس احدکم فليقل: الحمد لله علی کل حال أو الحمد لله رب العالمین“ (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو کہے: ”الحمد لله“ اور اس کا بھائی یا دوست کہے: ”یرحمک اللہ“ تو وہ کہے: ”یهدیکم اللہ و یصلح بالکم“ (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے)۔

یا ”الحمد لله رب العالمین“ (۱)، اور حضرت ابو ہریرہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إذا عطس احدکم فليقل: الحمد لله علی کل حال“ (۲) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو کہے: الحمد لله

(۱) حدیث: ”إذا عطس احدکم فليقل: الحمد لله علی کل حال.....“ کی روایت احمد (۱/۷ طبع المیمیہ) نے حضرت سالم بن عبید کی سند سے کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے لیکن ابن حجر نے اس کے شواہد نقل کئے ہیں جن سے اسے تقویت حاصل ہو جاتی ہے (فتح ۱۰/۶۰۰ طبع الاستقیر)۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس احدکم فليقل: الحمد لله علی کل حال.....“ کی روایت ابو داؤد (۲۹۰/۵ طبع عزت عبید دہاس) اور حاکم (۳/۲۶۵، ۲۶۶ طبع دائرة المعارف اعمانیہ) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے فتح الباری (۱۰/۶۰۸ طبع الاستقیر)۔

اور چھینک کے بعد جب وہ حمد کرے تو اس کے مسلمان بھائیوں میں سے نماز نہ پڑھنے والوں میں جو بھی اس کو سنے تو اس پر حق (ضروری) ہوگا کہ یرحمک اللہ کہہ کر اس کو دعا دے، چنانچہ بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے: ”إذا عطس احدکم فحمد الله فحق علی کل مسلم سمعه أن يقول: یرحمک اللہ“ (۱) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کو سننے والے ہر مسلمان پر حق ہے کہ یرحمک اللہ کہے) اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے: ”إذا عطس احدکم فليقل: الحمد لله، وليقل له أخوه أو صاحبه: یرحمک اللہ فإذا قال له: یرحمک اللہ فليقل: یهدیکم اللہ ویصلح بالکم“ (۲) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے: ”الحمد لله“ اور اس کا بھائی یا دوست کہے: ”یرحمک اللہ“ تو وہ کہے: ”یهدیکم اللہ و یصلح بالکم“ (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے)۔

اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حق المسلم علی المسلم خمس: رد السلام و عیادة المريض و اتباع الجنائز، و إجابة الدعوة، و تشمیت العاطس“ (مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب

(۱) حدیث: ”حدیث إذا عطس احدکم و حمد الله كان حقا علی کل مسلم.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۶۱۱ طبع الاستقیر) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس احدکم فليقل: الحمد لله و ليقول له أخوه أو صاحبه: یرحمک اللہ“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۶۰۸ طبع الاستقیر) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

تشمیت ۲

وعطست فلم تشمتني فقال: إن هذا حمد الله تعالى، وإنك لم تحمد الله تعالى“^(۱) (نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کو دعا دی، ایک کو نہیں دی، تو جس کو آپ ﷺ نے دعا نہیں دی تھی اس نے کہا: فلاں کو چھینک آئی تو آپ ﷺ نے اس کو دعا دی، اور مجھے چھینک آئی تو آپ ﷺ نے دعا نہیں دی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: اس نے اللہ کی حمد کی تھی، اور تم نے اللہ کی حمد نہیں کی تھی) اور یہ حکم عام ہے، اور جس شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

عموم کی تائید حضرت ابو موسیٰ کی اس حدیث کے الفاظ سے ہوتی ہے: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمته، فإن لم يحمد الله فلا تشمتوه“^(۲) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے، اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اسے دعا دو، اور اللہ کی حمد نہ کرے تو اسے دعا نہ دو)۔

لہذا دعا حمد کرنے والے کے لئے مشروع ہے، حمد نہ کرنے والے کے لئے نہیں، چنانچہ جب سامع کو معلوم ہو کہ چھینکنے والے نے چھینک آنے کے بعد حمد کی ہے تو اس کو دعا دے گا، جیسے کہ اسے اللہ کی حمد کرتے ہوئے سن لے، اور اگر چھینک سنے اور اسے اللہ کی حمد کرتے ہوئے نہ سنے، البتہ کسی کو اس چھینکنے والے کو دعا دیتے ہوئے سنے، تو دعا دینا اس کے لئے مشروع ہوگا، اس لئے کہ چھینک کر حمد کرنے والے کو دعا دینے کا حکم عام ہے، اور نووی فرماتے ہیں کہ مختار یہ ہے

(۱) حدیث: ”إن هذا حمد الله، وإنك لم تحمد الله“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۱۰/۱۰ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۲۲۹۲ طبع الحلبي) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمته“ کی تخریج فقرہ نمبر ۲ میں گذر چکی ہے۔

دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے پیچھے جانا، دعوت قبول کرنا، اور چھینکنے والے کو دعا دینا، اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”حق المسلم على المسلم ست: إذا لقيته فسلم عليه، وإذا دعاك فأجبه، وإذا استنصحك فانصح له، وإذا عطس فحمد الله تعالى فشمته، وإذا مرض فعده، وإذا مات فاتبعه“^(۱) (مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب تم اس سے ملو تو سلام کرو، جب تمہیں وہ دعوت دے تو قبول کرو، جب وہ تم سے نصیحت چاہے تو نصیحت کرو، اور جب اسے چھینک آئے اور اللہ کی حمد کرے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہو، اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اور جب مر جائے تو اس کے جنازہ کے پیچھے جاؤ)۔

اور اگر چھینکنے کے بعد اللہ کی حمد نہ کرے تو اسے دعا نہیں دی جائے گی، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مرفوعاً روایت ہے: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمته، فإن لم يحمد الله فلا تشمتوه“^(۲) (جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اسے یرحمک اللہ کہو، اور اگر اللہ کی حمد نہ کرے تو اسے یرحمک اللہ مت کہو)۔

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”عطس رجلان عند النبي ﷺ فشمتم أحدهما ولم يشمت الآخر، فقال الذي لم يشتمه: عطس فلان فشمته“

(۱) حدیث: ”حق المسلم على المسلم خمس.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۱۲/۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۰۵۵ طبع الحلبي) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمته“ کی روایت احمد (۳/۲۱۲ طبع المستغیہ) اور مسلم (۳/۲۲۹۲ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

تشمیت ۳

کہ وہ جس سے سنے صرف اسی کو دعا دے، دوسرے کو نہ دے، اور یہ تشمیت شافعیہ کے نزدیک سنت ہے۔

حنفیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق تشمیت واجب ہے۔

اور مالکیہ اس کو واجب کفائی کہتے ہیں اور حنابلہ کے یہاں بھی مذہب یہی ہے (۱)۔

اور ”البدیان“ سے منقول ہے کہ زیادہ مشہور اس کا فرض عین ہوا ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”کان حقاً علی کل مسلم سمعه أن يقول له: یرحمک اللہ“ (ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو اسے سنے کہ اس سے کہے: یرحمک اللہ)۔

اور اگر چھینک آئے، اور بھولے سے اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کے پاس موجود رہنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس کو حمد یاد دلا دے، تاکہ وہ حمد کرے، اور یہ اس کو دعا دے، یہ چیز حضرت ابراہیم نخعی سے ثابت ہے (۲)۔

۳- اور چھینکنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اپنے دعا دینے والے کو جواب دے اور اس سے کہے: یرغم اللہ لنا ولکم (اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے) یا یرھدکم اللہ و یصلح بالکم (اللہ تمہیں ہدایت دے، اور تمہارے حال کی اصلاح کرے) اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے گا اور کہے گا: یرحمنا اللہ و ایاکم و یرغم لنا ولکم (اللہ ہم پر اور تم پر رحم کرے اور ہماری تمہاری

مغفرت کرے) چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ان کو چھینک آتی، اور ان سے ”یرحمک اللہ“ کہا جاتا تو فرماتے: یرحمنا اللہ و ایاکم و یرغم اللہ لنا ولکم۔

ابن ابو جرہ کہتے ہیں: حدیث میں چھینکنے والے پر اللہ کی عظیم نعمت کی دلیل ہے، اور یہ چیز اس پر مرتب ہونے والے خیر سے ماخوذ ہوتی ہے، اور اس میں بندہ پر اللہ کے فضل عظیم کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ اس نے چھینک کی نعمت کے ذریعہ ضرر کو اس سے دور کر دیا، پھر اس کے لئے حمد شروع کی جس پر اسے ثواب ملتا ہے، پھر دعاء خیر کے بعد دعاء خیر (مشروع کی) اور اپنے فضل و احسان سے یہ پے پے نعمتیں مختصر وقت میں شروع فرمائیں، چنانچہ جب چھینکنے والے سے ”یرحمک اللہ“ کہا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز (رحمت) تمہارے لئے کر دے، تاکہ تمہارے لئے سلامتی کا دوام ہو جائے، اور اس میں چھینکنے والے کو رحمت طلب کرنے اور گناہ سے توبہ کرنے پر متنبہ کرنے کا اشارہ ہوتا ہے، اور اسی لئے اس کے جواب میں درج ذیل جملے کہنا مشروع ہے: ”غفر اللہ لنا ولکم“ اور ”ویصلح بالکم ای شانکم“ (۱)، اور اللہ تعالیٰ کا قول: ”سَيَهْدِيهِمْ وَ يَصْلِحُ بِاللَّهُمْ“ (۲) (اللہ انہیں سنبھالے رہے گا، اور ان کی حالت درست رکھے گا)۔

اور یہ سب اس وقت ہے جب وہ نماز یا بیت الخلاء میں نہ ہو۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳۲۶/۵، الاختیار شرح المختار ۱۶۵، طبع مصطفیٰ الجلسی ۱۹۵۹ء جامعۃ الجمل علی شرح الصحیح ۳۲/۲، الاذکار للہووی ۲۳۰-۲۳۱، ذاب الشریعہ لابن مفلح ۳۲۶/۱، فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر ۱۰/۵۹۹، ۶۰۰، ۶۱۰، ۶۱۱، کفایۃ الطالب الربانی ۲/۳۳۰-۳۹۹، بشرح الصغیر ۲/۶۳-۷۱۔

(۱) کفایۃ الطالب علی شرح الرسائل ۲/۳۹۹-۴۰۰، طبع مصطفیٰ الجلسی ۱۹۳۸، طبع الشرح الصغیر ۲/۶۵، فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر ۱۰/۶۰۹، ۶۱۰۔

(۲) سورۃ محمد ۵۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۶۱۱۔

تشمیت ۴-۶

خطبہ کے دوران تشمیت:

۶- حنفیہ اور مالکیہ نے خطبہ کے دوران تشمیت کو مکروہ قرار دیا ہے (۱)، اور شافعیہ کے یہاں قول جدید میں خطبہ کے وقت کلام حرام نہیں ہے، اور خاموش رہنا مسنون ہے، اور تشمیت اور غیر تشمیت کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی فرق نہیں ہے، ان کا استدلال حضرت انسؓ کی روایت سے ہے، وہ فرماتے ہیں: ایک آدمی اس وقت داخل ہوا جب نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز منبر پر کھڑے تھے، اور اس نے کہا: قیامت کب ہے؟ تو لوگوں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش رہو، تو تیسری بار نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: ”ما أعددت لہا“ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”انک مع من أحببت“ (۲) (تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے تمہیں محبت ہے)۔

اور خطبہ میں جب یہ جائز ہے تو اس کے دوران چھینکنے والے کو دعا دینا بھی جائز ہوگا۔

اور مالکیہ کے نزدیک خطبہ سننے کے لئے خاموشی اختیار کرنا واجب ہے، شافعیہ کا بھی قول قدیم یہی ہے، اس لئے کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعودؓ اس وقت داخل ہوئے جب نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے، تو وہ حضرت ابیؓ کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے جواب نہیں دیا تو وہ (حضرت ابن مسعودؓ) خاموش رہے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھ لی، تب انہوں نے حضرت ابیؓ سے کہا: آپ نے

چھینکنے والے کو کن چیزوں کی رعایت کرنی چاہئے:

۴- چھینکنے والے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ چھینک میں اپنی آواز پست رکھے، اور حمد میں بلند رکھے، اور اپنا چہرہ ڈھانپ لے، تاکہ اس کے منہ یا ناک سے کوئی ایسی چیز نہ نکلے جو اس کے ہم نشین کو تکلیف دے، اور اپنی گردن دائیں بائیں نہ موڑے، تاکہ اس کو اس سے ضرر نہ پہنچے، ابن العربی کہتے ہیں: چھینک میں آواز پست کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کو بلند کرنے سے اعضاء بیقرار ہو جاتے ہیں، اور چہرہ ڈھانپنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو اس کے ساتھی کو اذیت دے گی، اور اگر وہ اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے گردن موڑے گا تو گردن کے اکڑ جانے کا خطرہ ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ”کان النبی ﷺ إذا عطس وضع یدہ (أو ثوبہ) علی فیہ، و خفض أو غصص بھا صوتہ“ (۱) (نبی کریم ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو اپنا ہاتھ (یا کپڑا) اپنے منہ پر رکھ لیتے تھے، اور چھینکنے میں اپنی آواز پست یا بلکی کر لیتے تھے)۔

تشمیت کے مشروع ہونے کی حکمت:

۵- ابن دینق العید فرماتے ہیں: تشمیت کے فوائد میں ہے: مسلمانوں کے درمیان ربط اور محبت پیدا کرنا، اور کسر نفس کے ذریعہ چھینکنے والے کی اس کے گھمنڈ پر تادیب کرنا اور تواضع پر آمادہ کرنا، اس لئے کہ رحمت کے ذکر کرنے میں اس گناہ کا احساس کرنا ہے جس سے اکثر مکلف خالی نہیں رہتے (۲)۔

(۱) ابن ماجہ بن ۱/۵۵۱، شرح الکبیر ۱/۳۸۶۔

(۲) حدیث: ”دخل رجل و النبی ﷺ قائم علی المنبر“ کی روایت

تھی (۲۳۱/۳ طبع دائرة المعارف العثمانیہ) نے کی ہے اور ابن خزیمہ (۳۹/۳ طبع المکتب الاسلامی) نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) حدیث: ”کان إذا عطس وضع یدہ.....“ کی روایت ابو داؤد (۲۸۸/۵) طبع عزت عبید دہاس) نے کی ہے اور ابن حجر نے فتح (۶۰۲/۱۰) طبع

السنن (۱) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر (۶۰۲/۱۰)۔

تشمیت ۷

نہ چھینکنے والے کو دعا دو، اور جب خطبہ نہ سن رہے ہو تو تلاوت کرو، چھینکنے والے کو دعا دو اور سلام کا جواب دو، ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا انسان امام کے خطبہ کے دوران سلام کا جواب اور چھینکنے والے کو دعا دے گا؟ فرمایا: جب خطبہ نہ سن رہا ہو تو جواب دے گا اور سن رہا ہو تو نہیں دے گا (۱)، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ (۲) (تم اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو)۔

اور اسی طرح کی بات حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔

قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں موجود شخص کی تشمیت: ۷۔ جو شخص قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں ہو اس کے لئے چھینکنے کی آواز سنائی دینے پر چھینکنے والے کو دعا دینا مکروہ ہے، مذاہب اربعہ کے فقہاء اسی کے قائل ہیں، اسی طرح انہوں نے بیت الخلاء میں چھینک آجانے کی صورت میں چھینکنے والے کے لئے اپنی زبان سے الحمد للہ کہنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور زبان کو حرکت دینے بغیر دل سے الحمد للہ کہنے کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے (۳)۔

اور مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے وضو کر لینے تک جواب نہیں دیا، پھر مجھ سے معذرت

(۱) المغنی لابن قدامہ ۲/ ۳۲۳-۳۲۴ طبع ریاض الحدیث، کشاف القناع عن متن الاقناع ۲/ ۳۸ طبع انصر الحدیث۔

(۲) سورۃ اعراف ۲۰۳۔

(۳) ابن ماجہ ۱/ ۲۳۰، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۳۳، الاذکار للعلوی

۲/ ۲۸، الشرح المکبیر ۱/ ۱۰۶، کشاف القناع عن متن الاقناع ۱/ ۶۳ طبع انصر الحدیث۔

میری بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت ابی نے جواب دیا: آپ نے جمعہ میں ہمارے ساتھ شرکت نہیں کی، ابن مسعود نے کہا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے خطبہ کے دوران بات کی، پھر ابن مسعود اٹھ کھڑے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”صدق ابی“ (۱) (ابی نے سچ کہا)۔

اور جب خاموش رہنا واجب ہے تو اس کی مخالفت کرنے والی چیز یعنی خطبہ کے دوران چھینکنے والے کو دعا دینا حرام ہوگا (۲)۔

اور حنا بلہ کے یہاں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت مطلق جواز کی ہے، جو اثرم کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے سنا کہ ابو عبد اللہ یعنی امام احمد سے پوچھا گیا: آدمی جمعہ کے دن سلام کا جواب دے گا؟ کہا: ہاں، اس نے کہا: اور چھینکنے والے کو دعا دے گا؟ فرمایا: ہاں، امام کے خطبہ کے دوران بھی چھینکنے والے کو دعا دے گا اور ابو عبد اللہ نے فرمایا: بہت سے لوگوں نے ایسا کیا ہے، اس کو کئی بار کہا اور اس کی اجازت دینے والوں میں حضرت حسن، شعیب، نخعی، قتادہ، ثوری اور اسحاق ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اگر خطبہ نہ سن رہا ہو تو چھینکنے والے کو دعا دے گا، اور سن رہا ہو تو نہیں دے گا، ابو طالب کہتے ہیں: امام احمد نے فرمایا: جب تم خطبہ سنو تو کان لگاؤ، اور خاموش رہو، نہ تلاوت کرو، اور

(۱) حدیث: ”صدق ابی“ عن جابر لال: دخل عبد الله بن مسعود المسجد و النبي ﷺ يخطب، كوثني في الجمع (۲/ ۱۸۵ طبع القندس) میں نقل کیا ہے اور بلایہ ابو یعلیٰ نیز طبرانی نے ”الاوسط“ میں اس کی اسی طرح اور ”المکبیر“ میں انتہا سے روایت کی ہے اور ابو یعلیٰ کے روای فقہ ہیں۔

(۲) المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۱۲۲، منهاج الطالبین برامش قلیوبی وعمیرہ ۲/ ۲۸۰۔

تشمیت ۸

امام احمد نے فرمایا: یہ عابد جاہل ہے، حرب کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے پوچھا: چھینک آنے پر مرد عورت کو دعا دے گا؟ تو فرمایا: اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی آواز نکلو کر اس کی بات سنے تو ایسا نہ کرے، اس لئے کہ بات کرنا فتنہ کی چیز ہے، اور اگر یہ ارادہ نہ ہو تو ان کو دعا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ابو طالب کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا: جب عورت کو چھینک آئے تو مرد اس کو دعا دے گا؟ فرمایا: ہاں! حضرت ابو موسیٰ نے اپنی بیوی کو دعا دی تھی، میں نے کہا: اگر عورت گزر رہی ہو یا بیٹھی ہو اور اسے چھینک آجائے تو اسے دعا دوں؟ فرمایا: ”ہاں“، قاضی کہتے ہیں: مرد گھر سے باہر نکلنے والی عورت کو چھینکنے کی دعا دے گا، اور نوجوان عورت کو دعا دینا مکروہ ہے، ابن عقیل کہتے ہیں: مرد باہر نکلنے والی عورت کی تشمیت کرے گا، اور وہ خاتون بھی اس کی تشمیت کرے گی، اور نوجوان عورت کی تشمیت نہ وہ کرے گا، اور نہ وہ عورت ہی اس کی تشمیت کرے گی، شیخ عبد القادر فرماتے ہیں: مرد کے لئے باہر نکلنے والی عورت اور بوڑھی عورت کو چھینکنے پر دعا دینا جائز ہے اور نوجوان عورت کو دعا دینا مکروہ ہے، اور اس میں نوجوان اور غیر نوجوان کے درمیان تفریق ہے (۱)۔

حنفیہ کا مسلک صاحب ”الذخیرہ“ بیان کرتے ہیں کہ جب مرد کو چھینک آئے اور عورت اس کو دعا دے، تو اگر وہ بوڑھی ہو تب تو اس کو جواب دے گا، ورنہ اپنے دل میں جواب دے لے گا، ابن عابدین فرماتے ہیں: اسی طرح اس وقت ہوگا جب خود عورت کو چھینک آئے، ”الخلاصہ“ میں اسی طرح ہے (۲)۔

فرمائی، اور ارشاد فرمایا: ”إني كرهت أن أذكر الله تعالى إلا على طهر“ أو قال: ”على طهارة“ (۱) (طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر کرنا میں نے پسند نہیں کیا)۔

اجنبی عورت کی طرف سے مرد کی تشمیت اور اس کے برعکس:

۸- اگر عورت جوان ہو اور اس سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے یہ مکروہ ہے کہ مرد کو چھینک آنے پر اسے دعا دے، اسی طرح اس کے لئے مکروہ ہے کہ اسے چھینک آنے کی صورت میں اس کو دعا دینے والے مرد کو وہ جواب دے، برخلاف اس صورت کے جب وہ بوڑھی ہو، اور اس کی طرف میلان نفس نہ ہوتا ہو، اس لئے کہ وہ بھی چھینک کی دعا دے گی، اور اللہ کی حمد کرنے پر اسے بھی چھینک کی دعا دی جائے گی، مالکیہ اسی کے قائل ہیں (۲) اور اس میں حنا بلہ کا مسلک بھی مالکیہ کی طرح ہے۔

ابن مفلح کی ”لا آداب اشرفیہ“ میں ابن تمیم کے حوالہ سے آیا ہے کہ مرد جوان عورت کی تشمیت نہ کرے اور نہ عورت مرد کی تشمیت کرے، اور سامری کہتے ہیں: عورت کو چھینک آنے پر دعا دینا مرد کے لئے مکروہ ہے، اور بوڑھی عورت کو دعا دینا مکروہ نہیں ہے، ابن الجوزی فرماتے ہیں: ہم نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس عابدوں میں سے ایک صاحب تھے، امام احمد کی اہلیہ کو چھینک آئی، اور عابد نے ان سے ”یوحکمک اللہ“ کہہ دیا، تو

(۱) حدیث: ”إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر“ أو قال: ”على طهارة“ کی روایت ابو داؤد (۲۳/۱ طبع عزت عبید دھاس) اور حاکم (۱/۱۶۷ طبع دائرة المعارف العلمانیہ) نے کی ہے اور ذہبی نے بھی اس کی تصحیح و توثیق کی ہے۔

(۲) حاشیہ الصویری علی کتابیہ الطالِب شرح المرسلہ ۳۹۹/۲ شرح الصغیر ۶۳/۷۔

(۱) لا آداب اشرفیہ لابن تمیم مغلط ۳۵۲/۲-۳۵۳۔

(۲) الاقویا شرح الخوارزمی ۱۱۹/۳، مجمع الفصولی ۱۹۳۶، ابن ماجہ ۲۳۶/۵۔

تشمیت ۹-۱۰

”یغفر الله لكم و یرحمنا و ایاکم“ (اللہ تمہاری مغفرت کرے، اور ہمارے اور تمہارے اوپر رحم کرے) اور یہود سے فرمایا: ”یہدیکم الله و یصلح بالکم“ (۱) (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے)۔

نمازی کی طرف سے دوسرے کی تشمیت:

۱۰- جو شخص نماز میں ہو، اور کسی چھینکنے والے کو چھینک کے بعد اللہ کی حمد کرتے ہوئے سنے، اور اس کی تشمیت کر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ ”یرحمکم اللہ“ کہہ کر اس کی تشمیت کرنا لوگوں کی باہمی گفتگو میں شامل ہے، لہذا یہ ان کے کلام میں سے ہوگا، چنانچہ حضرت معاویہ ابن الحکم سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص کو چھینک آئی، تو میں نے کہا: ”یرحمکم اللہ“ تو لوگوں نے مجھے اپنی نگاہوں سے گھورا، میں نے کہا: میری ماں مجھے کھوئے تمہیں کیا ہوا کہ میری طرف دیکھ رہے ہو؟ تو لوگوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے، پھر جب رسول اللہ ﷺ لوٹے تو میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ نے مجھے بلایا، میں نے آپ ﷺ سے بہتر سکھانے والا کوئی معلم نہیں دیکھا، اللہ کی قسم آپ نے نہ تو مجھے مارا، اور نہ جھڑکا، پھر فرمایا: ”إن صلاتنا هذه لا یصلح فیها شیء من کلام الآدمیین، إنما هی التسمیح والتکبیر وقراءة القرآن“ (ہماری اس نماز میں آدمیوں کی باتوں میں سے کوئی چیز درست نہیں ہے، یہ تو تسمیح تکبیر اور قرآن پڑھنے کا نام

مسلمان کی طرف سے کافر کی تشمیت:

۹- اگر کافر کو چھینک آئے، اور چھینکنے کے فوراً بعد وہ اللہ کی حمد کرے، اور کوئی مسلمان اس کو سن لے تو اس پر لازم ہے کہ یہ کہہ کر اس کو دعا دے: ”هداک الله“ (اللہ تمہیں ہدایت دے) یا ”عافاک الله“ (اللہ تمہیں عافیت دے)، چنانچہ ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے فرماتے ہیں: ”کانت الیہود یتعاطسون عند النبی ﷺ رجاء أن یقول: یرحمکم الله، فکان یقول: یہدیکم الله و یصلح بالکم“ (۱) (نبی کریم ﷺ کے پاس یہود اس امید سے چھینکتے تھے کہ آپ ﷺ ان سے ”یرحمکم الله“ کہہ دیں تو آپ ﷺ ان سے ”یہدیکم الله و یصلح بالکم“ (اللہ تمہیں ہدایت دے، اور تمہارے حال کی اصلاح کرے) فرماتے تھے)، اور آپ ﷺ کے اس قول: ”اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح کرے“ میں انہیں اشارۃً اسلام کی طرف بلانا ہے یعنی راہ ہدایت اختیار کرو، اور ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے حال کی اصلاح کر دے گا، تو یہ کفار کے لئے مخصوص دعا ہے، اور وہ ہے ان کی ہدایت اور اصلاح حال کی دعا، برخلاف مسلمانوں کی تشمیت کے، اس لئے کہ کفار کے برخلاف وہ دعائے رحمت کے اہل ہیں (۲)، اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”مسلمان اور یہودی اکٹھا تھے، نبی کریم ﷺ کو چھینک آگئی اور دونوں ہی فریقوں نے آپ ﷺ کو دعا دی، تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث: ”کانت الیہود یتعاطسون.....“ کی روایت

ترذی (۸۲/۵ طبع مجلس) نے کی ہے وافر بلا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) المشرح الصغیر ۳/۶۳، حاشیہ الصدوق علی کفایۃ الطالب شرح المرسالہ

۳۹۹/۲، الآداب الشرعیہ لابن مفلح ۲/۳۵۲، الاذکار للنووی ۲۳۳۔

۲۳۳، فتح المبارک بشرح صحیح البخاری ۶۰۹/۱۰۔

(۱) حضرت ابن عمرؓ کی حدیث: ”اجتمع الیہود و المسلمون.....“ کی

روایت پہنچی نے ”شعب الایمان“ میں کی ہے اور اس کے ایک راوی کے

ضعف کی وجہ سے ابن حجر نے اس کی تصحیف کی ہے (فتح المبارک ۶۰۹/۱۰

طبع السنن)۔

تشمیت ۱۱

اور ابن دقیق العید نے بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب چھینک میں تکرار ہو تو دعا میں بھی تکرار کرے گا، الا یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اسے زکام ہے، تب اسے شفاء کی دعا دی جائے گی، اور ان کے نزدیک تشمیت کا حکم زکام کا علم ہونے پر ساکت ہوگا، اس لئے کہ اس کو نلت بنانا اس بات کا متقاضی ہے کہ جس کے بارے میں علم ہو جائے کہ اسے زکام ہے اس کو دعا نہ دی جائے، اس لئے کہ یہ مرض ہے، اور ایسی پسندیدہ چھینک نہیں ہے جو بدن کی خفت، مسامات کے کھلنے نیز حد درجہ شکم سیری نہ ہونے سے آتی ہے (۱)۔

(۱) یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا قول اور شافعیہ کا قول مشہور ہے، اگرچہ حنفیہ نے نماز کو فاسد اور دوسرے حضرات نے باطل قرار دیا ہے، لیکن یہاں فساد اور بطلان ایک ہی معنی میں ہیں (۲)۔ اور اگر خود اس کو نماز میں چھینک آئے، اور وہ زبان کو حرکت دینے بغیر اپنے دل میں اپنے آپ کو دعا دے، اس طور پر کہ کہے: ”یرحمک اللہ یا نفسی“ (اے نفس! اللہ تجھ پر رحم کرے) تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے کہ جب تک دوسرے سے خطاب نہ ہو اسے لوگوں کی گفتگو نہیں سمجھا جائے گا، جیسے کہ اگر کہے: ”یرحمنی اللہ“ (اللہ میرے اوپر رحم کرے)، حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ اسی کے قائل ہیں۔

تین مرتبہ سے زیادہ چھینکنے والے کی تشمیت:

۱۱ - جس کو کئی بار چھینک آئے، اور تین دفعہ سے بڑھ جائے تو تین دفعہ سے بڑھ جانے والی چھینک میں اسے دعا نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ بڑھ جانے والی چھینک سے وہ زکام میں مبتلا مانا جائے گا، چنانچہ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھینکنے والے شخص کو دو مرتبہ ”یرحمک اللہ“ کہہ کر دعا دی، پھر تیسری مرتبہ فرمایا: یہ شخص زکام میں مبتلا ہے (۳)۔



(۱) حدیث: ”ان صلا لنا ہلہ لا یصلح فیہا شیء...“ کی روایت مسلم (۳۸۱/۱-۳۸۲/۱ طبع الجلی) نے حضرت سجاویہ ابن الحکم سے کی ہے۔
(۲) ابن ماجہ ۳۱۶/۱-۳۱۷/۱، فتح القدیر ۱/۳۲۷ طبع دار احیاء التراث العربی، لشرح المغیر ۳/۶۳، کفایہ الطالب شرح الرسائل للقریبانی ۳/۹۹، الجلیل شرح مختصر فلیل ۳/۳۳۳ مکتبۃ انجاء لیبیا، والمہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/۹۳، روہتہ الطائیین ۱/۹۲، کشاف القناع عن متن الاتحاف ۱/۳۷۸ طبع انصر الحدیث۔

(۳) حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی حدیث کی روایت ترمذی (۹۵/۱۵ طبع الجلی) نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) لشرح المغیر ۳/۶۵، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر ۱۰/۶۰۳، (۱) لشرح المغیر ۳/۶۵، وآداب الشرعیہ لابن منجد ۲/۳۵۳۔

تشمیر ۱-۳

ثوب کئے ہوئے (کپڑے لٹکا ہوئے) نماز پڑھتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "كأنهم اليهود خرجوا من فهورهم" (۱)
(گویا یہ یہود ہیں جو اپنے معبد سے نکلے ہوں)۔

اور اصطلاح میں سدل کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کپڑے کو اپنے سر یا کندھوں پر ڈال لے، اور اس کے کناروں کو ضم کئے بغیر تمام گوشوں سے چھوڑ دے، یا اس کے ایک کنارے کو دوسرے کندھے پر ڈال لے، یہ نماز میں بالاتفاق مکروہ ہے (۲)۔

اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: "نہی عن السدل فی الصلاة" (۳) (نبی کریم ﷺ نے نماز میں "سدل" (کپڑا لٹکانے سے منع فرمایا ہے)۔

ب- اسبال:

۳- لغت میں اسبال: لٹکانے اور لمبا کرنے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: أسبل إزاره: جب کوئی اپنی لنگی لٹکائے، و أسبل فلان ثيابه: جب وہ کپڑے کو لمبا رکھے، اور زمین کی طرف چھوڑ دے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكهم قال: قلت: ومن هم؟" (۱)

(۱) ابوداؤد شریح الجمع ہے یہودیوں کی مقدس جگہ جہاں وہ نماز پڑھتے اور تہواروں کے لئے جمع ہوتے ہیں (لسان العرب)۔

(۲) ابن عابدین ۳۲۹/۱، مرآۃ الفلاح ۱۹۲-۱۹۳، فتح القدير ۳۵۹/۱، دار احیاء التراث العربی، القاوی الہندیہ ۱۰۶/۱، الاقنیر شرح المختار ۱۶۱/۱، دار المعرفہ، البصری علی مختصر فہمیل ۲۵۱/۱، المجموع شرح امجد ۱۷۳، ۱۷۷، ۱۷۸، کشاف القناع ۲۷۵/۱، طبع انصر الحدیث، والمعنی لابن قدامہ ۵۸۳، ۵۸۵، طبع ریاض الحدیث۔

(۳) حدیث: "نہی عن السدل فی الصلاة....." کی روایت ابوداؤد (۱/۲۳۳ طبع عبید الدعاس) اور ترمذی (۲/۲۱۷ طبع محمد الجلیلی) نے کی ہے اور احمدی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشمیر

تعریف:

۱- لغت میں "تشمیر" کے کئی معانی ہیں، ان میں ایک معنی ہے: اٹھانا، کہا جاتا ہے: "شمر الإزار و الثوب تشمیرا": جب لنگی اور کپڑے کو اٹھائے، اور کہا جاتا ہے: "شمر عن ساقه" اور "شمر فی امره": جب معاملہ میں خفت اور سرعت سے کام لے، اور "شمر الشيء فتشمر": یعنی چیز کو سمیٹنا تو وہ سمٹ گئی، "تشمیر": یعنی تیار ہو گیا (۱)۔

اور اصطلاح میں اس کا استعمال کپڑا اٹھانے کے معنی سے الگ نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

الف-سدل:

۲- لغت میں سدل کے ایک معنی کپڑا لٹکانے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "سدلت الثوب سدلا": جب تم کپڑے کو لٹکاو، اور اس کے دونوں گوشے ملائے بغیر چھوڑ دو، "وسدل الثوب یسدله ویسدله سدلا و أسدله": کپڑے کو لٹکایا، اور چھوڑ دیا (۲)، اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نکلے تو ایک جماعت کو سدل

(۱) لسان العرب، المصباح للمعیر، مختار الصحاح مادۃ "شمر"۔

(۲) المصباح للمعیر، لسان العرب، مادۃ "سدل"۔

تشمیر ۳

ولا حرام“ (۱) (جو شخص نماز میں ازراہ تکبیر اپنے پا جامے کو لٹکائے وہ اللہ سبحانہ کی طرف سے نہ حلت میں ہے نہ حرمت میں)، اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی مرفوع حدیث ہے: ”لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جرّ إزاره بطراً“ (۲) (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نگاہ نہیں ڈالے گا جو گھمنڈ کی وجہ سے اپنی لنگی گھسیٹتا ہو)۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صلاة“، ”عورة“ اور ”إسبال“۔

اجمالی حکم:

۴- نماز میں بالاتفاق کپڑا اٹھانا مکروہ ہے، اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے کپڑوں اور بالوں کو الٹنے پھیرنے سے منع فرمایا ہے (۳)۔

البتہ مالکیہ نماز میں اس کی کراہت کے قائل اس صورت میں ہیں جب اس کو نمازی کے لئے کیا ہو، اور جہاں تک نماز سے باہر یا نمازی میں لیکن نماز کے مقصد کے لئے نہیں (بلکہ کسی اور غرض سے) ایسا کرنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور ان کے یہاں اس کی نظیر پنڈلی سے دامن کا اٹھانا ہے، چنانچہ اگر یہ فعل کسی کام کے لئے کیا ہو پھر نماز کا وقت ہو جائے اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے تو کوئی کراہت نہ ہوگی اور ”المدونہ“ کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم کراہت دونوں صورتوں میں ہے، اسے دوبارہ اس کام

(۱) حدیث: ”من أسبل إزاره في صلاة خيلاء فليس من الله.....“ کی روایت بخاری ابوداؤد (۱/۲۳۳ طبع عبید الدعاس) نے کی ہے اور ابوداؤد فرماتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے (شرح السنن للبغوی ۲/۲۲۸ طبع المکتب الاسلامی)۔

(۲) حدیث: ”لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جرّ.....“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۲۵۸-۲۵۹ طبع المنقیر) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”لبيبي عن كفت الغياب.....“ کی روایت بخاری (۲/۲۹۵ طبع المنقیر) اور مسلم (۱/۳۵۳ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔

ہم؟ خابوا وخسروا فأعادها رسول الله ﷺ ثلاث مرات: المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب“ (۱) (تین آدمی ایسے ہیں جن سے نہ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا، نہ ہی ان پر نگاہ (نگاہ کرم) ڈالے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا فرماتے ہیں: میں نے کہا: وہ کون لوگ ہیں، وہ تو ناکام و برباد ہی ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار اس کا اعادہ فرمایا: لنگی نیچی رکھنے والا، احسان جتانے والا، اور جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے سامان کو رانج کرنے والا)۔

ابن الاعرابی وغیرہ فرماتے ہیں: مسبل وہ ہے جو اپنا کپڑا المبا رکھتا ہو، اور چلتے وقت اس کو زمین کی طرف لٹکا دیتا ہو، اور یہ فعل گھمنڈ اور غرور کی وجہ سے کرتا ہو (۲)۔

اور اس لفظ کا اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے اور اس کا حکم کراہت کا ہے (۳)، اس لئے کہ روایت ہے: ”من جرّ ثوبه من الخيلاء لم ينظر الله اليه“ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص گھمنڈ سے اپنا کپڑا گھسیٹتا ہو، اللہ اس پر نگاہ کرم نہیں ڈالے گا (۴)، اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”من أسبل إزاره في صلاة خيلاء فليس من الله جل ذكره في حل

(۱) حدیث: ”ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم.....“ کی روایت مسلم (۱/۱۰۲ طبع عیسیٰ البابی) اور احمد (۵/۱۳۸ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے۔

(۲) لسان العرب۔

(۳) المعنى لابن قدامة ۱/۵۸۵ طبع رياض المحمد، كشاف القناع ۱/۷۷ طبع انصر المحمد، الدين الخالص ۳/۵۲۰ لصديق خان مطبعة المدني۔

(۴) حدیث: ”من جرّ ثوبه.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۵۳ طبع عیسیٰ البابی) نے کی ہے۔

تشہد ۱-۲

کی طرف لوٹنا ہو یا نہ لوٹنا ہو اور شیخی نے عدم کراہت کو اس صورت پر
محمول کیا ہے جب اسے اپنے کام پر دوبارہ لوٹنا ہو اور ابن ماجہ نے
اسی کو درست قرار دیا ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”صلاة“، ”عورة“ اور ”لباس“۔

تشہد

تعریف:

۱- لغت میں تشہد ”تشہد“ کا مصدر ہے، یعنی شہادتین کو زبان سے ادا
کرنا (۱)۔

اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا اطلاق کلمہ توحید کہنے اور
نماز میں تشہد پڑھنے پر کیا جاتا ہے، اور یہ نماز میں ”التحیات
لله..... الخ“ کا پڑھنا ہے (۲)۔

اور ابن عابدین نے ”الحلیہ“ سے نقل کر کے صراحت کی ہے
کہ تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی تمام کلمات
کے مجموعہ کا نام ہے، اس کا یہ نام اس کے شہادتین پر مشتمل ہونے کی
وجہ سے پڑا، یہ کسی چیز کا نام اس کے جزء کے نام پر رکھنے کے قبیل
سے ہے (۳)۔



اجمالی حکم:

۲- حنفیہ کا قول صحیح اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے اور حنابلہ کا اصل
مذہب بھی یہی ہے کہ تشہد اس تعدہ میں واجب ہوگا جس کے بعد سلام
نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۱) متن المدعہ مادۃ ”تشہد“۔

(۲) الاختیار ۱/۵۳، نہایۃ المحتاج ۱/۵۱۹، طبع مصحفی البابی الحلی، المغرب
للطهرزی ولسان العرب الجیٹ مادۃ ”شہد“۔

(۳) ابن عابدین ۱/۳۳۲، طبع دار احیاء التراث العربی، نہایۃ المحتاج ۱/۵۱۹۔

(۱) فتح القدیر ۱/۳۵۹، دار احیاء التراث العربی، مراتب الاصلاح ۱/۱۹۲، الفتاوی
الہندیہ ۱/۱۰۶، منہاج الطالبین ۱/۱۹۳، نہایۃ المحتاج للدارمی ۱/۵۵۲، حاشیہ
الرحم علی الصحیح ۱/۳۳۲، المشرح الکبیر ۱/۲۱۸، الخرش علی مختصر فطیل ۱/۲۵۰،
کشاف القناع ۱/۲۶۶، ۳/۳۷۳، طبع انصر الحدیث۔

تشہد ۳

اس کو گھر کی اس بنیاد سے تشبیہ دے کر جس کے بغیر وہ قائم نہیں رہ سکتا، اس کو رکن کا نام دیتے ہیں (۱)۔

حنفیہ کے یہاں فرض و واجب کے درمیان فرق کے بارے میں، نیز دوسرے حضرات کے یہاں وجوب کے معنی میں تفصیل ہے، جس کے لئے کتب فقہ و اصول میں ان کے ممکنہ مقامات کی طرف رجوع کیا جائے (۲)، نیز دیکھئے: ”فرض و واجب“ کی اصطلاحات۔

تشہد کے الفاظ:

۳- جو حنفیہ اور حنبلیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ سب سے افضل تشہد وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو سکھایا تھا، اور وہ یہ ہے: ”التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، أشہد أن لا إله إلا اللہ، وأشہد أن محمداً عبده ورسوله“ (۳) (اللہ ہی کے لئے ہیں تمام عظمتیں، تمام عبادتیں اور صدقات، اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں)۔

اور اس روایت کو مختار قراردینے کی وجہ یہ روایت ہے کہ حضرت حماد نے امام ابو حنیفہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تشہد سکھایا اور فرمایا: حضرت

ایک قول کے مطابق حنفیہ اور اصل مذہب میں مالکیہ، شافعیہ اور ایک روایت کی رو سے حنبلیہ اس قعدہ میں تشہد کے مسنون ہونے کی رائے رکھتے ہیں، اس لئے کہ وہ سہو سے ساقط ہو جاتا ہے، لہذا سنتوں جیسا ہو گیا۔

نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا حنفیہ کے یہاں واجب ہے، اس لئے کہ اعرابی کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”إذا رفعت رأسک من آخر سجدة وقعدت قدر التمشہد فقد تمت صلاتک“ (۱) (جب تم آخری سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ، اور بقدر تشہد بیٹھ لو، تو تمہاری نماز پوری ہوگی)، آپ ﷺ نے نماز کے مکمل ہونے کو تشہد پڑھنے کے بجائے قعدہ کرنے پر معلق فرمایا، لہذا اس قعدہ میں حنفیہ کے یہاں فرض صرف جلوس ہوگا، رہا تشہد تو وہ واجب ہوگا، سہو ترک کرنے پر سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جائے گی، اور اس کے ترک کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، لہذا اس کا اعادہ لازم ہوگا (۲)۔

اور مالکیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ وہ سنت ہے، اور ایک قول میں واجب ہے (۳)۔

شافعیہ اور حنبلیہ کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور ان میں سے بعض اس کو فرض یا واجب، اور بعض

(۱) حدیث: ”إذا رفعت رأسک من آخر سجدة.....“ کو صاحب ”الاعتیاد“ (۱/ ۵۳ طبع دار المعرفہ) نے بیان کیا ہے اور اپنے پاس موجود حدیث کے مراجع میں ہمیں اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

(۲) دیکھئے الدر المختار رور المختار ۱/ ۳۰۷۔

(۳) الاعتیاد لتطیل المختار ۱/ ۵۳، ۵۴، ابن ماجہ ۱/ ۳۰۶، ۳۱۳، القوائین التکمیر ۱/ ۷۰، جوہر لا طیل ۱/ ۴۹، حاشیہ الدر موتی ۱/ ۲۳۳، ۲۵۱، الترقانی ۱/ ۲۰۵، نہایۃ المحتاج ۱/ ۵۱۸، لا ذکار ۶۰، روحہ الطالکین ۱/ ۲۶۱، المغنی

۱/ ۵۳۲، ۵۳۳، کشاف القباخ ۱/ ۳۸۹، ۳۸۵۔

(۱) ساہتہ مراجع۔

(۲) ابن ماجہ ۱/ ۶۳، ۳۰۶، کشاف القباخ ۱/ ۳۸۵۔

(۳) حدیث: ”نعلم البی ﷺ التمشہد لعبد اللہ بن مسعود“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۱/ ۳۱۱ طبع اشرفیہ) اور مسلم (۱/ ۳۰۱، ۳۰۲ طبع عیسیٰ الخلیسی) نے کی ہے۔

تشہد ۳

أشهد أن محمدا عبده ورسوله“ (تمام عظمتیں اللہ کے لئے ہیں، تمام پاکیزہ چیزیں اللہ کے لئے ہیں، تمام صدقات، تمام عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں کو اسی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اور کو اسی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں)۔

اس تشہد کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس کو برسر منبر پڑھا تھا، اور صحابہ نے اس پر نکیر نہیں کی، لہذا یہ خبر متواتر کی طرح ہو گیا، اور اجماع بھی ہو گیا (۱)۔

ثانفیعہ کے نزدیک افضل تشہد وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہم کو تشہد اس طرح سکھاتے تھے، جیسے کہ قرآن کی کوئی سورہ سکھا رہے ہوں، اور فرماتے تھے کہ تم لوگ کہو: ”التحيات المباركات، الصلوات الطيبات لله، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا رسول الله“ (عظمت کے تمام بابرکت القناظ اور عبادات و صدقات اللہ کے لئے ہیں، اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں کو اسی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور کو اسی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)، اس حدیث کی روایت مسلم اور ترمذی نے کی ہے، البتہ مسلم کی روایت میں ہے: ”وأشهد أن محمداً عبده ورسوله“ (۲) (اور میں

(۱) القوانين الخيرية ۷۰، ۷۱، ۷۲، حاشية الدرر السنية ۲۵۱/۱ طبع دار الفکر، جوہر لا کلیل ۵۲/۱ دار المعرفہ۔

(۲) الأذکار ۶۱، ۶۲، روضة الطالبين ۲۶۳۔

ابراہیم نخعی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے سکھایا، اور حضرت علقمہ نے حضرت ابراہیم کا ہاتھ پکڑا، اور ان کو سکھایا، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے حضرت علقمہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو سکھایا، اور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑا، اور ان کو تشہد سکھایا اور فرمایا: کہو: ”التحيات لله“، اخیر تک، اور اس کی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”علمني رسول الله ﷺ التشهد - كفي بين كفيه كما يعلمني سورة من القرآن، التحيات لله.....“ (۱) (مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے تشہد سکھایا اس حال میں کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، جیسے کہ آپ ﷺ مجھ کو قرآن کی کوئی سورہ سکھا رہے ہوں، ”التحيات لله.....“)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے تشہد کو مختار قرآن اردینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں واو عطف ہے، اور وہ تعریف کا تعدد ثابت کرتا ہے، اس لئے کہ معطوف معطوف علیہ کے علاوہ ہوتا ہے، ثوری، اسحاق اور ابو ثور بھی اسی کے قائل ہیں (۲)۔

اور مالکیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ سب سے افضل تشہد حضرت عمر بن الخطابؓ کا ہے، وہ یہ ہے: ”التحيات لله، الزاكيات لله، الطيبات الصلوات لله، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، و

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث: ”علمني رسول الله ﷺ التشهد“ کتاب الأذکار لمحمد ابراہیم بن ابی (ص ۶۱، ۶۲، طبع مجلس العلمی) اور الأذکار لابن یوسف (ص ۵۳ طبع الاستقامة) میں ہے اور اس سے پہلے والی حدیث اس حدیث کی تائید ہے۔

(۲) الاختيار لتسهيل الحفظ ۵۳، المغنی ۵۳۲، ۵۳۵، ۵۳۱ طبع رياض، كشاف القناع ۳۸۸ طبع عالم الكتب۔

تَشْهَدُ ۴

ذیل ہے:

کو ایسی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔)

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف فضیلت کا اختلاف ہے، جو تشہد بھی نبی اکرم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے اسے پڑھ لینا جائز ہے (۱)۔

اور کچھ حضرات نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے تشہد کو مختار قرار دیا ہے، اور وہ اس طرح ہے: ”التحیات لله، الطیبات والصلوات لله.....“ (تمام عظمتیں، صدقات، اور عبادات اللہ کے لئے ہیں)، اور باقی الفاظ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے تشہد کی طرح ہیں (۲)۔

اور ابن عابدین نے بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والا تشہد کے الفاظ سے اپنی جانب سے انشاء کا ارادہ کرتے ہوئے ان کے معانی کا قصد کرے گا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو توجیہ پیش کر رہا ہے، اور نبی کریم ﷺ کو نیز خود اپنے آپ کو اور اولیاء کو سلامتی کی دعا دے رہا ہے، اور معراج میں آنحضرت ﷺ، اللہ تبارک و تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے جو کچھ واقع ہوا تھا اس کے اخبار اور حکایت کا قصد نہیں کرے گا (۳)۔

الفاظ تشہد میں کمی و زیادتی اور ان کے درمیان ترتیب:

۴- اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل حسب

= حضرت ابن عباس کی حدیث: ”کان یعلمنا الشہد.....“ کی روایت مسلم (۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵ طبع عینی لکھنؤ) نے کی ہے۔

(۱) ابن عابدین ۱/ ۳۱۳، جامعۃ الدوسقی ۱/ ۲۵۱، الترغیب ۱/ ۲۱۶ طبع دار الفکر، لاؤکار ۶۳، روضۃ الطالبین ۱/ ۲۶۳ طبع المکتب الاسلامی، المغنی ۱/ ۵۳۶۔

(۲) بدائع الصنائع ۱/ ۲۱۳ طبع دار الکتب العربی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث: ”التحیات لله الطیبات.....“ کی روایت مسلم (۳۰۳) نے کی ہے۔

(۳) ابن عابدین ۱/ ۳۳۲۔

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ تشہد میں کسی حرف کا اضافہ کرنا یا کسی حرف سے پہلے کسی دوسرے حرف سے ابتداء کرنا مکروہ تحریمی ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اگر اپنے تشہد میں کچھ کمی یا زیادتی کر دی تو مکروہ ہوگا، اس لئے کہ نماز کے اذکار متعین ہیں، لہذا ان پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا، پھر ابن عابدین نے مزید فرمایا: اور کراہت جب مطلق بولی جاتی ہے تو اس سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے (۱)۔

اسی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی تشہد پر زیادتی مکروہ ہے، اور کچھ تشہد چھوڑ دینے کے بارے میں ان میں اختلاف ہے، چنانچہ ان کے بعض مشائخ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ بعض تشہد سے سنت ادا نہیں ہوگی، اس کے برخلاف ابن ماجی سورت پر قیاس کرتے ہوئے تشہد کے کچھ حصہ کو کافی سمجھتے ہیں (۲)۔

شافعیہ نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا کہ ”مبارکات“، ”صلوات“، ”طیبات“ اور ”زاکیات“ کے الفاظ سنت ہیں اور تشہد میں شرط نہیں ہیں، لہذا اگر ان سب کو حذف کر دیا جائے اور بقیہ پر اکتفا کرے تو ان کے یہاں بغیر کسی اختلاف کے کافی ہوگا، اور جہاں تک لفظ: ”السلام علیک..... الخ“ کا تعلق ہے تو یہ واجب ہے اور اس کے کسی جز کا حذف کرنا سوائے ”رحمة اللہ وبرکاتہ“ کے الفاظ کے جائز نہیں ہے، اور ان دونوں لفظوں کے سلسلے میں تین اقوال ہیں: ان میں صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا حذف جائز نہیں ہے، اور دوسرا قول دونوں کے حذف کے جواز کا ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ ”وبرکاتہ“ کا حذف جائز ہے، ”ورحمة اللہ“ کا نہیں (۳)۔

(۱) ساتھ مراجع۔

(۲) شرح الترغیب ۱/ ۲۱۶، ۲۰۵، المغنی ۱/ ۵۳۵، ۵۳۷۔

(۳) الاذکار ۶۳۔

تشہد ۵-۸

غیر عربی میں تشہد پڑھنا:

۶- جو شخص عربی پر قادر نہ ہو اس کے لئے غیر عربی میں تشہد پڑھنے کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اس پر قدرت رکھنے والے کے لئے ایسا کرنے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے (۱)۔

مزید تفصیل ”ترجمہ“ کی اصطلاح میں ہے۔

تشہد میں اخفاء کرنا:

۷- تشہد میں سنت آہستہ پڑھنا ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ تشہد زور سے نہیں پڑھتے تھے، اس لئے کہ اگر جہر فرماتے تو اسی طرح منقول ہوتا جیسا کہ قراءت کا جہر منقول ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ تشہد میں اخفاء کرنا بھی سنت ہے (۲)۔ صاحب ”المغنی“ فرماتے ہیں: اس میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے (۳)۔

تشہد چھوڑنے پر کیا مرتب ہوگا:

۸- اگر ترک تشہد سہواً ہوا ہو تو حکم میں فقہاء کے اختلاف کے باوجود ان کے درمیان تعدہ اولیٰ (تعدہ اخیرہ سے پہلے والے) میں تشہد ترک کر دینے پر سجدہ سہو کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے،

(۱) ابن ماجہ ۳۲۵/۱، البدائع ۱۱۳/۱ طبع دار الکتب العربیہ، المجموع ۲۹۹/۳ اور اس کے بعد کے صفحات طبع المکتبۃ الشریعہ، اہلیوی ۱۵۱/۱ طبع مطبعہ دار احیاء الکتب العربیہ، روضۃ الطالبین ۲۲۶، ۲۲۹، المغنی ۵۳/۵، کشاف القناع ۳۳/۳۔

(۲) حدیث: ”من السنة إخفاء التشهد“ کی روایت ابو داؤد (۶۰۲/۱) طبع عبید الدعاس) اور ترمذی (۲/۸۵/۸۵ طبع مصنفی المجلسی) نے کی ہے اور احمدی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) السیوطی ۳۲/۱، لا ذکار ۶۳، المغنی ۵۳/۵۔

اسی طرح صحیح مذہب کے مطابق ان کے نزدیک اس کے الفاظ کے درمیان ترتیب مستحب ہے، لہذا اگر ایک کو دوسرے پر مقدم کر دے تو جائز ہوگا، اور ایک قول کے مطابق ”فاتحہ“ کے الفاظ کی طرح تشہد کے الفاظ کی ترتیب بدلنا بھی جائز نہیں ہے (۱)۔

حنا بلہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا لفظ ساتھ کر دیا جو بعض ماثورہ تشہدات میں ساتھ ہے تو صحیح قول کے مطابق اس کا تشہد صحیح ہوگا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر اوایا کوئی دوسرا حرف ساتھ کر دیا تو بھی نماز کا اعادہ کرے گا، اس لئے کہ حضرت اسود کا قول ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم اس طرح یاد رکھتے تھے جیسے قرآن کے حروف یاد رکھتے تھے (۲)۔

تشہد میں بیٹھنا:

۵- مالکیہ ہذا نفعیہ اور حنا بلہ کا مسلک یہ ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنا سنت ہے، اور حنفیہ میں سے طحاوی اور کرخی کا بھی یہی قول ہے۔

اور حنفیہ کے یہاں صحیح قول یہ ہے کہ وہ واجب ہے اور حنا بلہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

دوسرے تشہد میں چاروں ائمہ کے نزدیک تشہد کے بقدر بیٹھنا رکن ہے، اسی کی تعبیر حنفیہ نے فرضیت سے اور غیر حنفیہ نے کبھی وجوب اور کبھی فرضیت سے کی ہے (۳)۔

اور جہاں تک تشہد میں بیٹھنے کی ہیئت کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل ”جلوس“ کی اصطلاح میں ہے۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) المغنی ۵۳/۵، ۵۳۸۔

(۳) ابن ماجہ ۳۰۱/۱، الاختیار ۵۳/۵، القوائین الفقہیہ ۶۹، جوہر لا کلیم ۳۸/۱، طحاوی الدرستی ۲۲۹، نہایۃ المحتاج ۵۲۰، ۵۲۱، المغنی ۵۳۲/۱، ۵۳۳، ۵۳۹، کشاف القناع ۳۸۵۔

تشہد ۹

نماز کے آخر میں تعدہ کرتے ہوئے تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی مشروعیت میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے (۱)۔

اور جہاں تک تعدہ اخیرہ میں نبی کریم ﷺ پر درود کے صیغہ اور اس کے متعلق دلائل کا تعلق ہے تو فقہاء نے اس کی تفصیل کتب فقہ میں اس کے محل میں کی ہے (۲)، نیز دیکھئے: ”الصلاة على النبي ﷺ“ کی اصطلاح۔

اور اس کو عمداً چھوڑنے پر ان کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ اور ایک قول کے مطابق حنابلہ نماز دہرانے کو واجب کہتے ہیں۔

اور مالکیہ، شافعیہ نیز دوسری روایت کے مطابق حنابلہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس حالت میں بھی مصلیٰ پر سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔ تعدہ اخیرہ میں تشہد چھوڑنا اگر عمداً ہو تو حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ کا مسلک اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ نماز کا اعادہ واجب ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک سہو کی صورت میں بھی اعادہ واجب ہوگا اور حنفیہ و مالکیہ کی اس حالت میں رائے یہ ہے کہ اس پر سجدہ سہو ہوگا (۱)۔

جہاں تک دو رکعت والی نماز میں تیسری یا تین رکعت والی نماز میں چوتھی یا چار رکعت والی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جانے والے شخص کے لئے تشہد کی طرف لوٹنے کے حکم کا تعلق ہے تو فقہاء نے اس کی تفصیل ”کتاب الصلاة“ میں ”سجدہ سہو“ کی بحث کرتے وقت کی ہے۔

تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا:

۹- جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ مصلیٰ تعدہ اولیٰ میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیج کر تشہد میں زیادتی نہیں کرے گا، نجفی، ثوری اور اسحاق اسی کے قائل ہیں۔

اور شافعیہ کا قول اظہر یہ ہے کہ پہلے تعدہ میں درود پڑھنا مستحب ہے، اور یہی قول شععی کا ہے۔

(۱) الاختیار ۱/ ۵۳، ۵۴، ابن ماجہ ۱/ ۳۳۳، القوائین ۱/ ۷۰، روحہ

الطائسین ۱/ ۲۶۳، المغنی ۱/ ۵۳، ۵۴، ۵۳۲۔

(۲) ابن ماجہ ۱/ ۳۳۳، ۳۳۵، روحہ الطائسین ۱/ ۲۶۵، المغنی ۱/ ۵۳۲۔

(۱) ابن ماجہ ۱/ ۳۱۳، ۵۰۱، القوائین ۱/ ۸۳، شرح البرکاتی ۱/ ۲۳۶،

روحہ الطائسین ۱/ ۳۰۳، نہایت المحتاج ۲/ ۷۵، ۷۶، الذکاوی ۱/ ۶۰، المغنی

۲/ ۲۶، ۲۷، ۲۸، کشاف القناع ۱/ ۳۸۹۔

تشہیر ۱-۵

ب- ستر:

۳- ستر کے معنی ہیں: روکنا اور ڈھانک دینا، یہ تشہیر کی ضد ہے۔

اجمالی حکم:

۴- تشہیر کا حکم جس سے تشہیر صادر ہو اس کے اعتبار سے، نیز جس کی تشہیر کی جائے اس کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ کبھی کبھی تشہیر لوگوں کی جانب سے عدوت یا غیبت کے طور پر ایک دوسرے کی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی حاکم کی جانب سے حد و یا تعزیرات میں ہوتی ہے، اس کی وضاحت ذیل میں آ رہی ہے:

اول: لوگوں کا ایک دوسرے کی تشہیر کرنا:

اصل یہ ہے کہ لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کے عیوب بیان کر کے یا نقص نکال کر تشہیر کرنا حرام ہے۔

اور کبھی یہ مباح یا واجب ہوتی ہے، تشہیر کے حرام یا مباح یا واجب ہونے کا تعلق اس صفت سے ہے جس سے مشہر بہ (جس کی تشہیر کی جا رہی ہو) متصف ہو۔

۵- مندرجہ ذیل حالات میں تشہیر حرام ہے:

الف- جب مشہر بہ (جس کی تشہیر کی جا رہی ہو) اس چیز سے بری ہو جو اس کے بارے میں پھیلائی جا رہی ہے، اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: "إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (۱) (یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے ان کے لئے سزائے دردناک ہے دنیا میں

(۱) سورہ نور ۱۹-۱۸

تشہیر

تعریف:

۱- لغت میں تشہیر "شَّهَرَهُ" (بمعنی اعلان کیا اور پھیلا یا) سے ماخوذ ہے، شہر بہ کا معنی ہے: اس کے بارے میں برائی پھیلائی، شہرہ تشہیرا فاشتہر کا معنی (اس کو شہرت دی تو وہ مشہور ہو گیا) اور شہرت کے معنی: معاملہ واضح ہونے کے ہیں (۱)۔

اور فقہاء کے یہاں اس لفظ کا استعمال لغوی معنی سے الگ نہیں ہے (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تعزیر:

۲- تعزیر: حد سے کم درجہ کی تادیب اور اہانت کو کہتے ہیں۔ تشہیر سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ یہ تشہیر سے بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ سے بھی (۳)۔

لہذا تشہیر تعزیر کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

(۱) لسان العرب، المصباح المہیر، المعجم الوسيط، الصحاح للجوهري، تاج العروس مادة "شہر"۔

(۲) الموسوطة للمرحوم ۱۶/۱۷، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰

تشریح ۵

(بھی) اور آخرت میں (بھی)، اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے۔

اور نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”ایما رجل أشاع علی رجل مسلم کلمة وهو منها بریء یری أن یشینہ بها فی الدنیا، کان حقاً علی اللہ تعالیٰ أن یرمیہ بها فی النار“ (جو شخص بھی کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بات پھیلائے جس سے وہ بری ہو، اس کے ذریعہ وہ اسے دنیا میں عیب لگانا چاہتا ہو تو اللہ پر واجب ہے کہ اس کی وجہ سے اسے جہنم میں جھونک دے)، پھر آپ ﷺ نے کتاب اللہ سے اس کے مصداق کی تلاوت فرمائی: ”إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ“ (۱) (یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے)۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسا کام کرنے والوں کی مذمت فرمائی اور ان کو عذاب عظیم کی دھمکی دی، اور یہ بات ان آیات میں ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئیں جب تہمت اور بہتان لگانے والوں نے جھوٹ اور افتراء کر کے آپ پر الزام لگایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یقول ہے: ”إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ.....“ (۲) (بیشک جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا

(۱) حدیث: ”ایما رجل أشاع علی رجل مسلم کلمة.....“ کی روایت طبرانی نے قریب قریب الفاظ میں کی ہے اور اس کی اسناد عمدہ ہے، جیسا کہ منذری کی الترغیب والترہیب (۵/۱۵۷ طبع التجاریہ) میں ہے۔

(۲) سورہ نور ۱۱ اور دیکھئے الجامع لاحکام القرآن ۲/۲۰۶، مختصر تفسیر ابن کثیر ۵۹۱، ۵۹۲۔

اور حدیث: ”إفک“ کی روایت بخاری (۸/۳۵۲ طبع المنقذ) اور مسلم (۳/۲۱۲ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے۔

مُيَسِّنًا“ (۱) (اور جو لوگ ایذا پہنچاتے رہتے ہیں ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار (اپنے اوپر) لیتے ہیں) کے بارے میں ابن کثیر فرماتے ہیں: ”یعنی ان کی طرف ایسی چیز منسوب کرتے ہیں جس سے وہ بری ہیں، انہوں نے اس کو نہیں کیا ہے، اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے بارے میں اس کو غیبت اور نقص نکالنے کے لئے بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”أربی الربا عند اللہ استحلال عرض امریء مسلم“ (اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کسی مرد مومن کی عزت و آبرو کو حلال سمجھنا ہے)، پھر آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی: ”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ (۲)، اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد: ”من سمع سمع اللہ بہ“ (جو تشہیر کرے اللہ اس کی تشہیر کرے گا) کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے: یعنی جو لوگوں کے عیوب کی تشہیر کرے اور اسے پھیلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو ظاہر کر دے گا (۳)۔

اور اسی قبیل سے اشعار کے ذریعہ جھوٹا بھی ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں: جو اشعار مسلمانوں کی جہو اور ان کی بے حرمتی پر مشتمل ہوں وہ کہنے والے پر حرام ہوں گے (۴)۔

(۱) سورہ احزاب ۵۸۔

(۲) حدیث: ”أربی الربا عند اللہ استحلال.....“ کی روایت ان الفاظ میں ابو یعلیٰ نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام روای صحیح بخاری کے روای ہیں، جیسا کہ منذری نے ”الترغیب والترہیب“ (۳/۵۰۳ طبع مصنفی الحلیمی) میں کہا ہے اور اس کی روایت ابوداؤد (۵/۱۹۳ طبع عزت عبید الدعاس) اور احمد (۱/۱۹۰ المکتب الاسلامی) نے قریب قریب الفاظ سے کی ہے اور سیوطی نے اس کی سند کی تحسین کی ہے (فیض القدر ۲/۵۳۱)۔

(۳) مختصر تفسیر ابن کثیر ۳/۱۱۳، فتح الباری ۱۱/۳۳۷، اور حدیث: ”من سمع سمع اللہ بہ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۳/۱۲۸ طبع المنقذ) اور مسلم (۳/۲۲۸ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے۔

(۴) المغنی ۹/۱۷۸، معنی المحتاج ۳/۳۳۱۔

تشمیر ۵

اور شرعاً ثابت شدہ بات ہے کہ مسلمان پر ہر ایسے شخص کی پردہ پوشی واجب ہے جو اذیت اور فساد میں مشہور نہ ہو، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من ستر مسلماً سترہ اللہ عز و جل یوم القیامۃ“ (۱) (جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا)، شرح مسلم میں فرمایا: یہ پردہ پوشی کا حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے جو (بدی میں) مشہور نہ ہوں، اور ابن العربی فرماتے ہیں: جب کسی انسان کو گناہ کرتا دیکھو تو خفیہ طور سے اس کو نصیحت کرو اور اسے رسوا نہ کرو (۲)۔

ج۔ اسی طرح انسان پر خود اپنی تشمیر کرنا بھی حرام ہے، اس لئے کہ مسلمان سے خود اپنی پردہ پوشی کرنے کا مطالبہ ہے، چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”کل أمتی معافی إلا المجاہرین، وإن من الإجہار أن یعمل العبد باللیل عملاً، ثم یصبح و قد سترہ علیہ اللہ، فیقول: یا فلان! عملت البارحة کذا و کذا، و قد بات یسترہ اللہ عز و جل و یصبح یکشف ستر اللہ عز و جل عنہ“ (۳) (میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا، سوائے کھلم کھلا گناہ کرنے والوں کے، اور کھلم کھلا کرنے میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رات میں کوئی کام کرے پھر صبح ہو اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو اور وہ کہنے لگے: اے فلان! میں نے رات کو فلاں فلاں کام کئے اور اس

(۱) حدیث: ”من ستر مسلماً سترہ اللہ عز و جل.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۵/۲۵ طبع استنبیہ) اور مسلم (۱۹۹۶/۳ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔
(۲) الاذکار رص ۲۸۸، ۲۹۰، وآداب الشرعیہ لابن مفلح ۲/۲۶۶، لوطاب ۶۳/۶، المواقی بہامش لوطاب ۱۶۶/۶، الفواکیر الدروانی ۶۹/۲

(۳) حدیث: ”کل أمتی معافی إلا المجاہرین.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۸۶/۱۰ طبع استنبیہ) اور مسلم (۳۳۹۱/۳ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔

ب۔ جب مشہور بہ (جس کی تشمیر کی جارہی ہو) اس چیز سے متصف ہو جو اس کے بارے میں کبھی جارہی ہے، لیکن وہ اسے علانیہ نہ کرتا ہو اور اس سے دوسرے کو ضرر نہ ہوتا ہو، تب بھی اس کی تشمیر کرنا حرام ہوگا، اس لئے کہ اس کا شمار غیبت میں ہوگا جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کی ہے: ”وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا“ (۱) (اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے)، اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”أندرون ما الغیبة؟ قالوا: اللہ ورسولہ أعلم قال: ذکرک أخاک بما یکرہ۔ قیل: أفرأیت إن کان فی أخی ما أقول؟ قال: إن کان فیہ ماتقول فقد اغتبتہ، وإن لم یکن فیہ ماتقول فقد بہتہ“ (۲) (تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو، پوچھا گیا: پھر آپ ﷺ کا اس صورت میں کیا خیال ہے جب میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہہ رہا ہوں فرمایا: اگر اس میں جو کچھ کہہ رہے ہو وہ موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ چیز اس میں نہیں ہے جو تم اس کے بارے میں کہہ رہے ہو تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا)۔

اور اسی طرح کسی پر طعن و تشنیع کے ارادہ سے عالم کا یہ کہنا: فلاں نے یہ بات کہی، یا کسی کا یہ کہنا: بعض لوگوں یا بعض مدعیان علم یا ان لوگوں میں سے بعض نے جن کی نسبت صلاح و زہد کی طرف کی جاتی ہے فلاں کام کیا، یا اسی طرح کے کسی اور جملہ کے کہنے کا حکم ہوگا، جبکہ مخاطب اس کو متعین طور سے سمجھتا ہو۔

(۱) سورہ حجرات ۱۲۔

(۲) حدیث: ”أندرون ما الغیبة؟.....“ کی روایت مسلم (۳۳۰۱/۳ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔

تشمیر ۶-۷

نے رات اس طرح گزاری تھی کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی تھی اور صبح اس نے اللہ کے ستر کو چاک کرنا شروع کر دیا۔

اور مسلمان پر خود اپنی پردہ پوشی کرنا اس صورت میں واجب ہے جب کوئی بخش کام کرے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”من أصاب من هذه القاذورات شيئاً فليستتر بستر الله“^(۱) (جو شخص ان گندگیوں میں سے کسی میں ملوث ہو جائے تو وہ اللہ کے ستر سے پردہ پوشی کرے)۔

گھروں اور عظیم قلعوں کی دیواریں پھیلا گئے پر قادر ہو جانے پر فخر کرتے ہیں تو ان گروہوں سے متعلق اس طرح کی چیزوں کا بیان کرنا حرام نہیں ہوگا۔

اور مسلم شریف کی حدیث: ”من ستر مسلماً ستره الله“^(۱) (جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا) کی شرح کرتے ہوئے ”الاکمال“ میں فرمایا: یہ پردہ پوشی مشہور نہ ہونے والوں کے بارے میں ہے، خلال کہتے ہیں، مجھ سے حرب نے بیان کیا کہ میں نے امام احمد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب آدمی اپنے فسق کا اعلان کرنا ہو تو اس کی غیبت (گناہ) نہیں ہے۔

۶-مندرجہ ذیل حالات میں تشمیر جائز ہے:

الف۔ اس شخص کے متعلق جو علانیہ معصیت کرنا ہو، لہذا جو اپنے فسق کو کھلم کھلا ظاہر کرنا ہو اس کا ذکر کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ علانیہ فسق کرنے والے کو اس کا ذکر کیا جانا برا نہیں معلوم ہوتا، اور اس کے حق میں اس کو غیبت نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ جو حیاء کا لبادہ اتار پھینکے اس کی غیبت کیا ہے؟ قرآنی کہتے ہیں: فسق کا اعلان کرنے والے جیسے امرؤ القیس کا قول: فمثلک حبلی قد طرقت و مرضع (تمہاری طرح کی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس میں رات میں جا چکا ہوں) کہ وہ اپنے شعر میں زنا پر فخر کر رہا ہے، اس کے فسق کی حکایت کرنے میں کوئی ضرر نہیں ہے، اس لئے کہ

اور ابن عبد البر نے کتاب ”بہجة المجالس“ میں نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ: ”ثلاثة لا غيبة فيهم: الفاسق المعلن بفسقه، وشارب الخمر، والسلطان الجائر“^(۲) (تین آدمیوں میں کوئی غیبت نہیں ہے، اپنے فسق کا اعلان کرنے والا، شراب پینے والا اور ظالم بادشاہ)۔

ب۔ جب تشمیر مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو چوکنا کرنے کے طور پر ہو: جیسے راویوں، گواہوں اور صدقات، اوقاف اور قیاموں کے ذمہ داروں کی جرح کرنا، رہا مصنفوں نیز اہلیت نہ ہونے کے

اسے سن کر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بلکہ ان رسوائیوں پر بعض اوقات وہ خوش ہوگا، بہت سے چور چوری کرنے اور بڑے بڑے

(۱) حدیث: ”من ستر مسلماً ستره الله.....“ کی تخریج منقرہ نمبر ۳۳ میں گذر چکی ہے۔
(۲) المفروق للقرآنی ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲،

تشہیرے

باوجود یا فسق یا بدعت کے ساتھ اس کی دعوت دیتے ہوئے افتاء یا تدریس میں مشغول ہونے والوں اور ان اصحاب حدیث اور حاملین علم کی تشہیر کرنا جن کی تہلیل کی جاتی ہو، تو ان لوگوں میں سے جس کی اس سلسلہ میں تہلیل کی جاتی ہو اور اس کے قول کی طرف رجوع کیا جاتا ہو اس کی جرح کرنا اور برے حالات کا ظہر کرنا اس کے جاننے والے پر واجب ہوگا، تاکہ ان سے دھوکا نہ کھلایا جائے اور اللہ کے دین کے سلسلے میں ایسے شخص کی تہلیل نہ کی جائے جس کی تہلیل جائز نہیں ہے، اور اس موقع پر پردہ پوشی نہ پسندیدہ ہے، نہ مباح، زمانہ قدیم و جدید میں امت کی رائے اس پر متفق ہے (۱)۔

قرآنی فرماتے ہیں: بدعت والوں اور گمراہ کن تصانیف والوں کے عیب و فساد کی نیز اس بات کی کہ وہ حق پر نہیں ہیں، لوگوں کو تشہیر کرنی چاہئے، تاکہ کمزور لوگ ان سے اجتناب کریں اور اس میں مبتلا نہ ہوں، اور ممکن حد تک ان مفاسد سے نفرت دلائی جائے، بشرطیکہ اس بارے میں سچائی سے تجاوز نہ کیا جائے، اور ان اصحاب بدعت پر ایسے فسق و فواحش کے سلسلہ میں جھوٹے الزامات نہ لگائے جائیں جو انہوں نے نہ کئے ہوں، بلکہ ان کے اندر تنفر کی جو باتیں ہیں انہیں پر اکتفا کیا جائے، چنانچہ بدعتی کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ شراب پیتا ہے یا زنا کرتا ہے، اور نہ ہی اس طرح کی کوئی اور ایسی بات کہی جائے جو اس میں نہ ہو۔

احادیث و اخبار کے مجروح راویوں اور ناقلمین کی جرح میں ان طلبہ کے لئے کتابیں لکھنا جو ان کو سنبھالیں، ان سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ شریعت کو منضبط کرنے کا مقصد مسلمانوں کی خیر خواہی اور خالص اللہ کی رضا کا حصول ہو۔

(۱) التواجر ۲/۱۳، الخطاب ۶/۶۳، الاذکار ۱/۲۶۶۔

دشمنی یا عزت و آبرو پر عیب لگانے کے لئے یا خواہشات کا تابع ہو کر ایسا کرنا حرام ہے، اگرچہ راویوں کے یہاں اس کا فائدہ حاصل ہی کیوں نہ ہو جائے (۱)۔

خطیب شریفی فرماتے ہیں: اگر عالم لوگوں کی ایک جماعت سے کہے: تم لوگ فلاں سے حدیث مت سننا، اس لئے کہ وہ خلط کر دیتا ہے، یا اس سے استفتاء مت کرو، اس لئے کہ وہ صحیح فتویٰ نہیں دیتا، تو یہ لوگوں کی خیر خواہی ہے، ”الام“ میں اس کی صراحت ہے، فرمایا: یہ غیبت نہیں ہے اگر ایسے شخص سے کہے جس سے اس کی اتباع کرنے اور پیروی کر کے غلطی کرنے کا خوف ہو (۲)، اور اسی کے مثل ”الفواکہ اللوانی“ میں بھی ہے (۳)۔

نووی فرماتے ہیں: مسلمانوں کو شر سے ڈرانا اور نصیحت کرنا جائز ہے، اور یہ کئی طرح ہوتا ہے، اسی میں سے ایک حدیث کے مجروح راویوں اور گواہوں کی جرح کرنا ہے، اور یہ باجماع مسلمین جائز بلکہ حاجت کی وجہ سے واجب ہے۔

اور اسی میں سے یہ ہے کہ جب کوئی آدمی تم سے نکاح کا رشتہ قائم کرنے یا شرکت کرنے یا اپنی ودیعت رکھنے یا اپنے پاس ودیعت رکھنے یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا معاملہ کرنے کے لئے مشورہ کرے تو تمہارے اوپر واجب ہے کہ اس کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو خیر خواہی کے طور پر اس سے بیان کر دو (۴)۔

اور ”معنی المحتاج“ میں ہے: جو شخص تدریس، فتویٰ اور وعظ کے درپے ہو اور اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس پر نکیر کی جائے گی اور اس

(۱) المفروق للقرآنی ۳/۲۰۶، ۲۰۷۔

(۲) معنی المحتاج ۳/۳۳۵۔

(۳) الفواکہ اللوانی ۲/۲۷۰۔

(۴) الاذکار للسووی ۲/۲۹۲۔

تشمیر ۸

کے معاملہ کی تشمیر کی جائے گی تاکہ اس سے دھوکا نہ کھایا جائے (۱)۔

میں ان پر کوڑے لگانے پر لازم ہونے والی سزاؤں کا اعلان کیا جائے اور عورت کا چہرہ کھولا جائے (۱)۔

اور امام مالک سے شراب پینے اور تہمت لگانے کی وجہ سے جس کو کوڑے لگائے گئے ہوں اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ ان کو اور شرابیوں کو گھمایا جائے؟ فرمایا: جب وہ فاسق اور عادی شرابی ہوں تو میری رائے یہ ہے کہ ان کو گھمایا جائے، ان کے جرم کا اعلان کیا جائے اور انہیں رسوا کیا جائے (۲)۔

اور حد سرقہ کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ کاٹے ہوئے عضو کو محدود (جس پر حد لگائی گئی ہو) کی گردن میں لٹکا دیا جائے، اس لئے کہ اس سے لوگوں کو باز رکھنے میں مدد ملے گی، اور حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے: "أن النبی ﷺ أتت بسارق قطع یدہ، ثم أمر بها فعلق فی عنقه" (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ایسا چور لایا گیا جس کا ہاتھ کاٹا جا چکا تھا تو آپ ﷺ کے حکم پر اس کا ہاتھ اس کی گردن پر لٹکا دیا گیا)، اور یہی کام حضرت علیؑ نے بھی کیا (۳)۔

"الدر المختار" میں یہ حدیث نقل کی ہے: "ما بال العامل نبعثه، فیأتی فیقول: هذا لك وهما لي، فہلا جلس فی بیت أبیہ وأمه فینظر أبہدی له أم لا؟ والذی نفسی بیدہ لا یأتی بشیء إلا جاء بہ یوم القیامۃ یحملہ علی رقبتہ، إن

دوم: حاکم کی طرف سے تشمیر: حاکم کی طرف سے بعض لوگوں کی تشمیر حدود یا تعزیر میں ہوتی ہے۔

الف- حدود کے سلسلہ کی تشمیر:

۸- فقہاء فرماتے ہیں: حدود کو ایک جماعت کی موجودگی میں قائم کرنا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "وَلِیَشْهَدَ عِنْدَ ابْهَمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" (۲) (اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے)، کاسانی فرماتے ہیں: یہ آیت اگرچہ حد زنا کے بارے میں وارد ہوئی ہے، لیکن اس سلسلہ میں وارد ہونے والی آیت دلالت تمام حدود میں وارد سمجھی جائے گی، اس لئے کہ تمام حدود کا مقصود ایک ہی ہے یعنی عوام کو زجر و توبیح کرنا، اور یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب اتنا مدت حدود برسر عام ہو، اس لئے کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ سزا کو دیکھ کر خود اس جرم سے باز رہتے ہیں اور جو لوگ نہیں ہیں وہ حاضر لوگوں کے خبر دینے سے باز رہتے ہیں، اور تمام لوگوں کے حق میں زجر واقع ہو جاتا ہے (۳)۔

اور عبد الملک ابن حبیب کہتے ہیں: اتنا مدت حد کو علانیہ اور غیر مخفی ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس چیز سے باز رہیں جو اللہ نے ان پر حرام کی ہے (۴)۔

اور مظرف کہتے ہیں: ہمارے نزدیک لوگوں کے امور میں سے یہ بھی ہے کہ اہل فسق مردوں اور عورتوں کی تشمیر کی جائے، اور حدود

(۱) التیسر ۲۵/۱۸۳۔

(۲) التیسر ۲۵/۱۷۷۔

(۳) اہمذوب ۲/۲۸۳، معنی الحجاج ۲/۱۷۹، المعنی ۲/۲۶۱، حضرت فضالہ کی

حدیث کی روایت ابو داؤد (۵۶۷۱) تحقیق عزت عبید الدعاس اور

نسائی (۹۲/۸) طبع المکتبۃ التجاریہ نے کی ہے۔

وردنسائی نے نفر ملایہ: حجاج بن ارطاة (یعنی جو اس کی سند میں ہیں) ضعیف ہیں،

اور ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(۱) معنی الحجاج ۳/۲۱۱۔

(۲) سورہ نور ۲۔

(۳) بدائع الصنائع ۷/۶۰، ۶۱۔

(۴) التیسرہ پہا مش فہم علی الماک ۲/۲۶۹۔

تشہیر ۹

کے مختلف ہونے اور زمانوں اور علاقوں کے مختلف ہونے کے اعتبار سے زدوکوب، قید، زجر و توبیخ یا تشہیر وغیرہ سے ہوتی ہے۔

اس بنیاد پر تشہیر کے ذریعہ تعزیر جائز ہوگی جبکہ حاکم اس میں مصلحت جانے، اور یہ حکم فی الجملہ ہر ایسی معصیت کے بارے میں ہوگا جس میں کوئی حد اور کفارہ نہ ہو۔

ماوردی کہتے ہیں: اگر حکم اس گھٹیا لوگوں کی تنبیہ میں مصلحت دیکھے تو اس کو ان کی تشہیر کرنے اور ان کے جرائم کا اعلان کرنے کا حق ہے، یہ اس کے لئے جائز ہوگا (۱)۔

مزید کہتے ہیں: تعزیر کی سزا میں ستر عورت کے بقدر کپڑوں کو چھوڑ کر بقیہ کو نکال لیا اور لوگوں میں تشہیر کرنا اور اس کے گناہ کا اعلان کرنا اس صورت میں جائز ہوگا جب اس سے بار بار جرم سرزد ہو اور وہ توبہ نہ کرے (۲)۔

اور ابن فرحون کی ”تبصرة الحکام“ میں ہے: اگر تاضی گھٹیا لوگوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ان کے جرائم کی تشہیر کرنے میں مصلحت دیکھے تو ایسا کرے (۳)۔

نیز ابن فرحون فرماتے ہیں: جب تاضی ظالمانہ فیصلہ کرے اور یہ چیز اس پر بینہ سے ثابت ہو جائے تو اس کو تکلیف دہ سزا دی جائے گی، اسے معزول کر دیا جائے گا، اس کی تشہیر کی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا (۴)۔

اور ”کشاف القناع“ میں ہے کہ دلال عورت - جو عورتوں اور مردوں کو برائی پر آمادہ کرتی ہو - کم سے کم واجب ہونے والی سزا زوردار مار لگانا ہے، اور اس کی اس طرح تشہیر ہونی چاہئے کہ

کان بعیرا له رغاء، أو بقرة لها خوار، أو شاة تيعر“ (۱)
(کیا ہو گیا ہے صدقہ وصول کرنے پر مامور کارکن کو جس کو ہم بھیجتے ہیں اور وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ آپ کا ہے اور یہ میرا ہے تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہیں بیٹھ جاتا اور کیوں نہیں دیکھتا کہ اس کو ہد یہ کیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ جو چیز بھی (اپنے لئے) لاتا ہے قیامت کے دن اس کو اپنی گردن پر لا کر لائے گا، اگر اہل ہوا تو اس کے بلبلانے کی آواز ہوگی، گائے ہوئی تو اس کی آواز ہوگی، اور بکری ہوئی تو وہ میں میں کرتی ہوگی)۔

ابن عابدین فرماتے ہیں: ابن منیر کے بقول اس حدیث سے یہ بھی ماخوذ ہے کہ حکام نے چوروں وغیرہ کی تشہیر کے لئے گھنٹی بجانے کا حکم اسی حدیث سے اخذ کیا ہے (۲)۔

اسی طرح ڈاکو کو سولی دیئے جانے کی صورت میں فقہاء فرماتے ہیں: اس کو تین دن تک سولی پر لٹکایا جائے گا، تاکہ اس کے حال کی شہرت ہو جائے، اور سزا مکمل ہو جائے، ابن قدامہ کہتے ہیں: سولی کی مشروعیت دوسروں کو باز رکھنے کے لئے ہوتی ہے تاکہ اس کا معاملہ مشہور ہو جائے (۳)۔

ب- تعزیر کے سلسلہ کی تشہیر:

۹- تشہیر بھی تعزیر کی ایک قسم ہے، یعنی وہ تعزیری سزا ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ تعزیر کی جنس اور مقدار کی تحدید حاکم کی رائے پر منحصر ہے، چنانچہ وہ لوگوں کے مراتب کے مختلف ہونے، گناہوں

(۱) حدیث: ”ما بال العامل ببعده فباني فبقول.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۳/۶۳ طبع الشیخ) اور مسلم (۳/۶۳ طبع عیسیٰ الخلیلی) نے کی ہے۔ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) ابن عابدین ۱۹۲/۳۔

(۳) معنی المحتاج ۳/۱۸۲، المغنی ۸/۲۸۸، ۲۹۱۔

(۱) الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۱۔

(۲) ساتھ مراجع ۲۳۹۔

(۳) تبصرة الحکام بر حاشیة فتح العلی ۱۳۶/۲۔

(۴) ساتھ مراجع ۳۱۵/۲۔

تشمیر ۹

مردوں اور عورتوں میں مشہور ہو جائے تاکہ لوگ اس سے اجتناب کریں (۱)۔

البتہ اس کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ فقہاء ہمیشہ تشمیر کو جھوٹے گواہ کی تعزیر میں بیان کرتے ہیں، جس سے اشارہ ملتا ہے کہ جھوٹے گواہ کے سلسلہ میں تشمیر واجب ہے، اور ایسا اس گناہ کو کبار میں شمار کرنے کی وجہ سے ہے۔

شاہد زور (جھوٹے گواہ) کے سلسلہ میں قاضی شریح کے فعل کو بنیاد بنا کر امام ابو حنیفہ قول مشہور میں فرماتے ہیں: اس کو گشت کرنی جائے، تشمیر کی جائے اور مارا نہ جائے، صاحبین نے اس کو مارنے اور قید کرنے کا اضافہ کیا ہے (۲)۔

ابن قدامہ نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں: ”ألا أنبئکم بأکبر الکبائر؟ قالوا: بلی یا رسول اللہ، قال: الإشراک باللہ وعقوق الوالدین، وکان متکنا فجلس، فقال: ألا وقول الزور وشهادة الزور، فما زال یکررها حتی قلنا: لیته سکت“ (۳) (کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ (گناہ) کی خبر نہ دوں، لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو (سیدھے) بیٹھ گئے اور فرمایا: سن لو اور جھوٹی بات، اور جھوٹی شہادت، اور آپ برآمد اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ ﷺ خاموش ہو جاتے)۔

پھر ابن قدامہ فرماتے ہیں: لہذا جب حاکم کے پاس کسی شخص

کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دیتا ہے تو اکثر اہل علم کے قول میں اس کی تعزیر اور اس کی تشمیر کرے، حضرت عمرؓ سے یہی مروی ہے، اور حضرت شریح، القاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ، اوزاعی، ابن ابی لیلی، امام مالک، امام شافعی، اور بصرہ کے قاضی عبدالملک بن یعلیٰ بھی اسی کے قائل ہیں (۱)۔

اور ”کشاف القناع“ میں ہے: جس پر تعزیر واجب تھی جب اس کی تعزیر کر لی جائے تو کسی مصلحت کی وجہ سے حاکم پر اس کی تشمیر واجب ہوگی جیسے کہ جھوٹے گواہ (کی تعزیر کے بعد تشمیر) تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے (۲)۔

اور ”تبصرة الحکام“ میں آیا ہے: تعزیر کوڑے لگانے، ہاتھ سے مارنے اور قید کرنے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ یہ تو امام کے اجتہاد کے حوالہ کر دیا گیا ہے، ابو بکر طرطوشی نے ”اخبار اختلفاء المتفہمین“ میں فرمایا ہے کہ وہ حضرات آدمی کے ساتھ اس کی سطح اور اس کے جرم کی مقدار کے اعتبار سے برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ بعض کو مارا جاتا، بعض کو قید کیا جاتا اور بعض کو محفلوں میں ایزیوں کے مل کھڑا کر دیا جاتا اور بعض کا عمامہ چھین لیا جاتا تھا۔

قرآنی فرماتے ہیں: تعزیر زمانوں اور علاقوں کے بدلنے سے بدل جاتی ہے، چنانچہ بعض ملکوں کی بعض تعزیریں بعض دوسرے ملکوں میں اکرام ہو سکتی ہیں، جیسے کہ چادر کاٹ ڈالنا شام میں تعزیر نہیں ہے، اکرام ہے، اور سر کھولنا اندلس میں ذلت نہیں ہے اور مصر اور عراق میں ذلت ہے۔

پھر صاحب ”تبصرة الحکام“ فرماتے ہیں: تعزیر کسی معین فعل یا معین قول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے: ”فقد عذر رسول اللہ

(۱) کشاف القناع ۱۶/۱۲۷۔

(۲) ابن ماجہ بن ۱۹۲/۳، ۳۹۵/۳، البدائع ۶/۲۸۹۔

(۳) حدیث: ”ألا أنبئکم بأکبر الکبائر؟ قالوا:.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۳۰۵، طبع استنبی) اور مسلم (۱/۹۱، طبع عینی الحلبي) نے کی ہے۔

(۱) المغنی ۹/۲۶۱۔

(۲) کشاف القناع ۶/۱۲۵، ۱۲۷۔

تشمیر ۹

ﷺ بالهجر، وذلك في حق الثلاثة الذين ذكرهم الله تعالى في القرآن الكريم، فهجروا خمسين يوماً لا يكلمهم أحد،^(۱) (چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بائیکاٹ کے ذریعہ تعزیر کی، اور یہ تعزیر ان تین حضرات کے حق میں ہوئی تھی جن کا ذکر قرآن میں ہے، چنانچہ پچاس دن تک ان کا بائیکاٹ رکھا گیا تھا، ان سے کوئی بات نہیں کرتا تھا)۔

”وعزر رسول الله ﷺ بالنفي، فأمر بإخراج المخنثين من المدينة ونفيهم“^(۲) (اور نبی کریم ﷺ نے شہر بدر کر کے بھی تعزیر فرمائی، چنانچہ مخنثوں کو مدینہ سے نکالنے اور شہر بدر کرنے کا حکم فرمایا)۔

اور ”معنی المحتاج“ میں ہے: امام تعزیر کی نوعیت اور مقدار کے بارے میں اجتہاد کرے گا، اس لئے کہ شرعی طور پر اس کی تحدید نہیں کی گئی ہے، لہذا اس سے صحیح کو اختیار کرنے میں اجتہاد کرے گا اور اسے اختیار ہوگا کہ جس کے بارے میں اس کا اجتہاد تشمیر کی طرف جاتا ہو اس کی تشمیر کرے اور سر موڈ نے کا اختیار ہوگا، اور زندہ سولی دینے کا بھی اختیار ہوگا، یعنی اس کو کسی بلند جگہ میں باندھ دے پھر چھوڑ دے، ایسا تین دن سے زیادہ نہ کرے اور اس مدت میں کھانے پینے اور نماز پڑھنے سے اس کو نہیں روکا جائے گا^(۳)۔

اور یہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جب امام کی رائے ہو تو ایک تعزیری سزا کے طور پر تشمیر پر اکتفا کر سکتا ہے اور اس کے

(۱) التبصرہ ۲/۲۹۵، ۲۹۶، اور حدیث: ”هجر الثلاثة اللذين دخلوا.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۸/۳۳۲ طبع السنۃ) اور مسلم (۳/۲۱۲۰ طبع عیسیٰ الخلیفی) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”الامر بإخراج المخنثين من المدينة و نفيهم“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۳۳۳ طبع السنۃ) نے کی ہے۔

(۳) معنی المحتاج ۳/۱۹۲۔

(۱) تہذیب لؤلؤ کام ۲/۱۸۳۔



تشوف ۱-۲

اور کہا گیا ہے کہ تیز ترین کے معنی میں تشوف چہرہ کے ساتھ خاص ہے، اور تیز ترین عام ہے جو چہرہ میں بھی مستعمل ہے اور دوسری جگہ بھی (۱)۔

تشوف

اجمالی حکم:

الف-نسب ثابت کرنے کے لئے شارع کا تشوف:

۲- شریعت اسلامیہ کے مقررہ قواعد میں سے ہے: ”إن الشارع متشوف للحاق النسب“ (۲) (نسب لانے کے لئے شارع پوری کوشش کرتا ہے) اس لئے کہ نسب ان ستونوں میں سب سے مضبوط ستون ہے جن پر خاندان (کی عمارت) قائم ہے، اور نسب ہی کے ذریعہ نرا خاندان باہم مربوط ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا، وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا“ (۳) (اور وہ ہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا پروردگار بڑا قدرت والا ہے)۔

چونکہ شریعت حفاظت نسب کو بہت اہمیت دیتی ہے اور اثبات نسب کی پوری کوشش کرتی ہے اس لئے شریعت نے اس طور پر حفاظت نسب کا حکم بار بار دیا ہے کہ شک و شبہ اس میں راہ نہ پائے اور ان ذرائع سے بار بار روکا ہے جن کی وجہ سے نسب کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے، اور اس مقصد کے پیش نظر نسب کو جوڑنے والے نادر حالات کا اعتبار کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ شارع نسب کو ثابت

تعریف:

۱- لغت میں ”تشوف“ ”تشوف“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: تشوفت الأوعال: جب پہاڑی بکرے چشمہ پر جانے کی غرض سے یہ دیکھنے کے لئے کہ نشیبی میدان ان کی خوف کی چیزوں سے خالی ہیں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائیں، اور اسی سے کہا جاتا ہے: تشوف فلان لکنا، جب وہ اپنی نگاہ اس کی طرف اٹھائے، پھر اس کا استعمال آرزوئیں وابستہ کرنے اور شدت سے طلب کرنے کے لئے ہوا۔

اور ”مشوفہ“ وہ عورت ہے جو اپنے آپ کو اس مقصد سے ظاہر کرے تاکہ لوگ اس کو دیکھیں۔

اور تشوفت المرأة: عورت نے زینت اختیار کی اور نکاح کا پیغام دینے والوں کا انتظار کرنے لگی (۱) ”شفت الدرهم“ سے ماخوذ ہے، جب تم درہم کو صیقل کرو اور ”دینار مشوف“ صیقل کئے ہوئے دینار کو کہتے ہیں، تشوف یہ ہے کہ عورت اپنا چہرہ صاف کرے اور خسار چکنے کرے (۲)۔

اور لفظ تشوف کے اصطلاحی معنی لغت میں آنے والے اس کے معانی سے باہر نہیں ہے۔

(۱) شرح فتح القدير ۳/ ۱۷۲ طبع دار صادر۔

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۳/ ۴۳۳، ۶۳۷، البدائع ۳/ ۳۳۹، حامیہ

الدسوقی ۳/ ۱۴، شرح المرقاۃ فی ۶/ ۱۰۵، الکافی لابن عبد البر ۲/ ۹۱۶ اور اس

کے بعد کے صفحات۔

(۳) سورہ فرقان ۵۳۔

(۱) المصباح للمیر، لسان العرب، محیط الجویط، معجم متن اللغة مادة ”شوف“۔

(۲) فتح القدير ۳/ ۱۷۲، العنایہ بر حاشیہ فتح القدير۔

تثوف ۳-۴

آزاد کرے گا، دیکھئے: ”حق“ اور ”اعتاق“۔

کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”نسب“۔

ج- عدت میں تثوف (زیب وزینت اختیار کرنا):

۴- مطلقہ رجعیہ کو زیب وزینت اختیار کرنے کا اختیار ہے، اس لئے کہ وہ شوہر کے لئے حلال ہے، عدت کے دوران اس کا نکاح قائم ہے اور رجوع مستحب ہے، اور ترین اس پر آمادہ کرتا ہے، لہذا وہ مشروع ہوگا، اور یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک ہے، شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کے لئے سوگ (ترک زینت) مستحب ہے، لہذا آرائش کرنا اس کے لئے مستحب نہیں ہے، اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ایسی زیب وزینت اختیار کرے جو شوہر کو اس سے رجوع کرنے پر ابھارے (۱)۔

دیکھئے: ”عدت“۔

اور متوفیٰ عنہا زوجه (جس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو) پر عدت کی مدت میں زینت حرام ہونے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر سوگ واجب ہے۔

جس عورت کو زندگی میں طلاق مغلظہ ہوگی ہو اس کے بارے میں فقہاء کے چند اقوال ہیں، چنانچہ حنفیہ کا مسلک اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے سوگ اور شوہر پر فسوس کرنے کے لئے نیز نعمت نکاح کے فوت ہونے کے فسوس میں جو کہ اس کی حفاظت کا سبب تھا اور ضروریات کے لئے کفایت کرنے والا تھا نیز بیوی کی طرف دیکھنے کی حرمت اور رجوع کی عدم مشروعیت کی وجہ سے زینت

(۱) ابن ماجہ ۶۱۸، ۶۱۶، ۵۳۶/۲، طبع بیروت، بدائع الصنائع ۳/۱۸۰ طبع اول، شرح فتح القدر ۳/۱۲۳ طبع دار صادر، جامعہ الدبوتی ۳/۵۹، شرح الترقائی اور اس پر بنانی کا حاشیہ ۷/۱۲۰ طبع دار الفکر، جوشی الشروانی و ابن قاسم العبادی علی تحتہ لکھنؤ ۳۵۶/۱۰ طبع دار صادر، نہایت لکھنؤ ۳۵۶/۸، ۳۵۶/۷، ۳۵۶/۸ طبع مجلس، بمصر، مطالب اولیٰ الیٰں ۶۹۱/۳ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۳) سورہ نساء ۹۲۔

(۴) سورہ بقرہ ۱۳۔

(۵) بخاری و مسلم۔

تشوف ۵

حرام ہے، اور شافیہ کہتے ہیں: اس کے لئے سوگ مستحب ہے اور ایک قول میں جیسا کہ گزر چکا حداد (سوگ منانا) واجب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک سوگ منانا صرف اس عورت کے لئے ہے جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، اس کا حاصل یہی ہے کہ مہانہ (جس کو طلاق بائن دی گئی ہو) پر سوگ نہیں ہے اگرچہ عدت میں اس کے لئے حداد مستحب ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک اس کے لئے سوگ مسنون نہیں ہے۔ لہذا اپنی طرف دیکھنے کی رغبت پیدا کرنے والی زینت سے اجتناب اس پر لازم نہیں ہوگا (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”عدت“۔

د۔ منگنی کے لئے تشوف:

۵۔ فقہاء کی رائے ہے کہ جو عورت منگنی اور شادی کے لائق ہو اس کے لئے اس سے منگنی اور شادی میں رغبت رکھنے والے کے دیکھنے کی تیاری کے طور پر زینت اختیار کرنا ناجائز ہے۔

اور اس پر ان کا اجماع ہے کہ خود منگنی کرنے والے کے لئے اس عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے شادی کرنے کی اسے رغبت ہو تاکہ اگر وہ پسند ہو تو اس سے شادی کرنے کا اقدام کرے اور اگر پسند نہ ہو تو اس سے باز رہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”إذا خطب أحدكم امرأة، فإن استطاع أن ينظر منها إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل“ (۲) (جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام

دے تو اگر وہ اس کے نکاح پر آمادہ کرنے والی چیز کو دیکھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو دیکھ لے)، اور یہ اس لئے کہ یہ محبت اور موافقت کے اسباب میں سے ہے۔

اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک خاتون کو پیغام دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ”أنظرت إليها؟ قال: لا۔ فقال: اذهب فانظر إليها، فإنه أحرى أن يؤدم بينكما“ (۱) (کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے، کہا: نہیں، فرمایا: جاؤ، اور اس کو دیکھ لو، اس لئے کہ یہ تم دونوں کے درمیان رشتہ برقرار رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے)۔

اور اکثر فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ پیغام دینے والے کو صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے دیکھنے کا اختیار ہے، اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کو دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خوبصورتی ہے یا نہیں، جسم شاداب ہے یا نہیں؟ چنانچہ چہرہ خوبصورتی یا بدصورتی کو بتا دیتا ہے، اس لئے کہ وہ خوبصورتی کا محل ہے اور ہتھیلیاں بدن کی شادابی کو بتا دیتی ہیں۔

اور بعض حنفیہ نے گردن اور پاؤں کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، اور حنابلہ نے ان اعضاء کو دیکھنے کی اجازت دی ہے جو کام کرتے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں اور وہ اعضاء چھ ہیں: چہرہ، سر، گردن، ہاتھ، پاؤں اور پنڈلی، اس لئے کہ حاجت اس کی متقاضی ہے اور گزشتہ احادیث مطلق ہیں (۲)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”نکاح“ اور ”خطبہ“۔

(۱) حدیث: ”أذهب فانظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما“ کی روایت ابن ماجہ (۱/ ۶۰۰ طبع مجلسی) نے کی ہے اور بیہرقی ”الروايات“ میں فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) بدایہ المجہد ۳/ ۳۳ طبع مطبعہ الکلیات الازہریہ، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۸۳ اور اس کے بعد کے صفحات طبع مصنفی المجلسی مصر، حاشیہ الدسوقی ۲/ ۲۱۵، نہایت

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) حدیث: ”إذا خطب أحدكم امرأة فإن استطاع أن ينظر منها إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل“ (۲/ ۵۶۵، ۵۶۶ طبع عزت عبید الدماص) نے کی ہے اور ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اس کو سنن قرار دیا ہے (۱۸۱/ ۹ طبع المنقذ)۔

تشبیح الجنازہ

دیکھئے: ”جنازہ“۔

تصادق

تعریف:

۱- لغت اور اصطلاح دونوں میں تصادق (ایک دوسرے کو سچا کہنا) تکاذب (ایک دوسرے کو جھوٹا کہنا) کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: ”تصادقا فی الحمیث والمودۃ“ (گفتگو اور محبت میں دونوں نے ایک دوسرے کو سچا قرار دیا) یہ تکاذب کی ضد ہے، اور تقاضا کا مادہ عام طور سے صرف دو کے درمیان ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: تحاببا و تخصما یعنی دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے محبت یا جنگ کر لیا۔

اور مالکیہ نے ”تقارر“ کو بھی تصادق کے معنی میں استعمال کیا ہے (۱)۔

تصادق کا حکم:

۲- جب تصادق سے حقوق العباد متعلق ہوتے ہوں تو دو متصادقین (ایک دوسرے کو سچا قرار دینے والے) کے حق میں یا ان حقوق اللہ میں جو شبہات سے دفع نہیں کئے جاتے، فی الجملہ تصادق کا حکم لزوم ہے، اور یہ شہادت سے بڑھی ہوئی چیز ہے، اس لئے کہ یہ قرار کی ایک قسم ہے، شہب کہتے ہیں: ہر آدمی کا اپنے بارے میں کہا ہوا قول دوسرے پر دعویٰ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ ثابت کرنے والا ہوتا ہے۔



الجنایہ ۶/۱۸۳، المغنی ۶/۵۵۳ اور اس کے بعد کے صفحات، المبدع فی شرح المتفق ۷/۷ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۱) نایع المعروس، الدر المنثور ۳/۳۳۱، جامع ترمذی ۲/۳۰۹، تہذیب التہذیب ۲/۳۶۲۔

تصادق ۳-۷

تصادق کا محل:

۶- تصدیق نسب اور مال میں ہوتی ہے۔

اور نسب میں تصدیق کو ”نسب“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

اور مال میں تصدیق کی دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید، تو مطلق وہ ہے جو اس کو مقید کرنے والی یا اس کے کل یا بعض کے حکم کو رفع کرنے والی چیز سے ملے بغیر صادر ہو اور جب اس طریقہ پر تصدیق ہو تو وہ تصدیق کرنے والے کے لئے لازم ہوگی اور اس پر اس چیز کا ادا کرنا لازم ہوگا جس میں اس نے تصدیق کی ہے اور اس کے لئے اس سے رجوع کرنا ناجائز ہوگا۔ اور جب تصدیق کسی قید سے مقید ہو تو اس کے لزوم اور عدم لزوم میں تفصیل ہے جس کو ”اقرار“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

حقوق اللہ میں تصادق:

۷- جب دو یا دو سے زیادہ لوگ اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کے اسقاط پر ایک دوسرے کی تصدیق کریں تو ان کی تصدیق کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور اس پر کوئی حکم مرتب نہ ہوگا الا یہ کہ اس تصادق پر کوئی بینہ قائم ہو جائے، تو اس حالت میں بینہ کے ذریعہ (نہ کہ تصادق کے ذریعہ) حکم ثابت ہو جائے گا، اور مندرجہ ذیل مثالوں سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

اگر شوہر اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے اور وہ اس سے خلوت کر چکا ہو تو اگر شوہر بالغ ہو اور عورت و طہ کی متحمل ہو تو اس پر عدت لازم ہوگی، خواہ یہ خلوت ہد یہ پیش کرنے کے لئے ہوئی ہو یا ملاقات کرنے کے لئے، یہ حکم حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے، ایسی صورت میں عدت لازم ہے اگرچہ و طہ نہ ہونے پر دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کریں، اس لئے کہ عدت اللہ کا حق ہے، لہذا

اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کے بارے میں تصادق کا حکم جو شہادت سے دفع ہو جاتے ہیں، یہ ہے کہ یہ تصادق لازم نہیں ہے (۱)۔

کس کے تصادق کا اعتبار کیا جائے گا؟:

۳- وہ تصادق جس کا اعتبار ہوگا اور جس پر حکم مرتب ہوگا عاقل، بالغ اور باختیار شخص کی جانب سے ہوتا ہے، چنانچہ نابالغ اور غیر عاقل کی تصدیق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

تصادق کا طریقہ:

۴- تصدیق کا طریقہ ایسا لفظ یا قائم مقام لفظ ہے جو مقرر (تصدیق کرنے والے) کی جانب حق کے متوجہ ہونے پر دلالت کرے۔

اور لفظ کے قائم مقام: اشارہ، تحریر اور سکوت ہوتا ہے، اشارہ کو ننگے اور مریض کی طرف سے ہوتا ہے، لہذا جب مریض سے کہا جائے: فلاں کا تمہارے پاس اتنا ہے اور وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں ہے، تو اس کی مراد سمجھ میں آ جانے پر یہ اس کی جانب سے تصدیق ہوگی (۲)۔

مصادیق (جس کی تصدیق کی جا رہی ہو) میں کیا شرط ہے:

۵- جس کی تصدیق کی جا رہی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ مستحق ہونے کا اہل ہو اور تصدیق کرنے والا اس کی تکذیب نہ کرے اور جب تصدیق کرنے والا مصادیق (جس کی تصدیق کی جا رہی ہے) کی تکذیب کر کے پھر رجوع کرے تو اس کے رجوع سے فائدہ نہیں ہوگا، الا یہ کہ مصادیق اس چیز کا مطالبہ کرے جس کا مصادیق نے اقرار کر لیا ہے۔

(۱) تہذیب الفقہ ۳۶/۲

(۲) تہذیب الفقہ ۳۶/۲، ۳۸

تصادق ۸-۹

تصادق سے ساقط نہیں ہوگا۔

اور وطی نہ ہونے کے بارے میں ان دونوں کے تصادق کو ان چیزوں میں لیا جائے گا جو ان دونوں کا حق ہیں، چنانچہ بیوی کو نفقہ نہیں ملے گا، مہر پورا نہیں دیا جائے گا، اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا، یعنی ان دونوں میں سے جس نے بھی اتر کر کیا ہوگا وہ اجتماعی یا انفرادی طور پر اپنے اترار سے ماخوذ ہوگا، اور تصادق کو قبول یا رد کرنے پر بہت سے احکام مرتب ہوں گے جیسے خلوت کی تاریخ سے نسب کا ثبوت اور مہر کا مؤکد ہونا، نفقہ، سکنی اور عدت کا لزوم اور اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے اور اس کے علاوہ دوسری چار عورتوں سے نکاح کی حرمت، اور ان مسالک میں خلوت پر مرتب ہونے والے حقوق میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل باب ”نکاح“ میں ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک مذہب قدیم میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ خلوت مؤثر ہوتی ہے اور وطی کا دعویٰ کرنے میں عورت کی تصدیق کی جائے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ خلوت وطی کے حکم میں ہے اور شافعیہ کے قول جدید میں ہے کہ صرف خلوت مہر میں مؤثر نہ ہوگی۔ اس بنیاد پر اگر دونوں خلوت کے حصول پر متفق ہوں اور عورت وطی کا دعویٰ کرے تو اس کا پہلا راجح نہیں ہوگا، بلکہ قسم کے ساتھ مرد ہی کی بات معتبر ہوگی۔

اور اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر شوہر بیوی کی تصدیق کر دے تو پورا مہر ثابت ہو جائے گا (۱)۔

نکاح میں تصادق:

۸- تصادق سے نکاح نہیں ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں

شہادت شرط ہے۔ اور غیر مالکیہ کے نزدیک اس (شہادت) کا وقت عقد ہی کا وقت ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک عقد کے وقت گواہ بنانا مستحب ہے اور اگر عقد کے وقت گواہ نہ بنائے تو دخول کے وقت وجوبی طور سے شرط ہے، اور مالکیہ کے نزدیک اگر ولیمہ، یادف بجانے یا دھویں کے ذریعہ نکاح کی شہرت ہو جائے یا عقد یا دخول پر ولی کے علاوہ ایک گواہ ہو تو ان صورتوں میں نکاح صحیح ہو جانے کی وجہ سے زنا کی سزا جاری نہیں ہوگی (۱)۔

اور مالکیہ کہتے ہیں: تقاریر یعنی تصادق سے زوجین کے حق میں زوجیت ثابت ہو جائے گی، جبکہ وہ دونوں یا دونوں میں سے ایک اسی شہر کے ہوں، اگر دونوں طاری ہوں یعنی اہل شہر میں سے نہ ہوں، خواہ ایک ساتھ آئے ہوں یا الگ الگ تو صرف تصادق سے ان کے درمیان زوجیت ثابت نہیں ہوگی (۲)۔

سابقہ طلاق پر زوجین کے تصادق کا حکم:

۹- جب کوئی شخص صحت کی حالت میں وقت اترار سے پہلے کی طلاق بائن یا رجعی کا اترار کرے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کی بیوی اترار کے وقت سے عدت کی شروعات کرے گی، طلاق میں اس شخص کی تصدیق کی جائے گی اور سابق وقت کی طرف طلاق کو منسوب کرنے میں تصدیق نہیں کی جائے گی، خواہ بیوی اس کی تصدیق کر دے، اس لئے کہ عدت ساقط کرنے میں اسے متمم اترار دیا جائے گا اور عدت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اگر اس کے پاس گواہ ہوں تو عدت اس وقت سے شمار کی جائے گی جس وقت طلاق دینے کی بات گواہ کہہ رہے ہیں۔

(۱) البدائع ۲/۲۵۶، المشرح الکبیر ۲/۲۱۷، نہایۃ الحجاج ۱/۲۱۳، ۲/۲۵۷۔

(۲) الدسوقی علی المشرح الکبیر ۲/۳۳۱، ۳۳۲۔

(۱) ابن ماجہ ۲/۳۳۸، ۳۳۱، المشرح الکبیر ۲/۲۶۸، المغنی ۶/۷۰۳ طبع

ریاض، روضۃ الطالین ۲/۲۶۳

تصادق ۱۰-۱۱

اختیار ہے بشرطیکہ اس کو اس کی سچائی کا گمان ہو اور خاص طور سے اس وقت جب شوہر معروف نہ ہو، اس لئے کہ کسی مجہول کے لئے (زوجیت) کا اقرار صحیح نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح اصل (اس چیز میں جس کا اس نے زوجیت سے خالی ہونے کے بارے میں دعویٰ کیا ہے) اس کا سچا ہونا ہے اور کوئی منازع (اس سے تنازع کرنے والا) نہیں ہے (۱)۔

شوہر کے تنگ دست ہونے پر بیوی کے تصادق کا حکم:
۱۰- اِعمال (تنگ دست ہونا) کے دعویٰ میں بیوی کا اپنے شوہر کی تصدیق کرنا کافی ہوگا اور بیوی کی تصدیق بینہ کے قائم مقام ہوگی، اور ان شرطوں کے ساتھ جن کو ان کے ابواب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے باعتبار حکم اس پر وہی (احکام) مرتب ہوں گے جو بینہ سے ثابت ہونے والے اِعمال سے مرتب ہوتے ہیں (۲)، دیکھئے:
”اِعمال“، ”نفقہ“ اور ”مہر“۔

تصدیق سے رجوع کرنا:

۱۱- یہ بات گزر چکی ہے کہ تصدیق تصدیق کرنے والے کے لئے لازم کرنے والی ہوتی ہے، لہذا حقوق العباد اور ان حقوق اللہ میں جو شبہات سے دفع نہیں ہوتے جیسے زکاۃ تصدیق کے بعد ان سے رجوع کرنا ناجائز ہے، چنانچہ جو شخص مدعی کے دعویٰ کردہ حق کے بارے میں اس کی تصدیق کر چکا ہو اس کے لئے تصدیق سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے جبکہ تصدیق کی شرطیں پوری ہوں۔

اور اگر نسب کا اقرار کرے، اور مقرر لہ (جس کے لئے اقرار کیا

(۱) شرح منہج الارادات ۳/۱۸۸، المغنی ۶/۵۰، ۵۱، ۵۲، کشاف القناع ۵/۲۲۳۔

(۲) المشرح الکبیر ۳/۹۹، ۵۱۹، قلیوبی مع عمیرہ ۳/۸۳، المغنی ۷/۵۷۳،

الدروابن طاہرین ۲/۶۵۶۔

یہ عدت کے بارے میں حکم ہے، اس لئے کہ عدت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، رہے زوجین کے حقوق تو ہر ایک کے ساتھ اس کے اقرار کے مطابق معاملہ کیا جائے گا، چنانچہ اگر بیوی وفات پا جائے اور شوہر کے اقرار کے مطابق اس کی عدت ختم ہوگئی تھی تو مرد اس کا وارث نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کے دعویٰ کے مطابق اجنبیہ ہوگئی ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اسے بیوی سے رجوع کا حق نہیں ہوگا۔ اور عدت مستأنفہ (از سر نو شروع کی جانے والی عدت) میں اگر شوہر وفات پا جائے تو طلاق رجعی کی صورت میں بیوی اس کی وارث ہو جائے گی، بشرطیکہ اس نے مرد کی تصدیق نہ کی ہو، اور وہ عدت کے دوران اس کی بہن سے اور اس کے علاوہ چار عورتوں سے نکاح نہیں کرے گا اگرچہ ماضی میں طلاق ہونے پر بیوی اس سے اتفاق کرے، کیونکہ ماضی میں طلاق ہو جانے کا بیان دینے کے سلسلے میں دونوں کے درمیان ساز باز کی تہمت کا امکان ہے، اور اگر بیوی اس کی تصدیق کرے تو اس کی تصدیق پر عمل کرتے ہوئے اسے نفقہ نہیں ملے گا، یہ حنفیہ اور مالکیہ کا مسلک ہے (۱)۔

شافیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق کی نسبت زمانہ ماضی کی طرف کرے اور بیوی نسبت میں شوہر کی تصدیق کرے تو عدت اسی تاریخ سے ہوگی جس کی طرف طلاق کی نسبت کی گئی ہے، اگرچہ شوہر نے اس پر گواہ نہ پیش کئے ہوں (۲)۔

اور حنابلہ کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے یہاں بھی اسی طرح حکم ہوگا، چنانچہ ”شرح منہج الارادات“ میں آیا ہے: اگر کوئی عورت حاکم کے پاس آئے اور دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دی اور اس کی عدت ختم ہوگئی تو حاکم کو اس کی شادی کروانے کا

(۱) ابن طاہرین ۲/۶۱۰، المشرح الکبیر ۳/۷۷۷۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۷/۱۸۔

جائے) اس کی تصدیق کرے پھر مقرر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو اس کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔

جو حقوق اللہ شہادت سے دفع کر دیئے جاتے ہیں جیسے حدود اگر وہ صرف اقرار سے ثابت ہوں تو اقرار کرنے والے کے لئے رجوع کرنا جائز ہوگا، خواہ رجوع جاری ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں اور حد ساقط ہو جائے گی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعزؓ کو اشارۃً رجوع کی تلقین کی تھی تو اگر رجوع مقید نہ ہوتا تو ان کو رجوع کی تلقین نہ فرماتے۔

اور آدمیوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے شہادت سے دفع نہ ہونے والے حقوق کی تصدیق سے رجوع کے ناجائز ہونے کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اس کا رجوع کرنا اس عمل کو توڑنا ہے جو اس سے صادر ہو چکا ہے اور جس سے دوسرے کا حق متعلق ہو گیا ہے، لہذا جب اس نے کہا: یہ گھر زید کا ہے، نہیں بلکہ عمر کا ہے، یا زید نے کسی میت پر اس کے ترکہ کی کسی معین چیز کا دعویٰ کیا اور اس میت کے بیٹے نے زید کے دعویٰ کی تصدیق کر دی پھر عمر نے بھی اسی چیز کا دعویٰ کیا اور میت کے بیٹے نے اس کی بھی تصدیق کر دی تو اس چیز کا فیصلہ زید کے حق میں کیا جائے گا اور عمر کے لئے اقرار کرنے والے پر اس چیز کا تاوان واجب ہوگا اور یہ امام شافعی کے دو اقوال میں سے ایک کا ظاہر ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عمر کو کوئی تاوان نہیں دے گا۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے، اس لئے کہ اس پر جس چیز کا اقرار کرنا واجب تھا اس نے اس کا اقرار کر لیا ہے اور قبول کرنے سے تو فیصلہ نے اس کو روکا ہے اور یہ موجب ضمان نہیں ہوتا (۱)۔

تصحیح

تعریف:

۱- لغت میں تصحیح ”صح“ کا مصدر ہے کہا جاتا ہے: ”صححت الكتاب والحساب تصحيحاً“ جب تم کتاب اور حساب کی غلطی کی اصلاح کرو ”وصححته فصيح“ (۱) (میں نے اس کی اصلاح کی تو اصلاح ہو گئی)۔

اور محدثین کے نزدیک تصحیح حدیث پر صحت کا حکم لگانا ہے جبکہ حدیث صحت کی وہ تمام شرائط پوری کرے جو محدثین نے وضع کی ہیں (۲)۔

اور ان کے یہاں تصحیح کا اطلاق ایسے کلام پر ”صح“ (صحیح ہے) لکھنے پر بھی کیا جاتا ہے جس میں شک کا احتمال ہو، مثلاً کوئی ایسا لفظ مکرر ہو جس کا چھوڑنا محل نہ ہو (۳)۔

اور اہل فرانس کے نزدیک تصحیح ”سہام“ اور روس کے درمیان واقع ہونے والے ”کسور“ کو دور کرنے کا نام ہے (۴)۔ اور فقہاء کے نزدیک تصحیح عبادت یا عقد کو فاسد کرنے والی چیز کے ختم کر دینے یا حذف کر دینے کا نام ہے (۵)۔

(۱) لسان العرب مادة ”صحیح“۔

(۲) تدوین الراوی ۲۲۲۔

(۳) کشاف اصطلاحات الفنون ۸۱۹/۳۔

(۴) التعریفات للجر جانی۔

(۵) البدائع ۵/۱۳۹، ۱۷۸، الاختیار ۲۶/۲، معنی المحتاج ۳۰/۲، مع الجلیل ۵۷۰/۲، ۵۷۱، بولید الجہد ۲/۱۶۳ طبع عیسیٰ الخلیلی۔

(۱) المغنی ۵/۱۶۳ طبع ریاض، نہایت المحتاج ۷/۳۳، الشرح الکبیر ۲/۳۱۸، البدائع ۷/۶۱۔

تصحیح ۲-۸

چو پایہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔

متعلقہ الفاظ:

الف-تعديل:

۲- تعديل "عَدَّلَ" کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: "عدلت الشيء تعديلا فاعتمل" (جب تم کسی چیز کو برابر کرو اور وہ برابر ہو جائے) فسممة التعديل (عادلانہ تقسیم) اسی سے ہے۔ اور عدلت الشاهد: میں نے کواہ کی نسبت عدالت کی طرف کی (یعنی کواہ کو عادل قرار دیا) اور تعميل الشيء کا معنی ہے: کسی چیز کو سیدھا کرنا (۱)۔

ھ-تحریر:

۶- تحریر الکتابة کا معنی ہے: لکھائی کے حروف کو درست کرنا اور نا تمام کی اصلاح کرنا ہے اور "تحریر الحساب" حساب کو ٹھیک ٹھیک اس طرح لکھ دینا کہ اس میں نہ کوئی غلطی ہو (۱)، نہ کوئی چیز نا تمام ہو، نہ اس میں کاٹ پیٹ ہو اور "تحریر الرقبہ" غلام کا آزاد کرنا ہے (۲)۔

ب-تصویب:

۳- تصویب صواب سے جو کہ خطا کی ضد ہے ماخوذ ہے اور صواب کا مصدر ہے اور اس معنی میں تصویب تصحیح کے مترادف ہے، اور صوابت قولہ کا معنی ہے: میں نے کہا کہ اس کی بات صحیح ہے (۲)۔

تصحیح کا شرعی حکم:

۷- بگاڑ اور غلطی کو جب انسان جان لے تو اس کی تصحیح شرعاً امر واجب ہے، خواہ یہ عبادات میں ہو، جیسے کوئی قبلہ جاننے کے لئے اجتہاد کرے اور نماز پڑھنے لگے پھر نماز کے دوران غلطی واضح ہو جائے تو قبلہ کی طرف رخ کر کے اس غلطی کی تصحیح واجب ہوگی ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی، یا یہ معاملات میں ہو جیسے عقد کو فاسد کرنے والی کسی شرط کے ساتھ عقد کرنا تو اس شرط کا ساتھ کرنا واجب ہوگا، تاکہ بیع صحیح ہو جائے ورنہ فساد کو دفع کرنے کے لئے بیع کا فسخ کرنا واجب ہوگا (۳)۔

ج-تہذیب:

۴- تہذیب تمقیہ (صاف کرنے) کی طرح ہے، کہا جاتا ہے: "هذب الشيء" جب کوئی کسی چیز کو صاف اور خالص کرے اور ایک قول یہ ہے کہ تہذیب کے معنی اصلاح کرنے کے ہیں (۳)۔

د-اصلاح:

۵- اصلاح افساد کی ضد ہے، أصلح الشيء بعد فسادہ کا معنی ہے: فساد کے بعد چیز کی اصلاح کر لی، أصلح الدابة (۴) (اس نے

تصحیح سے تعلق رکھنے والے احکام:

اول-حدیث کی تصحیح:

۸- حدیث کی تصحیح کا مطلب ہے: ان مخصوص شرطوں کے پورا

(۱) لسان العرب، المصباح المہیر مادۃ "عدل"۔

(۲) لسان العرب، المصباح المہیر مادۃ "صحب"۔

(۳) لسان العرب مادۃ "ہذب"۔

(۴) لسان العرب مادۃ "صلح"۔

(۱) اعلت: حساب کی غلطی (القاسوس الحیظ)۔

(۲) لسان العرب مادۃ "شہد"۔

(۳) الہدایہ ۱/ ۵، ابن ماجہ ۱۳۳/ ۳، الریاض ۳/ ۶۳۔

بغیر شہرت پا جائے اور ابن نورک نے بھی اس کے مثل بات کہی ہے (۱)۔

علاوہ ازیں یہاں کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے صحت کا حکم لگانے کے لئے ان کے علاوہ شرطیں لگائی ہیں جیسے حاکم کی یہ شرط کہ حدیث کا راوی طلب (یعنی طلب حدیث اور روایات کے تتبع) میں مشہور ہو، اور امام مالک سے بھی اسی طرح کی شرط منقول ہے اور جیسے امام ابو حنیفہ کا راوی کے فقیہ ہونے کی شرط لگانا اور بعض محدثین کا ”روایت بالمعنی“ میں معانی حدیث کا علم ہونے کی شرط لگانا، امام سیوطی کہتے ہیں: یہ ضروری شرط ہے لیکن یہ ضبط میں داخل ہے اور جیسے بخاری کا ہر راوی کا اپنے شیخ سے سماع کے ثبوت کی شرط لگانا اور ملاقات کے امکان اور معاشرت پر اکتفا نہ کرنا (۲)۔

تصحیح میں عالم کے عمل اور اس کے فتوے کا اثر:

۹- نووی اور سیوطی کہتے ہیں: اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق عالم کا عمل اور اس کا فتویٰ اس کی جانب سے نہ تو حدیث کی صحت کا حکم لگانا ہے، نہ اس کے راویوں کو عادل قرار دینا ہے، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس کا عمل یا فتویٰ بر بنائے احتیاط ہو یا اس روایت کے موافق کسی اور دلیل کی بنا پر ہو، اور آمدی اور دوسرے اصولیین نے صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ یہ اسی کا حکم لگانا ہے۔

امام الحرمین کہتے ہیں: بشرطیکہ احتیاط کے مسالک میں نہ ہو یعنی فتویٰ حدیث کی صحت کے مقتضائے نہ ہو بلکہ احتیاط کی وجہ سے ہو۔

اور ابن تیمیہ نے ترغیب اور غیر ترغیب میں اس پر عمل کرنے کے درمیان فرق کیا ہے، اسی طرح عالم کا مخالف حدیث عمل اس کی

ہونے پر جن کو علماء حدیث نے بیان کیا ہے، حدیث پر صحت کا حکم لگانا بعض اوقات محدثین میں بعض احادیث کی صحت کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے، کیونکہ بعض شرطوں کے بارے میں اور بعض شرطوں کو بعض پر مقدم کرنے کے بارے میں محدثین میں اختلاف ہے۔

چنانچہ ابن الصلاح اور نووی وغیرہ نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ اس حدیث مسند کو صحیح قرار دیا جائے گا جس کی سند آخر تک عادل ضابطہ سے عادل ضابطہ کی نقل کے ساتھ متصل ہو اور وہ شاذ یا معطل نہ ہو۔

ابن الصلاح کہتے ہیں: یہی وہ حدیث ہے جسے اصحاب حدیث بلا کسی اختلاف کے صحیح قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ مذکورہ شرائط پائی جائیں تو حدیث پر صحت کا اس وقت تک حکم لگایا جائے گا جب تک کہ بعد میں یہ نہ ظاہر ہو جائے کہ اس میں شذوذ ہے۔ اور حدیث پر تو اتر کا حکم لگانا اس کی صحت کا حکم لگانا ہے۔

بعض محدثین کہتے ہیں: حدیث پر صحت کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب اس کو لوگوں میں قبولیت حاصل ہو جائے اگرچہ اس کی کوئی صحیح سند نہ ہو، ابن عبد البر ترمذی سے یہ نقل کرتے ہوئے کہ بخاری نے حدیث: ”هو الطهور ماؤه الحل ميتته“ (۱) (سند رکابانی پاک ہے اور اس کے مرے ہوئے (جانور) حلال ہیں) کی تصحیح کی ہے، حالانکہ اصحاب حدیث اس طرح کی سند کی تصحیح نہیں کرتے، فرماتے ہیں: لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ اسے علماء نے عمومی طور پر قبول کیا ہے۔

استاذ ابو اسحاق اسفرائینی فرماتے ہیں: حدیث کی صحت اس وقت جانی جاتی ہے جب وہ ائمہ حدیث کے یہاں ان کی کسی نکیر کے

(۱) حدیث: ”هو الطهور ماؤه و الحل ميتته“ کی روایت مالک (موسطاً ۲۲/۱ طبع عینی الحلبي) نے کی ہے اور انہیں سے ترمذی (۱۰۱/۱ طبع مصنفی الحلبي) نے روایت کی ہے اور بخاری نے اس کی تصحیح کی ہے (التلخیص الجیر ۹/۱ شركة المطابع الفقهية المتحدة)۔

(۱) تدریب الراوی ص ۲۲، ۲۵۔

(۲) تدریب الراوی ص ۲۶۔

اور اس بارے میں نووی نے ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے: میرے نزدیک قول ظہر یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے جو قدرت رکھتا ہو اور جس کا علم پختہ ہو، حدیث کی تصحیح درست ہے۔

حافظ عراقی کہتے ہیں: اصحاب حدیث کا عمل اسی پر ہے اور علماء متاخرین کی ایک جماعت نے ایسی احادیث کی تصحیح کی ہے جن کی تصحیح علماء متقدمین سے معلوم نہیں ہے (۱)۔

دوم - عقد فاسد کی تصحیح:

۱۱ - حنفیہ کے علاوہ باقی فقہاء عقد باطل اور عقد فاسد کے درمیان فی الجملہ فرق نہیں کرتے ہیں، چنانچہ شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں حکم یہ ہے کہ مفسد کو دور کرنے سے عقد صحیح نہیں ہوگا اور شافعیہ کی کتابوں میں ہے کہ اگر دونوں عقد کرنے والے عقد کے مفسد کو حذف کر دیں، خواہ مجلس خیاری میں کیوں نہ حذف کریں، تب بھی عقد صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ فاسد کا کوئی اعتبار نہیں (۲)۔

اور ابن قدامہ کی ”المغنی“ میں ہے: اگر اس شرط سے بیع کی کہ اسے سلم یا قرض کے طور پر پیشگی قیمت دے، یا مشتری نے اس پر یہ شرط لگائی ہو تو یہ حرام ہوگا اور عقد باطل ہوگا، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے: ”أن النبي ﷺ نهى عن ربح مالم يضمن، وعن بيع مالم يقبض، وعن بيعتين في بيعة، وعن شرطين في بيع وعن بيع وسلف“ (۳) (نبی کریم ﷺ)

(۱) مדרہب الراوی ص ۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۲) اسنی المطالب ۲/۳۷، مغنی المحتاج ۲/۳۰، روضة الطالبین ۳/۳۱۰، حامیہ الجمل ۳/۸۳، ۱۱۵، السکو ر فی القواعد ۲/۱۵۰۔

(۳) حدیث: ”لہی عن ربح مالم يضمن وعن بيع مالم يقبض.....“ کی روایت طبرانی نے حضرت حکیم بن حزام سے کی ہے مجمع الزوائد (۸۵/۳) میں کہا کہ نسائی نے اس کے بعض حصوں کی روایت کی ہے اور طبرانی کے یہاں اس کی سند میں الطلاء ابن خالد واطلی ہیں، ابن حبان نے ان کی توثیق

جانب سے اس حدیث یا اس کے راویوں کی صحت پر نقد نہیں سمجھا جائے گا اس امکان کی وجہ سے کہ ایسا کسی مافع یعنی عارض وغیرہ کی وجہ سے ہو۔

اور امام مالک نے خیار کی حدیث نقل کی اور اہل مدینہ کے اس کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا، یہ اس کے راوی مافع پر ان کا نقد نہ تھا۔

اور جیسا کہ اہل اصول نے ذکر کیا ہے، صحت حدیث پر دلالت نہ کرنے والی چیزوں میں قول اصح کے مطابق اجماع کا اس کے موافق ہونا بھی ہے اس امکان کی وجہ سے کہ (اجماع کا) مستند کوئی دوسری چیز ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اجماع حدیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے (۱)۔

متاخرین اصحاب حدیث کی تصحیح:

۱۰ - شیخ ابن الصلاح یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان زمانوں میں تصحیح ختم ہوگئی ہے۔

لہذا کسی کو تصحیح کا حق نہیں ہے، بلکہ حدیث کی صحت کا حکم لگانے میں اسی پر اکتفا کیا جائے گا جس پر سابقین نے اعتماد کیا ہے۔ اسی طرح وہ صرف حدیث کی سند کی صحت کی بنیاد پر حدیث کو اس وقت تک صحیح نہ سمجھنے کی رائے رکھتے ہیں جب تک وہ ائمہ حدیث کی مشہور اور قابل اعتماد تصنیفوں میں نہ پائی جائے، کیونکہ ظن غالب یہ ہے کہ اگر ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو ایسی شدت جستجو اور محنت کی وجہ سے انہوں نے اس کو چھوڑا نہ ہوتا (۲)۔

(۱) مדרہب الراوی ص ۲۰۹۔

(۲) مדרہب الراوی ص ۵۱، ۵۳، ۷۹، علم الحدیث ص ۱۳۔

نے اس چیز کے نفع سے جو ضمان میں داخل نہ ہوئی ہو، اور اس چیز کے بیچنے سے جس پر قبضہ نہ ہوا ہو اور ایک بیع میں دو بیع کرنے سے، اور ایک بیع میں دو شرطیں لگانے سے اور سلف (قرض) کے ساتھ بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس لئے کہ اس نے ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگائی ہے، لہذا ایک بیع میں دو بیعوں کی طرح یہ بھی فاسد ہوگی اور اس لئے بھی کہ جب قرض کی شرط لگائی جائے گی تو اس کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کرے گا تو قرض کے عوض اور اس کے نفع میں ثمن میں زیادتی ہو جائے گی اور یہ حرام سود ہے، لہذا یہ اسی طرح فاسد ہوگا جیسے کہ اس کی صراحت کرنے پر ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ بیع فاسد ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی جیسے کہ ایک درہم کو دو درہموں کے بدلہ میں بیچتا، پھر ایک کو چھوڑ دیتا^(۱)۔

اور ”باب الرهن“ میں فرمایا: اگر عقد باطل ہو جاتا تو صحیح نہ ہوتا^(۲)، اور ”شرح منتہی الارادات“ میں ہے: عقد فاسد عقد صحیح نہیں بن سکتا^(۳)، اور مالکیہ کے نزدیک جب عقد کو فاسد کرنے والی شرط حذف کر دی جائے تو عقد صحیح ہو جاتا ہے، خواہ وہ ایسی شرط ہو جو عقد کے مقتضایہ کے منافی ہو، یا ایسی شرط ہو جو بیع کی ثمن میں مخل ہو، سوائے چار شرطوں کے کہ ان کے ہوتے ہوئے بیع صحیح نہیں ہوتی ہے، خواہ شرط حذف ہی کر دی جائے اور وہ یہ ہیں:

= کی ہے بوزوسی بن اسماعیل نے تصحیح کی ہے

اور اس کی روایت ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا بیع مالہ بضمین، ولا بیع مالہ بحدک“ اس کی روایت ترمذی (۳/۵۳۵، ۵۳۶ طبع الجلیلی) نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) المغنی ۳/۲۵۹، ۲۶۰۔

(۲) المغنی ۳/۳۷۳۔

(۳) شرح منتہی الارادات ۲/۲۵۰۔

الف۔ جو شخص ثمن مؤجل پر کوئی سامان اس شرط پر خریدے کہ اگر وہ مر جائے تو ثمن اس پر صدقہ ہوگی، چنانچہ یہ شرط بیع کو فسخ کر دے گی، خواہ اس شرط کو حذف بھی کر دے، اس لئے کہ یہ غرر ہے، اسی طرح جب یہ شرط لگائے کہ اگر وہ مر جائے تو بائع اس کے ورثاء سے ثمن کا مطالبہ نہ کرے۔

ب۔ ایسی مدت اختیار کی شرط لگانا جو ناجائز ہے، چنانچہ بیع کا فسخ لازم ہوگا اگر چہ (مدت) ساقط کر دے، اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ اس کا ساقط اس کو اختیار کرنے کا نتیجہ ہو۔

ج۔ کوئی شخص کوئی باندی بیچے اور خریدار پر یہ شرط لگائے کہ وہ اس سے وطی نہ کرے اور اگر وہ کرے گا تو باندی آزاد ہو جائے گی یا مثلاً اس پر ایک دینار لازم ہوگا تو بیع فسخ کی جائے گی اگر چہ شرط ساقط کر دے، اس لئے کہ وہ یقین ہے۔

د۔ استثناء کی شرط بیع کو فاسد کر دے گی اگر چہ شرط ساقط کر دے اور ابن الحاجب نے ایک پانچویں شرط کا اضافہ کیا ہے اور وہ یہ ہے:

ھ۔ بیع خیار میں نقد (یعنی ثمن پیشگی دینے) کی شرط ہے، ابن الحاجب کہتے ہیں: اگر نقد کی شرط ساقط کر دے تب بھی بیع صحیح نہیں ہوگی^(۱)۔

اور ”الشرح الصغیر“ کے ”باب الاجارہ“ میں ہے: اجارہ ایسی شرط سے فاسد ہو جاتا ہے جو مقتضایہ عقد کے منافی ہو، اور فاسد اس وقت ہوگا جبکہ شرط ساقط نہ کرے، اگر شرط ساقط کر دے تو اجارہ صحیح ہو جائے گا^(۲)۔

اور ابن رشد مفسد کے مرتفع ہونے پر عقد کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی توضیح کرتے ہوئے کہتے

(۱) مع الجلیل ۳/۵۷۰، ۵۷۱۔

(۲) الشرح الصغیر ۳/۲۷۷ طبع الجلیلی۔

تصحیح ۱۲

فسادِ ضعیف ہو۔

کاسانی کہتے ہیں: ہمارے یہاں اصل یہ ہے کہ فساد کی طرف دیکھا جائے، اگر وہ اس طور پر قوی ہو کہ صلب عقد یعنی بدل یا مبدل (عوض یا سامان) میں داخل ہو تو مفسد کے رفع کرنے سے جواز کا احتمال نہیں رہے گا، جیسا کہ ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے بدلہ میں کوئی غلام بیچے، اور خریدار سے شراب ساقط کر دے تو بیع فاسد ہے اور صحیح نہیں ہو پائے گی۔

اور فساد اگر ضعیف ہو یعنی جو صلب عقد میں داخل نہ ہو، بلکہ کسی جائز شرط کی صورت میں ہو تو اس بات کا احتمال رہے گا کہ مفسد کو دور کر کے عقد جائز ہو جائے، مثلاً ایسی شرط خیار کے ساتھ بیع کی گئی ہو جس کو موقت نہ کیا گیا ہو یا کٹائی جیسی مجہول چیز پر موقت کیا گیا ہو، یا وقت کا ذکر نہ کیا گیا ہو، اور جیسا کہ اس بیع میں جس کی ٹخن کو اجل مجہول تک موصول کیا گیا ہو، چنانچہ اگر حلول (اجل آنے) اور اس کے فسخ سے پہلے جس کو اجل کا حق ہے وہ اسے ساقط کر دے تو مفسد زائل ہو جانے کی وجہ سے بیع جائز ہوگی، ابن عابدین کی تحریر کے مطابق خواہ اجل کا اسقاط افتراق (مجلس عقد ختم ہونے) کے بعد کیوں نہ ہو۔

یہی حکم ان تمام بیوع کا ہوگا جو حوالگی میں بائع کو لاحق ہونے والے ضرر کی وجہ سے فاسد ہوتی ہیں، بشرطیکہ بائع اپنی رضا مندی اور اختیار سے حوالہ کر دے جیسے کہ چھت کی کوئی کڑی یا دیوار کی کوئی اینٹ یا دیباچ (ریشمی کپڑے کا) ایک گز بیچے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی حوالگی اکھاڑے اور کالے بغیر ممکن نہیں ہے اور اس میں بائع کو ضرر ہے اور عقد سے ضرر کا استحقاق نہیں ہوگا، لہذا تقدیراً یہ ایسی چیز کی بیع ہے جس کی حوالگی شرعاً واجب نہیں ہے، چنانچہ یہ بیع فاسد ہوگی، اور بائع اگر اس کو اکھاڑ دے یا کاٹ ڈالے اور قبل اس کے کہ

ہیں: جب شرط لگانے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے تو شرط کے مرتفع ہونے کی صورت میں فساد مرتفع ہوگا یا نہیں جیسا کہ عین حرام کے بیع حلال سے ملنے پر اس سے لاحق ہونے والا فساد مرتفع نہیں ہوتا جیسے کہ کوئی سودینا اور مشک بھر شراب کے بدلہ میں کوئی غلام بیچے، پھر جب عقد بیع ہو جائے تو کہے: شراب چھوڑ دو تو علماء کے نزدیک وہ بیع بالاجماع فسخ کی جائے گی۔

اور یہ بھی ایک دوسری اصل پر مبنی ہے وہ یہ کہ کیا یہ فساد معقول اُمتی ہے یا غیر معقول ہے؟

چنانچہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ غیر معقول اُمتی ہے تو شرط مرتفع ہونے سے فساد مرتفع نہیں ہوگا اور اگر کہیں کہ معقول ہے تو شرط کے ارتقاء سے فساد مرتفع ہو جائے گا۔

چنانچہ امام مالک نے اس کو معقول سمجھا ہے اور جمہور نے غیر معقول سمجھا، اور سود و غرر کی بیعوں میں پایا جانے والا فساد اکثر غیر معقول اُمتی ہوتا ہے، اسی لئے اگر بیع کے بعد سود ترک کر دے اور غرر مرتفع ہو جائے تب بھی ان کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی (۱)۔

۱۲- حنفیہ عقد باطل اور عقد فاسد میں تفریق کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک (برخلاف امام زفر کے) مفسد کے ارتقاء سے عقد فاسد کی تصحیح درست ہے، باطل کی نہیں، اور یہ حضرات عقد بیع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیع فاسد میں مفسد کا ارتقاء بیع کو صحیح کر دے گا، اس لئے کہ فساد کے باوجود بیع قائم ہے اور بطلان کے ہوتے ہوئے صفت بطلان کی وجہ سے اس کا قیام نہیں ہو پاتا، بلکہ وہ معدوم ہوتی ہے۔

امام زفر کے نزدیک عقد فاسد مفسد کے رفع سے جواز کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔

لیکن عقد فاسد کی تصحیح حنفیہ کے یہاں اس بات سے مقید ہے کہ

(۱) بولہ الحدیث ۱۶۲/۲ طبع عینی النسخ۔

تصحیح ۱۳ - ۱۴

مشتری بیع کو فسخ کرے اس کو مشتری کے حوالہ کر دے تو بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ جواز سے مانع حوالہ کرنے میں بائع کا ضرر تھا، لہذا جب اس نے اپنے اختیار اور رضامندی سے حوالہ کر دیا تو مانع زائل ہو گیا اور بیع جائز اور لازم ہو گیا (۱)۔

حنفیہ کے یہاں تمام فاسد عقود کا یہی حکم ہے، اس قاعدہ کے مطابق: ”إذا زال المانع مع وجود المقتضى عاد الحکم“ (اگر تقاضا ہونے کے باوجود مانع دور ہو جائے تو حکم لوٹ آئے گا)۔

اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ مشاع کا بہہ فاسد ہے، اور اگر اس کو تقسیم کر کے حوالہ کر دے تو جائز ہوگا اور تھن کا دودھ اور بھیڑ کی پیٹھ کا اون اور زمین میں لگی کھیتی اور کھجور کا باغ اور درخت میں لگی ہوئی کھجوریں مشاع کے درجہ میں ہیں، اس لئے کہ یہ سب موجود ہیں اور جواز میں رکاوٹ اتصال کی وجہ سے ہے، لہذا اگر ان کو الگ کر کے سپرد کر دے تو مانع زائل ہو جانے کی وجہ سے جائز ہوگا (۲)۔

اور اسی کے مثل وہ صورت ہے جب عمارت کے بغیر یا کھیتی اور درخت کے بغیر زمین کو رہن رکھے، یا زمین کے بغیر کھیتی اور درخت کو رہن رکھے، یا پھل کے بغیر درخت کو رہن رکھے، یا درخت کے بغیر پھل کو رہن رکھے کہ یہاں جائز ہے، اس لئے کہ مرہون غیر مرہون کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اور یہ صورت حال قبضہ صحیح ہونے سے مانع ہوگی، اور اگر پھل توڑ ڈالے، کھیت کاٹ ڈالے اور الگ کر کے حوالہ کر دے تو مانع ختم ہو جانے کی وجہ سے جائز ہوگا (۳)۔

عقد کی تصحیح اس کو دوسرا عقد مان کر کرنا:

۱۳ - اس کے ساتھ ہی عقد فاسد کی تصحیح اس صورت میں بھی ممکن ہے

(۱) البدائع ۵/۶۸، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ابن ماجہ ۱۱۹/۳، الاختیار ۲/۲۵، ۲۶۔

(۲) البدائع ۶/۱۱۹، الریاض ۵/۹۳۔

(۳) البدائع ۶/۱۲۰۔

جب اس کو دوسرے عقد صحیح سے بدلنا صحت کے اسباب پورے پائے جانے کی وجہ سے ممکن ہو، خواہ قاعدہ: ”هل العبرة بصیغ العقود أو معانیہا“ (کیا اعتبار عقود کے صیغوں کا ہوتا ہے یا ان کے معانی کا) میں فقہاء کے اختلاف کے مد نظر بعض فقہاء کے نزدیک صحت معنی کے طریقہ سے ہو یا بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک لفظ کے طریقہ سے ہو (۱)۔

اس کی وضاحت ہم مندرجہ ذیل مثالوں سے کرتے ہیں:

۱۴ - ابن کثیر کی ”الاشباہ“ میں ہے: اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا، فقہاء نے کئی جگہ اس کی صراحت کی ہے، اسی میں کفالت بھی ہے، چنانچہ اس شرط کے ساتھ کفالت کہ اصیل بری ہو جائے گا حوالہ ہے اور حوالہ اس شرط کے ساتھ کہ اصیل بری نہ ہوگا کفالت ہے (۲)۔

”الاختیار“ میں ہے: شرکت مفادہ میں شرط ہے کہ دونوں شریک تصرف، دین اور اس مال میں برابر ہوں جس میں شرکت صحیح ہوتی ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہ و محمد کے نزدیک مسلمان اور ذمی کے درمیان مفادہ منعقد نہیں ہوگا اور جب مسلمان اور ذمی عقد مفادہ کریں تو ان دونوں کے نزدیک وہ عقد عنان ہو جائے گا، اس لئے کہ مفادہ کی شرط مفقود اور عنان کی شرط موجود ہے، اسی طرح مفادہ کی شرائط میں سے کوئی بھی مفقود ہو تو اگر ممکن ہو تو اسے بقدر امکان دونوں کے تصرف کی تصحیح کر کے عنان کر دیا جائے گا (۳)۔

”الاختیار“ میں یہ بھی ہے کہ عقد مضاربت میں اگر یہ شرط

(۱) درر لؤلؤ ۱/۱۸، ۱۹، مادہ (۳) اشباہ ابن کثیر ۷/۲۰، اشباہ ایسیوٹی ۷/۱۸۳،

المنہج ۲/۱۲۳، اعلام المؤمنین ۳/۹۵، القواعد لابن رجب ۳/۳۹۔

(۲) الاشباہ لابن کثیر ۷/۲۰، ابن ماجہ ۱۱۹/۳ اور دیکھئے درر لؤلؤ ۱/

۱۸، ۱۹، شرح للمادہ (۳)۔

(۳) الاختیار ۳/۱۲، ۱۳۔

تصحیح ۱۵-۱۶

سوم۔ عبادت کی تصحیح کرنا جب اس پر اس کو فاسد کرنے والی کوئی چیز طاری ہو جائے:

۱۵۔ عبادت پر طاری ہونے والے کچھ امور ایسے بھی ہیں جن کا ازالہ یا تلافی ممکن نہیں جیسے کھانا، پینا، بات کرنا، حدث پیش آنا، جماع کرنا تو ان امور کی تلافی ممکن نہیں ہے اور فی الجملہ یہ عبادت کی مفسدات میں سے مانے جاتے ہیں اور یہ قلیل و کثیر کے درمیان نیز عمد و سہو اور جہل کے درمیان نیز معفو عنہ اور غیر معفو عنہ میں ان کی تفصیلات کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کے ساتھ ہے۔

لہذا جب ان میں سے کوئی چیز عبادت میں پیش آئے تو جو لوگ اس کو مفسد مانتے ہیں ان کے نزدیک عبادت بالفعل فاسد ہو جائے گی، چنانچہ اس عبادت کی تصحیح کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی اور اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس کا اعادہ اور وقت نکل گیا ہو تو قضا لازم ہوگی۔ اس کی تفصیل ”اعادہ“ اور ”قضاء“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور یہاں پر بحث عبادت پر طاری ہونے والے ان امور کی ہے جن کو مفسدات میں شمار کئے جانے کے باوجود اس کا امکان ہوتا ہے کہ مفسد کو دور کر کے یا اس کی تلافی کر کے عبادت صحیح کی جاسکے، مثلاً نجاست کا طاری ہو جانا، بستر کا کھل جانا اور اس جیسی چیزیں۔

اور فی الجملہ فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جب عبادت میں کوئی ایسی چیز پیش آ جائے جس کی حالت یہ ہو کہ مستقل رہنے پر اس کو فاسد کر دے گی اور اس کی تلافی اور ازالہ ممکن ہو تو عبادت کی تصحیح کے لئے ایسا کرنا (تلافی و ازالہ) واجب ہوگا۔

اور عبادت کے مختلف ابواب میں ان جیسی جزئیات کی کثرت کی وجہ سے ان کا احاطہ دشوار ہے، اس لئے وضاحت کرنے والی کچھ مثالوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۶۔ جو قبلہ جاننے کے لئے اجتہاد کرے، اور نماز کے دوران اس کا

لگا دی جائے کہ پورا نفع مضارب کا ہوگا تو وہ قرض ہو جائے گا، اس لئے کہ پورے نفع کی ملکیت صرف رأس المال کی ملکیت ہونے سے ہوتی ہے، لہذا جب اس کے لئے پورے نفع کی شرط لگائی ہے تو اسے رأس المال کا مالک بنا دیا ہے اور اگر رب المال کے لئے پورے نفع کی شرط لگائی ہو تو وہ ”ابضاع“ ہے اور عرفاً و شرعاً اس کے معنی یہی ہیں (۱)۔

اور ”منح الجلیل“ میں آیا ہے کہ جس نے ایسے شخص کو محال علیہ بنایا جس پر اس کا دین نہیں تھا، اور (مال) محال کی خبر دے دی تو عقد حوالہ صحیح ہوگا، اور اگر وہ (مال) محال کی خبر نہ دے تو صحیح نہیں ہوگا، اور وہ حمال یعنی کفالت ہو جائے گا (۲)۔

اور سیوطی کی ”اشباہ“ میں ہے: کیا عقود کے صیغے معتبر ہیں یا اس کے معانی؟ اس میں اختلاف ہے اور جزئیات میں ترجیح مختلف ہے۔

اور اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب کہے تم ایک ہزار کے بدلہ کل آزاد ہو، اگر ہم یہ کہیں کہ یہ بیع ہے تو یہ فاسد ہے اور غلام کی قیمت واجب نہیں ہے اور اگر ہم کہیں کہ بالعرض اعتناق ہے تو یہ صحیح ہوگا اور مسمی واجب ہوگا۔

اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے ثمن اولیٰ علی کے عوض سامان بائع سے بیچ دے تو وہ بیع کے الفاظ میں اقالہ ہے اور سبکی نے اس قاعدہ پر اس کی تخریج کی ہے، اور تخریج قاضی حسین کی ہے فرماتے ہیں: اگر ہم الفاظ کا اعتبار کریں تو صحیح نہیں ہے اور اگر معنی کا اعتبار کریں تو اقالہ ہے (۳)۔

(۱) الاختیار ۳/۲۰، المغنی ۵/۳۵۔

(۲) منح الجلیل ۳/۲۳۲۔

(۳) الاشباہ للسيوطی ص ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، طبع عینی لکھنؤ۔

تصحیح ۱۷-۱۹

اجتہاد تبدیل ہو جائے تو اس دوسری جہت کی طرف گھوم جائے گا جس کی طرف اس کا اجتہاد تبدیل ہوا ہے، اور جو نماز گزر چکی ہے اسی پر بناء کر لے گا۔

اسی طرح جب وہ اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے اور نماز کے دوران عی مشاہدہ یا یقینی خبر کے ذریعہ یقینی خطا واضح ہو جائے تو وہ صحیح جہت کی طرف گھوم جائے گا اور گزری ہوئی نماز پر بناء کر لے گا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل قباء کو جب قبلہ منسوخ ہونے کی اطلاع اس حال میں ملی کہ وہ نماز فجر میں تھے تو وہ قبلہ کی جانب پھر گئے اور نبی کریم ﷺ نے اہل قباء کے فعل کی تحسین کی اور ان کو اعادہ کا حکم نہیں دیا (۱)۔

اس کی تفصیل ”استقبال“، ”قبلہ“ اور ”صلاة“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۷- جس کے اوپر دوران نماز خشک نجاست گری اور اس نے فوراً اسے ہٹا دیا تو اس کی نماز صحیح ہوگی، اس لئے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: ”اسی درمیان کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے جوتے نکالے اور انہیں بائیں جانب رکھ دیا، اور جب لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے پھینک دیئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو فرمایا: ”ما حملکم علی إلقاء نعالکم؟ قالوا: رأيناك ألقى نعالك فآلقينا نعالنا فقال رسول

(۱) الاختیار ۱/ ۳۷، ابن ماجہ ۱/ ۲۹۱، جوہر للذلیل ۱/ ۳۵۵، اسنی الطالب ۱/ ۳۳۵۔

اور حدیث: ”لسخ القبلة“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۱/ ۵۰۶ طبع الشیخ) اور مسلم (۱/ ۳۵۵ طبع عیسیٰ الخلیلی) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے۔

اللہ ﷺ: إن جبریل أتاني، فأخبرني أن فيهما قدرا“ (۱) (تم کو جوتے پھینکنے پر کس چیز نے ابھارا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے جوتے پھینک دیئے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتے پھینک دیئے تب آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل میرے پاس آئے اور بتایا کہ ان (جوتوں) میں نجاست ہے)۔

اس کی تفصیل ”نجاست“ اور ”صلاة“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۸- جس شخص کا ستر دوران نماز کھل جائے اس طور پر کہ ہو اس کے کپڑے کو اڑا دے اور اس کا ستر کھل جائے تو اگر جلدی سے اس کو دوبارہ ڈال لے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

اور اگر ستر (کپڑا) نہ ہونے کی وجہ سے ننگا ہو کر نماز پڑھے، پھر اپنے قریب میں ستر (کپڑا) پا جائے تو جس کا چھپانا واجب ہے اس کا ستر کرے گا، اور گزری ہوئی نماز پر بناء کر لے گا، اہل قباء کے عمل پر قیاس کر کے کہ جب ان کو تحویل قبلہ کا علم ہوا تو وہ اس کی طرف پھر گئے اور نماز مکمل کر لی (۲)۔

اس کی تفصیل ”عموره“ اور ”صلاة“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۹- اگر ٹیک لگانے، بیٹھنے یا پہلو کے مل لینے کو جائز قرار دینے والے کسی عذر کے معذور کو نماز میں خفت (مرض میں کمی) ہو جائے تو وہ اہل کی طرف منتقل ہو جائے گا، جیسے ٹیک لگانے والا بغیر ٹیک لگائے بیٹھنے پر قادر ہو جائے، بیٹھنے والا قیام پر قادر ہو جائے تو وہ وجوبی طور

(۱) البدائع ۱/ ۲۲۱، الدسوقی ۱/ ۷۰، اہمذب ۱/ ۹۳، شرح منتہی الارادات ۱/ ۱۵۳، اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث: ”إن جبریل أتاني فأخبرني.....“ کی روایت ابو داؤد (۲۲۶/۱ تحقیق عزت عبید دھاس) اور حاکم (۲۶۰/۱، ۳، دائرة المعارف اہمذابیہ) نے کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ ۱/ ۲۷۳، البدائع ۱/ ۲۳۹، الدسوقی ۱/ ۲۲، اہمذب ۱/ ۷۳، ۷۴، شرح منتہی الارادات ۱/ ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۶۔

تصحیح ۲۰-۲۳

پر اعلیٰ کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور اگر منتقل نہیں ہو تو نماز باطل ہو جائے گی (۱)۔

اس کی تفصیل: ”عذر“ اور ”صلاۃ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۰- جس کو اپنے طواف کے دوران اپنے بدن یا کپڑے پر نجاست کا علم ہو جائے تو نجاست کو ڈال دے یا دونوں کو دھو ڈالے اور اگر دیر نہ لگی ہو تو گزرے ہوئے طواف پر بناء کرے ورنہ تسلسل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا طواف باطل ہو جائے گا (۲)۔

اس کی تفصیل ”طواف“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۱- عبادت کی تصحیح سے متعلق بعض امور وہ ہیں جو قاعدہ: ”بطلان الخصوص لا يبطل العموم“ (خصوص کا بطلان عموم کو باطل نہیں کرتا) کے تحت داخل ہیں۔

”المسحور“ میں آیا ہے: اگر منفرداً فرض کا تحریمہ کیا پھر جماعت آگئی تو امام شافعی فرماتے ہیں: مجھے یہ پسند ہے کہ وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور وہ نفل ہو جائے گی، اس کے بعد فرض پڑھ لے، تو فرض کے ابطال کے باوجود (امام شافعی نے) نفل کو صحیح قرار دیا ہے۔

اگر دخول وقت کا گمان کرتے ہوئے وقت سے پہلے ہی فرض نماز کا تحریمہ کر لے تو اس کے ظہر ہونے کا خصوص باطل ہو جائے گا اور قول صحیح میں اس کے نفل ہونے کا عموم باقی رہے گا۔

اور جب حج کے مہینوں سے پہلے اس کا احرام باندھے تو اس کے عمرہ کے طور پر منعقد ہونے میں دو اقوال ہیں اور ان میں قول صحیح ہے کہ ہاں (۳) (یعنی عمرہ کے لئے احرام ہو جائے گا)۔ ”المہذب“ میں اسی کو صرف ایک قول کے طور پر نقل کیا ہے فرمایا: اس لئے کہ وہ

(۱) ابن ماجہ ۱/۵۱۱، جوہر للإطیل ۱/۵۶، المسحور فی القواعد ۱/۱۷۱، شرح

مشتبی الارادات ۱/۲۷۲۔

(۲) جوہر للإطیل ۱/۱۷۳۔

(۳) المسحور فی القواعد ۱/۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵۔

موقت عبادت ہے، لہذا جب اس کو غیر وقت میں منعقد کیا ہے تو اسی کی جنس کی دوسری عبادت منعقد ہو جائے گی، جیسے کہ جب زوال سے پہلے ظہر کی نماز کا تحریمہ باندھے تو اس کا تحریمہ نفل کے لئے منعقد ہوتا ہے (۱)۔

۲۲- یہ قاعدہ تقریباً تمام مسالک میں فی الجملہ جاری ہے، چنانچہ ”شرح مشتبی الارادات“ میں ہے: جو شخص نماز میں کوئی ایسا فعل کرے جو فرض کو فاسد کر دیتا ہے جیسے بلا عذر قیام ترک کر دینا تو اس کا فرض نفل سے بدل جائے گا، اس لئے کہ یہ فرضیت کی نیت کو قطع کرنے کی طرح ہے، لہذا نماز کی نیت باقی رہے گی، اور فرض نفل سے بدل جائے گا، اسی طرح اس وقت بھی ہوگا جب فرض کا تحریمہ کہے، پھر ظاہر ہو کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہوا ہے، اس لئے فرض صحیح نہیں ہوا، اور کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو نفل کو باطل کرتی (۲)۔

۲۳- یہ قاعدہ حنفیہ کے یہاں اسی قاعدہ کے قبیل سے ہے جس کو انہوں نے بیان کیا ہے کہ: ”لیس من ضرورۃ بطلان الوصف بطلان الأصل“ (وصف کے بطلان سے اصل کا بطلان ضروری نہیں ہے)۔

”الہدایہ“ میں آیا ہے کہ جو شخص یہ یاد رکھتے ہوئے عصر کی نماز پڑھے کہ اس نے ظہر نہیں پڑھی ہے تو یہ نماز فاسد ہوگی الا یہ کہ عصر کے بالکل آخر وقت میں ایسا کیا ہو، اور یہ ترتیب کا مسئلہ ہے۔

اور جب فرضیت فاسد ہو جائے تو امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک اصل نماز باطل نہیں ہوگی، اس لئے کہ تحریمہ کو فرضیت کے وصف کے ساتھ اصل نماز کے لئے منعقد کیا گیا ہے، لہذا وصف کے بطلان سے اصل کا بطلان ضروری نہیں ہے (۳)۔

(۱) المہذب ۱/۲۰۷۔

(۲) شرح مشتبی الارادات ۱/۱۶۹۔

(۳) الہدایہ ۱/۷۳۔

تصحیح ۲۳-۲۷

کے رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں۔

اور ان میں سے چار اصول رؤوس اور رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں۔

تین اصول:

۲۶- پہلا اصول: یہ ہے کہ اگر وراثہ میں سے ہر فریق کے حصے ان کے اوپر کسر کے بغیر تقسیم ہو جائیں تو ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے ماں باپ اور دو لڑکیاں، اس لئے کہ اس وقت مسئلہ چھ سے ہوگا، اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھ کا چھٹا حصہ یعنی ایک حصہ ملے گا، اور دونوں لڑکیوں کو دو ٹکٹ یعنی چار حصے تو دونوں میں سے ہر ایک کو دو حصے ملیں گے تو وراثہ کے رؤوس پر سہام کسر کے بغیر ہی مستقیم (فٹ) ہو گئے ہیں لہذا تصحیح کی حاجت نہیں ہوگی، اس لئے کہ تصحیح تو اس وقت ہوتی ہے جب رؤوس پر تقسیم کرنے سے سہام میں کسر واقع ہو جائے۔

۲۷- دوسرا اصول: یہ ہے کہ کسر ایک گروہ پر ہو لیکن کسور میں سے کسی کسر کے ذریعہ ان کے سہام اور رؤوس کے درمیان موافقت ہو تو ان کے رؤوس (یعنی جس طائفہ کے رؤوس پر اس کے سہام کو تقسیم کرنے میں کسر واقع ہو رہا ہے یعنی وہی ایک گروہ) کے عدد و نفع کو اگر عول نہ ہو رہا ہو تو اصل مسئلہ میں اور اگر عول ہو رہا ہو تو اصل اور عول میں ایک ساتھ ضرب دے دیں گے جیسے ماں باپ اور دس بیٹیاں یا شوہر، ماں باپ اور چھ بیٹیاں۔

تو پہلی مثال اس مسئلہ کی ہے جس میں عول نہ ہو، اس لئے کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوگا۔ دوسرے یعنی دو حصے ماں باپ کے ہیں اور وہ ان پر مستقیم ہیں اور دو ٹکٹ یعنی چار حصے دس بیٹیوں کے ہیں، اور یہ ان پر مستقیم نہیں ہیں لیکن چار اور دس کے درمیان موافقت بالحصف

کاسانی ”باب الزکاة“ میں کہتے ہیں: پہلے ادا کی ہوئی زکاة جب زکاة کے طور پر واقع نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر فقیر کے ہاتھ میں پہنچ گئی ہو تو تطوع کے طور پر ہوگی، خواہ اس کے ہاتھ میں مال کے مالک کے ہاتھ سے پہنچی ہو، یا امام کے ہاتھ سے یا اس کے نائب یعنی ساعی (زکاة کے محصل) کے ہاتھ سے، اس لئے کہ اصل قربت حاصل ہوگئی ہے، اور نفل صدقہ میں فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے بعد رجوع کا احتمال نہیں رہتا ہے (۱)۔

چہارم- میراث میں مسائل کی تصحیح:

۲۴- سزائض کے مسائل کی تصحیح یہ ہے کہ سہام کم از کم ممکن عدد سے ایسے طور پر لئے جائیں کہ وراثہ میں سے کسی پر کسر نہ واقع ہو، خواہ یہ بغیر ضرب دے کر ہو جیسا کہ استقامت کی صورت میں ہوتا ہے، یا بعض حصوں کو ضرب دے کر ہو جیسا کہ موافقت کی صورت میں ہوتا ہے، یا تمام حصوں کو ضرب دے کر ہو، جیسا کہ مہاینہ کی صورت میں ہوتا ہے (۲)۔

فرائض کے مسائل کی تصحیح کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے:

۲۵- مسائل فرائض کی تصحیح کے کچھ قواعد ہیں، ان کے بارے میں حنفیہ میں سے ”اسراجیہ“ کے شارح نے جو کچھ بیان کیا ہے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں: اس میں سات اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے:

ان میں سے تین اصول مخارج (۳) سے ماخوذ سہام اور وراثہ

(۱) البدائع ۴/۵۰-۵۲۔

(۲) شرح السراجیہ للشریف البحر جانی ۲۱۳ طبع الکر دی مصر، جامعہ الفتاری۔

(۳) حاشیہ ابن ماجہ بن ۵/۱۲ پر آیا ہے: ”مخارج مخرج کی جمع ہے اور یہ وہ کم سے کم عدد ہے جس سے ہر فرض کو نفرادی طور پر صحیح صحیح لینا ممکن ہو۔“

حصے ہوں گے۔

۲۸- تیسرا اصول: یہ ہے کہ سہام میں صرف ایک گروہ ہی پر کسر واقع ہو رہا ہو اور ان کے سہام اور عدد رؤوس کے درمیان موافقت نہیں بلکہ مباہنت ہو تو اس وقت جس گروہ پر سہام کا کسر ہو رہا ہو ان کے عدد رؤوس کو اگر عول نہ ہو تو اصل مسئلہ میں اور عول ہو رہا ہو تو عول کے ساتھ ساتھ اصل میں ضرب دیا جائے گا، جیسے شوہر اور پانچ حقیقی بہنیں ہوں تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا نصف یعنی تین حصے شوہر کے ہوں گے اور دو شٹ یعنی چار حصے بہنوں کے ہوں گے تو اس کا سات کی طرف عول ہو رہا ہے، اور صرف بہنوں کے سہام کا ان پر کسر ہو رہا ہے، اور ان کے حصوں اور رؤوس کے عدد کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کو عول کے ساتھ اصل مسئلہ یعنی سات میں ضرب دیا تو حاصل ہوا پینتیس اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔

شوہر کے تین حصے تھے، ہم نے ان کو مضروب یعنی پانچ میں ضرب دے دیا پندرہ حصے ہو گئے، وہ شوہر کے ہوں گے اور پانچ بہنوں کے چار حصے تھے ہم نے ان کو بھی پانچ میں ضرب دیا تو وہ بیس ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک کے چار حصے ہوں گے۔

اور عول نہ ہونے والے مسائل کی مثال ہے: شوہر دادی اور تین اخیانی بہنیں تو مسئلہ چھ سے ہوگا، شوہر کو اس کا نصف یعنی تین ملے گا، دادی کے لئے اس کا چھٹا حصہ یعنی ایک ملے گا اور اخیانی بہنوں کو اس کا تہائی یعنی دو ملے گا، اور یہ ان کے عدد رؤوس پر مستقیم نہیں ہو رہا ہے بلکہ دونوں کے درمیان تباہی ہے، لہذا بہنوں کے عدد رؤوس کو ہم نے اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو حاصل آیا اٹھارہ اور مسئلہ اسی سے صحیح ہوگا۔

شوہر کے تین حصے تھے، ہم نے ان کو مضروب میں جو کہ تین ہے، ضرب دیا تو وہ نو حصے ہو گئے اور دادی کے حصہ کو بھی ہم نے

ہے، اس لئے کہ دونوں کا عدد عاڈ (کاٹنے والا عدد) دو ہے، لہذا ہم نے رؤوس کے عدد یعنی دس کو اس کے نصف کو یعنی پانچ کی طرف لوٹا دیا اور اس کو چھ میں جو کہ اصل مسئلہ ہے ضرب دیا تو حاصل نکالتیں، اور مسئلہ اسی سے صحیح ہوگا۔

اس لئے کہ ماں باپ کو اصل مسئلہ سے دو حصے مل رہے تھے اور ہم نے دونوں کو مضروب میں جو کہ پانچ ہے ضرب دے دیا تو وہ دس ہو گئے اور دونوں میں سے ہر ایک کو پانچ حصے ملیں گے، اور دس بیٹیوں کو اصل مسئلہ سے چار حصے ملے تھے، ہم نے ان کو بھی پانچ میں ضرب دیا تو وہ بیس ہو گئے اور ان میں سے ہر لڑکی کے دو حصے ہوئے۔

اور دوسری مثال اس مسئلہ کی ہے جس میں عول ہو، اس لئے کہ ربیع، دوسدس اور دو شٹ کے جمع ہونے کی وجہ سے اس کا اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا، تو شوہر کے لئے چوتھائی یعنی تین ہوگا اور ماں باپ کے لئے اس کا دوسدس یعنی چار ہوگا اور چھ لڑکیوں کے لئے اس کا دو شٹ یعنی آٹھ ہوگا، چنانچہ مسئلہ کا پندرہ کی طرف عول ہو گیا ہے اور صرف لڑکیوں کے سہام یعنی آٹھ حصوں کا ان کے رؤوس پر کسر ہو رہا ہے، لیکن ان کے سہام اور رؤوس کے عدد کے درمیان توافق بالمصنف ہے، لہذا ان کے عدد رؤوس کو ہم نے نصف یعنی تین کی طرف لوٹا دیا پھر اس کو عول کے ساتھ اصل مسئلہ یعنی پندرہ میں ضرب دے دیا تو حاصل نکالا پینتیس اور اس سے مسئلہ مستقیم (فٹ) ہو گیا۔

اس لئے کہ شوہر کو اصل مسئلہ سے تین حصے ملے تھے اور ہم نے اس کو مضروب میں جو کہ تین ہے ضرب دے دیا تو نو حصے ہو گئے جو شوہر کے ہوں گے اور ماں باپ کے چار حصے تھے ہم نے ان کو تین میں ضرب دے دیا تو بارہ حصے ہو گئے اور دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھ ہوں گے اور لڑکیوں کے آٹھ حصے تھے ہم نے ان کو تین میں ضرب دیا تو چوبیس حصے ہو گئے، اور ان میں سے ہر ایک کے لئے چار

تصحیح ۲۹-۳۰

مضروب میں ضرب دیا تو وہ تین حصے ہو گئے اور اخیانی بہنوں کے حصوں کو بھی ہم نے مضروب میں ضرب دیا تو وہ چھ حصے ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے دو حصے دے دیئے۔

اور جان لیما چاہئے کہ جس جماعت پر کسر ہو رہا ہو اگر وہ مرد و عورت دونوں ہوں اور ان لوگوں میں سے ہوں جن کے مرد کو دو عورتوں کے مثل ملتا ہے جیسے کہ لڑکیاں، پوتیاں، حقیقی بہنیں اور علاقائی بہنیں تو ذکور (مردوں) کے عدد کو دو گنا کر لیما چاہئے اور اناث (عورتوں) کے عدد میں ضم کر لیما چاہئے، پھر اس اعتبار سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا جیسے شوہر، ایک لڑکا اور تین لڑکیاں، اصل مسئلہ چار سے ہوگا، شوہر کا ایک حصہ ہوگا جو اس پر مستقیم (فٹ) ہو جائے گا باقی بچیں گے تین حصے جو اولاد پر ”للذکر مثل حظ الأنثیین“ (مرد کو عورت کے دو گنا) کے تحت ملیں گے، لہذا ان کے عدد روؤں کو بائیں طور پانچ قرار دیا جائے گا کہ بیٹے کو دو لڑکیوں کے مرتبہ میں کر دیا جائے گا اور تین پانچ پر مستقیم نہیں ہوں گے، لہذا پانچ کو اصل مسئلہ میں ضرب دے دیا جائے گا اور وہ بیس تک پہنچ جائے گا اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

وہ چار اصول جو روؤں اور روؤں کے درمیان ہوتے ہیں:

۲۹- پہلا اصول: یہ ہے کہ سہام کا کسر و ثناء کے دو یا زیادہ گروہوں پر ہو، لیکن جن پر کسر ہوا ہے، ان کے روؤں کے اعداد کے درمیان مماثلت ہو، تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ مماثل اعداد میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے تو جو کچھ حاصل آئے گا اس سے تمام فریقوں پر مسئلہ صحیح ہو جائے گا جیسے چھ لڑکیاں، تین جدات: مثلاً ایک مانی کی ماں، دوسری دادی کی ماں، تیسری دادا کی ماں، ان حضرات کے مسلک کے مطابق جو دو سے زیادہ جدات کو وراثت

دیتے ہیں، اور تین چچا، یہ مسئلہ چھ سے ہوگا، چھ لڑکیوں کے لئے دو ٹکٹ یعنی چار حصے ہوں گے اور ان پر مستقیم (صحیح تقسیم) نہیں ہوں گے لیکن چار اور ان کے عدد روؤں کے درمیان موافقت بالانصف ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد روؤں کے نصف یعنی تین کو لیا اور تین دادیوں کے لئے سدس یعنی ایک حصہ ہوگا اور ان پر مستقیم (صحیح تقسیم) نہیں ہوگا اور ایک اور ان کے عدد روؤں کے درمیان موافقت نہیں ہے، لہذا ہم نے ان کے پورے عدد روؤں کو لیا اور وہ بھی تین ہیں اور تین چچاؤں کے لئے باقی ہوگا اور وہ بھی ایک ہے اور اس کے اور ان کے عدد روؤں کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے پورے عدد روؤں کو لیا، پھر ان ماخوذ اعداد کی ہم نے ایک دوسرے کی طرف نسبت کی اور ان کو مماثل پایا تو ان میں سے ایک یعنی تین کو اصل مسئلہ یعنی چھ میں ضرب دیا تو وہ اٹھارہ ہو گیا اور مسئلہ اسی سے صحیح ہوگا، لڑکیوں کے چار حصے تھے ہم نے ان کو مضروب میں جو تین ہے ضرب دیا تو وہ بارہ ہو گئے، لہذا ان لڑکیوں میں سے ہر ایک کے دو حصے ہوں گے اور جدات کا ایک حصہ تھا، ہم نے اس کو بھی تین میں ضرب دیا تو وہ تین ہو گئے، لہذا ہر ایک کے لئے ایک حصہ ہوگا اور چچاؤں کا بھی ایک حصہ تھا، ہم نے اس کو بھی تین میں ضرب دیا اور ہر ایک کو ایک حصہ دیا۔

اور مذکورہ صورت میں تین چچاؤں کے بجائے اگر ہم ایک چچا فرض کریں تو کسر صرف دو گروہوں پر ہوگا اور لڑکیوں کے روؤں کا وفاق عدد جدات کے روؤں کے مماثل ہوگا، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک تین ہیں اور تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا اور وہ اٹھارہ ہو جائے گا اور ہر ایک پر سہام صحیح ہو جائے گا جیسا کہ گزر چکا ہے۔

۳۰- دوسرا اصول: یہ ہے کہ بعض اعداد یعنی دو یا دو سے زیادہ گروہوں میں سے ان و ثناء کے روؤں کے اعداد جن پر سہام کا کسر

تصحیح ۳۱

واقع ہو رہا ہے، بعض میں متداخل ہوں تو اس میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے جو زیادہ ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے، جیسے چار بیویاں، تین جدات اور بارہ چچا، تو اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا: تین جدات کے لئے چھٹا یعنی دو حصے ہوں گے اور ان پر مستقیم (صحیح تقسیم) نہیں ہوں گے اور ان کے رؤوس اور حصوں کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کے مجموعہ یعنی تین کولیا، اور چار بیویوں کے لئے چوتھائی یعنی تین حصے تھے اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے کل عدد رؤوس کولیا اور بارہ چچاؤوں کے لئے مابقیہ یعنی سات حصے تھے۔

اور یہ ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوں گے بلکہ دونوں کے درمیان تباہین ہے، لہذا ہم نے پورے کے پورے عدد رؤوس کو لے لیا اور ہم تین اور چار کو بارہ میں متداخل پار ہے تھے جو سب سے بڑا عدد رؤوس ہے، لہذا ہم نے اس (بارہ) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا، وہ بھی بارہ ہی تھا تو وہ ایک سو چوالیس ہو گیا اور مسئلہ اسی سے صحیح ہو جائے گا۔

اصل مسئلہ سے جدات کے لئے دو حصے تھے، ہم نے ان کو مضروب جو کہ بارہ ہے اس میں ضرب دیا تو وہ چوبیس ہو گئے، لہذا ان میں سے ہر ایک کے آٹھ حصے ہوں گے اور بیویوں کے لئے اصل مسئلہ سے تین تھے، ہم نے ان کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو وہ چھتیس ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک کے نو حصے ہوں گے اور چچاؤوں کے سات حصے تھے، ہم نے ان کو بھی بارہ میں ضرب دیا، حاصل ہوا چوراسی، اور ان میں سے ہر ایک کے سات ہوں گے۔

اور اسی مسئلہ میں اگر چار بیویوں کے بجائے ہم ایک بیوی فرض کریں تو کس صرف دو گروہوں یعنی تین جدات اور بارہ چچاؤوں پر ہوگا اور جدات کے عدد رؤوس اعمام کے عدد رؤوس میں متداخل

ہوں گے، لہذا ان دو متداخل عددوں میں سے بڑے عدد یعنی بارہ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور ایک سو چوالیس حاصل آئے گا جس کو مذکورہ قیاس کے مطابق ہر ایک پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

۳۱- تیسرا اصول: یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ گروہوں میں سے جن پر کس واقع ہوا ہے ان کے رؤوس کے اعداد ایک دوسرے کے موافق ہوں، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ان کے رؤوس کے اعداد میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے عدد کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر اگر یہ مبلغ تیسرے عدد کے موافق ہو تو پورے مبلغ کو عدد ثالث کے وفق میں اور اگر مبلغ تیسرے عدد کے موافق نہ ہو تو عدد ثالث کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر دوسرے مبلغ کو اسی طرح چھوٹے عدد میں ضرب دیا جائے گا یعنی اگر مبلغ دوسرے عدد کے موافق ہو تو اس کے وفق میں اور موافق نہ ہو تو اس کے کل میں، پھر تیسرے مبلغ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے جیسے چار بیویاں، اٹھارہ لڑکیاں، پندرہ جدات اور چھ چچا، اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا، چار بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ یعنی تین ہوگا اور ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد سہام اور عدد رؤوس کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے کل عدد رؤوس کو محفوظ کر لیا اور اٹھارہ بیٹیوں کے لئے دوٹٹ یعنی سولہ ہے اور ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا، اور ان کے رؤوس وسہام کے درمیان موافقت بالمصنف ہے۔

لہذا ہم نے ان کے نصف عدد رؤوس یعنی نو کولیا اور محفوظ کر لیا اور پندرہ جدات کے لئے چھٹا حصہ یعنی چار ہے اور وہ ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے کل عدد رؤوس کو محفوظ کر لیا اور چھ چچاؤوں کے لئے باقی ماندہ ہے، اور وہ ایک ہے جو ان پر منقسم نہ ہوگا اور اس کے اور ان کے عدد رؤوس کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد

تصحیح ۳۲

رؤوس کو محفوظ کر لیا تو محفوظہ رؤوس کے اعداد ہم کو چار، چھ، نو اور پندرہ حاصل ہوئے، چار چھ سے موافق بالمصنف ہے، لہذا دونوں میں سے ایک کو ہم نے اس کے نصف کی طرف لوٹا دیا اور اس کو دوسرے میں ضرب دیا تو حاصل آیا بارہ اور یہ نو سے موافق بالمثلث ہے، لہذا دونوں میں سے ایک کے ثلث کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا حاصل آیا چھتیس اور اس دوسرے مبلغ اور پندرہ کے درمیان بھی موافقت بالمثلث ہے، لہذا ہم نے پندرہ کے ثلث یعنی پانچ کو چھتیس میں ضرب دیا حاصل آیا ایک سو اسی، پھر ہم نے اس تیسرے مبلغ کو اصل مسئلہ یعنی چوبیس میں ضرب دیا حاصل آیا چار ہزار تین سو بیس اور اسی سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

بیویوں کے لئے اصل مسئلہ سے تین حصے تھے، ہم نے اس کو مضروب یعنی ایک سو اسی میں ضرب دیا، حاصل آیا پانچ سو چالیس، لہذا چار بیویوں میں سے ہر ایک کو ایک سو پینتیس حصے ملیں گے اور اٹھارہ لڑکیوں کے سولہ حصے تھے، ہم نے اس کو مضروب میں ضرب دیا تو وہ دو ہزار آٹھ سو اسی ہو گئے، ان میں سے ہر ایک کو ایک سو ساٹھ ملیں گے اور پندرہ جدات کے چار حصے تھے، ہم نے اس کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو وہ سات سو بیس حصے ہو گئے، ان میں سے ہر ایک کو اڑتالیس حصے ملیں گے اور چھ چچاؤں کا ایک حصہ تھا، ہم نے اس کو مضروب میں ضرب دیا تو وہ ایک سو اسی ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کو تین ملیں گے۔

اور جب وراثہ کے تمام حصوں کو جوڑا جائے تو وہ چار ہزار تین سو بیس تک پہنچ جائے گا۔

۳۲- چوتھا اصول: یہ ہے کہ جن دو یا دو سے زیادہ گروہوں کے سہام میں کس واقع ہوا ہے ان کے رؤوس کے اعداد کے درمیان تباہی ہو اور وہ ایک دوسرے کے موافق نہ ہوں، اس میں حکم یہ ہے کہ کسی

ایک عدد کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے پھر مبلغ کو تیسرے کے کل میں ضرب دیا جائے پھر مبلغ کو چوتھے کے کل میں ضرب دیا جائے، پھر جو کچھ حاصل ضرب آئے اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے جیسے دو بیویاں، چھ جدات، دس لڑکیاں اور سات چچا، اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا۔ دونوں بیویوں کو آٹھواں حصہ یعنی تین ملے گا جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان مباہنت ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس یعنی دو کو لیا اور چھ جدات کے لئے چھٹا حصہ یعنی چار ہے جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہوگا اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان موافقت بالمصنف ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کے نصف یعنی تین کو لیا اور دس لڑکیوں کے لئے دو ٹلث یعنی سولہ تھا جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتا تھا اور ان کے عدد رؤوس اور عدد سہام کے درمیان موافقت بالمصنف ہے، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کے نصف یعنی پانچ کو لیا اور سات چچاؤں کے لئے ما بقیہ یعنی ایک تھا جو ان پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتا، اور اس کے اور ان کے عدد رؤوس کے درمیان مباہنت تھا، لہذا ہم نے ان کے عدد رؤوس کو لیا جو سات تھے تو رؤوس کے لئے گئے اعداد میں سے ہمارے پاس دو، تین، پانچ، اور سات ہو گئے اور یہ سب اعداد متباہین نہیں، لہذا دو کو ہم نے تین میں ضرب دیا، حاصل آیا چھ، پھر چھ کو پانچ میں ضرب دیا اور حاصل آیا تیس پھر اس مبلغ کو ہم نے سات میں ضرب دیا تو دو سو دس ہو گیا، پھر اس مبلغ کو ہم نے اصل مسئلہ یعنی چوبیس میں ضرب دیا تو کل پانچ ہزار چالیس ہوا اور تمام گروہوں پر اسی سے مسئلہ صحیح ہوگا۔

کیونکہ دونوں بیویوں کے لئے اصل مسئلہ سے تین حصے ملے تھے، ہم نے اس کو مضروب میں جو کہ دو سو دس ہے، ضرب دیا حاصل

تصحیح ۳۳، تصحیف، تصدق، تصدیق

آیا چھ سو تیس، دونوں میں سے ہر ایک کے لئے تین سو پندرہ ہوں گے اور چھ جدات کے چار حصے تھے ہم نے اس کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو آٹھ سو چالیس ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک سو چالیس ہوں گے اور دس لڑکیوں کے لئے سولہ حصے تھے ہم نے اس کو مذکورہ مضروب میں ضرب دیا تو تین ہزار تین سو ساٹھ ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کے لئے تین سو چھتیس ہوں گے اور سات چچاؤں کے لئے ایک تھا، ہم نے اس کو اسی مضروب میں ضرب دیا تو دو سو دس ہو گیا، ان میں سے ہر ایک کے لئے تیس حصے ہوں گے اور ان حصوں کا مجموعہ پانچ ہزار چالیس ہے۔

تصحیف

دیکھئے: ”تحریف“۔

اور بعض شافعیہ و حنابلہ نے بیان کیا ہے کہ استقراء سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سہام کا کسر چار گروہوں سے زیادہ پر واقع نہیں ہوتا ہے (۱)۔

تصدق

دیکھئے: ”صدق“۔

۳۳- بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہر وارث کے حصہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے فرائض کے مسائل کی تصحیح میں حنفیہ جس طرف گئے ہیں دوسرے مسائل کے فقہاء بھی ان سے اختلاف نہیں رکھتے ہیں (۲)۔

تصدیق

دیکھئے: ”تصادق“۔

(۱) شرح السراجیہ للشریف البحر جانی و حاشیۃ الفتاویٰ ۲۱۳، ۲۲۱ طبع الکروری بمصر، ونہایتہ المحتاج للامری ۱/۶-۳ طبع مصطفیٰ الحلوانی، کشاف القناع ۳/۳۸ طبع انصر الملحد۔

(۲) نہایتہ المحتاج للامری ۱/۶-۳۶-۳ طبع مصطفیٰ الحلوانی، الشرح الکبیر ۳/۲۲-۳ طبع انصر الملحد۔

تصرف ۱-۶

ب- عقد:

۳- عقد کے معنی لغت میں ضمان اور عہد کے ہیں (۱)۔

اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: ایجاب کا ربط قبول التزامی سے ہو جانا جیسے بیع اور نکاح وغیرہ کے عقد کا اس طرح ہو جانا کہ اس کے اثرات مرتب ہونے لگیں۔

اور زرکشی نے بیان کیا ہے کہ استقلال اور عدم استقلال کے اعتبار سے عقد کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم وہ ہے جس کو عاقد تنہا کرتا ہے جیسے مدبر بنانا اور نذریں وغیرہ اور ایک قسم وہ ہے جس میں دو عقد کرنے والوں کا ہونا ضروری ہے جیسے بیع، اجارہ اور نکاح وغیرہ (۲)۔

تصرف، التزام اور عقد کے درمیان فرق:

۴- التزام، عقد اور تصرف کے معنی کے بارے میں فقہاء کے اقوال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عقد کا خواہ عام معنی لیا جائے یا خاص، تصرف اس سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ تصرف کبھی ایسا ہوتا ہے جس میں کوئی التزام نہیں ہوتا جیسے چوری اور غصب وغیرہ، اسی طرح تصرف التزام سے بھی زیادہ عام ہے۔

تصرف کی انواع:

۵- تصرف کی دو انواع ہیں: فعلی تصرف اور قوی تصرف۔

پہلی نوع: فعلی تصرف:

۶- وہ ہے جس کا محل صدور بجائے زبان کے عملی فعل ہو، اس معنی میں کہ وہ اقوال کے بجائے انفعال سے حاصل ہوتا ہو اور اس کی

تصرف

تعریف:

۱- لغت میں تصرف معاملات میں الٹ پھیر کرنے اور طلب کسب میں کوشش کرنے کو کہتے ہیں (۱)۔

ربی اصطلاح میں تو فقہاء نے اپنی کتابوں میں تصرف کی کوئی تعریف نہیں بیان کی ہے، لیکن ان کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ تصرف وہ ہے جو انسان سے بالارادہ صادر ہو اور شریعت اس پر مختلف احکام مرتب کرے۔

متعلقہ الفاظ:

الف- التزام:

۲- التزام "التزم" کا مصدر ہے، اور لزوم کا مادہ لغت میں ثبوت، دوام، وجوب، کسی چیز سے متعلق ہونے یا اس سے چٹ جانے کے معنی میں آتا ہے (۲)۔

اور اصطلاح میں التزام کہتے ہیں: انسان کا خود سے اپنے اوپر ایسی چیز لازم کر لینا جو اس پر لازم نہیں تھی یعنی جو پہلے اس پر واجب نہیں تھی (۳)۔

لہذا وہ تصرف سے زیادہ عام ہے، اس لئے کہ تصرف تو اختیار اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

(۱) القاموس المحیط، اللسان، الصحاح، المصباح المہیر مادہ "صرف"۔

(۲) المصباح المہیر مادہ "لزم"۔

(۳) تحریر الکلام للخطاب ضمن بیع اعلیٰ لما تک ۱/ ۲۱۷ دار المعرف۔

(۱) القاموس المحیط، المصباح المہیر، الکلیات للکنوی مادہ "عقد"۔

(۲) السکو زبورکشی ۴/ ۳۵۷، ۳۵۸، طبع المجلع۔

تصرف ۷-۱۲

مثالوں میں:

الف۔ غصب ہے اور یہ لغت میں کسی چیز کو جبراً اور ظلماً لے لینے کا نام ہے (۱)۔

اور اصطلاح میں کسی کے مال کو ظالمانہ طور پر ڈکیتی کے بغیر لے لیا ہے (۲)۔

چنانچہ غصب فعل ہے قول نہیں ہے۔

ب۔ بائع کا مشتری سے ثمن پر قبضہ کرنا اور مشتری کا بائع سے مبیع کو حاصل کرنا۔ اسی طرح وہ تمام تصرفات جن کے کرنے میں تصرف کرنے والا بجائے احوال کے انفعال پر بھروسہ کرتا ہے۔

دوسری نوع: قولی تصرف:

۷۔ یہ وہ ہے جس کی بنیاد بجائے فعل کے الفاظ ہوں، اور اس میں تحریر اور اشارہ بھی داخل ہے اور اس کی دو انواع ہیں:

تصرف قولی عقدی اور تصرف قولی غیر عقدی۔

الف۔ تصرف قولی عقدی:

۸۔ یہ وہ ہے جس کا اتمام دو ارادوں کے اتفاق سے ہوتا ہو یعنی اس کو ایسے صیغے کی ضرورت ہوتی ہے جو طرفین سے صادر ہوں اور کسی معاملہ پر دونوں کے اتفاق کو بتاتے ہوں، اس نوع کی مثال وہ تمام عقود ہیں جو طرفین یعنی ایجاب کرنے والے اور قبول کرنے والے کے وجود کے بغیر مکمل نہ ہوتے ہوں جیسے اجارہ، بیع، نکاح اور وکالت، اس لئے کہ یہ عقود طرفین کی رضامندی کے بغیر مکمل نہیں ہوتے ہیں۔ اور ان کی تفصیل کا محل ان عقود کی مخصوص اصطلاحات ہیں۔

ب۔ تصرف قولی غیر عقدی، اس کی دو قسمیں ہیں:

۹۔ پہلی قسم: وہ ہے جو کسی حق کو وجود میں لانے یا اس کو ختم کرنے یا ساقط کرنے پر صاحب حق کے انشائی ارادہ اور اہل عزیمت کو متضمن ہو، اور چونکہ اس میں عزیمت اور حقوق کو پیدا کرنے یا انہیں ساقط کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، اس لئے کبھی کبھار اس عقد کو تصرف عقدی بھی کہہ دیا جاتا ہے اور یہ ان حضرات کے قول پر ہوتا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ اپنے عمومی معنی میں عقد ان عقود کو بھی شامل ہوتا ہے جو بیع اور اجارہ کی طرح طرفین کے درمیان ہوتے ہیں، اور ان عقود کو بھی شامل ہوتا ہے جن کو متصرف تنہا کرتا ہے جیسے وقف، طلاق، ابراء اور حلف وغیرہ جیسا کہ گزر چکا ہے، اور اس کی مثالوں میں وقف اور طلاق ہیں، اس کی تفصیل ان دونوں کی مخصوص اصطلاحات میں ہے۔

۱۰۔ دوسری قسم: ایسا قولی تصرف ہے جو حقوق کو وجود میں لانے، انہیں ختم کرنے یا انہیں ساقط کرنے کے ارادہ کو متضمن نہ ہو بلکہ یہ ان اقوال کی دوسری قسم ہے جن پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، اور یہ قسم محض قولی تصرف ہے، عقود سے اس کی مشابہت نہیں ہوتی اور اس کی مثالوں میں دعویٰ اور اقرار ہیں، اس کی تفصیل دونوں کی مخصوص اصطلاحات میں ہے۔

۱۱۔ قولی تصرف فعلی تصرف سے ممیز تصرف کے موضوع اور اس کی صورت سے ہوتا ہے، نہ کہ اس مہلتی سے جس پر اس کی بنیاد ہوتی ہے۔

۱۲۔ اور تصرف کی دونوں انواع قولی اور فعلی ہی میں تصرفات کی تمام انواع داخل ہو جاتی ہیں، خواہ یہ تصرفات عبادات ہوں جیسے نماز، زکاۃ، روزہ اور حج۔

یا تملیکات (مالک بنانے والے تصرفات) اور معاوضات ہوں جیسے بیع، اقالہ، صلح، تقسیم، اجارہ، مزارعت، مساقات، نکاح، خلع، اجازت اور ارض (مضاربت)۔

(۱) المصباح مادۃ "غصب"۔

(۲) جوہر لالکلیل ۳/۱۳۸ طبع دار المعرفہ۔

تصریح

یا تمہرات ہوں جیسے وقف، بہہ، صدقہ اور دین سے بری قرار دینا۔

یا تقیدات (قید لگانے والے تصرفات) ہوں جیسے حجر، رجعت اور وکیل کو معزول کرنا۔

یا التزامات ہوں جیسے ضمان، کفالت، حوالہ اور کسی طاعت کا التزام۔

یا استیقات (ساقط کرنے والے تصرفات) ہوں جیسے طلاق، خلع، مدبر بنانا اور دین سے بری کرنا۔

یا اطلاعات (چھوٹ دینے والے تصرفات) ہوں جیسے غلام کو تجارت کی اجازت دینا اور وکیل کو تصرف کی مطلق اجازت دینا۔

یا ولایات ہوں جیسے قضا، امارت، امامت اور وصیت کرنا۔

یا اثباتات ہوں جیسے اقرار، گواہی، یمن اور رہن۔

یا دوسرے کے مالی اور غیر مالی حقوق پر زیادتیاں ہوں جیسے غصب اور چوری۔

یا جان، اعضاء، نیز مال پر جنایات ہوں۔

اس لئے کہ انواع کے اختلاف کے باوجود یہ تصرفات اقوال یا افعال ہونے سے خارج نہیں ہیں، لہذا اپنی دونوں انواع قولی اور فعلی کے ساتھ تصرف ان سب کو شامل ہے۔

یعنی تصرف کے صحیح اور نافذ ہونے کی شرائط تو یہ بحث ان کے بیان کرنے کا محل نہیں ہے، خواہ ان شرائط کا تعلق تصرف کرنے والے سے ہو یا خود تصرف سے، اس لئے کہ ان شرائط کے بیان کرنے کا محل ان تصرفات میں سے ہر ایک کی مخصوص اصطلاح ہے۔

تصریح

دیکھئے: ”تصریح“۔



تصریہ ۱-۳

دھوکا کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے۔

اور اس لئے کہ اس میں تدلیس (عیب چھپانا) اور اضرار (ضرر پہنچانا) ہے (۱)۔

وضعی حکم (اثر):

۳-ائمہ: مالک، شافعی، احمد اور ابو یوسف اس طرف گئے ہیں کہ حیوان کا تصریہ ایسا عیب ہے جس سے مشتری کے لئے خیانتا بہت ہوتا ہے اور اس میں چوپائے اور غیر چوپائے جن کے دودھ کا قصد کیا جاتا ہے برآمد ہیں، اور یہ اس لئے کہ اس میں واقعی دھوکا دینا ہے (۲)، اور حدیث ہے: "لا تصروا الإبل والغنم، فمن ابتاعها بعد فإنہ بخیر النظرین بعد أن یحتلبها: إن شاء أمسک، وإن شاء ردھا ورد معها صاعاً من تمر" (۳) (اونٹ اور بکریوں کا تصریہ مت کرو، اور جو اس کے بعد انہیں خریدے گا تو اسے ان کے دوہنے کے بعد اس کو دو چیزوں میں سے بہتر پر غور و فکر کا اختیار ہوگا: اگر چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے لوٹا دے، اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور لوٹا دے)، اور اگر اس کو دوہا ہے تو دودھ کا معاوضہ لوٹائے گا، ان ائمہ کے درمیان یہ تو محل اتفاق ہے اگرچہ جیسا کہ آ رہا ہے معاوضہ کی نوع میں ان کا اختلاف ہے، اسی طرح وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ معاوضہ چوپایوں کے ساتھ مخصوص ہے (۴)۔

= روایت ابن ماجہ (۵۳/۲ طبع الجلی) نے کی ہے اور بھیری کہتے ہیں: اس کی سند میں جاہر بھی ہے اور وہ معتم ہے۔

(۱) المغنی ۳/۱۳۹۔

(۲) اسنی الطالب ۲/۶۱، ۶۲، المغنی ۳/۱۳۹، الرزقانی ۵/۱۳۳۔

(۳) حدیث: "لا تصروا الإبل والغنم....." کی روایت بخاری (الفتح

۳/۶۱ طبع المستقیم) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور مسلم (۳/۱۵۸ طبع الجلی) نے تقریباً قریب الفاظ سے اس کی روایت کی ہے۔

(۴) ساہتہ مراجع۔

تصریہ

تعریف:

۱-تصریہ لغت میں "صری" کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: صرّی الناقة أو غیرھا تصریةً جب اونٹنی کو دوہنا چھوڑ دیا جائے اور دودھ اس کے تھن میں جمع ہو جائے (۱)۔

اور اصطلاح میں یہ بائع کا اونٹنی یا کسی اور جانور کو بیچنے سے پہلے ایک مدت تک دوہنا ترک کر دینا ہے، تاکہ مشتری کو دودھ کی کثرت کا وہم دلائے (۲)۔

شرعی حکم:

۲- اس صورت میں باتفاق فقہاء تصریہ حرام ہے جب بائع اس سے مشتری کو دودھ کی کثرت کا وہم دلانے کا قصد کرے، اس لئے کہ حدیث ہے: "من غشنا فلیس منا" (۳) (جو ہم کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

اور حدیث ہے: "بیع المحفلات خلابة، ولا تحل الخلابة لمسلم" (۴) (دودھ روکی ہوئی اونٹنی کا بیچنا دھوکا ہے اور

(۱) المصباح للمیرادہ: "صری"۔

(۲) روض الطالب شرح اسنی الطالب ۲/۶۱، ابن ماجہ ۳/۹۹، شرح الرزقانی ۵/۱۳۳۔

(۳) حدیث: "من غشنا فلیس منا" کی روایت مسلم (۳/۱۵۸ طبع الجلی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۴) حدیث: "بیع المحفلات خلابة، ولا تحل الخلابة لمسلم" کی

تصریح ۳-۵

لوٹائے تو اس کے ساتھ ایک صاع نلہ لوٹائے، اور اس حدیث میں کھجور کی صراحت اس کی تخصیص کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اس وقت کھجور مدینہ کی غالب غذا تھی (۱)۔

اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو ہے ہوئے دودھ کی قیمت لوٹائے گا، اس لئے کہ وہ تلف کی ہوئی چیز کا ضمان ہے، لہذا اتمام تلف کردہ چیزوں کی طرح دودھ ہی کی قیمت سے اس کی تحدید کی جائے گی (۲)، پھر جمہور کے نزدیک: جب دودھ موجود ہو تو کیا خود اسی کو لوٹانا واجب ہوگا؟

امام احمد اس طرف گئے ہیں کہ مشتری کو دودھ لوٹانے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ وہ متغیر نہ ہو، اور اس پر کوئی دوسری چیز لازم نہیں ہوگی اور بائع کے لئے اس کو مسترد کرنا جائز نہ ہوگا (۳)۔

کھجور کی عدم موجودگی کے وقت واجب ہونے والی چیز:

۵- حنا بلہ اس طرف گئے ہیں کہ اس حال میں جس جگہ عقد واقع ہوا ہو وہاں (کے اعتبار سے) کھجور کی قیمت واجب ہوگی۔

اور قول اصح میں شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کے ذمہ سب سے قریبی علاقہ جہاں پر کھجور ہو، کے اعتبار سے کھجور کی قیمت ہوگی اور دوسرے قول کے مطابق اس کے ذمہ حجاز کے اعتبار سے کھجور کی قیمت ہوگی۔

اور امام مالک کے نزدیک کھجور نہ ہونے سے حکم مختلف نہ ہوگا، اس لئے کہ ان کے یہاں مطلقاً شہر والوں کی غالب غذا کا ایک صاع

(۱) الرزقانی ۵/۱۳۳، اور یہ استدلال الرزقانی میں نہیں ہے بلکہ اس کو ہم نے
اسمعیلی ۳/۱۵۱ سے نقل کیا ہے۔
(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۳/۹۶، ۹۷۔
(۳) اسمعیلی ۳/۱۵۱۔

اور امام ابو حنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ تصریح کی بنیاد پر جانور واپس نہیں کرے گا اور اس کی وجہ سے خیانت ثابت نہیں ہوگا، اس لئے کہ تصریح عیب نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ (جانور) مصرّاة نہ ہوتا اور وہ اسے اس جیسے جانوروں سے کم دودھ والا پاتا تو اس کو اس کی واپسی کا اختیار نہ ہوتا اور ایسی چیز کے چھپانے سے خیانت ثابت ہوتا ہے جو عیب نہ ہو اور جانور کے ساتھ ایک صاع کھجور نہیں واپس کرے گا، اس لئے کہ زیادتی کا ضمان مثل سے ہوتا ہے یا قیمت سے اور کھجور نہ مثل ہے نہ قیمت، بلکہ خرید اربابح سے کمی کا "أرش" وصول کرے گا اور یہاں "أرش" سے مراد بیع کے نقص کا معاوضہ دینا ہے (۱)۔

۳- دودھ کے معاوضہ کی نوع:

معاوضہ دینے میں اور اس کی نوع میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ امام احمد اس طرف گئے ہیں کہ معاوضہ ایک صاع کھجور ہے اور شافعیہ کے یہاں بھی صحیح قول یہی ہے (۲)، اور یہ مسلک اوپر ذکر کردہ حدیث کی وجہ سے ہے جس میں کھجور کی صراحت ہے: "وإن شاء ردھا ورد معها صاعاً من تمر" (اور چاہے تو اسے لوٹا دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور لوٹا دے)۔

اور امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ معاوضہ شہر کی غالب غذا سے ایک صاع ہوگا اور شافعیہ کا بھی دوسرا قول یہی ہے، اور امام مالک فرماتے ہیں: اس حدیث کے بعض طرق میں الفاظ اس طرح آئے ہیں: "فإن ردھا رد معها صاعاً من طعام" (۳) (اگر اس کو

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ۳/۹۶، ۹۷۔
(۲) آسنی الطالب ۳/۶۱، ۶۲، اسمعیلی ۳/۱۵۱۔
(۳) حدیث: "فإن ردھا رد معها صاعاً من طعام" کی روایت مسلم (۳/۱۱۵۸ طبع النجاشی) نے کی ہے۔

تصریح ۶-۷

واجب ہے (۱)۔
دوہے ہوئے دودھ کے بدلہ میں واجب ہے اور اس نے نہیں دوہا ہے۔

نیز اس حدیث کی وجہ سے جس میں صاع لوٹانے کو دوہنے سے مقید کیا گیا ہے اور (دوہنا) پایا نہیں گیا۔

اگر مشتری مصرّۃ کو رکھنے کا ارادہ کرے اور ”أرش“ (معاوضہ) طلب کرے تو اس کو اس کا اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے مصرّۃ کا کوئی ”أرش“ مقرر نہیں فرمایا ہے، آپ ﷺ نے تو صرف دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا ہے: ”إن شاء أمسك، وإن شاء ردّها وصاعاً من تمر“ (۱) (چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے لوٹا دے اور ایک صاع کھجور لوٹا دے)۔ اور اس لئے بھی کہ تصریح کوئی عیب نہیں ہے، لہذا اس کی وجہ سے کسی عوض کا مستحق نہیں ہوگا۔

۷- اگر ایک ہی عقد میں دو یا دو سے زیادہ مصرّۃ جانور خریدے ہوں اور سب کو واپس کرے تو ہر مصرّۃ کے ساتھ ایک صاع لوٹائے گا، امام شافعی نیز امام مالک کے بعض اصحاب اسی کے قائل ہیں، اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ سب میں ایک صاع ہوگا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من اشترى غنما مصرّۃ فاحتلبها، فإن رضيها أمسكها، وإن سخطها ففي حلبتها صاع من تمر“ (۲) (جو مصرّۃ بکری خریدے اور اسے دوہ لے تو اگر چاہے تو اس کو روک لے اور اگر ناپسند کرے تو اس کے دوہنے میں ایک صاع کھجور ہوگا)۔

حنابلہ کی دلیل نبی کریم ﷺ کے اس قول کا عموم ہے:

کیا دودھ کی کثرت اور قلت کے مابین حکم مختلف ہوگا؟

۶- جو حضرات مصرّۃ جانور کے ساتھ ایک صاع لوٹانے کی رائے رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نہ تو دودھ کی کثرت اور قلت کا کوئی اعتبار ہوگا اور نہ ہی اس میں کہ ایک صاع جانور کے دودھ کی قیمت کے مثل یا کم یا زیادہ ہے، اس لئے کہ یہ ایسا بدل ہے جس کی تحدید شریعت نے کی ہے (۲)۔

مصرّۃ کی واپسی کے جواز کے لئے شرط ہے کہ:

الف- مشتری یہ نہ جانے کہ وہ مصرّۃ ہے اور اگر خریداری کرنے اور دوہنے سے پہلے اس کو علم ہو جائے تو اس کے لئے خیار ثابت نہیں ہوگا۔

ب- بائع تصریح کا قصد کرے اور اگر اس کا قصد نہ کرے، مثلاً بھول سے یا کسی مشغولیت کی وجہ سے اس کو نہ دوہ سکے یا خود سے دودھ جمع ہو جائے تو خیار ثابت ہونے میں شافیہ کے یہاں دو اقوال ہیں (۳)۔

حنابلہ کے نزدیک مشتری کو لاحق ہونے والے ضرر کو دور کرنے کے لئے اسے خیار حاصل ہوگا اور ضرر کا دور کرنا شرعاً واجب ہے، خواہ قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، لہذا وہ عیب کے مشابہ ہوگا (۴)۔

ج- یہ کہ دوہنے کے بعد اس کو لوٹائے، چنانچہ اگر دوہنے سے پہلے لوٹا دیا تو بالاتفاق اس پر کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ صاع تو صرف

(۱) الترغاتی ۵/۱۳۳، شرح الروض ۲/۶۳، المغنی ۳/۱۵۱۔

(۲) شرح الترغاتی ۵/۱۳۳، ۱۳۴، ائسی الطالب ۲/۶۳، المغنی ۳/۱۵۲، ۱۵۳، نہایۃ المحتاج ۳/۷۳، ۷۴۔

(۳) نہایۃ المحتاج ۳/۷۳، ۷۴، روض الطالب ۲/۶۱، ۶۲۔

(۴) المغنی ۳/۱۵۷۔

(۱) روض الطالب ۲/۶۳، المغنی ۳/۱۵۳، شرح الترغاتی ۵/۱۳۳۔

(۲) المغنی ۳/۱۵۶، طبع ریاض، حدیث: ”من اشترى غنما مصرّۃ.....“ کی

روایت بخاری (الفتح ۳/۶۸، طبع استیعاب) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

تصریح ۸، تصفیق ۱

”من اشتری مصرّاة ومن اشتری محفلة“ (جو کوئی مصرّاة (جانور خریدے اور جو دودھ روکا ہو جانور خریدے) اور یہ ایک کوشال ہے نیز جس کو دو سو دوں میں دو چیزوں کا عوض بنایا جاتا ہے، وہ اس صورت میں بھی واجب ہوتا ہے جب دونوں چیزیں ایک ہی سو دے میں ہوں جیسے عیب کا ”أرش“ (معاوضہ)۔

تصفیق

تعریف:

۱- لغت میں تصفیق کے کئی معانی ہیں، ان میں ایک: ایسی ضرب لگانا ہے جس کی آواز سنائی دے۔ اس میں وہ صفیق ہی کی طرح ہے، کہا جاتا ہے ”صفیق بیدیه“ و ”صفیح“ (اپنے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی) (دونوں الفاظ) برابر ہیں اور حدیث میں ہے: ”التسبیح للرجال، و التصفیق للنساء“^(۱) (تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تالی عورتوں کے لئے ہے)، مطلب یہ ہے کہ نمازی کو جب اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اور وہ اپنے بغل والے کو متنبہ کرنا چاہے تو عورت اپنے ہاتھوں سے تالی بجائے گی اور مرد زبان سے تسبیح پڑھے گا۔

اور ”التصفیق بالید“ کا معنی ہے: ہاتھ سے آواز نکالنا، گویا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی مراد لئے گئے ہیں: ”وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْفِيقًا“^(۲) (اور خود ان کی نماز ہی خانہ کعبہ کے پاس کیا تھی بجز سستی بجانے اور تالی بجانے کے)، وہ لوگ تالیاں اور سستی بجاتے تھے اور ان کے گمان میں یہی عبادت تھی، اور اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے ان کا

خیار کی مدت:

۸- شافعیہ کے نزدیک خیار عیب کی طرح یہاں بھی واپسی نوری طور پر ہوگی اور مدت کے بارے میں حنابلہ کے تین اقوال ہیں: اول: یہ کہ وہ تین دن طے شدہ ہیں، ان کے گزرنے سے پہلے لوٹانے کا اور ان کے بعد روکنے کا سے اختیار نہیں ہوگا، امام احمد کا قول ظاہر یہی ہے، اس لئے کہ مسلم کی حدیث ہے: ”فهو بالخيار ثلاثة أيام“^(۱) (اس کو تین دن خیار حاصل ہوگا)۔

دوم: یہ کہ جب تصریح ثابت ہو جائے تو تین دن سے پہلے اور بعد میں اس کے لئے لوٹنا جائز ہوگا، اس لئے کہ یہ خیار ثابت کرنے والی تدلیس (عیب چھپانا) ہے، لہذا اس کے واضح ہونے پر تمام تدلیسات و عیب چھپانے کی طرح وہ واپسی کا مختار ہوگا۔

سوم: یہ کہ تصریح کا علم ہونے کے بعد تین دن مکمل ہونے تک اسے خیار حاصل رہے گا^(۲)۔

اور مالکیہ کے نزدیک اگر دوسرے دن اختیار حاصل ہوا ہو تو اگر تیسرے دن دوبا ہو تو واپس نہیں کرے گا^(۳)۔

(۱) حدیث: ”التسبیح للرجال و التصفیق للنساء“ کی روایت بخاری (اصح ۳۳۷۷ طبع استغریہ) نے اور مسلم (۳۱۸/۱ طبع مجلس) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

(۲) سورۃ انفال ۳۵۔

(۱) حدیث: ”فهو بالخيار ثلاثة أيام“ کی روایت مسلم (۱۵۵۸ طبع المجلسی) نے کی ہے۔

(۲) اسنی الطالب ۶۱/۲، المغنی ۳/۱۵۳، ۱۵۵۔

(۳) الترتیبی ۱۳۵/۵۔

تصفیق ۲-۳

مقصود یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی تلاوت اور نماز میں خلل ڈال دیں (۱)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ لہو و لعب کے طور پر تالی بجانا مراد ہو۔

اور کہا جاتا ہے: صفق له بالبيع و البيعة: یعنی بیع واجب ہوتے وقت اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا، پھر بیع کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ نہ مارا ہو۔

”ربحت صفقتك للشراء“ (تمہاری خریداری کا معاملہ نفع بخش رہا) اور صفقة رابحة (نفع بخش معاملہ) صفقة خاسرة (گھائے کا معاملہ)۔

”صفق بیدیه“ (۲) (تشدید کے ساتھ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا)۔

اور اصطلاحی معنی بھی لغوی معنی کے دائرہ سے خارج نہیں ہے، خواہ وہ عورت کی طرف سے نماز میں ہتھیلی کو اس انداز میں ہتھیلی پر مار کر ہو جو اس کی کیفیت کے بیان میں عنقریب آئے گا یا وہ عورت یا مرد کی جانب سے ایک ہتھیلی کے اندرون کو دوسری ہتھیلی کے اندرون پر مار کر ہو جیسا کہ محفلوں اور خوشی کی تقریبات کا حال ہوتا ہے (۳)۔

تصفیق کا شرعی حکم:

۲- تالی کبھی نماز پڑھنے والے کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی غیر مصلیٰ کی طرف سے، چنانچہ جو مصلیٰ کی طرف سے ہو تو وہ یا تو نماز کے

(۱) لسان العرب مادة ”صفق“، القزطی ۷/ ۳۰۰، ۳۰۱۔

(۲) مختار الصحاح، المصباح لمیر مادة ”صفق“۔

(۳) الفتاویٰ البندیہ ۱/ ۹۹، نہایت المحتاج للراۃ ۲/ ۳۳، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۹۵، جامعہ الصغریٰ بہامش الخرشنی علی مختصر فلیل ۱/ ۳۲۱، کشف القناع عن متن الاتحاف ۱/ ۳۸۰ طبع العصر الحدیث۔

کسی سہو پر اپنے امام کو متنبہ کرنے کے لئے ہوگی یا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دفع کرنے کے لئے تاکہ اسے اس بات پر متنبہ کر سکے کہ وہ نماز میں ہے، اور اس کو اپنے سامنے گزرنے سے روک دے یا نمازی میں مصلیٰ کی جانب سے بطور لہو و لعب ہوگی۔

اور جو غیر مصلیٰ سے ہو وہ یا تو محفلوں میں ہوگی جیسے پیدائش اور خوشی کی تقریبات میں، یا خطبہ جمعہ کے دوران یا اس کی طرف سے کسی مصلیٰ سے نماز میں دخول کی اجازت لینے کے لئے یا پھر آواز دینے کے لئے ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا ایک حکم ہے۔

نماز کے کسی سہو پر اپنے امام کو متنبہ کرنے کے لئے مصلیٰ کا تالی بجانا:

۳- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر امام کو نماز میں سہو کوئی بات پیش آجائے تو اس کی اقتدا کرنے والوں کے لئے اس کو متنبہ کرنا مستحب ہے۔

اور عورت اور مرد میں سے ہر ایک کے اعتبار سے طریقہ تشبیہ میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا یہ تسبیح کے ذریعہ ہوگی یا تالی بجا کر، چنانچہ مرد کے اعتبار سے تسبیح کے انتخاب پر ان کا اتفاق ہے اور عورت کے اعتبار سے تالی بجانے میں ان کا اختلاف ہے۔

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ عورت کی طرف سے تشبیہ تالی بجا کر ہوگی، اس لئے کہ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إذا نابکم شیء فی صلاتکم فلیسبح الرجال ولتصفق النساء“ (۱) (جب تم

(۱) حدیث: ”إذا نابکم شیء فی صلاتکم...“ کی روایت ابو داؤد

(۱/ ۵۸۰، تحقیق عزت عبید الدعاس) اور دارمی (۱/ ۳۱۷) شائع کردہ

دار احیاء السنن النبویہ نے کی ہے اور جیسا کہ گزر چکا ہے اس کی اصل صحیحین

میں موجود ہے۔

تصفیق ۴

کو اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو مرد تسبیح کریں اور عورتیں تالی بجائیں) اور اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”التسبیح للرجال والتصفیق للنساء“ (۱) (مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تالی ہے) اور اس بارے میں بیچرے عورتوں کے مثل ہوں گے (۲)۔

اور مالکیہ نے عورت کے لئے نماز میں تالی بجانے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”من نابہ شیء فی صلاتہ فلیقل سبحان اللہ“ (۳) (جس کو اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے)، اور ”من“ عموم کا صیغہ ہے، لہذا تسبیح سے تنبیہ کرنے میں اس نے عورتوں کو بھی شامل کر لیا ہے، اسی لئے ظلیل کہتے ہیں: وہ یعنی عورتیں اپنی نماز میں کسی ضرورت پر تالی نہیں بجائیں گی اور آپ ﷺ کا قول: ”التصفیق للنساء“ (تالی عورتوں کے لئے ہے) اس کی مذمت ہے، عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہے، اس دلیل سے کہ اس پر عورتوں کا عمل نہیں رہا (۴)۔

اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کے لئے نماز پڑھنے والے کا تالی بجانا:

۴- نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کا حکم

(۱) حدیث: ”التسبیح للرجال و التصفیق للنساء“ کی روایت گزر چکی ہے۔
 (۲) الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۹۹، ۱۰۳، ابن عابدین ۱/ ۳۱۷، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/ ۹۳، ۹۵، روایت الطائین ۱/ ۲۹۱، نہایتہ المحتاج للرجل ۲/ ۳۳، شرح منہاج الطائین، حاشیہ قلیوبی ۱/ ۱۸۹، ۱۹۰، المغنی لابن قدامہ ۱/ ۱۹۳، ۵۳ طبع ریاض الحدیث، کشف القناع ۱/ ۳۸۰، ۳۸۱ طبع انصر الحدیث۔

(۳) حدیث: ”من نابہ شیء فی صلاتہ فلیقل سبحان اللہ“ کی روایت بخاری (فتح ۳/ ۱۰۷ طبع استقویہ) اور مسلم (۱/ ۳۱۷ طبع الملتی) نے کی ہے۔
 (۴) جوہر الاطیل ۱/ ۶۳، ۶۳، شرح الکبیر ۱/ ۸۵، ۸۵، الجلیل لشرح مختصر ظلیل، التاج والاطیل بہامعہ ۲/ ۲۹۳ طبع انجاء صلیبیا، الخرش علی مختصر ظلیل ۱/ ۳۲۱۔

نماز پڑھنے والے کے مرد یا عورت ہونے سے بدل جاتا ہے۔ چنانچہ نماز پڑھنے والا اگر مرد ہو تو اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکنا تسبیح یا سریا آنکھ کے اشارہ سے ہوگا، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”التسبیح للرجال“ (تسبیح مردوں کے لئے ہے)، اور حضرت اہل بن سعدؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إذا نابکم فی صلاتکم شیء فلیسبح الرجال“ (۱) (جب تم لوگوں کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو مردوں کو تسبیح کہنا چاہئے)۔

اور جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ کی دونوں اولاد یعنی عمر وزینب رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا: ”کان یصلی فی بیتہا فقام ولدہا عمر لیسر بین یدییہ، فأشار إلیہ أن قف فوقف، ثم قامت بنتہا زینب لتمرین یدییہ، فأشار إلیہا أن قفی فأبت و مروت، فلما فرغ من صلاتہ قال: ہن أغلب“ (۲) (جب آپ ﷺ حضرت ام سلمہ کے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے تو ان کے بیٹے عمر آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے کے لئے اٹھے تو آپ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ رک جاؤ، وہ رک گئے، پھر ان کی صاحبزادی زینب آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے کے لئے اٹھیں تو آپ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ رک جاؤ تو وہ نہ مانیں اور گزر گئیں، پھر جب آپ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بچیاں عورتیں زیادہ غالب آنے والیاں ہیں)۔ اور نمازی اگر عورت ہو تو گزرنے والے کو اس کا روکنا اشارہ یا واہنی ہتھیلی کے باطن کو بائیں ہتھیلی کے ظاہر پر مار کر ہوگا، اس لئے کہ

(۱) ان دونوں حدیثوں کی تخریج (فقہ نمبر ۳) میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”ہن أغلب“ کی روایت ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ سے کی ہے (۱/ ۳۰۵ طبع الملتی) بھیری الزوائد میں کہتے ہیں اس کی سند میں ضعف ہے۔

تصفیق ۵

درمیان صلح کرانے کے لئے نکلے تو رسول اللہ ﷺ روک لئے گئے اور نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا: اے ابو بکر! رسول اللہ ﷺ روک لئے گئے ہیں، اور نماز کا وقت ہو گیا ہے تو کیا آپ لوگوں کی امامت کر سکتے ہیں؟ فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو ہاں (میں امامت کر سکتا ہوں) تو حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے، اور لوگوں کے لئے تکبیر کہی اور رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لائے، یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے تو لوگوں نے تالی بجانا شروع کر دیا، حضرت ابو بکرؓ اپنی نماز میں التفات نہیں فرماتے تھے، پھر جب لوگوں نے کثرت سے تالی بجاتی تو انہوں نے التفات فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے ہوئے اشارہ کیا، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا، اللہ کی حمد کی اور اٹھ چل کر پیچھے لوٹ آئے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ”یا ایہا الناس مالکم حین نابکم شیء فی الصلاة آخذتم فی التصفیق؟ إنما التصفیق للنساء۔ من نابہ شیء فی صلاة فلیقل: سبحان اللہ، فإنہ لا یسمعه أحد حین یقول: سبحان اللہ إلا التفت: یا أبا بکر ما منعک أن تصلي للناس حین أشرت إلیک؟ فقال أبو بکر: ما کان ینبغی لابن ابی قحافة أن یصلي بین یدی رسول اللہ ﷺ“ (۱) (اے لوگو! کیا بات ہے جب نماز میں تم کو ایک چیز پیش آئی تو تم نے تالی بجانا

(۱) حدیث: ”یا ایہا الناس مالکم حین نابکم شیء فی الصلاة آخذتم فی التصفیق؟“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۱۰۷ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۶۱، ۳۱۷ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

اس کے لئے تالی بجانا ہے اور تلاوت یا تسبیح کے ذریعہ اپنی آواز بلند نہیں کرے گی، اس لئے کہ عورتوں کے حال کا معنی ستر پر ہے، اور تسبیح کے ذریعہ روکنا ان سے مطلوب نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”والتصفیق للنساء“ (تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے)، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”ولیصفق النساء“ (عورتیں تالی بجانیں) حنفیہ کے یہاں مسنون یہی ہے (۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ گزرنے والے کو دفع کرنے کے سلسلہ میں مرد کے لئے تسبیح اور عورت کے لئے تالی کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں: ”نماز پڑھنے والا جس کی استطاعت رکھتا ہو اس کے ذریعہ گزرنے والے کو روکے اور اس میں آسان سے آسان صورت کو مقدم رکھے“۔ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مصلی کے لئے اپنے سامنے سے گزرنے والے کو ایسے انداز میں دفع کرنا مستحب ہے جو اس کی کوئی چیز تلف نہ کرے، نہ اس کو مشغول کرے اور اس کی طرف سے دفع اگر بڑھ گیا تو اس کی نماز کو باطل کر دے گا (۲)۔

اس کی تفصیل ”سترۃ اصلاۃ“ کی بحث میں ہے۔

نماز میں مرد کا تالی بجانا:

۵- مرد کے لئے نماز میں تالی بجانے کی مطلقاً کراہت پر فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کچھ (جھگڑا) ہو گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ ان کے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۰۳، ابن عابدین ۲۲۹/۱، مراقی الفلاح، جامعۃ الخلیلوی، ص ۲۰۱، ۲۰۲، تمییز الحقائق شرح کنز الدقائق للریضی، جامعۃ الہدیس بہار ۱/۱۶۱، ۱۶۲۔

(۲) جامعۃ الدسوقی علی الشرح المکبیر ۲۳۶/۱، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۱/۶۱، ۹۵، کشاف القناع عن متن الاتحاع ۱/۳۵۷ طبع انصر الحدیث۔

تصفیق ۶-۷

ہے کہ کھیل کے طور پر نماز میں تالی بجانا اس کو باطل کر دے گا، خواہ تالی کم ہی بجائی ہو، اس لئے کہ کھیل نماز کے منافی ہے اور اس میں اصل صحیحین کی حدیث ہے: ”من نابہ شیء فی صلاتہ فلیس یسبح، وإنما التصفیق للنساء“ (جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے وہ تسبیح کرے، تالی تو صرف عورتوں کے لئے ہے) اور اس لئے بھی کہ وہ نماز کے منافی ہے۔

حنابلہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ تالی اگر کم بجائے تو نماز باطل نہیں ہوگی اور زیادہ ہو تو باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ یہ نماز کی جنس کے علاوہ کا عمل ہے تو اس کا کثیر نماز کو باطل کر دے گا، خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر (۱)۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ جو کام عادتاً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے، برخلاف اس کے جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے کہ وہ کبھی قلیل ہوتا ہے، اور وہ عمل کثیر جو نہ نماز کے انفعال میں سے ہو، نہ اس کی اصلاح کے لئے ہو، نماز کو باطل کر دیتا ہے، اور تالی عادتاً دونوں ہاتھوں سے ہی بجائی جاتی ہے، لہذا اس حال میں وہ نماز میں ایسا عمل کثیر ہوگا جو نماز کو باطل کر دیتا ہے، اس لئے کہ وہ نماز کے انفعال کے منافی ہے (۲)۔

مالکیہ کے نزدیک تالی بجانا نماز کے اندر عبث ہونے سے خالی نہیں ہے، اور اس پر عمل کثیر کا حکم جاری ہوگا، اس لئے کہ منہ سے پھونک مارنے کی طرح وہ نماز کے انفعال کی جنس سے نہیں ہے اور پھونکنا نماز کو اسی طرح باطل کر دیتا ہے جیسے اس میں بات کرنا، اور اس کی دلیل حضرت ابن عباس کا قول ہے: نماز میں پھونک مارنا بات

(۱) شرح منہاج الطالبین وحاشیہ قلیوبی علیہ ۱/ ۱۹۰، کشاف القناع عن متن

الاتحاف ۱/ ۳۸۰، ۳۸۱ طبع انصر الحدیث۔

(۲) رد المحتار، حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۳۱۹، ۳۲۰، الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۱۰۱، ۱۰۲،

حاشیہ الطحاوی علی مراتب الاخلاق ص ۷۷۔

شروع کر دیا، تالی بجانا تو صرف عورتوں کے لئے ہے، جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے اس لئے کہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کو جو بھی سنے گا متوجہ ہوگا، اے ابو بکر! جب میں نے آپ کو اشارہ کیا تو لوگوں کو نماز پڑھانے سے آپ کو کس چیز نے روکا؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھاتا، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تالی بجانے پر تکلیف فرمائی اور ان کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا اور اس میں مرد کے لئے نماز میں تالی بجانے کی کراہت پر دلیل ہے (۱)۔

نماز پڑھنے والے کا دوسرے کو داخل ہونے کی اجازت دینے کے لئے تالی بجانا:

۶- مالکیہ اور شافعیہ نے نمازی کو دوسرے کو متنبہ کرنے کی اجازت دی ہے، اور مالکیہ کے یہاں یہ مطلقاً تسبیح سے ہوگا، شافعیہ کے نزدیک مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تالی بجانا، ان دلائل کی وجہ سے جن کا بیان گزر چکا ہے، اور حنفیہ و حنابلہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے (۲)۔

نماز میں ابو و لعب کے طور پر تالی بجانا:

۷- شافعیہ کہتے ہیں اور حنابلہ کے بھی دو قول میں سے ایک یہی

(۱) نہایۃ المحتاج ۲/ ۵۲، الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۹۹، ۱۰۳، المغنی لابن قدامہ ۲/ ۱۹۷، طبع ریاض المدینہ، جوہر الاکلیل ۱/ ۶۲، ۶۳، فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۳/ ۱۰۷۔

(۲) جوہر الاکلیل ۱/ ۶۲، ۶۳، اشرح مکبیر ۱/ ۸۵، مواہب الجلیل بشرح مختصر فلیل، التاج والاکلیل بہامہ ۲/ ۲۹، طبع المحتاج بلنویا، لخرشی علی مختصر فلیل

۱/ ۳۲۱۔

تصفیق ۸-۱۰

اور حنابلہ کے یہاں کیفیت یہ ہے کہ ایک ہتھیلی کے اندرون کو دوسرے کے اوپری حصہ پر مارے (۱)۔

خطبہ کے دوران تالی بجانا:

۹- جمہور فقہاء کے نزدیک خطیب (کی بات سننے) کے لئے خاموش رہنا واجب ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مستحب ہے، اور اسی بنیاد پر جمہور کے نزدیک ہر وہ چیز حرام ہوگی جو خطیب کی بات سننے کے لئے چپ رہنے کے منافی ہو، جیسے کھانا پینا، اور کسی ایسی چیز کا بلانا جس سے آواز پیدا ہو جیسے ورق، کپڑا، شیخ، دروازہ کھولنا یا کسی لکھی ہوئی چیز کا مطالعہ کرنا، خطبہ کے دوران تالی بجانا، ایسی آواز پیدا کرے گا جس سے خطیب اور سامعین خطبہ پریشان ہو جائیں گے، اسی سبب سے آداب سماعت میں خلل پیدا کرنے اور مسجد کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے ایسا کرنا حرام ہوگا۔

اور جو شخص خطبہ کے دوران مسجد یا مسجد کے احاطہ میں تالی بجائے اس کی حرمت اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ بڑھی ہوتی ہے جو مسجد سے باہر یہ کام ایسے لوگوں کے لئے کرے جو خطیب کی بات نہیں سن رہے ہیں (۲)۔

نماز اور خطبہ کے علاوہ جگہوں میں تالی بجانا:

۱۰- نماز اور خطبہ کے علاوہ جگہوں میں تالی بجانا اس صورت میں

- (۱) کشاف القناع عن متن الاقناع ۱/۳۸۰ طبع نصح الحدیث، المعنی لابن قدامہ ۱۹/۲ طبع ریاض الحدیث۔
- (۲) المدخل لابن الحاج ۲/۲۲۷، ۲۲۸، الفواکیر الدوایی ۱/۳۱۰، ۳۱۰ دار المعرف، المشرح الکبیر ۱/۳۸۷، ۳۸۸، فتح القدر ۲/۳۷۷، ۳۷۸، رد المحتار علی الدر المختار ۱/۵۵۱، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۳۷، نیل المآرب بشرح دیلم الطالب ۱/۲۰۰، ۲۰۱ طبع الفلاح، منار السبیل فی شرح الدلیل ۱/۱۳۷ مکتب الاسلامی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۲/۳۰۷، ۳۱۳، الجامع

کرنے کی طرح ہے اور نبی کریم ﷺ کا حضرت ربیع سے جبکہ وہ مٹی میں پھونک مار رہے تھے یہ فرمانا: "من نفخ فی الصلاة فقد تکلم" (۱) (جس نے نماز کے اندر پھونک ماری اس نے (گویا) بات کی)، اور جب نماز میں کھیل کے طور پر تالی بجانے پر عمل کثیر کا حکم جاری ہو گیا ہے تو وہ نماز کے لئے مبطل ہوگا (۲)۔

تالی بجانے کی کیفیت:

۸- عورت کے لئے نماز میں تالی بجانے کی کیفیت کے لئے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک دو طریقے ہیں:

ایک: یہ کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے اوپری حصہ سے بائیں ہتھیلی کی چوڑائی پر ضرب لگائے۔

دوسرا: یہ کہ داہنی ہتھیلی کے اندرونی حصہ سے بائیں ہتھیلی کے ظاہری حصہ پر ضرب لگائے، یہی آسان اور کم عمل والا طریقہ ہے، اور یہی ان کے یہاں مشہور ہے (۳)۔

اور مالکیہ کے نزدیک اس کا قائل ہونے کی صورت میں کیفیت یہ ہوگی کہ داہنے ہاتھ کی دو انگلیوں کے اوپری حصہ سے بائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ پر ضرب لگائے (۴)۔

(۱) حدیث: "من نفخ فی الصلاة فقد تکلم" حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً وارد ہے کہ آپ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ یعنی نماز میں پھونک مارنا کلام نہ ہو، اس کی روایت بخاری (۲۱/۲۵۲ طبع دائرة المعارف العلمانیہ) نے کی ہے اور شوکانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ (امیل ۲/۳۱۸ طبع المطبعة العلمانیہ مصر) میں ہے۔

(۲) الفواکیر الدوایی (۱/۲۶۸ دار المعرف)۔

(۳) ابن ماجہ ۱/۳۲۹، مرآۃ الفلاح، جامعہ المصنوع علیہ ۲/۲۰۲، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۹۹، ۱۰۳، منهاج الطالبین ۱/۹۰، روضة الطالبین ۱/۲۹۱، نہایت المحتاج طرکی ۲/۳۳، امجدی فی فقہ الامام الشافعی ۱/۹۵۔

(۴) جامعہ الصدوقی بہامش الخرشنی علی مختصر فہمیل ۱/۳۲۱، مواہب الجلیل بشرح مختصر فہمیل، المتاجر والذلیل بیامعہ ۲/۲۹۲ مکتبۃ الخواج بلوئیہ۔

تصفیہ ۱-۲

جائز ہوگا جب وہ کسی معتبر حاجت کے لئے ہو جیسے اجازت لینا اور متنبہ کرنا یا اشعار پڑھنے کے فن میں خوبی پیدا کرنا یا عورتوں کا اپنے بچوں کو کھلانا۔

اور اگر بغیر ضرورت ہو تو بعض فقہاء نے اس کی حرمت کی صراحت کی ہے اور بعض نے اس کی کراہت کی صراحت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ باطل لہو میں سے ہے یا بیت اللہ کے پاس اہل جاہلیت کی عبادت سے مشابہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً“ (۱) (اور خود ان کی نماز (عی) خانہ (کعبہ) کے پاس کیا تھی بجز سیٹی بجانے اور تالی بجانے کے)۔

یا اس میں عورتوں سے مشابہت کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ جب امام کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو تالی بجانا عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ تسبیح مردوں کے لئے ہے (۲)۔

= ل احکام القرآن للقرطبی ۷ / ۳۵۳، ۳۵۴، شرح الروض ۱ / ۲۵۸، المہذب ۱ / ۱۲۲۔

(۱) سورۃ انفال ۳۵۔

(۲) ابن ماجہ ۵ / ۲۵۳، المدخل لابن الحاج ۲ / ۱۲، ۱۳، حاشیہ قلیوبی علی منہاج الطالبین ۱ / ۹۰، نہایت المحتاج للدری ۲ / ۳۳، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۷ / ۳۰۰، لا داب المشرعیہ لابن مفلح ۳ / ۳۹۱، کف الرعا عن بحرمت المہوو المساع ۱ / ۱۰۰، نہایت المحتاج للدری ۲ / ۳۳-۳۵، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۲ / ۲۱۲، ۲۱۳۔

ان استدلالوں میں جو کمزوری اور قائل متراض باتیں ہیں وہ مخفی نہیں ہیں اس لئے کہ اس کے باطل اور لہو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا (تحدہ الاحوذی ۵ / ۲۶۶) اور ثواب سے خالی ہوجانے والی ہر چیز حرام نہیں ہوجاتی، اور جاہلیت کی عبادت سے مشابہت کا وجود بھی باقی نہیں رہا۔ اور آہستہ میں تالی کی ندمت اس لئے ہے کہ وہ ”البت“ یعنی مسجد حرام کے پاس ہوتی تھی، نیز انہوں نے اس کو اپنی نماز بنا لیا تھا، اور تالی بجانے میں عورتوں سے مشابہت صرف اس وقت ہوگی جب امام کے سہو غیرہ کے موقع پر مرد نماز میں اپنے حق میں شروع تسبیح کے بدلہ میں تالی بجائے (کمپنی)۔

تصفیہ

تعریف:

۱- تصفیہ لغت میں صفی الشیء سے ماخوذ ہے، جب کوئی کسی چیز کا خلاصہ لے، اور اسی سے ہے: صفیت الماء من القمذی، تصفیۃ: میں نے پانی سے خس و خاشاک زائل کر دیئے، ”لسان العرب“ اور ”المصباح المہیر“ میں اسی طرح ہے۔

اور اصطلاح میں تصفیہ سے وہ تمام کام مراد لئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فوت شدہ شخص کے حقوق اور التزامات کا احاطہ کیا جائے، اور ترکہ سے متعلق حقوق حق والوں یعنی اصحاب دین، موصی ہام (جن کے لئے وصیت کی گئی ہو) اور ورثا کو لوہا کر دیئے جائیں۔

اجمالی حکم:

۲- اس معنی میں تصفیہ ایک نئی اصطلاح ہے جو قانون دانوں میں متعارف ہے، اور مذکورہ عنوان سے فقہاء نے اس پر بحث نہیں کی اگرچہ انہوں نے ان حقوق کو بیان کرنے پر بھرپور توجہ دی ہے جو ترکہ کے لئے یا اس کے ذمہ ہوتے ہیں، اور نا بالغوں کے حقوق سے متعلقہ احکام بیان کرنے پر بھی پوری توجہ کی ہے تاکہ اصحاب حقوق کے حقوق محفوظ رہ سکیں، ان میں سے بعض بعض پر زیادتی نہ کر سکیں خاص طور پر اصحاب دیون اور وہ لوگ جن کے لئے ترکہ کے کسی حصہ کی وصیت کی گئی ہو ان کے حقوق محفوظ ہو سکیں۔

تصليب

ان احكام كى تفصيل ”تركہ“، ”ارث“، ”وصيت“ اور ”اِیصاء“
كى اصطلاح ميں بيان كى گئى ہے۔

تصليب

تعريف:

۱- لغت ميں تصليب ”صلب“ كا مصدر ہے، اور وہ كئى معانى كے لئے

آتا ہے، ان ميں سے كچھ يہ ميں:

الف- قتل كرنے كا مشهور طريقہ، كہا جاتا ہے: ”صلب فلان

صلبا، و صلب تصليبا (فلاں كو سولى دى گئى) چنانچہ قرآن مجيد

ميں ہے: ”وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ، وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ“ (۱) (اور نہ

تو انہوں نے انہیں قتل كيا اور نہ ان كو سولى دى ليكن ان كو اشتباہ ميں

ڈال ديا گيا)۔

اور قرآن ميں قول فرعون كى حكاي ت ہے: ”وَلَا وَصَلْبِنَاكُمْ

فِي جُدُوعِ النَّخْلِ“ (۲) (اور ہم تم كو ضرور سولى ديں گے كھجور كے

تنوں ميں)، اور اس كى اصل ”لسان العرب“ كے مطابق ”صليب“

ہے، اور يہ لغت ميں انسان يا حيوان كے تيل كو كہتے ميں فرماتے ميں:

صلب: قتل كرنے كا يہ معروف طريقہ اسى صليب سے مشتق ہے، اس

لئے كہ مصلوب كى چرني (يعنى اس كا تيل) بہتا ہے (۳)۔

اور اسى سے صليب كا نام پڑا، يعنى وہ لکڑى جس پر وہ شخص لٹكا يا

جاتا ہے جس كو سولى دے كر قتل كيا جائے، پھر اس كا استعمال اس چيز

كے لئے ہونے لگا جس كو عيسائى اس شكل ميں بنا ليتے ميں، صليب كى

(۱) سورة نساء ۷۷-۱۵۷۔

(۲) سورة طه ۷۱۔

(۳) لسان العرب مادة ”صليب“۔



تصليب ۲-۳

جمع صلبان اور صلب ہے۔ اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے)۔ اور نماز میں صلیب کی شکل بنانے کی ہیئت یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے دونوں ہاتھ کو لہوں پر رکھے، اور اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھے اور آپ ﷺ نے اس سے ممانعت اس لئے فرمائی ہے کہ وہ مصلوب (سولی دینے ہوئے) شخص کی شکل کے مشابہ ہے، اور اس کے احکام ”صلاة“ میں دیکھے جائیں۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تمثیل: (مثلاً کرنا)

۲- تمثیل مثل کا مصدر ہے، جو ”مثلت بالقتیل مثلاً“ سے ماخوذ ہے، جب تم نے عبرتناک سزا کے طور پر مقتول کے (کان ماک) کاٹے ہوں اور تمہارے قتل کے اثرات اس پر ظاہر ہوں، ”مثلاً“ میں تشدید مبالغہ کا معنی پیدا کرنے کے لئے ہے (۱)۔

لہذا تصليب اور تمثیل میں بتاؤں کی نسبت ہے، اس لئے کہ تصليب کے معنی سزا کے لئے باندھنے کے ہیں اور تمثیل کے معنی صرف کان ماک کاٹنے اور کلگڑے کلگڑے کرنے کے ہیں۔

ب- صبر:

۳- لغت میں صبر کے ایک معنی انسان کو قتل کرنے کے لئے کھڑا کرنے کے ہیں یا یہ کہ پرندہ وغیرہ کسی ذی روح کو روک کر زندہ باندھ دیا جائے، پھر اسے کسی چیز سے جان سے مار ڈالنے تک مارا جائے (۲)۔

لہذا صبر تصليب سے عام ہے، اس لئے کہ صبر کبھی سولی کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

(۱) لسان العرب مادہ ”مثلاً“۔

(۲) لسان العرب۔

ب- تصليب: صلیب کی کارگیری یا کسی کپڑے یا دیوار یا کاغذ وغیرہ میں صلیب کی شکل کے نقش و نگار بنانے یا اشارہ سے صلیب بنانے کو کہا جاتا ہے، ابن عابدین کہتے ہیں: صلیب دو ایسے خطوط کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہوں (۱)، اور حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے: ”أن النبي ﷺ لم یکن یتروک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب إلا نقضہ“ (۲) (نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں صلیب کے نقوش ہوں مگر یہ کہ اس کو اکھاڑ دیتے تھے) یعنی صلیب کی جگہ کاٹ دیتے تھے، اور ایک روایت میں ہے: ”نہی عن الصلاة فی الثوب المصلوب“ (۳) (آپ ﷺ نے مصلوب کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا) یعنی جس میں صلیب کی طرح کے نقش و نگار ہوں (۴)۔

ج- حدیث میں آیا ہے: ”نہی النبی ﷺ عن الصلب فی الصلاة“ (۵) (نبی کریم ﷺ نے نماز میں صلیب کی شکل

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ۱۹۹/۳۔

(۲) حدیث: ”أن النبی ﷺ لم یکن یتروک فی بیتہ شیئا فیہ.....“ کی روایت بخاری (المع ۳۸۵/۱۰ طبع استغریہ) نے کی ہے اور اس کی روایت ابوداؤد (۳۸۳/۳ طبع عزت عبید الدعاس) اور احمد (۵۲/۶ طبع مکتب الاسلامی) نے اسی کے مثل کی ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی عن الصلاة فی الثوب المصلوب“ کو صاحب لسان العرب (۲/۲۶۱) نے نقل کیا ہے اور ہمارے سامنے حدیث کی جو کتابیں ہیں ہم نے اس کو ان میں نہیں پایا۔

(۴) لسان العرب۔

(۵) حدیث: ”نہی عن الصلب فی الصلاة“ کی روایت احمد (۳۰/۲) مکتب الاسلامی) اور ابوداؤد (۵۵۶/۱ طبع عزت عبید الدعاس) نے اس کے معنی کے ساتھ کی ہے اور حافظ عراقی کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے (مخرج اہیاء علوم الدین) ۱/۶۲ طبع مصطفیٰ للعلمی)۔

تصليب ۴-۵

شرعی حکم:

اس کا حکم دو امور پر مشتمل ہے:

الف۔ صلب: یعنی قتل کا معروف طریقہ:

ب۔ صلیب سے متعلق احکام:

اول: تصليب بمعنی قتل کی معروف کیفیت کا حکم:

۴- سولی دینا قتل کا ایک مشہور طریقہ ہے، وہ یہ کہ جس کے قتل کا ارادہ ہو اس کو کسی تنے، درخت یا کھڑی لکڑی پر اٹھایا جائے اور اس کے دونوں ہاتھ چوڑائی میں لگی ہوئی لکڑی پر پھیلا دیئے جائیں، اور دونوں پیروں کو کھڑی لکڑی میں باندھ دیا جائے اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اور کبھی کبھی اس کے ہاتھوں اور پیروں کو لکڑی میں میخوں سے ٹھونک دیا جاتا ہے، اور کبھی پہلے اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور جان نکلنے کے بعد اس کی تشہیر کے لئے لکڑی پر سولی دی جاتی ہے۔

قتل کا یہ طریقہ گزشتہ اقوام ایرانیوں اور رومیوں اور ان سے پہلے کے لوگوں میں رائج تھا، اور قرآن میں صراحت آئی ہے کہ فرعون اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ عمل کرتا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے: "يَا صَاحِبِ السِّجْنِ أَمَا أَحَدُكُمْ مَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا، وَ أَمَا الْآخِرُ فَيُصَلِّبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ" (۱) (اے یارانِ حُوس! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور رہا وہ دوسرا اس سے سولی دی جائے گی پھر اس کے سر کو پرندے (نوج نوج کر) کھائیں گے)۔

اسلام نے قتل کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس میں سخت عذاب، مثلہ اور تشہیر ہے، نبی کریم ﷺ نے

(۱) سورہ یوسف ۴۱۔

فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ، وَلِيُحَدِّثَ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلِيُورِثَ ذَبِيحَتَهُ" (۱) (اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے کہ ہر کام کو اچھی طرح انجام دیا جائے، لہذا جب قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو، اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو اور تم میں سے (ہر) ایک کو دھارتیز کر لینی چاہئے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دینا چاہئے)۔ اور "نہی عن المثلثة ولو بالكلب العقور" (۲) (آپ ﷺ نے مثلہ سے منع فرمایا، خواہ کال کھانے والے کتے کا ہی مثلہ کیا جائے)۔

۵- اس اصل سے کچھ محدود جرائم مستثنیٰ ہیں جن کی سزا سولی کا تقاضا کرنے والے مخصوص عوارض کی وجہ سے قتل کے بعد سولی مقرر کی گئی ہے اور یہ جرائم ذیل میں آ رہے ہیں:

الف۔ زمین میں فساد پھیلانا

مخاربه (رہزنی، ڈاکہ) کے ذریعہ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا سولی مقرر ہوئی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَ

(۱) حدیث: "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ....." کی روایت مسلم (۱۵۳۸/۳) طبع عیسیٰ، اہلی (۱۳۳/۳) اور احمد (۱۳۳/۳) طبع المکتب الاسلامی نے کی ہے الفاظ احمد کے ہیں۔

(۲) حدیث: "لَيْسَ مِنَ الْمَغْلَّةِ وَ لَوْ بِالْكَالِبِ الْعَقُورِ" ثنمی فرماتے ہیں اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس کی سند منقطع ہے (مجمع الرواكد ۲۳۹/۶ طبع دارالکتب العربی)۔

لیکن یہ حدیث ان الفاظ میں: "لَيْسَ مِنَ الْمَغْلَّةِ وَ الْمَغْلَّةِ" (آپ نے لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے) اضافہ کے بغیر ثابت ہے اس کی روایت بخاری نے کی ہے (فتح ۶۳۳/۹ طبع التلخیص)۔

تصلیب ۶

ہوتا ہے کہ ڈاکو کو سولی دینے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کو زندہ لکڑی پر لا دیا جائے پھر مرنے تک اس پر چھوڑ دیا جائے۔ پھر ان کا اختلاف ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور اوزاعی فرماتے ہیں: اسے زندہ سولی پر لٹکایا جائے، پھر سولی پر لٹکے رہنے کی حالت میں نیزہ مار مار کر قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ سولی ایک سزا ہے اور سزا زندہ کو دی جاتی ہے نہ کہ مردہ کو، اور اس لئے کہ یہ بدلہ ہے محاربہ (ڈاکہ) کا، لہذا تمام بدلوں کی طرح یہ زندگی ہی میں شروع ہوگا (۱)۔

اور امام شافعی و امام احمد فرماتے ہیں: پہلے اسے قتل کیا جائے گا، پھر قتل کے بعد سولی دی جائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سولی کے ذکر سے قتل کے ذکر کو مقدم رکھا ہے، لہذا جہاں پر دونوں جمع ہوں گے یہ ترتیب لازم ہوگی، اور اس لئے بھی کہ شریعت میں جب مطلق قتل بولا جائے تو تلوار سے قتل (مراد) ہوتا ہے۔

اور اس لئے کہ سولی کے ذریعہ قتل کرنے میں اس کو عذاب دینا اور مشلہ کرنا ہے اور شریعت نے مشلہ سے منع کیا ہے۔

رعی وہ مدت جس میں قتل کے بعد مصلوب لکڑی پر باقی رکھا جائے گا، تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں: تین دن تک لٹکایا جائے گا اور حنابلہ کہتے ہیں: کسی مدت کی تحدید کے بغیر اتنے عرصہ تک لٹکایا جائے گا جس میں اس کا معاملہ مشہور ہو جائے۔

اور مالکیہ کے نزدیک جب اس کی نعش بگڑنے کا اندیشہ ہو جائے تو اسے اتار لیا جائے گا (۲)۔

(۱) فقہاء نے شیخ سے ٹھونکنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا استعمال

مشلہ کی گزشتہ ممانعت کی وجہ سے نہ ہونا چاہئے، بلکہ باندھنے پر اکتفا کریں گے۔

(۲) الدرر بحاشیہ ابن عابدین ۳/۲۱۳، المشرح الکبیر بمش الدوسقی ۳/۳۳۹، قلیوبی ۳/۲۰۰، المغنی ۸/۹۰، ۲۹۱۔

أَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ، ذَلِكَ لَكُمْ لَكُمْ حَزْبِي فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ، إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ (۱) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے، مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جانے رہو کہ بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے)۔

اور اس جرم میں سولی کی سزا اس وجہ سے ہے کہ ڈاکو لوگوں پر شیر ہو جاتے ہیں، پر امن لوگوں کو خوفزدہ کر دیتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں، لہذا ان کی سزا سولی مقرر ہوئی تاکہ ان کے علاوہ دوسرے فساد باز آجائیں۔

اور سولی کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے:

ایک قول یہ ہے کہ وہ حد ہے، اور اس کا قائم کرنا ضروری ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ امام کو سولی اور آیت میں مذکور دوسری سزائوں میں اس ترتیب اور تفصیل کے ساتھ اختیار ہے (۲) جس کو ”حراہ“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

ڈاکو پر سولی کی سزا نافذ کرنے کا طریقہ:

۶- فقہاء کے کلام کے استقراء سے اس بات پر ان کا اتفاق واضح

(۱) سورہ مائدہ ۳۳، ۳۴۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۸/۲۹۰ طبع ۳، القاہرہ مکتبۃ المنار ۶/۱۳۶، الدرر حاشیہ ابن عابدین ۳/۲۱۳، شرح المنہاج بحاشیہ القلوبی وعمیرہ ۳/۱۹۹، ۲۰۰۔

تصلیب ۷-۹

ب۔ جس نے عمداً دوسرے کو سولی دے کر قتل کیا ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا ہو:

۷۔ امام مالک اور شافعی کا مسلک اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ ولی مقتول کو حق ہے کہ قصاص کو اسی طرح قتل کرنے کا مطالبہ کرے جس طرح اس نے قتل کیا ہے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ قصاص کا مطلب ہی یہی ہے یعنی برابری اور یکسانیت اور اس کو تلوار سے بھی قتل کا اختیار ہے، تو اگر وہ تلوار سے قتل کرے اور قاتل نے اس سے سخت چیز سے قتل کیا ہو تو ولی نے مماثلت چھوڑ دی ہے، اور یہ اس کے حق کا ایک حصہ ہے، اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ جنایت اگر سولی دے کر ہو تو ولی کے لئے موت ہو جانے تک اس کو سولی دینے رہنا جائز ہوگا۔

اور امام ابو حنیفہ کا مسلک اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ قصاص صرف تلوار سے ہوگا، اس بنیاد پر سولی کے ذریعہ سزا بطور قصاص نہیں ہوگی، اسی کے ساتھ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ولی جب تلوار کے علاوہ سے قصاص لے گا تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور قصاص اپنی جگہ پر ہو جائے گا (۱)۔

ج۔ تعزیری سزا میں سولی دینا:

۸۔ شافعیہ میں سے ماوردی کہتے ہیں: تعزیری سزا پانے والے کو صرف تین دن تک سولی پر زندہ لٹکانا جائز ہے یعنی اس کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے گا، حدیث ہے: "قد صلب رسول اللہ ﷺ رجلا علی جبل یقال له "أبوناب" (نبی کریم ﷺ نے

(۱) الدرر بحاشیہ ابن ماجہ، ۳۲۶/۵، المغنی ۷/۶۸۸۔

(۲) حدیث: "صلب رسول اللہ ﷺ رجلا علی....." کا ہمیں کتب حدیث کے فن مراجع میں سراغ نہیں ملا جو ہمارے سامنے ہیں ہاں ماوردی نے

ایک شخص کو پہاڑ پر سولی دی تھی، اسے ابوناب کہا جاتا تھا، نیز ماوردی فرماتے ہیں: سولی پر لٹکانے کی مدت میں اس کو کھانے پینے اور نماز کے لئے وضو کرنے سے نہیں روکا جائے گا، اور وہ اشارہ سے نماز پڑھے گا اور جب اس کو چھوڑ دیا جائے تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا، متاخرین شافعیہ نے اس کو نقل کیا اور اس کو درست قرار دیا ہے، صاحب "معنی الختاج" فرماتے ہیں: یہ کہنا چاہئے کہ اس حال میں مصلوب کو اطمینان سے نماز پڑھنے کا موقع دینا چاہئے یعنی کھلا ہوا ہو کر مکمل نماز پڑھے پھر دوبارہ لٹکا دیا جائے۔

اور مالکیہ میں سے ابن فرحون نے "المتبصرہ" میں ماوردی کا قول نقل کیا ہے اور اس کا اثبات کیا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک سولی پر لٹکا کر تعزیر کرنا جائز ہے اور ماوردی نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی رعایت کی جائے گی، یہ حضرات فرماتے ہیں: اس وقت مصلوب اشارہ سے نماز پڑھے گا اگر اس کے لئے صرف یہی ممکن ہو اور آزاد کئے جانے کے بعد اس پر اعادہ لازم نہیں ہوگا (۱)۔

دوم: صلیب سے متعلق احکام:

صلیب سازی اور صلیب کو اپنانا:

۹۔ مسلمان کے لئے نہ تو صلیب بنانا جائز ہے اور نہ اس کو بنانے کا حکم دینا جائز ہے (۲) اور مراد ایسی چیز کا بنانا ہے جو صلیب بنانے کا

اس کو (الاحکام السلطانیہ، ص ۲۳۷ طبع مصنفی لعلی) میں ذکر کیا ہے اور سولی دینے کی اصل عربی ہی چڑھوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے جس کی روایت نسائی (۷/۵۵ طبع التجاریہ) نے کی ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔

(۱) الاحکام السلطانیہ للماوردی، ص ۲۳۹ القامحہ طبع مصنفی لعلی، ۱۳۲ھ، المتبصرہ لابن فرحون، پہاڑ فتح اعلیٰ لہا، ص ۲۰۳ القامحہ طبع مصنفی لعلی، ۱۳۷۸ھ، کشاف القناع عن متن الاقناع، ۱۳۵/۶، ریاض، مکتبہ انصر۔

(۲) واداب الشرعیہ، ص ۵۱۳۔

تصليب ۱۰-۱۱

اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کپڑے سے صلیب کی شکل کاٹ ڈالتے تھے اور احمد کے یہاں بعض روایات میں حضرت ام عبدالرحمن بن اذینہ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے ساتھ طواف کر رہے تھے، تو انہوں نے ایک عورت کے پاس ایسی چادر دیکھی جس میں صلیب کی صورت تھی، تو حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: ”اطرحیہ، اطرحیہ فان رسول اللہ ﷺ کان اذا رأى نحو هذا في الثوب قضيه“ (۱) (اس کو ہٹا دو، اس کو ہٹا دو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کپڑے پر جب اس طرح کی چیز دیکھتے تھے تو اس کو کاٹ ڈالتے تھے) ، اور ہر ایم کہتے ہیں: ہمارے اصحاب کو کچھ ایسی چادریں حاصل ہوئیں جن میں صلیب بنی ہوئی تھی تو وہ اس کو مٹانے کے لئے اس کو دھاگوں سے سلنا شروع کر دیا۔

مصلیٰ اور صلیب:

۱۱- نماز پڑھنے والے کے قبلہ کی طرف صلیب کا ہونا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں عیسائیوں سے ان کی عبادت میں مشابہت اختیار کرنا ہے، اور مذموم چیز میں ان کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہوگا، خواہ اس کا قصد نہ کرے۔

اور مالکیہ ہشامیہ اور حنابلہ کے یہاں اس بارے میں ہم کو کوئی صراحت نہیں ملی (۲)۔

(۱) حدیث: ”کان اذا رأى نحو هذا في الثوب قضيه“ کی روایت احمد (۱۳۰/۶) طبع المکتب الاسلامی نے کی ہے سماعی کہتے ہیں مسند احمد کے علاوہ کہیں اور مجھے یہ روایت نہیں ملی، اور اس کی سند جدید اور بہتر ہے (الفتح الربانی ۱/۲۸۵ طبع دار اشہاب)۔

(۲) ابن ماجہ ۱/۳۳۵۔

کمیٹی کی رائے ہے کہ اس مسئلہ کی ممانعت میں اختلاف نہ ہونا چاہئے۔

رمز ہو اور مسلمان کے لئے صلیب اپنانا بھی جائز نہیں ہے، اس کو لٹکانے یا گاڑے یا نہ لٹکانے اور نہ گاڑے یعنی دونوں برابر ہیں، اور اس کے لئے اس شعار کا نہ تو مسلمانوں کے راستوں اور ان کی عام اور خاص جگہوں میں ظاہر کرنا جائز ہے، نہ کپڑوں پر بنانا، اس لئے کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی ایک صلیب تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا عدی! اطرح عنک هذا الوثن“ (۱) (اے عدی! اس بت کو اپنے سے ہٹا دو)، اور حضرت ابو امامہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إن الله بعثني رحمة وهدى للعالمين، و أمرني بمحق المزامير والمعازف والأوثان والصلب وأمر الجاهلية“ (۲) (اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے عالم کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اور مجھ کو بانسری، گانے بجانے کے آلات، بتوں، صلیب اور جاہلیت کے امور کو مٹانے کا حکم دیا ہے)۔

۱۰- کپڑے اور اس طرح کی چیزوں جیسے ٹوپی، دراہم و دمانیر اور انگوٹھیوں میں صلیب مکروہ ہے، ابن حمدان کہتے ہیں: اس کے حرام ہونے کا احتمال ہے، صالح نے امام احمد سے جو نقل کیا ہے اس کا ظاہر یہی ہے اور صاحب ”الانصاف“ نے اس کی تصویب کی ہے (۳)۔

(۱) حدیث: ”أثبت النبي ﷺ و في عقي صليب.....“ کی روایت ترمذی (۲۷۸/۵) طبع مصنفی المجلس نے کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

(۲) حدیث: ”إن الله بعثني رحمة وهدى للعالمين و أمرني بمحق.....“ کی روایت احمد نے (۲۶۸/۵) طبع المکتب الاسلامی میں اور طبرانی نے (المعجم الکبیر ۲۳۲/۸) طبع الوطن العربی میں کی ہے اور ٹیپی کہتے ہیں اس میں علی بن یزید ہیں جو کہ ضعیف ہیں (مجمع الزوائد ۲۹/۵) طبع المکتب العربی)۔

(۳) لأداب الشرعية ۳/۵۱۳، ۵۱۳، کشاف القناع ۱/۲۸۰، الانصاف ۱/۵۹۰۔

تصلیب ۱۲-۱۳

اور شافعیہ نے صلیب وغیرہ حرام چیزوں کی چوری میں دو حالتوں کے درمیان تفریق کی ہے اور کہا ہے کہ اگر تکمیر کے قصد سے چوری کی ہو تو قطع ید نہیں ہوگا، ورنہ امام نووی کے قول کے مطابق قول اصح یہ ہے کہ اگر توڑی ہوئی صلیب نصاب تک پہنچتی ہو تو اس کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا (۱)۔

صلیب تلف کر دینا:

۱۳- جو شخص کسی مسلمان کی صلیب تلف کر دے، اس میں بالاتفاق کوئی ضمان نہیں ہوگا، اور اگر صلیب ذمیوں کی ہو تو اگر وہ اس کا اظہار کرتے ہوں تو اس کا ازالہ واجب ہوگا۔ اور ضمان بھی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کا صلیب اختیار کرنا ایسے طریقہ پر ہو جس پر ان کو باقی رکھا جاتا ہے جیسے وہ اس کو اپنے گرجا یا گھر کے اندر رکھتے ہوں، مسلمانوں سے اس کو پوشیدہ رکھتے ہوں، ظاہر نہ کرتے ہوں تو اگر اس کو کوئی غاصب غصب کرے تو بالاتفاق اس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ اور اگر کوئی تلف کرنے والا تلف کر دے تو اس کی وجہ سے وجوب ضمان کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے یہاں تلف کرنے والے پر ضمان لازم ہوگا جس طرح اگر مسلمان ذمی کی شراب تلف کر دے تو حنفیہ کے نزدیک مسلمان پر ضمان لازم ہوتا ہے، کیونکہ شراب ذمیوں کے حق میں اسی طرح مال منقوم ہے جس طرح ہمارے حق میں سرکہ، اور ہمیں ان کو ان کے مذہب پر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مسلمان کسی مسلمان یا ذمی کو شراب یا خنزیر کا ضمان نہیں دے گا اور جب ذمی کسی ذمی کی شراب یا خنزیر کو تلف کر دے تب بھی یہی حکم ہوگا، اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کا تقوم

صلیب کی چوری میں ہاتھ کاٹنا:

۱۲- صلیب کی چوری میں حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک قطع ید (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے، خواہ وہ سونے یا چاندی کی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس کی قیمت نصاب سے متجاوز ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ وہ منکر (برائی) ہے، لہذا چور کے لئے ”نہی عن المنکر“ کے طور پر توڑنے کی نیت کی تاویل کر کے اباحت کی تاویل کر لی جائے گی، فتح القدر میں فرماتے ہیں: برخلاف اس درہم کے جس میں تصویر ہو، اس لئے کہ اس کو عبادت کے لئے تیار نہیں کیا گیا ہے، لہذا توڑنے کی اباحت کا شبہا بت نہیں ہوگا۔

اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر صلیب کسی آدمی کے قبضہ میں ایسی حرز (حفاظت) میں ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو تو کمال مالیت اور وجود حرز کی بنا پر صلیب کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر صلیب ان کی عبادت گاہ میں ہو اور اسے چرالے تو حرز نہ ہونے کی وجہ سے اس پر قطع (ید) نہیں ہوگا۔

ابن عابدین کہتے ہیں: پہلے قول کی بنیاد پر اگر چور ذمی ہو اور کسی حرز سے چوری کر لے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ ذمی کے لئے کوئی تاویل نہیں ہے۔ فرمایا: الا یہ کہ کہا جائے کہ دوسرے کی تاویل شبہ کے وجود کے لئے کافی ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۱)۔

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ مالکیہ کا مسلک اسی (تاویل) کے مثل پر جاری ہے جو ابن عابدین نے اپنے کلام کے آخر میں بتائی ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں شراب کی چوری میں قطع ید نہیں ہے، اگرچہ ذمی نے ذمی کے یہاں سے چرائی ہو تو صلیب کی چوری میں بھی حکم اسی طرح ہوگا (۲)۔

(۱) ابن عابدین ۳/۱۹۸، ۱۹۹، فتح القدر ۵/۱۳۳، کشاف القناع ۶/۱۳۱۔

(۲) الدسوقی علی الشرح المکبیر ۳/۳۳۶۔

(۱) شرح المسماح، جامعہ اہلبی بی ۳/۱۸۷۔

تصليب ۱۳

سونے سے ضمان دے گا اور کاریگری کا ضمان نہ ہوگا، حارثی کہتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (۱)۔

ذمی اور صلیب:

۱۳- ذمیوں کو صلیب باقی رکھنے کی شرط پر باقی رکھنا اور صلح کرنا جائز ہے لیکن ان پر شرط لگا دی جائے گی کہ وہ اس کو ظاہر نہ کریں گے، بلکہ وہ ان کے گرجا گھروں اور ان کے مخصوص گھروں میں رہیں گی، فتح القدر میں یہ ہے: ”ان کے گرجا گھروں سے مراد ان کے قدیم گرجا گھر ہیں جن پر ان کو باقی رکھا گیا ہے“ اور حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ہے: ”بسم الله الرحمن الرحيم“ یہ شام کے عیسائیوں کی جانب سے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے لئے تحریر ہے، جب آپ لوگ ہمارے پاس آئے تو ہم نے آپ سے امان مانگی یہاں تک کہ انہوں نے کہا اور ہم نے آپ لوگوں سے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ کوئی صلیب اور کتاب (یعنی اپنی دینی کتابوں میں سے) مسلمانوں کے کسی بھی راستہ یا بازار میں ظاہر نہیں کریں گے، اور اپنے گرجا گھروں میں صلیب ظاہر نہیں کر دیں گے الخ۔ اور ان کے قول ”اپنے گرجا گھروں میں“ سے مراد گرجا گھر کے باہر ہے جس کو مسلمان دیکھے، ابن التیم فرماتے ہیں:

ان کو اپنے گرجا گھروں کے دروازوں اور دیواروں کی باہری جانب صلیب بنانے کی قدرت نہیں دی جائے گی اور اگر وہ لوگ کلیسا کے اندرونی حصہ میں (صلیبوں کا) نقش بنائیں تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز

(۱) ابن ماجہ ۱۳۳/۵، بحکمہ فتح القدر لقاضی زانہ ۲۸۳/۸، ۲۸۶، شرح العنایہ بہامہ ۲۸۷/۸، المغنی ۲۷۶/۵، شرح المسماح بحامیہ اقلیو بی ۳۳۳، کشاف القناع ۱۱۶، ۷۸/۲، ۱۳۲، ۱۳۳۔

(قیمت والا ہونا) مسلمان کے حق میں ساقط ہو گیا ہے، لہذا ذمی کے حق میں بھی ساقط ہوگا، اس لئے کہ ذمی احکام میں ہمارے تابع ہیں، لہذا ان دونوں چیزوں کے تلف کرنے پر مال منقوم یعنی ضمان واجب نہیں ہوگا، لہذا صلیب میں بھی اسی طرح کا حکم ہونا چاہئے، اور اس لئے بھی کہ کفار شریعت کی فروعیات کے مخاطب ہیں، لہذا تحریم ان پر ثابت ہے، لیکن ہم کو ان کی ان چیزوں سے جس کو ظاہر نہ کرتے ہوں، تعرض نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ اصل تحریم کو دیکھتے ہوئے ضمان کا متقاضی نہیں ہے۔ ”شرح المنہاج“ میں ہے: بتوں اور صلیبوں کے منادینے پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان کا استعمال حرام ہے، اور ان کی کاریگری کی کوئی حرمت نہیں ہے یعنی کاریگری محترم نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ ان کو بری طرح نہیں توڑا جائے گا، بلکہ علاحدہ کر دیا جائے گا تاکہ وہ اسی طرح ہو جائیں جیسا کہ جوڑنے سے پہلے تھے، اس لئے کہ اس سے نام زائل ہو جاتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو توڑا اور کوٹا جائے گا یہاں تک کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اس سے بت یا صلیب یا محرمات میں سے کوئی دوسری چیز دوبارہ بنانا ممکن نہ ہو۔

اور حنابلہ میں سے صاحب ”کشاف القناع“ نے قاضی ابن عقیل سے نقل کیا ہے کہ صلیب اگر سونے یا چاندی کی ہو تو اسے توڑ دینے کی صورت میں ضامن نہ ہوگا اور اگر تلف کر دیا تو ٹوٹے ہوئے کا ضامن ہوگا۔

اور اس کے درمیان اور لکڑی کی صلیب کے درمیان یہ فرق بیان کیا ہے کہ سونے چاندی میں کاریگری تابع ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ قیمت میں کم ہوتی ہے، اور لکڑی یا پتھر میں وہی اصل ہوتی ہے، لہذا ضمان نہیں ہوگا، لہذا اس بنیاد پر ذمی کی پوشیدہ صلیب اگر سونے یا چاندی کی ہو تو تلف کرنے کی صورت میں وزن کر کے اسی کے مثل

تصليب ۱۵

مالی معاملات میں صلیب:

۱۵ - کسی مسلمان کے لئے صلیب بیچنا یا اس کے بنانے پر مزدوری کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے، اور اگر اس کام کے لئے مزدور رکھا جائے تو کاریگر مزدوری کا مستحق نہیں ہوگا اور ایسا حرمت کی بیخ، جارہ اور ان کے بنانے کے لئے مزدور رکھنے کی ممانعت کے بارے میں عام شرعی قاعدہ کے بموجب ہے (۱)۔

قلیوبی فرماتے ہیں: تصویروں اور صلیبوں کا بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ سونے یا چاندی یا حلوے کی بنی ہوئی ہوں (۲)۔ اور ایسے شخص سے لکڑی بیچنا جائز نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے صلیب بنائے گا (۳)۔

ابن تیمیہ سے ایسے درزی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے عیسائیوں کے لئے ریشم کا ایسا کپڑا یا جس میں سونے کی صلیب تھی تو کیا اس کے سینے پر اس کو گناہ ہوگا اور کیا اس کی اجرت حلال ہوگی یا نہیں؟ تو فرمایا: جب آدمی اللہ کی معصیت پر اعانت کرے تو گنہگار ہوگا، پھر فرمایا: صلیب کا اجرت یا بغیر اجرت کے بنانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ بتوں کا بیچنا اور بنانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إن اللہ حرم بیع الخمر والمیتة و الخنزیر و الأصنام“ (۴) (اللہ تعالیٰ

نے (حکم) لکھا کہ شام کے عیسائیوں کو ناقوس بجانے اور گرجا گھروں کے اوپر صلیب بلند کرنے سے روکا جائے اور ان میں سے ایسا کرنے والے پر جس شخص کو قدرت ہو جائے تو اس کا چھینا ہوا مال پانے والے کا ہوگا (۱)۔

اسی طرح اگر وہ اس کو اپنے گھروں اور مخصوص مقامات پر بنائیں تو ان کو نہیں روکا جائے گا (۲)۔

اور ان کو صلیب پہننے اور گلوں یا ہاتھوں میں لٹکانے سے منع کیا جائے گا، اور اس اظہار سے ان کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن ان میں سے جو ایسا کرے گا اس کی تادیب کی جائے گی (۳)۔

اور تہواروں کے موسم میں خاص طور پر ان پر نظر رکھی جائے گی، اس لئے کہ کبھی وہ صلیب ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے تو ان کو اس سے روکا جائے گا، اس لئے کہ حضرت عمر والے معاہدہ میں مسلمانوں کے بازاروں میں اس کے ظاہر نہ کرنے کی شرط ہے۔

اور ان میں ایسا کرنے والے کی تادیب کی جائے گی۔ اور جس صلیب کو ظاہر کر رہے تھے اس کو توڑ دیا جائے گا اور اس کے توڑنے والے پر کچھ نہیں ہوگا (۴)۔

(۱) اصل (کتاب) میں (بجائے فلان مسلبہ) (اس کا چھینا ہوا مال) فلان مسکہ (اگر اس میں رہے) ہے اور درست وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲) الخطاوی علی الدر الختار ۱۹۶/۳، فتح القدیر ۵/۳۰۰، احکام المل الذمہ لابن القیم ۱۹، ۷۱، ۷۲۔

(۳) کشاف القناع ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۴۔

(۴) جوہر الاکلیل ۱/۲۶۸، سواہب الجلیل، مع المناجج و الاکلیل ۳۸۵، ۳۸۶، الدسوقی علی شرح الکبیر ۳۳۳۔

(۱) الخطاوی علی الدر الختار ۱۹۶/۳، فتح القدیر و خواہر ۱/۳۱، ۳۲، کشاف القناع ۱۲۹، ۱۳۳، زاد المعاد ۳۵۵، ۳۵۶، طبع مصنفی الجلیلی۔

(۲) شرح امسباح و حاہیہ اقلیوبی ۲/۱۵۸، الفتاویٰ الہندیہ ۳۵۰، ۳۵۱۔

(۳) مع الجلیل ۲/۲۶۹، شرح منہج الارادات ۲/۱۵۵، طبع دار انصار السنہ بمصر، الخطاب ۳/۲۵۳۔

(۴) حدیث: ”إن اللہ حرم بیع الخمر و المیتة و الخنزیر و الأصنام“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۲۳، طبع المنقہ) اور مسلم (۳/۱۲۰، طبع منہج الجلیلی) نے کی ہے۔

کمیٹی کی رائے ہے کہ حضرت عمر کے صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے قول: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ“ (اسرار و الوفاء پورا کرو) اور اللہ تعالیٰ کے احکام: ”وَأَوْفُوا بِالْعُقُودِ إِذَا عَاهَدْتُمْ“ (اور پورا کرو عہد اللہ کا جب آپس میں عہد کرو) (سورہ بقرہ ۱۹۱) کی تطبیق کرتے ہوئے ان صحابہوں کو نافرمان کرنا چاہئے جو ان کی خود پیردگی کے وقت ان سے کئے گئے تھے۔

تصویر ۱

نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی بیج حرام کر دی ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْمَصُورِينَ“ (۱) (آپ ﷺ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے)۔

اور صلیب بنانے والا ملعون ہے، اس پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت فرمائی ہے، اور جو کسی عین حرام کا عوض لے جیسے شراب اٹھانے والے کی اجرت، صلیب بنانے والے کی اجرت، زنا کی اجرت وغیرہ تو اس کو صدقہ کر دے، اور اس فعل حرام سے توبہ کرے اور عوض کا صدقہ کر دینا اس کے فعل کا کفارہ ہوگا، اس لئے کہ اس عوض سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ خبیث عوض ہے، امام احمد نے شراب اٹھانے والے جیسوں کے بارے میں اس کی صراحت کی ہے اور اصحاب مالک وغیرہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے (۲)۔

تصویر

تعریف:

۱- لغت میں تصویر صورت سازی کو کہتے ہیں، اور کسی چیز کی صورت اس کی وہ خاص ہیئت ہے جس کے ذریعہ وہ دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ”المصور“ بھی ہے، اور اس کے معنی ہیں: وہ ذات جس نے تمام موجودات کی صورت بنائی، ان کو مرتب کیا اور ہر ایک کو ان کے اختلاف اور کثرت کے باوجود اس کی خاص شکل اور منفرد ہیئت عطا فرمائی (۱)۔

اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں چہرہ کو صورت کا نام دینا وارد ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں: ”نہی النبی ﷺ أَنْ تُصَوَّرَ الصُّورَةُ، أَوْ نَهَى عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ“ (۲) (نبی ﷺ نے صورت پر مارنے یا چہرہ پر نشان لگانے سے منع فرمایا ہے)، یعنی چہرہ پر مارنے سے اور جانور کے چہرہ پر نشان لگانے سے۔

اور تصویر کسی چیز کی صورت یعنی اس کی صفت بیان کرنے کو بھی کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”صورت لفلان الأمر“ یعنی میں نے فلان سے معاملہ کی صفت بیان کی۔



(۱) لسان العرب مادة ”صور“۔

(۲) حدیث: ”نہی أن تصور الصورة.....“ کی روایت بخاری (فتح ۶۷۰/۹ طبع انتقادی) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے اور مسلم (۳/۱۶۷۳ طبع الحلبي) نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

(۱) حدیث: ”لعن المصورین“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۳۱۳ طبع انتقادی)

نے کی ہے

(۲) مجموع الفتاویٰ اکبری لابن تیمیہ ۲/۱۳۱۔

تصویر ۲-۳

اور تصویر کسی چیز کی اس صورت کے بنانے کو بھی کہتے ہیں جوئی کی تمثال ہو یعنی اس چیز کے مماثل ہو اور اس کی مخصوص ہیئت کو بیان کرے، خواہ صورت مجسم ہو یا غیر مجسم، یا جیسا کہ بعض فقہاء تعبیر کرتے ہیں کہ سایہ والی ہو یا سایہ والی نہ ہو۔

اور مجسم یا سایہ والی صورت سے مراد وہ ہے جو تین ابعاد (طول، عرض اور عمق) والی ہو یعنی دیکھنے میں ممیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا حجم اس طرح کا ہو کہ اعضاء میں ابھار ہو اور چھو کر ان کو ممیز کرنا ممکن ہو۔

غیر مجسم صورت یا بے سایہ صورت وہ ہے جو سطح یا دو ابعاد (طول و عرض) والی ہو، اس کے اعضاء چھونے سے نہیں بلکہ صرف دیکھ کر ممیز ہوتے ہوں، اس لئے کہ وہ ابھرے ہوئے نہیں ہیں، مثلاً کاغذ یا کپڑے یا چکنی سطحوں پر بنی ہوئی تصویریں۔

فقہاء کی اصطلاح میں تصویر اور صورت کا وہی مفہوم ہے جو لغت میں ہے۔

اور کبھی صورت کو ”تصویرۃ“ بھی کہتے ہیں، اس کی جمع تصاویر ہے، اور اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث وارد ہوئی ہے: ”امیطی عنافر امک هذا، فإنه لا تزال تصاویرہ تعرض فی صلاتی“ (۱) (اپنے اس پردہ کو ہم سے ہٹا دو، اس لئے کہ اس کی تصویریں برابر نماز میں میرے سامنے پڑتی ہیں)۔

تصویر کی قسمیں:

۲- ہم نے اوپر ٹھہری ہوئی اور پائیدار تصویروں کا جو ذکر کیا ہے ان کے علاوہ تصویر کبھی وقتی ہوتی ہے، جیسے آئینہ میں کسی چیز کی صورت اور

پانی اور چمک دار سطحوں پر اس کی صورت، چنانچہ یہ صورت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک وہ چیز سطح کے مقابل ہوتی ہے، اور اگر وہ چیز سامنے سے ہٹ جاتی ہے تو تصویر ختم ہو جاتی ہے۔

اور غیر دائمی تصویروں میں سے کسی چیز کا سایہ بھی ہے، ایک چیز کا سایہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ روشنی کے کسی سرچشمہ کے مقابل ہوتی ہے۔

اسی قبیل سے وہ تصویریں بھی ہیں جن کو بعض اسلامی ادوار میں لوگ استعمال کرتے تھے اور اس کو خیالی تصویریں یا سایہ کی خیالی تصویریں کہتے تھے (۱)، وہ لوگ کاغذ کاٹ کر اشخاص کی صورتیں بناتے تھے اور انہیں چھوٹی لٹھیوں سے باندھ کر چراغ کے سامنے انہیں حرکت دیتے تھے، ان کا سایہ کسی سفید اسکرین پر پڑتا تھا جس کے پیچھے تماشا ہٹیں کھڑے ہوتے تھے اور درحقیقت وہ چیز دیکھتے تھے جو تصویر کی تصویر ہوتی تھی۔

اور غیر دائمی تصویروں میں نیلی ویژن کی تصاویر بھی ہیں، اس لئے کہ وہ اس وقت تک رہتی ہیں جب تک ریل حرکت میں رہے اور جب ریل رک جاتی ہے تو تصویر ختم ہو جاتی ہے۔

۳- پھر تصویر کبھی تو کسی زندہ عاقل ذی روح کی ہوتی ہے مثلاً انسان کی تصویر یا غیر عاقل کی ہوتی ہے جیسے پرندہ یا شیر کی تصویر یا کسی غیر حیوان زندہ چیز کی ہوتی ہے، جیسے درختوں، پھولوں اور گھاس پھوس کی تصویر یا جمادات کی ہوتی ہے، جیسے سورج، چاند، ستاروں اور پہاڑوں کی تصویر یا انسانی مصنوعات کی تصویریں جیسے گھر، گاڑی، مینار یا کشتی کی تصویر۔

(۱) حدیث: ”امیطی عنافر امک هذا.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۲۸۳/۱ طبع السنہ) نے کی ہے۔

(۱) دیکھئے فقرہ نمبر ۳۸۔

تصویر ۴-۵

لہذا تمثال اور صورت کے درمیان فرق یہ ہے کہ کسی چیز کی صورت سے مراد کبھی وہی چیز لی جاتی ہے اور کبھی دوسری کوئی ایسی چیز مراد لی جاتی ہے جو اصل کی ہیئت کی حکایت کرے، اور تمثال اس صورت کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی حکایت کرے اور اس کے مماثل ہو اور کسی چیز کی خود اپنی صورت کو اس کی تمثال نہیں کہا جائے گا۔

۵- صحیح بخاری کی حدیث: "إن المسيح الدجال يأتي ومعه تمثال الجنة والنار" (۱) (مسیح دجال اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ جنت و دوزخ دونوں کی تمثال ہوگی) سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمثال لغت میں جمادات کی صورتوں کے لئے بھی مستعمل ہے، جہاں تک فقہاء کے "عرف" کا تعلق ہے تو ان کے کلام کے استقرار سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر فقہاء "صورت" اور "تمثال" کے الفاظ کے استعمال میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں، البتہ بعض نے تمثال کو ذی روح کی صورت کے لئے یعنی انسان یا حیوان کی صورت کے لئے مخصوص کر لیا ہے، خواہ وہ مجسم ہو، یا مسطح غیر ذی روح مثلاً سورج یا چاند، یا گھر کی تصویر، رعنی صورت تو وہ اس سے عام ہے، "ابن عابدین نے "المغرب" کے حوالہ سے اسی کو نقل کیا ہے (۲)۔

یہاں پر بحث فقہاء کی اغلب اصطلاح سے ہے، اور اغلب اصطلاح یہی ہے کہ شی کی حکایت کرنے والی صورت اور تمثال دونوں ایک معنی میں ہیں۔

= اور بسا اوقات مجموعہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمثال صفت میں نہیں اور مجسم کھلونوں کی شکل میں نہیں اور کپڑوں میں کڑھے ہوئے نشان نہیں تھے۔

(۱) حدیث: "یحییٰ معہ تمثال الجنة و النار" کی روایت بخاری (۳/۱۶۳) طبع محمد مصباح نے کی ہے اور ایک روایت میں "تمثال" ہے۔

(۲) ابن عابدین ۱/۳۳۵ طبع بلاق، المغرب رص ۳۲۲۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تمثال:

۴- تمثال "تمثال" (تاء کے زیر کے ساتھ) کی جمع ہے اور کسی چیز کی تمثال دوسری چیز میں اس کی تصویر کو کہتے ہیں، یہ مماثلت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: دو چیزوں کے درمیان مساوات، اور تمثال کے معنی تصویر کے ہیں، کہا جاتا ہے: "مثل له الشيء" جب کوئی کسی کے لئے کسی چیز کی ایسی تصویر کشی کر دے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہو، اور "مثلت له كذا" جب تم کسی کے لئے اس کے جیسے کی تصویر کشی تحریر وغیرہ سے کرو، حدیث میں ہے: "أشد الناس عذاباً ممثل من الممثلين" (۱) (عذاب میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا وہ ہوگا جو مجسمہ (تصویر) بنانے والوں میں سے ہو)، اور ہر چیز کا سایہ اس کی تمثال ہے (۲)۔

(۱) حدیث: "أشد الناس عذاباً ممثل من الممثلين" کی روایت احمد (۱/۳۰۷ طبع المنہدی) نے کی ہے اور احمد نے سند پر اپنی تعلق میں اس کو صحیح قرار دیا ہے (۵/۳۳۲ طبع المعارف)۔

(۲) لسان العرب مادة "مثل"۔

یہ تو اصل لغت میں ہے جہاں تک دور حاضر کے استعمال کا تعلق ہے تو لفظ تمثال کا استعمال عرف عام میں کسی انسان یا مادی حیوان یا خیالی حیوان کی معنوی تصویر کے لئے ہوتا ہے۔ نباتات یا جمادات کی تصویروں کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے اور یہ شرط بھی ہے کہ تصویر مجسم ہو، لہذا تمثال کے طور پر معنوی نباتات اور عمارتوں کی تصویروں کو یہ نہیں کہیں گے کہ یہ تمثال ہیں اسی طرح انسان یا حیوان کی صورت اگر مسطح ہو تو اسے تمثال نہیں کہیں گے۔

اور اس بات کو واضح کرنے والی چیز کہ لفظ "تمثال" کی اصلی لغوی وضع موجودہ استعمال کے مخالف ہے حضرت عائشہ کا یہ قول ہے: "كان لنا مسرفيه لتمثال طائر" (ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس میں ایک پردہ کی تمثال (تصویر) تھی)، اسی طرح ان کا قول: "مسرفيه لبقرام فيه تماثيل" میں نے اپنے ایک روشندان کو ایسے پردہ سے بند کیا جس میں تماثيل (تصاویر) تھیں اور پردہ مسطح ہوتا ہے نہ کہ مجسم۔

تصویر ۶-۱۱

تیز چیز جیسے چھینی یا چھری سے کاٹتے رہنا یہاں تک کہ اس کا باقی رہنے والا حصہ مطلوبہ شکل پر باقی رہے تو اگر باقی رہنے والی چیز دوسری چیز کے مثل ہوئی تو وہ تمثال یا صورت ہوگی ورنہ نہ ہوگی۔

اس بحث کی ترتیب:

۹- یہ بحث مندرجہ ذیل احکام پر مشتمل ہوگی:

اول: انسانی صورت سے تعلق رکھنے والے احکام۔

دوم: تصویر یعنی صورتیں بنانے کے احکام۔

سوم: صورتیں رکھنے یعنی انہیں حاصل کرنے اور استعمال کرنے

کے احکام۔

چہارم: تعال اور تعارف کے اعتبار سے صورتوں کے احکام۔

پہلی قسم: انسانی صورت سے تعلق رکھنے والے احکام:

۱۰- انسان کو چاہئے کہ اپنی باطنی صورت کی تکمیل پر توجہ دینے کے ساتھ اپنی ظاہری صورت کو خوبصورت بنانے کا بھی اہتمام رکھے، اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرے کہ اس کا حق ادا کرے کہ اس نے اس کی شکل اچھی بنائی۔

اور باطنی صورت پر توجہ ایمان لاکر، گناہوں سے پاک ہو کر، اللہ کا شکر ادا کرے اور پسندیدہ اخلاق سے آراستہ ہو کر ہوگی۔

اور ظاہری صورت پر توجہ وضو، غسل، صفائی ستھرائی کر کے، میل کچیل کا ازالہ کر کے اور جائز زیب و زینت اختیار کر کے یعنی بال نیز اچھے ملبوسات وغیرہ کا اہتمام کر کے ہوگی۔

دیکھئے: ”زینت“ کی اصطلاح۔

۱۱- انسان کے لئے اپنے اعضاء میں سے کسی عضو کو تلف کر کے یا جس وضع پر اللہ نے اس کو بنایا ہے اس سے نکال کر اپنے جسم کو بد شکل

ب- رسم

۶- رسم لغت میں کسی چیز کے اثر کو کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اثر کے بقیہ کو کہتے ہیں، اور کسی چیز کا اثر کبھی کبھی بیعت میں اس کے ہم شکل ہوتا ہے، یہیں سے انہوں نے ”رسم“ نام دیا، یہ وہ لکڑی ہوتی ہے جس میں نقوش ہوتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان اشیاء پر مہر لگائی جاتی ہے جن کے پوشیدہ رکھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاکہ وہ استعمال نہ کی جائیں اور ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ”رسم“ مہر کو کہتے ہیں اور اسی سے ”مرسوم“ (لکھا ہوا) ہے، اس لئے کہ اس پر کسی مہر کے ذریعہ مہر لگا دی جاتی ہے (۱)۔

اور رسم موجودہ استعمال میں مسطح صورت یا مسطح تصویر کو کہتے ہیں جبکہ اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو اور نوٹو گرانی والی تصویر کو رسم نہیں کہیں گے بلکہ کہا جاتا ہے: ”رسمت داراً أو إنساناً أو شجرة“ (میں نے گھر، انسان یا درخت کی تصویر بنائی)۔

ج- تزویق، نقش، وشی اور رقم (آراستہ کرنا، نقش و نگار بنانا، نشانات لگانا):

۷- یہ چاروں کلمات قریب قریب ایک معنی میں ہیں یعنی کسی مسطح یا غیر مسطح چیز میں تحسیبی شکلوں کا اضافہ کر کے اس کو خوبصورت بنا دینا، خواہ یہ ہندسہ کی شکلیں ہوں یا نقش و نگار ہوں، تصاویر ہوں یا کوئی اور چیز۔ صاحب ”اللسان“ کہتے ہیں: ثوب منمنم یعنی منقش کپڑا، اور کہتے ہیں: نقش کے معنی ہیں: نمونہ۔ لہذا یہ سب چیزیں صورتوں سے بھی ہو سکتی ہیں اور دوسری چیزوں سے بھی۔

د- نحت (تراشنا):

۸- نحت کے معنی ہیں: کسی سخت چیز جیسے پتھر یا لکڑی کے ٹکڑے کو کسی

(۱) لسان العرب مادة ”رسم“۔

تصویر ۱۲

کر دیتا ہے اگرچہ ظاہری صورت جمال والی نہ ہو، چنانچہ جس حد تک صاحب صورت کی روح کسب فیض کرتی ہے اسی کے بقدر اس کو خوبصورتی، رعب اور شیرینی کا لباس عطا ہوتا ہے، کیونکہ مؤمن کو اس کے ایمان ہی کے مطابق رعب اور حلاوت عطاء کی جاتی ہے، لہذا جو اس کو دیکھتا ہے وہ اس سے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو اس سے گھلتا ملتا ہے وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے، یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہے، اس لئے کہ تم نیک آدمی کو باعتبار صورت لوگوں میں سب سے خوش اخلاق پاؤ گے اگرچہ وہ خوبصورت نہ ہو، خاص طور سے اس وقت جبکہ اس کو رات کی نماز کا بھی کچھ حصہ مل گیا ہو، اس لئے کہ رات کی نماز چہرہ کو روشن کر دیتی ہے۔

فرماتے ہیں: رہا ظاہری جمال تو وہ ایسی زینت ہے جس سے اللہ نے کچھ صورتوں کو چھوڑ کر کچھ کو مخصوص فرمایا ہے اور وہ خلق میں زیادتی سے متعلق ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ" (۱) (وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے)، مفسرین کہتے ہیں: اس سے مراد اچھی آواز اور حسین صورت ہے، دلوں میں اس سے طبعی محبت ہوتی ہے جیسے کہ ان کو پسند کرنا ان کی فطرت میں ہوتا ہے۔

ابن التیم فرماتے ہیں: جمال ظاہر اور جمال باطن دونوں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ذریعہ بندہ پر شکر واجب کرتی ہیں اور ان سے اس کی خوبصورتی دو چند ہو جاتی ہے۔

اور اگر اپنی خوبصورتی کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرے تو اللہ اس کے محاسن کو عیب اور برائی سے بدل دیتا ہے، نبی کریم ﷺ ظاہری جمال کا حوالہ دے کر لوگوں کو باطنی جمال کی دعوت

بنا جائز نہیں ہے، اسی طرح دوسرے کے ساتھ ایسا کرنا بھی اس کے لئے حلال نہیں ہے الا یہ کہ جہاں اللہ نے اس کو اجازت دی ہو: "نہی النبی ﷺ عن النهی و المثلثة" (۱) (نبی کریم ﷺ نے لوٹنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے)۔
دیکھئے: "مثلہ" کی اصطلاح۔

اسی طرح اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایسا لباس پہن کر اپنے کو بد شکل بنائے جس سے لوگ اس سے بدکیں اور وہ مروج لباس سے باہر ہو جائے، دیکھئے: "اللبسہ" کی اصطلاح۔

اور اسی قبیل سے یہ حدیث بھی ہے: "نہی أن یمشی الرجل فی نعل و احملہ" (۲) (نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی ایک ہی جوتے میں چلے) یعنی ایک پیر میں جوتا ہو اور دوسرے میں نہ ہو اور مسلمانوں کے لئے خوشبو اور عطر لگانے کو اور عورت کے لئے اس کی مخصوص زینت کو شروع کیا گیا ہے۔

اور "اکتھال" (سرمہ لگانا) "اکتھاب" (خضاب لگانا) اور "حلی" (زیور) کے مباحث دیکھے جائیں۔

۱۲- جہاں تک باطنی زینت کا تعلق ہے تو "ابن التیم فرماتے ہیں: "باطنی جمال ہی بندے کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ کا مرکز اور جائے محبت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: "إن اللہ لا ینظر إلی صورکم و أموالکم، ولكن ینظر إلی قلوبکم و أعمالکم" (۳) (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب اور اعمال دیکھتا ہے)، اور یہی باطنی جمال ظاہری صورت کو بھی مزین

(۱) حدیث: "نہی النبی عن النهی و المثلثة" کی روایت بخاری (فتح ۱۱۹/۵ طبع استنبول) نے حضرت عبد اللہ بن یزید انصاری سے کی ہے۔

(۲) حدیث: "نہی أن یمشی الرجل فی نعل و احملہ" کی روایت مسلم (۱۶۶۱/۳ طبع مجلس) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۳) حدیث: "إن اللہ لا ینظر إلی صورکم و أموالکم....." کی روایت مسلم (۱۹۸۷/۳ طبع مجلس) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

تصویر ۱۳

اللہ بکرة و عشية، صورهم علی صورة القمر ليلة البدر“ (۱) (جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی صورت میں ہوگی، اور جو ان کے بعد میں ہوں گے وہ بہت زیادہ چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، ان کے دل ایک آدمی کے دل پر ہوں گے (یعنی ان میں بے پناہ محبت ہوگی) صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی)۔

دوسری قسم: تصویر (صورتیں بنانے) کا حکم:
الف۔ بنائی ہوئی چیز کی شکل خوبصورت بنانا:

۱۳ - کاریگر کے لئے مستحسن ہے کہ جب کوئی چیز بنائے تو اس کی شکل خوبصورت بنائے، اس لئے کہ یہ عمل کی مضبوطی اور عمدگی سے متعلق چیز ہے اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح خود کی ہے: ”ذَلِكُمْ عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ“ (۲) (وہی جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا، زبردست ہے، رحیم ہے، وہی جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی)۔ اور فرمایا: ”خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ“ (۳) (اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا، سو تمہارا کیسا اچھا نقشہ بنایا، اور اسی کی طرف سب کی واپسی ہے)، اور حدیث میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ إِذَا عَمِلَ

دیتے تھے، حضرت جریر بن عبد اللہ بکلیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”أنت امرؤ حسن الله خلقك، فحسن خلقك“ (۱) (تم ایسے شخص ہو جس کی شکل اللہ نے خوبصورت بنائی ہے، لہذا تم اپنے اخلاق کو بھی خوبصورت بناؤ)، اور نبی کریم ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ خوبصورت اور چہرہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین تھے۔

حضرت براء بن عازب سے پوچھا گیا: ”أكان وجه النبي ﷺ مثل السيف؟ فقال: لا، بل مثل القمر“ (۲) (کیا نبی کریم ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ فرمایا: نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا)۔

اور نبی کریم ﷺ اس کو پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس بھیجا جانے والا قاصد خوب رو اور اچھے نام والا ہو، چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ”إذا أبردتم إلي بريدًا فاجعلوه حسن الوجه حسن الاسم“ (۳) (جب تم میرے پاس قاصد بھیجو تو خوبصورت چہرہ اور خوبصورت نام والے کو قاصد بناؤ)، اور اللہ تعالیٰ اپنے اعزاز کے گھر میں مومن بندوں کو حسن صورت سے نوازے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: ”أول زمرة تدخل الجنة على صورة القمر ليلة البدر، والذين على أثرهم كأشد كوكب إضاءة، قلوبهم على قلب رجل واحد، يسبحون

(۱) حدیث: ”أنت امرؤ حسن الله خلقك فحسن خلقك“ کی روایت لخر اٹلی نے نیز ابن مساکر نے اپنا تاریخ میں کی ہے اور عراقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ فیض القدير (۲/۵۵۳ طبع المکتبۃ التجاریہ) میں ہے۔

(۲) حدیث: ”مثل أكان وجه النبي ﷺ مثل السيف؟ فقال: لا، بل مثل القمر“ کی روایت بخاری (۱۶/۶۶۵ طبع المستقر) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”إذا أبردتم إلي بريدًا...“ کی روایت بزار نے بروایت حضرت بريدة کی ہے اور سیوطی نے نہی سے اس کی تصحیح نقل کی ہے (المآلی ۱۱۳/۱۱۳ طبع کردہ دار المعرفہ)۔

(۱) روضۃ الجنی و نزهۃ المصنفین لابن القیم رحمہ ۳ اور حدیث: ”أول زمرة

تلج الجنة...“ کی روایت بخاری (۱۶/۳۱۹ طبع المستقر) نے کی ہے۔

(۲) سورة حمده۔

(۳) سورة زمر ۵۔

تصویر ۱۴-۱۵

شخص کے لئے تصویر بنائی جا رہی ہے وہ بجائے اللہ کے اس تصویر کی عبادت کرتا ہے جیسے سورج اور ستاروں کے پجاری، ابن عابدین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس مسئلہ کے حکم کے لئے نیز اس بات کے لئے کہ یہ ممنوع تصویر میں داخل نہیں ہے، اس سے متصل آنے والے مسئلہ اور اس کے بعد میں آنے والے (دلائل) سے استدلال کیا جاتا ہے۔

”فتح الباری“ میں ابن حجر نے ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سورج اور چاند کی تصویر کی ممانعت کا ایک قول نقل کیا ہے، اس لئے کہ کچھ کفار بجائے اللہ کے ان دونوں کی عبادت کرتے ہیں۔

لہذا اسی وجہ سے ان کی تصویر بنانا ممنوع ہوگا، اور ابن حجر نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد: ”الذین یضاهون بخلق اللہ“ (۱) (جو لوگ اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں) کے عموم سے اس کی توجیہ کی ہے۔

نیز حدیث قدسی میں آپ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی: ”ومن أظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی“ (۲) (اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میرے بنانے کی طرح بنانے لگے)، اس لئے کہ اس میں وہ بھی شامل ہے جس میں روح ہو اور وہ بھی جس میں روح نہ ہو لیکن یہ حدیث مؤول ہے اور ذی روح کے لئے خاص ہے جیسا کہ آ رہا ہے (۳)۔

(۱) حدیث: ”المجن یضاهون بخلق اللہ“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۳۸۷ طبع السنہ) اور مسلم (۳/۱۶۶۸ طبع المجلس) نے حضرت مانک سے کی ہے۔
(۲) حدیث: ”ومن أظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی“ کی روایت بخاری (فتح ۱۰/۳۸۵ طبع السنہ)، اور مسلم (۳/۱۶۷۱ طبع المجلس) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۱/۳۳۵، حامیہ الطحاوی علی الدر المختار ۱/۲۷۳ طبع عیسیٰ

أحدکم عملاً أن یتقنه“ (۱) (اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے اچھی طرح کرے)، اور فرمایا: ”إن اللہ کتب الإحسان علی کل شیء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة..... الحدیث“ (۲) (اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو بہتر طور پر انجام دینے کو فرض قرار دیا ہے، لہذا جب قتل کرو تو اچھے انداز میں قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے انداز میں ذبح کرو)۔

ب- بنائی ہوئی چیزوں کی تصویر:

۱۴- ان اشیاء کی تصویر بنانے میں بلا تفاق کوئی حرج نہیں ہے جن کو انسان بناتا ہے جیسے گھر، گاڑی، کشتی اور مسجد وغیرہ کی تصویر، اس لئے کہ انسان کے لئے ان چیزوں کا بنانا جائز ہے، تو اسی طرح ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے۔

ج- اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جمادات کی تصویریں بنانا:

۱۵- اہل علم کے درمیان سوائے ثاؤنادر کے، کسی اختلاف کے بغیر ان جمادات کی (ان کی خلقت کے مطابق) تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے جیسے پہاڑوں، وادیوں اور سمندروں کی تصویر بنانا اور سورج، چاند، آسمان اور ستاروں کی تصویر بنانا، البتہ ان چیزوں میں سے کسی کی تصویر بنانے کے جواز کا اس صورت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا جب یہ معلوم ہو کہ جس

(۱) حدیث: ”إن اللہ یحب إذا عمل أحدکم عملاً أن یتقنه“ کی روایت ابو یعلیٰ نے کی ہے جیسا کہ مجمع (۳/۹۸ طبع القدسی) میں بروایت حضرت مانک سے بھی کہتے ہیں اس میں مصعب ابن ثابت ہیں، ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) حدیث: ”إن اللہ کتب الإحسان علی کل شیء.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۵۳۸ طبع المجلس) نے کی ہے۔

تصویر ۱۶

و- نباتات اور درختوں کی تصویر بنانا:

۱۶- جمہور فقہاء کے نزدیک گھاس، درختوں، پھلوں اور تمام نباتاتی مخلوقات کی تصویر بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ چھل دار ہوں یا نہ ہوں اور یہ تصویروں کی اس شکل میں داخل نہیں جس سے روکا گیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف منقول نہیں ہے، سوائے حضرت مجاہد سے منقول اس روایت کے کہ ان کی رائے چھل دار درختوں کی تصویر بنانے کی حرمت کی ہے، بغیر چھل والے درختوں کی نہیں، قاضی عیاض کہتے ہیں: یہ بات مجاہد کے علاوہ کسی نے نہیں کہی ہے، ابن حجر کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ مجاہد نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سنی ہوگی، اس لئے کہ اس میں ہے: "فلیخلقوا ذرة، وليخلقوا شعيرة" (تو وہ ایک ذرہ پیدا کریں (۱)، اور وہ ایک جو پیدا کریں) (۲)، اس لئے کہ ذرہ کے ذکر سے ذی روح کی طرف اشارہ ہے اور جو کے ذکر سے کھائی جانے والی نباتات کی طرف اشارہ ہے اور جس میں نہ روح ہو اور نہ چھل آتے ہوں اس کی طرف اشارہ نہیں ہوا (۳)۔

نباتات اور درختوں کی تصویر کی کراہت امام احمد کے یہاں بھی

= اٹھلی، جامعۃ الدوسقی علی لشرح الکبیر للدرر دیر الماکی ۳۳۸/۲ طبع عینی اٹھلی، فتح الباری ۱۰/۱۰۳ طبع استغیبر۔

(۱) حدیث میں "ذرة" سے مراد چھوٹی چوٹی ہے، جیسا کہ "المصباح الحمیر" میں ہے۔

(۲) حدیث: "فلیخلقوا ذرة، وليخلقوا شعيرة" کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۵/۱۰ طبع استغیبر) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۳) حضرت مجاہد سے منقول اثر کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" (طبع الہند، مکتبۃ الدار الاستغیبر ۱۳۹۹ھ) ۵۰۷/۸ میں کی ہے اور ان سے بہتوں نے نقل کیا ہے مثلاً دیکھئے: فتح الباری ۱۰/۳۹۵ (کتاب الملباس ب ۷۷)، نیز دیکھئے: الطحاوی علی الدرر ۱/۲۷۳، شرح المصباح بحامیہ اٹھلی بی ۲۳/۲۹۷، ابن ماجہ ۱/۳۶۶، شرح لائق للشیخ منصور ابہوتی الریاض مکتبۃ انصر الحد ۱/۲۸۰، شرح الکبیر بحامیہ الدوسقی ۳۳۸/۲۔

ایک قول ہے اور مذہب (مختار) اس کے خلاف ہے (۱)۔

جمہور کا استدلال اس بات سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من صور صورة في الدنيا كلف أن ينفخ فيها الروح، و ليس بنافع" (۲) (جو دنیا میں کوئی صورت بنائے گا اس کو اس میں روح ڈالنے کا مکلف بنایا جائے گا اور وہ روح نہیں پھونک پائے گا)۔

چنانچہ ممانعت ذی روح کے لئے مخصوص کر دی گئی اور درخت اس میں سے نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے مصور کو تصویر بنانے سے منع فرمایا پھر اس سے کہا: اگر تم کو بنانا ہی ہے تو درخت اور غیر ذی روح کی تصویر بناؤ، طحاوی کہتے ہیں: اور اس لئے بھی کہ جب سر کاٹ دینے کے بعد حیوان کی تصویر مباح ہے، اس لئے کہ سر کے بغیر وہ زندہ نہیں رہتا تو اس سے غیر ذی روح کی تصویر کی اصلاً بابت معلوم ہوئی (۳)، بلکہ حضرت عائشہؓ کی بعض روایات حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: "مُرُّ برأس النمثال فليقطع حتى يكون كهيئة الشجرة" (۴) (تمثال (تصویر) کے سر کے بارے میں حکم دیجئے کہ اسے کاٹ دیا جائے، یہاں تک کہ درخت کی ہیئت میں ہو جائے)، تو یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ اصل میں درخت کی تصویر سے ممانعت متعلق نہیں ہوتی۔

(۱) لا داب اشعریہ لابن مفلح ۳۳۸/۲۔

(۲) حدیث: "من صور صورة في الدنيا..." کی روایت بخاری (الفتح ۳۹۳/۱۰ طبع استغیبر) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے۔

(۳) فتح الباری ۱۰/۳۹۳، ۳۹۵، الطحاوی علی الدرر الخ ۲/۲۷۳۔

(۴) حدیث: "مُرُّ برأس النمثال فليقطع حتى يكون كهيئة الشجرة" کی روایت ابو داؤد (۳۸۸/۳)، تحقیق عزت عبید دھاس (اور ترمذی (۵/۱۱۵ طبع اٹھلی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تصویر ۱۷-۱۸

حضرت قتادہ کہتے ہیں: وہ شیشہ اور لکڑی کی ہوتی تھیں، اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ان کی شریعت میں جائز تھا، وہ اپنے انبیاء و صالحین کی ان کی عبادت کی ہیئت میں شکلیں بناتے تھے تاکہ وہ بھی ان کی طرح عبادت کریں، ابو العالیہ کہتے ہیں: یہ ان کی شریعت میں حرام نہیں تھا، بھلاص نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: لیکن صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے نبی کریم ﷺ سے ایک گرجا کا تذکرہ کیا، جو انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اور اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اولئک قوم کانوا إذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجداً، وصوروا فیہ تلک الصور، اولئک شرار الخلق عند اللہ“ (۱) (اس قوم کا جب نیک آدمی مر جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، وہ اللہ کے نزدیک بدترین خلائق ہیں) فرماتے ہیں: اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ان کی شریعت میں یہ جائز ہوتا تو جس نے یہ کیا تھا اس پر آپ ﷺ نے بدترین خلائق ہونے کا اطلاق نہ کیا ہوتا، (ابن حجر نے) اسی طرح فرمایا ہے، لیکن آیت سے موافقت کے لئے اظہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی مذمت قبروں پر مسجدیں بنانے اور مسجدوں میں تصویریں بنانے کی وجہ سے کی تھی نہ کہ مطلق تصویر بنانے پر، واللہ اعلم (۲)۔

(۱) حدیث: ”اولئک قوم کانوا إذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی.....“ کی روایت بخاری (فتح ۵۲۳/۱ طبع استنبی) اور مسلم (۳۷۶/۱ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۸۲ (کتاب اللباس ب ۸۸)، احکام القرآن للجصاص ۳/۳۷۳ شرح کردہ نظارۃ اوقاف قسطنطنیہ ۱۳۳۸ھ تفسیر سورہ سہا۔

یہ تو وہ ہے جو فقہاء اس بات کے استدلال میں بیان کرتے ہیں کہ درخت، نبات اور غیر ذی روح کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے۔ اور مسند احمد میں حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ حضرت جبریلؑ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: ”إنہا ثلاث، لن یلیح علیک ملک مادام فیہا واحد منها: کلب، أو جنابة، أو صورة روح“ (۱) (وہ تین چیزیں ہیں، جب تک ان میں سے ایک بھی ہوگی آپ ﷺ کے پاس کوئی فرشتہ داخل نہیں ہوگا: کتا، جنابت، جاندار کی تصویر)۔

۱۷- حیوان یا انسان کی تصویر بنانا:

۱۷- تصویر کی اس نوع میں فقہاء کے درمیان اختلاف اور تفصیل ہے جو اگلی سطروں میں واضح ہوگی، اور جو لوگ تصویر کو مطلقاً حرام کہتے ہیں ان کے قول کا تعلق پہلے بیان کردہ انواع کے بجائے خاص طور پر اسی قسم سے ہے۔

تصویر سابقہ مذاہب میں:

۱۸- حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں اور جنوں کے ان کے مطیع ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَ تَمَاثِيلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ“ (۲) (سلیمان کے لئے وہ وہ چیزیں بنا دیتے جو انہیں بنوانا منظور ہوتی ہیں مثلاً محرابیں، مجسمے اور لگن جیسے حوض) کے متعلق حضرت مجاہد کہتے ہیں: وہ تانبے کی کچھ تصویریں تھیں، اس کی روایت طبری نے کی ہے، اور

(۱) حدیث: ”إنہا ثلاث، لن یلیح علیک ملک مادام فیہا.....“ کی روایت احمد (۸۵/۱ طبع الہندی) نے کی ہے اس کی سند میں جہالت ہے (المیزان للذہبی ۲۳۸/۳ طبع الحلبي)۔

(۲) سورہ سہار ۱۳۔

تصویر ۱۹-۲۱

طریقے پر چلئے)۔

اور ان حضرات نے مصورین کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے: "الذین یضاهون بخلق اللہ" (۱)، اور بعض روایات میں ہے: "الذین یشبہون بخلق اللہ"، اور حدیث قدسی میں وارد نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی: "ومن أظلم ممن ذهب یخلق خلقاً کخلقی فلیخلقوا حبة، أو لیخلقوا ذرة" (۲) (اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میری طرح بنانے لگے تو وہ ایک دانہ ہی بنائیں اور ایک ذرہ ہی پیدا کریں)۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہوتی تو درخت پہاڑ، سورج اور چاند کی تصویر بنانے کی حرمت کا تقاضا کرتی، حالانکہ ان چیزوں کی تصویر بنانا بالاتفاق حرام نہیں ہے، لہذا اس حدیث کو اس شخص پر محمول کرنا متعین ہو گیا جو خالق عز و جل کی کاریگری کو چیلنج کرے اور اس کے خلاف افترا پردازی کرے کہ وہ بھی اس کی طرح پیدا کر سکتا ہے۔

۲۱- ان کا استدلال مصورین کے حق میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہے: "إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة المصورون" (۳) (اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب مصوروں کو ہوگا)، وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو مروج تصویر پر محمول کیا جائے تو یہ شریعت اسلامیہ کے قواعد پر مشکل

اسلامی شریعت میں انسان یا حیوان کی تصویر بنانا:

۱۹- ذی روح اشیاء جیسے کہ انسان یا حیوان کی تصویر بنانے کے حکم کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۲۰- پہلا قول: یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، اور اس میں حرام صرف یہی ہے کہ ایسا بت بنایا جائے جس کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عبادت کی جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قَالَ اتَّعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ" (۱) ((ابراہیم) نے کہا: کیا تم ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں خودی تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور جو کچھ تم بنائے ہو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے)، اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام" (۲) (اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع حرام کر دی ہے)۔

اور تاملین باحت نے حضرت سلیمان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: "يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبَ وَ تَمَاثِيلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ" (۳) (سلیمان کے لئے وہ چیزیں بنا دیتے جو انہیں بنونا منظور ہوتیں، مثلاً بڑی عمارتیں اور مجسمے اور لگن جیسے حوض)، یہ لوگ کہتے ہیں: ہم سے پہلے کے لوگوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدِهِ" (۴) (یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی ان کے

(۱) سورہ صافات/ ۹۵، ۹۶۔

(۲) حدیث: "إن الله ورسوله حرم بيع الخمر و الميتة و الخنزير و الأصنام"، کی روایت بخاری (الفتح ۳/ ۳۳۳ طبع استقبر) اور مسلم (۳/ ۱۳۰۷ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۳) سورہ سہار/ ۱۳۔

(۴) سورہ انعام/ ۹۰۔

(۱) حدیث کی تخریج (نقرہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: "ومن أظلم ممن ذهب....." کی تخریج (نقرہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۳) حدیث: "إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة المصورون" کی روایت بخاری (الفتح ۳/ ۸۲، ۱۰) طبع استقبر) نے حضرت ابن مسعود سے کی ہے۔

تصویر ۲۲-۲۳

حرام نہ ہوگا مثلاً دیوار، کاغذ یا کپڑے میں منقوش تصویر، بلکہ مکروہ ہوگا۔

اور ہمیں سے ابن العربی نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ سایہ والی تصویر بنانا حرام ہے۔

دوسری شرط: یہ کہ وہ پورے اعضاء والی ہو اور اگر کسی ایسے عضو کی کمی والی ہو جس کے نقد ان پر حیوان زندہ نہیں رہتا تو حرام نہیں ہوگی جیسے کٹے ہوئے سر یا پھٹے ہوئے پیٹ یا سینہ والی تصویر بنائے۔

تیسری شرط: یہ کہ تصویر لوہا، تانبا، پتھر، بکڑی اور اس جیسی ایسی چیز سے بنائے جو باقی رہتی ہے، اس لئے کہ باقی نہ رہنے والی چیز جیسے خر بوزہ کے پھلکے یا گندھے ہوئے آٹے سے تصویر بنانا حرام نہ ہوگا، اس لئے کہ پانی خشک ہو جانے پر وہ ٹوٹ جائے گی، البتہ اس نوع میں ان حضرات کے یہاں اختلاف ہے، چنانچہ ان میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ تصویر بنانا حرام ہوگا، خواہ ایسی چیز سے ہو جو باقی نہیں رہتی۔

اور جیسا کہ نووی نے بیان کیا ہے تحریم کا سایہ والی تصویروں ہی میں منحصر ہونا بعض اسلاف سے بھی منقول ہے (۱)۔

اور حنابلہ میں سے ابن حمدان کہتے ہیں: صورت (یعنی حرام تصویر) سے مراد وہ ہے جس کا طول و عرض اور عمق والا جسم بنایا گیا ہو۔

۲۳- تیسرا قول: یہ ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے،

(۱) متن ظلیل مع شرح الدرر و درہمیتہ الدسوقی ۲/۳۳۷، ۳۳۸، غذاء الالباب للسفارینی شرح منظومہ لآداب ۲/۱۸۰، شرح النووی علی صحیح مسلم (طبع اصطبحة الجسر یہ قاہرہ ۱۳۳۹ھ کتاب الملباس) ۱۱/۸۰، فتح الباری ۱۰/۳۸۸۔

اور ابن العربی کی احکام القرآن کے حوالہ سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس کی صراحت ہمیں نہیں ملی، شاید یہ ان کی کسی دوسری کتاب میں ہو۔

ہو جائے گا، اس لئے کہ تصویر بہت سے بہت تمام گناہوں کی طرح ایک گناہ ہے جو شرک، قتل نفس اور زنا سے بڑھ کر نہیں ہے تو تصویر بنانے والا باعتبار عذاب سب سے بڑھا ہوا کیسے ہو سکتا ہے؟ لہذا غیر اللہ کی عبادت کرنے کے لئے تماثل بنانے پر اس کو محمول کرنا متعین ہو گیا، اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے گھروں میں تصویروں کے استعمال کے بارے میں جو کچھ آتا ہے انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے، مجملہ اس کے بغیر نکیر کے رومی دیناروں اور فارسی دراہم سے ان کا لین دین کرنا بھی ہے، اسی طرح صحابہ کرام کے تصاویر استعمال کرنے کے انفرادی احوال جن کا ذکر اس بحث کے دوران آئے گا ان سے بھی تاکلین اباحت نے استدلال کیا ہے۔

آلوسی نے اس قول کو اپنی تفسیر میں سورہ سبأ کی آیت نمبر ۱۳ کی تفسیر کے ضمن میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ نحاس، مکی ابن ابی طالب اور ابن افرس نے اس کو ایک جماعت سے نقل کیا ہے (۱) لیکن آلوسی نے اس جماعت کی تعیین نہیں کی ہے، اس لئے فقہاء نے اپنی مفصل اور مختصر کتابوں میں اس قول کو بیان نہیں کیا ہے، بلکہ اختلاف کے ذکر میں درج ذیل اقوال پر اکتفا کیا ہے:

۲۲- دوسرا قول: جو کہ مالکیہ اور بعض اسلاف کا مسلک ہے اور حنابلہ میں سے ابن حمدان نے ان کی موافقت کی ہے، یہ ہے کہ تصویریں وہی حرام ہوں گی جن میں مندرجہ ذیل شرطیں جمع ہو جائیں:

پہلی شرط: یہ کہ وہ انسان یا حیوان کی ایسی صورت ہو جس کا سایہ ہو یعنی وہ مجسم، تمثال (اسٹیچو) ہو، چنانچہ اگر وہ مسطح ہو تو اس کا بنانا

(۱) تفسیر آلوسی التفسیری روح المعانی (القاہرہ، ادارۃ الطباعة المیر یہ ۱۹۵۵ء) ۱۹/۲۲، مجلہ "الوئی الاسلامی" (۱۳۸۷ھ شمارہ ۲۹ ص ۵۷، ۵۸) میں مائع شدہ محمد رجب اللیل کے مقالہ میں اس قول کو شیخ عبد العزیز جاویش کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

تصویر ۲۴

یعنی خواہ تصویر کا سایہ ہو یا نہ ہو، حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہی ہے اور نووی نے تو شدت اختیار کر کے اس پر اجماع کا دعویٰ کر دیا ہے، اور اجماع کا دعویٰ محل نظر ہے جس کی تفصیل آنے والے بیان سے معلوم ہوگی، اور اجماع کی صحت پر ابن نجیم نے شک ظاہر کیا ہے جیسا کہ ”الخطاوی علی الدر“ کے حاشیہ میں ہے اور ظاہر یہی ہے، اس لئے کہ گزر چکا ہے کہ مالکیہ مسلح صورتوں کی تحریم کی رائے نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں اس کے بارے میں مسلک میں اختلاف نہیں ہے۔

اور یہ تحریم جمہور کے نزدیک فی الجملہ ہے اور ان کے یہاں بعض متفق علیہ یا مختلف فیہ حالات مستثنیٰ ہیں، جن کا بیان بعد میں عنقریب آئے گا (۱)۔

اور حرام تصویر کشی کے بارے میں حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ کبائر میں سے ہے، وہ کہتے ہیں: اس لئے کہ اس کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے قول: ”إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون“ کی صورت میں وعید آئی ہے کہ (قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں مصور ہوں گے) (۲)۔

تصویر کی فی الجملہ حرمت کے بارے میں دوسرے اور تیسرے اقوال کے دلائل:

۲۴ - تصویر کے فی الجملہ حرام ہونے پر علماء نے درج ذیل احادیث کو دلیل بنایا ہے:

(۱) الخطاوی علی الدر المختار ۱/۲۷۳، الام للہاتفی (طبع مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ ۱۳۸۱ھ) ۶/۱۸۲، الرواجز من اثراف الکبائر لابن حجر المذہبی الشافعی ۲/۲۸۲، الإنصاف فی معرفۃ المراجع من الخلاف للمرہوی الحنفی (مطبعہ انصار السنہ قاہرہ) ۱/۲۷۳۔

(۲) کشاف القناع للہوتی شرح الاتحاف للخطاوی الحنفی (مکتبۃ انصر الحدیث ریاض) ۱/۲۷۹، ۲۸۰، الآداب الشرعیہ لابن مفلح ۳/۵۱۳، حدیث کی تخریج و تفسیر نمبر ۲۱ پر گزر چکی ہے۔

پہلی حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”قدم رسول اللہ ﷺ من سفر، وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل، فلما رآه رسول الله ﷺ هتكه، وتلون وجهه، فقال: يا عائشة، أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاہون بخلق الله - قالت عائشة: فقطعناه فجعنا منه وسادة أو وسادتين“ (نبی کریم ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے اپنے ایک طاق کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں تو جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: چنانچہ ہم نے اس کو کاٹ ڈالا اور اس سے ایک یادوتیکے بنائے) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إن من أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله“ (۱)

(قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں)، اور ایک دوسری روایت میں فرمایا: ”إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، ويقال لهم: أحيوا ما خلقتم“ (ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا: تم نے جس کو بنایا ہے اس کو زندہ کرو)۔

اور ایک روایت میں ہے: ”إنها قالت: فأخذت الستر فجعلته مرفقة أو مرفقتين، و كان يرتفق بهما في البيت“

(۱) حدیث: ”یا عائشہ، أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يشبهون بخلق الله“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۰/۳۸۷ طبع المستقیم) اور مسلم (۳/۱۶۶۸ طبع المجلسی) کے لئے کی ہے۔

تصویر ۲۴

(وہ فرماتی ہیں: تو میں نے پردہ کولیا اور اس سے ایک یاد دیکھی بنائے، چنانچہ گھر میں آپ ﷺ ان پر ٹیک لگاتے تھے) یہ روایات متفق علیہ ہیں (۱)، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے ارشاد: ”إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون“ (قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں مصور ہوں گے) کی روایت شیخین نے حضرت ابن مسعودؓ سے بھی مرفوعاً کی ہے (۲)۔

اور آپ ﷺ کے ارشاد: ”إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم“ (ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا، ان سے کہا جائے گا: جس کو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو)، کی روایت بھی شیخین نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے۔

دوسری حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: ”واعد رسول الله ﷺ جبريل أن يأتيه في ساعة، فجاءت تلك الساعة ولم يأتها. قالت: وكان بيده عصا فطرحها، وهو يقول: ما يخلف الله وعده ولا رسله ثم التفت، فإذا جرو كلب تحت سريره، فقال: متى دخل هذا الكلب؟ فقلت: والله مادريت به فأمر به فأخرج، فجاءه جبريل، فقال له رسول الله ﷺ: وعلمتني فجلست لك ولم تأتني؟ فقال: معني الكلب الذي

(۱) حدیث: ”إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصنوعون بخلق الله.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۶۷ طبع الجلی) نے کی ہے۔

اور حدیث: ”إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۹/۱۰ طبع المستقیم) اور مسلم (۳/۱۶۶۹ طبع الجلی) نے کی ہے اور روایت: ”فما خلدت السر فجعلته مرفقة“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۶۹ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج فقرہ نمبر ۲۳ میں گزر چکی ہے۔

كان في بيتك. إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل سے ایک وقت آنے کا وعدہ لیا، اور یہ وقت آ گیا اور وہ نہیں آئے فرماتی ہیں: آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا، آپ ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”نہ اللہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اس کے فرستادے، پھر آپ ﷺ متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت کے نیچے کتے کا بچہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کتا کب آ گیا؟ میں نے کہا: بخدا مجھے اس کا پتہ نہیں چلا، پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، اور اس کو نکال دیا گیا، اور حضرت جبریل آگئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: آپ نے مجھ سے وعدہ کیا، میں آپ کے لئے بیٹھا رہا، اور آپ نہیں آئے؟ کہنے لگے: مجھ کو اس کتے نے روک دیا جو آپ ﷺ کے گھر میں تھا، ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو)۔

حضرت میمونہؓ نے اسی جیسا واقعہ نقل کیا ہے، اور اس میں حضرت جبریل کا یہ قول ہے: ”إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة“ (۲) (ہم ایسے گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو)، حضرت علی بن ابی طالبؓ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں حضرت جبریل کا واقعہ اور ان کا ارشاد سنایا، اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ بھی ہیں۔

تیسری حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ میں سعید یا مروان کے ایک ایسے گھر میں داخل ہوئے جو زیر تعمیر تھا، اور ایک مصور کو دیواروں میں تصویر بناتے ہوئے دیکھا، تو انہوں

(۱) حدیث: ”واعد رسول الله ﷺ جبريل.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۹۱/۱۰ طبع المستقیم) اور مسلم (۳/۱۶۶۳ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة“ کی روایت مسلم (۳/۱۶۶۳، ۱۶۶۵ طبع الجلی) نے کی ہے۔

تصویر ۲۵

رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بھیجا تھا کہ تم کسی بھی تصویر کو منائے بغیر اور کسی ابھری ہوئی قبر کو برابر کئے بغیر مت چھوڑنا۔

تصویر کے حرام ہونے کی علت:

۲۵- تصویر کے حرام قرار دینے جانے کی علت کے بارے میں علماء کے کئی نقاط نظر ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ علت تصویر کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفت خلق سے پائی جانے والی مشابہت ہے اور اس تغلیل کی اصل سابقہ احادیث میں وارد ہوئی ہے جیسے حضرت عائشہ کی حدیث کے الفاظ: "الذین یضاهون بخلق اللہ" (۱) (جو اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں)، اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث: "ومن أظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی" (۲) (اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے)، اور اس کی شاہد یہ حدیث بھی ہے: "من صور صورة کلف أن ینفخ فیہا الروح" (۳) (جو کوئی تصویر بنائے گا اس کو اس میں جان ڈالنے کا مکلف بنایا جائے گا)، اور یہ حدیث بھی کہ "أشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون، یقال لهم: احيوا ما خلقتم" (۴) (قیامت کے دن لوگوں میں سب سے شدید عذاب میں مصور ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ بنایا

نے فرمایا: "قال اللہ تعالیٰ: ومن أظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی، فلیخلقوا ذرة، أو لیخلقوا حبة، أو لیخلقوا شعيرة" (۱) (میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے، تو وہ ایک چیونٹی ہی پیدا کر لیں، یا ایک دانہ ہی پیدا کر لیں یا ایک جوی پیدا کر لیں)۔

چوتھی حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کا کام تصویریں بنانا ہے، آپ اس مسئلہ میں میری رہنمائی فرمائیں، انہوں نے فرمایا: مجھ سے قریب ہو جا، تو وہ آپ سے قریب ہو گیا، پھر فرمایا: مجھ سے قریب ہو جا، تو وہ آپ سے قریب ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا، اور فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے جو کچھ سنا ہے تم کو بتاتا ہوں "کل مصور فی النار، یجعل له بكل صورة صورها نفسا، فیعذبه فی جہنم" (۲) (میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر مصور جہنم میں ہوگا، ہر بنائی ہوئی تصویر کے بدلہ اس کے لئے ایک جان پیدا کر دی جائے گی، جو جہنم میں اس کو عذاب دے گی) پھر فرمایا: اگر تم کو ایسا کرنا ہی ہے، تو درخت اور غیر ذی روح کی تصویر بناؤ۔

پانچویں حدیث: ابو ایوب اسدی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: "ألا أبعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ ﷺ: ألا تدع صورة إلا طمستہا، ولا قبراً مشرفاً إلا سويتہ" (۳) (کیا میں تم کو اس مہم پر نہ بھیجوں جس پر

= مسلم (۳/۶۶۶، ۶۶۷، طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۱) اس روایت اور "یضاهون بخلق اللہ" والی روایت میں حضرت عائشہ سے روایت کرنے میں عبدالرحمن بن قاسم منفرد ہیں اور ان کی حدیث صحیح بخاری (کتاب اللباس، باب ۹۱) اور مسلم (کتاب اللباس / ۹۱، ۹۲) نسائی (کتاب الریش، باب ۱۱۲) اور احمد (۳۶/۶، ۸۳، ۲۱۹) میں ہے۔

(۲) حدیث کی تخریج (نقشہ نقرہ) میں گزر چکی ہے۔

(۳) حدیث کی تخریج (نقشہ نقرہ) میں گزر چکی ہے۔

(۴) حدیث کی تخریج (نقشہ نقرہ) میں گزر چکی ہے۔

(۱) اس حدیث کی تخریج (نقشہ نقرہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: "کل مصور فی النار" کی روایت مسلم (۳/۱۶۷۰، طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: "ألا أبعثک علی ما بعثنی بہ رسول اللہ ﷺ" کی روایت

تصویر ۲۶

ہے اس کو زندہ کرو)۔

اللہ کذباً اَوْ قَالَ اَوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ، وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلَ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ“ (۱) (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ تہمت گھڑ لے یا کہنے لگے کہ میرے اوپر وحی آتی ہے، درآنحالیکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں کی گئی ہے، اور (اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا) جو کہے کہ جیسا (کلام) خدا نے نازل کیا ہے میں بھی ایسا ہی نازل کروں گا)، تو یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو خالق سے اس کے امر اور وحی میں برابری کا دعویٰ کرے اور پہلا اس شخص کے بارے میں ہے جو اس کی صفت خلق میں برابری کا دعویٰ کرے اور دونوں شدید عذاب میں ہوں گے۔

اور اس کو محقق کرنے والی چیزوں میں حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت کا اشارہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے: ”وَمَنْ اَظْلَمَ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي“ (اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح پیدا کرنے چلا ہے) اس لئے کہ ”ذہب“ یہاں پر قصد کرنے کے معنی میں ہے، ابن حجر نے اسی سے اس کی تفسیر کی ہے (۲) اس طرح اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس قصد کی وجہ سے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے کا قصد کرے، اور حصاص نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ ان احادیث سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے۔

۲۶- دوسری وجہ: تصویر کا غیر اللہ کی تعظیم میں غلو کا وسیلہ ہونا ہے، یہاں تک کہ تصویروں کے سبب گمراہی اور فتنہ تک معاملہ پہنچ جاتا ہے اور اللہ کے بجائے ان کی عبادت ہوتی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت اس حال میں ہوئی کہ لوگ ایسے جُسمے نصب کرتے تھے جن کی عبادت کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت انہیں

(۱) سورۃ النعام ۹۳۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۸۶۔

اور اس توجیہ کو بے اثر کرنے والی چیزیں دو ہیں:

اول: یہ کہ اس چیز سے معلل کرنا سورج، چاند، پہاڑوں، درخت اور اس کے علاوہ دوسری غیر ذی روح اشیاء کی تصویر سازی کی حرمت کی ممانعت کا متقاضی ہے۔

دوم: یہ کہ یہ تغلیل لڑکیوں کی گڑیوں، کٹے ہوئے عضو اور اس کے علاوہ ان چیزوں کی تصویر بنانے کی ممانعت کی بھی متقاضی ہے جس کو علماء نے حرمت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس علت سے معلل کرنے سے وہ شخص مقصود ہے جو خالق عزوجل کی قدرت کو چیلنج کرتے ہوئے تصویر بنائے اور یہ سمجھے کہ وہ اس کی طرح پیدا کرنے پر قادر ہے، لہذا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عاجزی اس طور پر دکھائے گا کہ اس کو ان تصویروں میں جان ڈالنے کا مکلف بنائے گا۔

نووی کہتے ہیں: جہاں تک روایت ”اَشَدُّ عَذَابًا“ (زیادہ عذاب میں رہے گا) کا تعلق ہے تو وہ اس شخص پر محمول ہے جو تصویر اس لئے بناتا ہے تاکہ اس کی پوجا کی جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اس معنی کا قصد کرے جو حدیث میں ہے یعنی اللہ کی صفت خلق سے مشابہت اور اس کا عقیدہ رکھے تو وہ کافر ہے، اس کے لئے وہی عذاب شدید ہوگا جو کفار کے لئے ہے اور کفر کی زیادتی کی وجہ سے اس کا عذاب اور بھی بڑھ جائے گا (۱)۔

اس تغلیل کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں ایسی ہی بات کہی ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ بھی اللہ کی طرح نازل کر سکتا ہے وہ یہ کہ اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کوئی نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ الْفِتْرَىٰ عَلٰی

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم کتاب اللباس ۱۱/۹۱۔

تصویر ۲

کردو اور ان کو انہیں کا نام دے دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی پوجا نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ جب یہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا تو ان کی پوجا ہونے لگی (۱)۔

لیکن سد ذریعہ کے لئے شریعت نے کس حد تک تصویر کی ممانعت کا ارادہ کیا ہے؟ کیا مطلقاً تصویر کی ممانعت کا یا غیر نصب کردہ تصویروں کے بجائے صرف نصب کردہ تصویروں کا یا ان مجسم تصاویر کی ممانعت کا جن کا سایہ ہوتا ہے؟ اس لئے کہ عبادت انہیں کی جاتی ہے، یہ چیز علماء کے درمیان محل اختلاف ہے۔

اس نقطہ نظر کی بنیاد پر بعض علماء کی رائے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے شدت اختیار فرمائی اور بتوں کو توڑنے نیز تصویروں کے آلودہ کرنے کا حکم دیا پھر جب یہ بات معروف و مشہور ہو گئی تو مسطح تصویروں کی رخصت دی اور فرمایا: ”إلا رقما فی ثوب“ (مگر جو کپڑے پر نقش کے انداز میں ہو)۔

۲۷- تیسری وجہ: یہ ہے کہ علت محض ان مشرکین کے فعل سے مشابہت ہے جو بت تراشتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اگرچہ مصوراں کا قصد بھی نہ کرے اور اگرچہ اس صورت کی عبادت نہ بھی کی جائے جو اس نے بنائی ہے لیکن یہ حال اس حال کے مشابہ ہے جیسا کہ ہم کو طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے تاکہ ہم اس سلسلہ میں اس وقت اس کو سجدہ کرنے والے کے مثل نہ ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”فإنه یسجد لہا حیث الذکفار“ (۲) اس لئے کہ اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے

(۱) حضرت ابن عباسؓ کے اثر کی روایت بخاری (فتح الباری ۶/۸ ۶۶۶ طبع استغیبر) نے کی ہے اور دیکھئے تفسیر ابن کثیر، تفسیر الطبری سورہ نوح کی آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں۔

(۲) حدیث: ”وحيثما یسجد لہا الذکفار“ کی روایت مسلم (۱/۵۷۰ طبع الجلی) نے حضرت عمرو بن عاصمؓ سے کی ہے۔

اللہ کا زیادہ قرب عطا کریں گے پھر شرک اور بت پرستی کو مٹاتے ہوئے اور یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اس کا سب سے بڑا شعار ”لا إله إلا اللہ“ ہے اور ان لوگوں کو بیوقوف قرار دیتے ہوئے اسلام آیا اور حجت و بیان نیز سیف و سنان (تلوار اور نیزہ یعنی استدلال اور قوت کے استعمال) کے علاوہ اس کے لئے شریعت اسلامی نے جو طریقے اختیار کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس نے ایسی چیزوں کا رخ کیا جو گمراہی کا وسیلہ بننے کی صلاحیت رکھتی تھیں اور غیر منفعت بخش یا کم منفعت بخش تھیں اور ان کے کرنے سے روک دیا، ابن العربی کہتے ہیں: ”ہماری شریعت میں تصویر کی ممانعت کرنے والی چیز، واللہ اعلم، وہ ہے جس پر عرب تھے، یعنی بت اور صنم پرستی، تو تصویر بناتے تھے اور پوجا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذریعہ ہی کو ختم کر دیا۔“

پھر ابن العربی نے اشارہ کیا ہے کہ مضامبات (مشابہت) کی تغلیل جو کہ منصوص ہے، اس مستنبط علت سے مانع نہیں ہے فرماتے ہیں: تصویر سے منع فرمایا اور اللہ کی صفت خلق سے مشابہت کا ذکر کیا اور اس (علت مستنبطہ) میں اس پر اضافہ ہے یعنی اللہ کے بجائے ان کی عبادت تو اللہ نے اس پر متنبہ کیا کہ تصویروں کا بنانا معصیت ہے تو ان کی عبادت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے (۱)۔

علت بیان کرنے میں اس نقطہ نظر کے قائلین نے اس حدیث کو سند بنایا ہے جو صحیح بخاری میں سورہ نوح کی تفسیر میں وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے سلسلے میں بحوالہ عطاء عن ابن عباسؓ ”تعلیقاً“ آئی ہے، فرماتے ہیں: یہ قوم نوح کے کچھ نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ ہلاک ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جن مجلسوں میں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں علامتیں نصب

(۱) احکام القرآن لابن العربی ۴/۱۵۸۸۔

تصویر ۲۸-۳۱

ہے جس میں شراب کا دور چل رہا ہو تو دخول سے ان کا امتناع تحریم کا اثر ہے، علت نہیں، واللہ اعلم۔

تصویریں بنانے سے متعلق بحث کی تفصیل:
اول: مجسم (سایہ والی) تصویریں:

۲۹- سابقہ دلائل کو اختیار کرتے ہوئے جمہور علماء کے نزدیک مجسم تصویریں بنانا حرام ہے، اس میں وہ مستثنیٰ ہے جس کو بچوں کے کھیل جیسی چیزوں کے لئے بنایا گیا ہو یا وہ حقیر و پامال ہو یا اس کا ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا یا وہ ان اشیاء میں سے ہو جو باقی نہیں رہتی جیسے مٹھائی یا گندھے ہوئے آٹے کی صورتیں، اس میں کچھ اختلاف اور تفصیل بھی ہے جو ذیل کے مباحث سے واضح ہو جائے گی۔

دوم: مسطح تصویریں بنانا:

مسطح (بغیر سایہ والی) تصویریں بنانے کے بارے میں پہلا قول:

۳۰- مالکیہ اور جن کا ذکر ان کے ساتھ کیا گیا ہے، ان کا مسلک یہ ہے کہ مسطح تصویریں بنانا کراہت کے ساتھ مطلق جائز ہے لیکن اگر تصویر اس انداز میں ہو جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے تو کراہت نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے اور جب تصویر کا ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے مفقود ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی ہے تو کراہت زائل ہو جائے گی۔

۳۱- اس مسلک کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(۱) حضرت ابو طلحہ اور ان سے حضرت زید بن خالد الجہنی کی حدیث جس کی روایت سہل بن حنیف صحابی نے بھی کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة، إلا

ہیں) لہذا اس وقت نماز مکروہ ہے، اس لئے کہ مشابہت موافقت پیدا کر رہی ہے، ابن تیمیہ نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ابن حجر نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا: بتوں کی صورت ہی تصویر کی ممانعت میں اصل ہے (۱) لیکن اگر اس علت کا قائل ہو جائے تو یہ کراہت سے زیادہ کی متقاضی نہیں ہے۔

۲۸- چوتھی وجہ: یہ ہے کہ کسی جگہ تصویر کا وجود وہاں ملائکہ کے دخول سے مانع ہوتا ہے، حضرت عائشہ اور حضرت علیؓ کی حدیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔

اور بہت سے علماء نے اس تغلیل کا رد کیا ہے اور جیسا کہ آ رہا ہے ان میں حنابلہ بھی ہیں، ان حضرات نے فرمایا: حدیث کی یہ صراحت کہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں تصویر ہو، تصویر کی ممانعت کی متقاضی نہیں ہے جیسے کہ جنابت، اس لئے کہ وہ بھی ملائکہ کے دخول سے مانع ہوتی ہے، اس لئے کہ بعض روایات میں ہے: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب" (۲) (ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتیا جنبی ہو) تو اس سے جنابت کی ممانعت لازم نہیں آتی ہے۔

اور شاید ملائکہ کا داخل ہونے سے رکنا صرف اس لئے ہے کہ تصویر حرام ہے جیسا کہ مسلمان کے لئے ایسے دسترخوان پر بیٹھنا حرام

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم مخالفت اصحاب اہم (مطبعة انصار السنۃ الحمدیہ قاہرہ ۱۳۶۹ھ) ص ۶۳، فتح الباری ۱۰/۳۹۵۔

اور شیخ محمد رشید رضا مجلہ "المنار" (۵/۱۳۰، طبع ۱۳۲۰ھ) میں فرماتے ہیں: تصویر حرام اور رہنے کی حقیقی علت یہی ہے۔

(۲) حدیث: "لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب" کی روایت ابو داؤد (۳/۳۸۳ تحقیق عزت عبید دماس) نے کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے (المیمر ان اللہوی ۲/۲۳۸ طبع اہلی)۔

تصویر ۳۱

”حولی هذا، فانی کلما دخلت فرأيتہ، ذکرت الدنیا“ (۱) (اس کو پلٹ دو، اس لئے کہ جب بھی میں داخل ہوتا ہوں اور اس کو دیکھتا ہوں تو دنیا یاد آتی ہے) تو آپ ﷺ نے (پلٹ دینے کے حکم کی) یہ علت بیان کی، اور آپ ﷺ اس کے بڑے حریص تھے کہ دنیا کے امور، اس کی رونق آپ ﷺ کو اللہ کی دعوت دینے اور اللہ کی عبادت کے لئے فارغ رہنے سے نہ روکے، اور یہ چیز اپنی امت پر اس کو حرام قرار دینے کی متقاضی نہیں ہے۔

اور حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ”أمیطی عنا قرامک هذا، فإن تصاویرہ لاتزال تعرض لی فی صلاتی“ (۲) (اپنا یہ پردہ مجھ سے ہٹالو، اس لئے کہ اس کی تصویریں برابر نماز میں میرے سامنے آجایا کرتی ہیں)، اور ایک تیسری روایت میں جب آپ ﷺ نے پردہ چاک فرمایا تو ایک دوسری علت بیان کی اور فرمایا: ”یا عائشہ لاتستری الجمار“ (۳) (اے عائشہ! دیوار پر پردہ نہ ڈالا کرو) اور فرمایا: ”إن اللہ لم یأمرنا أن نکسوا الحجارة والطين“ (۴) (اللہ تعالیٰ نے ہم کو پتھر اور مٹی کو کپڑا پہنانے یعنی پردہ ڈالنے کا حکم نہیں دیا ہے)۔

اور نبی کریم ﷺ کے مولیٰ حضرت سفینہ کی حدیث اس معنی کو کھلے انداز میں واضح کرتی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے نبی

(۱) حدیث: ”حولی هذا، فانی کلما دخلت فرأيتہ ذکرت الدنیا“ کی روایت مسلم (۱۶۶۶/۳ طبع اعلیٰ) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”أمیطی عنا قرامک هذا، فإله.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۳/۱ طبع استغیبر) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”یا عائشہ لاتستری الجمار“ کی روایت طاہوی نے شرح صحابی وآثار (۳۸۳/۳ طبع مطبعہ انوار محمدیہ) میں کی ہے۔

(۴) حدیث: ”إن اللہ لم یأمرنا أن نکسوا الحجارة والطين“ کی روایت مسلم (۱۶۶۶/۳ طبع اعلیٰ) نے حضرت مالک سے کی ہے۔

رقمما فی ثوب“ (۱) (فرشتے ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو مگر یہ کہ کپڑے میں نقش ہو)۔ چنانچہ یہ حدیث مقید ہے، لہذا تصاویر سے ممانعت اور مصورین پر لعنت کے سلسلہ میں وارد تمام احادیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”يقول الله تعالى في الحديث القدسي: و من أظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی، فلیخلقوا ذرة، أو لیخلقوا حبة“ (۲) (اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے: اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے، تو وہ ایک چیونٹی ہی پیدا کریں یا ایک دانہ ہی پیدا کریں)۔

اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانداروں کو مسطح طور پر نہیں پیدا فرمایا ہے بلکہ ان کو جسم پیدا فرمایا ہے (۳)۔

(۳) تصویروں کا نبی کریم ﷺ کے گھروں میں استعمال کیا جانا، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پردہ کے دوگاؤ تکیے بنائے تھے اور آپ ﷺ ان کو استعمال فرمایا کرتے تھے، اور بعض روایات میں ہے: ”وإن فیہما الصور“ (اور ان دونوں میں تصویریں تھیں)۔

اور بعض روایات حدیث میں ہے، وہ فرماتی ہیں: ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس میں ایک پردہ کی تصویر تھی اور داخل ہونے والا جب داخل ہوتا تھا تو وہ سامنے پڑتا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

(۱) حدیث: ”لا تدخل الملائکة بنا فیہ صورة، إلا رقما فی ثوب“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۹/۱۰ طبع استغیبر) اور مسلم (۱۶۶۵/۳ طبع اعلیٰ) نے کی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج (فقہ نمبر ۱۵) میں گزر چکی ہے۔

(۳) اس معنی کا ذکر ابن حجر نے فتح ۳۸۶/۱۰ میں کیا ہے۔

تصویر ۳۱

کی تاریخ میں لکھی جانے والی کتابوں کے بیان کے مطابق حضرت عمرؓ نے فارسی سانچے پر درہم ڈھالے تھے اور اس میں تصویریں تھیں اور حضرت معاویہؓ نے دینار ڈھالے تھے، صلیب منانے کے بعد ان میں تصویریں باقی تھیں، اور عبد الملک نے دینار ڈھالے اور اس میں تلوار سونٹے ہوئے اس کی تصویر تھی پھر عبد الملک اور ولید نے ان کو تصویر سے خالی کر کے ڈھلویا (۱)۔

(۵) پردوں اور اس کے علاوہ دوسری مسطح چیزوں میں بعض صحابہ اور تابعین سے منقول تصویروں کا استعمال، اسی میں حضرت زید بن خالد جہنیؓ کا تصویروں والے پردہ کا استعمال کرنا ہے، آپ کی حدیث صحیحین میں ہے، اور اس کا استعمال حضرت ابو طلحہؓ نے کیا اور سہل بن حنیفؓ نے اس کا اثبات کیا، ان دونوں کی حدیث موطا میں اور ترمذی و نسائی کے یہاں ہے اور ان سب کا استناد نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: "إلا رقما في ثوب" (مگر یہ کہ کپڑے میں نقش کے طور پر ہو) سے تھا، جس کی روایت ان صحابہ نے کی۔

اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ بن الزبیر کے بارے میں روایت کی ہے کہ حضرت عروہ ایسے گاؤں تکیوں (مسندوں) پر ٹیک لگاتے تھے جن میں پردوں اور نسانوں کی تصویریں ہوتی تھیں (۲)۔

اور طحاوی نے اپنی سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت عمران بن حصین صحابیؓ کی انگلی پر ایک تلوار سونٹے ہوئے آدمی تھا، اور فتح ایران کے سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرنؓ کی انگلی پر اپنا ایک پیر

کریم ﷺ کو اپنے گھر دعوت دی، چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے پھر اپنا ہاتھ رکھا اور واپس لوٹ گئے تو حضرت فاطمہ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: آپ ان سے ملتے اور دیکھتے کہ آپ ﷺ کو کس بات نے واپس کر دیا ہے، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پیچھے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کو کس بات نے واپس کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إنه ليس لي، أو قال: لسي أن يدخل بيتنا مزوقاً" (۱) (میرے لئے یا کہا: کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ کسی نقش و نگار بنے ہوئے گھر میں داخل ہو)۔

اور بخاری و ابوداؤد کے یہاں اس کی روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کی ہے اور ان کی روایت میں ہے: "فرأى ستراً موشياً" (اور آپ نے ایک منقش پردہ دیکھا)، اور اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "مالنا وللدنيا، مالنا وللرقم" (ہمیں دنیا سے کیا واسطہ، ہمیں نقش و نگار سے کیا واسطہ) تو حضرت فاطمہ نے دریافت کیا تو آپ اس کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ترسلين به إلى أهل حاجة" (۲) (تم اس کو ضرورت مندوں کے پاس بھیج دو) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ پردہ میں تصویریں تھیں (۳)۔

(۴) نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا رومی دینار اور فارسی درہم استعمال کرنا جبکہ ان پر ان کے بادشاہوں کے نوٹو ہوتے تھے اور ان کے پاس اس کے علاوہ سوائے پیسوں کے کوئی سکہ نہ تھا اور سکوں

(۱) حدیث: "إنه ليس لي، أو قال: لسي، أن يدخل بيتنا مزوقاً" کی روایت ابوداؤد (۱۳۳/۲) تحقیق عزت ہیددھاس نے کی ہے اور ابن جریر نے مختصر اس کی تصحیح کی ہے (حص ۳۵۲ سوار و اطراف طبع المستقر)۔

(۲) حدیث: "مالنا وللدنيا، مالنا وللرقم" کی روایت بخاری (فتح ۵/۲۲۸ طبع المستقر) اور ابوداؤد (۳۸۲/۳، تحقیق عزت ہیددھاس) نے کی ہے۔

(۳) جامع الاصول ۸۱۵/۳۔

(۱) اس کے لئے کتاب: الدینار والاسلامی فی الجوف العربی للسیدنا صراہمہ، (بغداد، مجمع العلمی العربی ۱۳۷۲ھ) ص ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۳، ۸۲، کتاب المقود العربی، علم البصائر لانسائس الکرلی اور اسی کی ضمن میں (المقود الاسلامی) پر تقریری کی کتاب کی طرف رجوع کیجئے۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ ۵۰۶/۸ طبع البند۔

تصویر ۳۲

مسطح تصویریں بنانے کے بارے میں دوسرا قول:

۳۲- سایہ والی تصویر کے بنانے ہی کی طرح یہ بھی حرام ہے، یہ جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے، اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔

اور اس قول کے بعض تاملین نے کائی ہوئی تصویروں، پامال تصویروں اور کچھ دوسری چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے، جیسا کہ اس بحث کے بقیہ حصہ میں عنقریب آئے گا۔

ان حضرات نے تحریم کے لئے نبی کریم ﷺ کی مصورین کے حق میں لعنت کرنے سے متعلق وارد ہونے والی احادیث کے اطلاق کو حجت بنایا ہے اور اس بات کو بھی کہ مصور کو قیامت کے دن اس طور پر عذاب ہوگا کہ ہر بنائی ہوئی تصویر میں اس کو روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا، اور اس سے درختوں وغیرہ غیر ذی روح کی تصویریں پہلے ذکر کردہ دلائل کی وجہ سے خارج ہوں گی، اور اس کے علاوہ بقیہ تحریم پر باقی رہیں گی فرماتے ہیں: جہاں تک مسطح تصویروں کے بنانے کی لباحت کے لئے نبی کریم ﷺ کے ان دو ٹکئیوں کے استعمال سے جن میں تصویریں تھیں، نیز صحابہ و تابعین کے اس کے استعمال کرنے سے استدلال کرنے کا تعلق ہے تو تصویر کا استعمال جہاں جائز بھی ہو اس کے بنانے کے جواز سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے کہ نص تصویر بنانے کی حرمت اور مصور پر لعنت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے اور یہ تصویر والے سامان کے استعمال کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے اور بعض روایات میں اللہ کی صفت خلق سے مضامات اور مشابہت کو علت بنایا گیا ہے، اور یہ گناہ استعمال میں متحقق نہیں ہوتا (۱)۔

سیٹے ہوئے اور ایک پیر پھیلائے ہوئے بارہ سنگھا کا نقش تھا، اور حضرت قاسم سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ کی انگوٹھی پر دو دکھیوں کے نقش تھے، اور حضرت حذیفہ بن الیمان کی انگوٹھی کا نقش دوسارے تھے اور روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی انگوٹھی کا نقش دو دکھیاں تھیں (۱)۔

اور ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے ابن عون سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور وہ بالائی مکہ کے اپنے گھر میں تھے فرماتے ہیں: تو میں نے ان کے گھر میں دہن کا ایک چھپر کھٹ دیکھا جس پر دریائی کتے اور عنقا کی تصویریں تھیں۔ ابن حجر فرماتے ہیں: قاسم بن محمد فقہاء مدینہ میں سے ایک ہیں، یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے راوی ہیں، اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے افضل تھے (۲)۔

اور احمد نے اپنی سند سے حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے: فرماتے ہیں: میں حضرت ابن عباس کے پاس ان کی ایک تکلیف کی وجہ سے جو ان کو لاحق ہوگئی تھی عیادت کے لئے گیا، میں نے کہا: انگیٹھی میں یہ تصویریں کیسی ہیں؟ فرمایا کہ دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے ان کو آگ سے جلا رکھا ہے، پھر جب مسور چلے گئے تو فرمایا: ان تصاویر کے سر کاٹ ڈالو، لوگوں نے کہا: اے ابو العباس! اگر آپ انہیں بازار لے جاتے تو یہ ان کے لئے زیادہ گرم بازاری کا باعث ہوتا (یعنی یہ زیادہ قیمت میں فروخت ہوتیں) فرمایا: نہیں! اور ان کے سروں کو کاٹنے کا حکم دیا (۳)۔

(۱) صحابی لا تا رطلطحاوی ۳/۲۶۳، ۲۶۶۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ طبع البند ۵۰۹/۸، اور ابن حجر نے اس کو فتح المبارکی میں نقل کیا ہے ۳۸۸/۱۰۔

(۳) مسند احمد ۱/۳۲۰۔

(۱) ابن ماجہ ۱/۲۳۷۔

تصویر ۳۳-۳۴

انہوں نے اس کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ کیا ایسے حیوان کی تصویر بنانا جائز ہے جس کی کوئی نظیر نہ ہو، اگر ہم اسے جائز قرار دیں تو وہ بھی جائز ہے ورنہ ناجائز ہوگا اور یہی صحیح ہے اور ان کا قول ”حیوان کی تصویر حرام ہے“ دونوں کو شامل ہے۔

اور ”تختہ المحتاج“ کی عبارت کا ظاہر اس کا جواز ہے، اس لئے کہ انہوں نے فرمایا: اور سر مفقود ہونے کی طرح ہی ایسی چیز کا مفقود ہونا بھی ہے جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہ سکتی (۱)۔

چہارم- خیالی تصویریں بنانا:

۳۴- شافعیہ صراحت کرتے ہیں کہ انسان یا حیوان کی خیالی تصویریں تحریم میں داخل ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایسی چیز بھی حرام ہوگی جس کی مخلوقات میں نظیر نہ ہو، جیسے پروالا انسان یا چونچ والا بیل اور صاحب ”روض الطالب“ کا کلام جواز کے ایک قول کے وجود کا اشارہ کر رہا ہے۔

اور یہ واضح ہے کہ یہ تفصیل بچوں کے کھلونوں کے علاوہ میں ہے، اور حضرت عائشہ کی حدیث میں وارد ہوا ہے: ”انہ کان فی لعبھا فرس لہ جناحان، وأن النبی ﷺ ضحک لمارآھا حتی بدت نواجذہ“ (۲) (ان کے کھلونوں میں ایک ایسا گھوڑا بھی تھا جس کے دوپرتھے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے داڑھ کے دانت ظاہر ہو گئے)۔

(۱) تختہ المحتاج ۷/۳۳۳ و اسنی الطالب وحاشیہ ۲۲۶/۳، اقلیو بی علی شرح المہاج ۳/۲۹۷۔

(۲) اسنی الطالب ۳/۲۲۶، اقلیو بی علی المہاج ۳/۲۹۷، حواشی تختہ المحتاج ۷/۳۳۳۔

اور حضرت عائشہ کی حدیث کی تخریج منقرہ بقرہ نمبر ۳۸ میں آئے گی۔

سوم- کائی ہوئی تصویریں اور آدھے دھڑ کی تصویریں وغیرہ:

۳۳- یہ گزر چکا ہے کہ مالکیہ انسان یا حیوان کی تصویر کی حرمت کی رائے نہیں رکھتے ہیں، خواہ تصویر مجسم اٹیچو کی شکل میں ہو یا مسطح صورت ہو بشرطیکہ ان ظاہری اعضاء میں سے کسی عضو کی کمی والی ہو جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہتا ہے جیسے کہ وہ کٹے ہوئے سر والا یا پھٹے ہوئے پیٹ یا سینہ والا ہو۔

اور حنا بلہ بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسا کہ ”المغنی“ میں آیا ہے: اگر ابتداءً تصویر بغیر سر کے بدن کی یا بغیر بدن کے سر کی ہو یا اس کا سر بنایا جائے اور اس کا بقیہ بدن غیر حیوان کی صورت ہو تو یہ ممانعت میں داخل نہیں ہوگا اور ”الفروع“ میں ہے: اگر تصویروں سے ایسی چیز زائل کر دی جائے جس کے نہ ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی تو منصوص قول میں مکروہ نہیں ہوگا، اور اسی کی طرح درخت وغیرہ کی صورت اور مجسمہ اور اس کی تصویر بنانے کا حکم ہے (۱)۔

یہی شافعیہ کا بھی مسلک ہے اور اس کے بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں ہے، سوائے متولی کے شد و ذکر کرنے کے، البتہ اس صورت میں ان کا اختلاف ہے جب کتنا ہوا حصہ سر کے علاوہ ہو اور سر باقی ہو، اور اس حالت میں ان کے یہاں راجح تحریم ہے، ”اسنی الطالب“ اور اس پر رلی کے حاشیہ میں آیا ہے: اسی طرح جب تصویر کا سر کاٹ دے، کو ہکیونی کہتے ہیں: اسی طرح اس کا بھی حکم ہوگا جس کے بغیر سر کی تصویر بنائی گئی ہو، جہاں تک بغیر بدن کے سروں کا تعلق ہے تو کیا (ان کی تصویر) حرام ہے؟ اس میں تردد ہے، اور حرمت راجح ہے، رلی کہتے ہیں: ”حاوی“ میں یہ دو اقوال ہیں:

(۱) المغنی ۷/۷، اور دیکھئے کشاف القناع ۵/۱۷۱، الخرشنی ۳/۳۰۳ الفروع

تصویر ۳۵-۳۸

عدوی نے دونوں کو اسی طرح نقل کر کے فرمایا: جواز والا قول اصبح کا ہے اور اس کے لئے انہوں نے اس تصویر کی مثال دی ہے جس کو آٹے یا خر بوزہ کے تھکے سے بنایا جائے، اس لئے کہ جب وہ خشک ہوگی تو کٹ جائے گی، اور شافعیہ کے نزدیک اس کا بنانا حرام ہے اور بیچنا حرام نہیں ہے (۱)۔

شافعیہ کے علاوہ کے یہاں ہم کو کوئی صراحت نہیں ملی۔

ہفتم: لڑکیوں کے کھلونے (گڑیا) بنانا:

۳۷- اکثر علماء نے تصویر اور مجسم بنانے کی حرمت سے بچوں کے کھلونے بنانے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہی ہے۔

قاضی عیاض نے اکثر علماء سے اس کا جواز نقل کیا ہے، اور نووی نے شرح مسلم میں ان کی پیروی کی ہے اور فرمایا: سایہ والی تصویر اور اس کے بنانے کی ممانعت سے بچوں کے کھلونے کا استثناء اس کے بارے میں وارد ہونے والی رخصت کی وجہ سے ہے۔

اور اس سے مراد اس کا جواز ہے، خواہ کھلونا کسی انسان یا حیوان کی تصویر کی ہیئت میں ہو اور مجسم یا غیر مجسم ہو اور خواہ حیوانات میں اس کی نظیر ہو یا نہ ہو جیسے دوپروں والا گھوڑا۔

حنابلہ نے جواز کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کا سر کٹا ہوا ہو یا ایسا عضو کم ہو جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہتی ہے اور بقیہ تمام علماء یہ شرط نہیں لگاتے (۲)۔

۳۸- اس استثناء کے لئے جمہور نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۸، الدسوقی ۲/۳۳۷، الخرشبی ۳/۳۰۳، اقلیو بی علی شرح المنہاج ۳/۲۹۷۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۹۵، ۵۲۷، حاشیہ الدسوقی ۲/۳۳۸، اسنی الطالب، حاشیہ الرئی ۳/۲۲۶، نہایت المحتاج ۶/۲۹۷، کشاف القناع ۱/۲۸۰۔

پنجم: پامال تصویریں بنانا:

۳۵- یہ آ رہا ہے کہ اکثر علماء اس صورت میں مجسم اور مسطح تصویروں کو رکھنے اور استعمال کرنے کو جائزتر اردیتے ہیں جب وہ حقیر و پامال ہوں، خواہ وہ کٹی ہوئی ہوں یا پوری ہوں، جیسے وہ تصویر جو زمین، بستر، فرش، تکیہ یا اس جیسی جگہ پر ہو۔

اور اسی کی بنیاد پر بعض علماء ایسے نوٹو بنانے کے جواز کی طرف گئے ہیں جس کا استعمال اس طرح سے ہو، جیسے کہ ان لوگوں کی خاطر ریشم بننے کا ہے جن کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، اور فی الجملہ یہی مسلک مالکیہ کا ہے البتہ ان کے یہاں یہ خلاف اولیٰ ہے۔

شافعیہ کے یہاں دو اقوال ہیں: ان میں اصح تحریم (کا قول) ہے اور جیسا کہ ابن عابدین نے صراحت کی ہے، یہی مسلک حنفیہ کا بھی ہے اور ابن حجر نے شافعیہ میں سے متولی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زمین پر تصویر بنانے کی اجازت دی ہے (۱)۔

اس مسئلہ میں ہم کو حنابلہ کی کوئی صراحت نہیں ملی، لہذا ظاہر یہی ہے کہ ان کے یہاں یہ تصویر کی حرمت ہی میں مندرج ہے۔ اور ”امتھان“ (حقیر و پامال ہونے) کے معنی کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

ششم: مٹی، مٹھائی اور جلدی خراب ہو جانے والی چیزوں سے تصویریں بنانا:

۳۶- جو باقی رکھنے کے لئے اختیار نہیں کی جاتی ہیں ایسی تصویروں کے بنانے میں مالکیہ کے دو اقوال ہیں، جیسے وہ تصویر جو گندھے ہوئے آٹے سے بنائی جاتی ہے، اور مشہور قول ممانعت کا ہے، اور

(۱) حاشیہ الدسوقی علی المشرک المکیر ۲/۳۳۸، منج، الجلیل شرح مختصر فہمیل ۲/۱۶۷، حاشیہ عمیرہ علی شرح المنہاج ۳/۲۹۷، ۲۹۸، نہایت المحتاج ۶/۳۶۹، اسنی الطالب بحاشیہ الرئی ۳/۲۲۶، ابن عابدین ۱/۳۳۷۔

تصویر ۳۸

کپڑوں کے ٹکڑے کے دوپڑے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے جس کو میں ان کے بیچ میں دیکھ رہا ہوں؟ کہا: یہ گھوڑا ہے، فرمایا: اور یہ اس کے اوپر کیا لگا ہوا ہے؟ کہا: دوپڑے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دوپڑوں والا گھوڑا؟ کہنے لگیں: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پُرتھے؟ فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بیچ کے دانت ظاہر ہو گئے۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے کھلونے بنانے کے اس استثناء کو تربیت اولاد کے امور پر بچیوں کو عادی بنانے کی حاجت سے معلل کیا ہے۔

اور یہ تغلیل اس صورت میں تو ظاہر ہے جب کھلونا انسان کی ہیئت پر ہو اور دوپڑے والے گھوڑے کے معاملہ میں ظاہر نہیں ہے، اسی وجہ سے حلیمی نے تغلیل اس سے بھی کی ہے اور دوسری چیز سے بھی، اور ان کے کلام کے الفاظ یہ ہیں: فرمایا: بچیوں کو اس میں دو فائدے ہیں: ایک فوری دوسرا تاخیر سے ظاہر ہونے والا، رہا فوری فائدہ تو یہ اس انہیت کا حصول ہے جو بچوں کی نشوونما کا ایک سرچشمہ ہے، اس لئے کہ بچہ جب خوشحال، خوش دل اور منشرح ہو تو زیادہ طاقتور اور اچھی نشوونما والا ہوتا ہے، اس لئے کہ خوشی دل میں انہیٹ پیدا کرتی ہے، اور دل کے انہیٹ سے روح میں انہیٹ پیدا ہوتا ہے اور اس کا پھیلاؤ بدن بھر میں ہوتا ہے اور اس کے اثر کی طاقت اعضاء اور جوارح میں ہوتی ہے۔

رہا تاخیر والا فائدہ تو وہ اس سے بچوں کی دیکھ بھال، محبت اور ان کی شفقت سے واقف ہو جائیں گی اور یہ ان کی طبیعتوں کا لازمہ بن جائے گا یہاں تک کہ جب وہ بڑی ہو جائیں گی اور جس اولاد سے وہ خوش ہوا کرتی تھیں اس کو اپنے لئے دیکھ لیں گی تو ان

استدلال کیا ہے، و فرماتی ہیں: ”كنت ألعب بالبنات عند النبي ﷺ، وكان لي صواحب يلعبن معي، فكان رسول الله ﷺ إذا دخل يتقمن منهن، فيسربهن إلي، فيلعبن معي“ (۱) (میں نبی کریم ﷺ کے یہاں گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میری کچھ سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوتے تو وہ چھپ جاتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ ان کو میرے پاس بھیجتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں)۔

اور ایک روایت میں ہے، فرماتی ہیں: ”قدم رسول الله صلي الله عليه وسلم من غزوة تبوك أو خيبر، وفي سهوتها ستر، فهبت ريح، فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب، فقال: ما هذا يا عائشة؟ قالت: بناتي، ورأى بينهن فرسها جناحان من رفاع، فقال: ما هذا الذي أرى وسطهن؟ قالت: فرس، قال: وما هذا الذي عليه؟ قالت: جناحان، فقال: فرس له جناحان؟ قالت: أما سمعت أن لسليمان خيلا لها أجنحة؟ قالت: فضحك رسول الله صلي الله عليه وسلم حتى رأيت نواجذهم“ (۲) (نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے اور ان (حضرت عائشہؓ) کی کھڑکی پر پردہ تھا، تو ہوا چلی اور اس کی وجہ سے پردہ کے گوشہ سے حضرت عائشہ کی گڑیاں ظاہر ہو گئیں، تو آپ ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں: میری گڑیاں ہیں، اور ان کے درمیان آپ ﷺ نے ایک گھوڑا دیکھا جس کے

(۱) حدیث: ”كنت ألعب بالبنات.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۵۲۶/۱۰ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”قدم رسول الله ﷺ من غزوة خيبر.....“ کی روایت ابوداؤد (۲۲۷/۱۵ تحقیق عزت حمید دہاس) نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تصویر ۳۹-۴۰

تیسری قسم: تصویریں رکھنا اور ان کا استعمال کرنا:

۴۰- جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ صورت بنانے کی حرمت سے تصویر رکھنے کی حرمت یا ان کے استعمال کرنے کی حرمت لازم نہیں ہے، اس لئے کہ ذی روح کی تصویر بنانے کی حرمت میں سخت نصوص وارد ہوئی ہیں، جن کا تذکرہ ہو چکا ہے، اس میں سے مصور پر لعنت ہونا، جہنم میں اس کا عذاب دیا جانا اور لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب میں ہونا یا سب سے زیادہ عذاب والے لوگوں میں ہونا بھی ہے، اور ان میں سے کوئی چیز تصویر رکھنے کے بارے میں وارد نہیں ہوئی ہے، اور اس کے استعمال کرنے والے میں حرمت تصویر کی علت یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت خلق سے مشابہت اختیار کرنا متحقق نہیں ہوتی ہے۔

اس کے باوجود تصویر رکھنے اور استعمال کرنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی چیزیں وارد ہوئی ہیں، البتہ اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث میں کسی عذاب کا ذکر یا ایسا قریب نہیں ہے جس سے پتہ چلتا کہ تصویروں کا رکھنا کبائر میں سے ہے، اس بنیاد پر جن صورتوں کا رکھنا حرام ہے ان کے رکھنے والے کا حکم یہ ہوگا کہ اس نے صغیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کیا ہے، البتہ اس قول کے مطابق کہ صغیرہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ ہوتا ہے، اگر اصرار کا تحقق ہو جائے تو کبیرہ گناہ ہو جائے گا، اس کا تحقق نہ ہونے پر یا اس کا قائل نہ ہونے پر کہ صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہوتا ہے، ایسا نہیں ہوگا۔

نووی نے صحیح مسلم میں صورتوں کی حدیث کی شرح میں تصویر بنانے اور رکھنے کے حکم کے درمیان فرق پر متنبہ کیا ہے، اور ثانیہ میں سے شبر املسی نے بھی اس پر متنبہ کیا ہے اور اکثر فقہاء کا کلام اسی پر جاری ہے (۱)۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی ۱۱/۸۰، حاشیہ الشبر املسی علی شرح امہاج للنووی ۲۸۹/۳۔

کے حقوق کے لئے ان کا وہی حال ہوگا جیسے کہ ان جھوٹی شبیہوں کے لئے تھا (۱)۔

ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں بعض سے یہ دعویٰ بھی نقل کیا ہے کہ کھلونے بنانا حرام ہے اور اس کا جواز پہلے تھا پھر تصویر کی ممانعت کے عموم سے منسوخ ہو گیا (۲)۔

اور اس کا ردیوں کیا جاتا ہے کہ فسخ کا دعویٰ اپنے مثل دعویٰ کے معارض ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھلونے کی اجازت بعد کی ہو۔

علاوہ ازیں کھلونے سے متعلق حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اس کی تاخیر پر دلالت کرنے والی چیز موجود ہے، اس لئے کہ اس میں ہے کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع کا ہے، تو ظاہر یہی ہے کہ یہ بعد کا واقعہ ہے۔

ہشتم: تعلیم وغیرہ جیسی مصلحت سے تصویر بنانا:

۳۹- ہم نے فقہاء میں سے کسی کو بھی نہیں پایا جس نے اس سے تعرض کیا ہو سوائے اس کے جس کا ذکر انہوں نے بچوں کے کھلونوں کے بارے میں کیا ہے کہ عام تحریم سے اس کو مستثنیٰ کرنے کی علت بچوں کو بچوں کی تربیت کا عادی بنانا ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کا قول ہے، یا عادی بنانا اور اچھی نشوونما کی مصلحت سے بچوں کا انیت حاصل کرنا اور مسرت میں اضافہ ہونا جیسا کہ حلیسی کا قول ہے، اور سبب تحریم (یعنی ان کا ذی روح کی تصویر ہونا) کے قیام کے باوجود اس مصلحت سے تصویریں بنانا مباح ہے، اور تعلیم و تدریس وغیرہ کے مقصد سے تصویر بنانا اس سے خارج نہیں ہے۔

(۱) امہاج فی شعب لایران للعلانی، (بیروت، دار الفکر، ۱۳۹۹ھ ب ۲۱ الملاحب والملاعی) ۹۷/۳۔

(۲) فتح الباری ۱۰/۳۹۵۔

تصویر ۳۱-۳۲

تھا جس کو دونوں چھوڑ ہے تھے، اور یہ اس لئے تھا کہ بخت نصر سے کہا گیا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا، تمہاری بلاکت اسی کے ہاتھ ہوگی تو وہ تمام نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے لگا، پھر جب حضرت دانیال کی ماں کے یہاں ولادت ہوئی تو انہوں نے ان کو سلمتی کی امید میں ایک جھاڑی میں ڈال دیا، اور اللہ نے ان کی حفاظت کے لئے ایک شیر کو اور دودھ پلانے کے لئے ایک شیرنی کو مقرر کر دیا، تو انہوں نے اس کو اپنی انگلی میں نقش کرایا تاکہ یہ ان کی نگاہوں میں رہے، تاکہ وہ اللہ کی نعمت کو یاد رکھیں، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت دانیال کی لاش اور انگلی پائی گئی اور حضرت عمر نے انگلی حضرت ابو موسیٰ اشعری کے حوالہ کر دی (۱) تو یہ دو صحابیوں کا فعل ہوا۔

اور جن تصویروں کا استعمال جائز ہے اور جن کا استعمال ناجائز ہے ان کے بارے میں فقہاء کے قول اور ان متعارض احادیث کے درمیان ان کے تطبیق کرنے کا بیان عنقریب آئے گا۔

جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے: ۳۲- صحیحین اور غیر صحیحین میں حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر کی روایت سے، اور غیر صحیحین میں حضرت علی، حضرت میمونہ، حضرت ابوسعید، حضرت ابو طلحہ، حضرت زید بن خالد وغیرہ کی روایت سے یہ بات نہیں الفاظ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے قول سے ثابت ہے۔

نووی کہتے ہیں: علماء کا قول ہے: جس گھر میں تصویر ہو اس میں داخل ہونے سے فرشتوں کے رک جانے کا سبب اس کا کھلی ہوئی معصیت ہونا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق سے مشابہت

اور تصویریں رکھنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) "أن النبي ﷺ هتك السترة الذي فيه الصورة" (نبی کریم ﷺ نے اس پردہ کو چاک کر دیا جس میں تصویر تھی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "أخبريه عنى" (۱) (اس کو مجھ سے دور رکھو) یہ حدیث گذر چکی ہے۔

(۲) اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "إن البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملائكة" (۲) (جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے)۔

(۳) اسی قبیل سے حضرت علی بن ابی طالبؓ کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ کی طرف بھیجا اور فرمایا: "لا تدع صورة الاطمستها" (کسی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑنا) اور ایک روایت میں ہے: "إلا لطمستها ولا قبراً مشرفاً إلا سويتها" (آلودہ کئے بغیر مت چھوڑنا اور کسی ابھری ہوئی قبر کو برابر کئے بغیر مت چھوڑنا) اور ایک روایت میں ہے: "ولا صنما إلا كسرته" (۳) (اور کسی بت کو توڑے بغیر مت چھوڑنا)۔

۳۱- اس کے بالمقابل نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ و تابعین سے کئی قسم کی ذی روح تصویروں کا استعمال منقول ہے، اور اس کی وضاحت کرنے والی روایات کا ذکر اوپر گزر چکا ہے (نقرہ ۳۱) اور یہاں ہم اس روایت کا اضافہ کریں گے کہ حضرت دانیال نبی کی انگلی پر ایک شیر اور شیرنی تھی جس کے درمیان ایک (انسانی) بچہ

(۱) اسی منہج کی حدیث کی تخریج (نقرہ نمبر ۲۶) میں گزر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج (نقرہ نمبر ۲۶) میں گزر چکی ہے۔

(۳) اس منہج کی حدیث کی تخریج (نقرہ نمبر ۲۳) میں گزر چکی ہے۔

(۱) الطحاوی علی مرآة الصلاح، ص ۲۳۸، تاریخ ابن کثیر، ص ۸۸، اختصار البصائر، استقیم (طبع ۱۳۶ھ) ص ۳۳۹۔

تصویر ۴۲

کہ وہ تصویر جس کے مکان میں ہونے سے فرشتے مکان میں داخل ہونے سے رک جاتے ہیں، وہ ہے جو اپنی ہیئت کے ساتھ بلندی پر ہو، ممتہن (حقیر) نہ ہو، اور اگر وہ ممتہن ہو یا غیر ممتہن ہو لیکن نصف سے کاٹ کر اس کی ہیئت بدل دی گئی ہو تو ایسی تصویر فرشتوں کے داخل ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے (۱)۔

اور ابن عابدین کے کلام میں اس پر دلالت کرنے والی عبارت ہے کہ حنفیہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ ہر وہ تصویر جس کا گھر میں باقی رکھنا مکروہ نہیں ہے، ملائکہ کے گھر میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہوتی، خواہ کاٹی ہوئی تصویریں ہوں یا چھوٹی تصویریں ہوں یا ممتہن تصویریں ہوں یا ڈھکی ہوئی ہوں وغیرہ، اس لئے کہ ان اقسام میں ان تصویروں کے پجاریوں سے مشابہت نہیں ہے، اس لئے کہ وہ چھوٹی یا ممتہن تصویروں کی عبادت نہیں کرتے ہیں، بلکہ بڑی صورت کو نصب کرتے ہیں اور ان کا رخ کرتے ہیں (۲)۔

ابن حبان کہتے ہیں: ایسے گھر میں ملائکہ کا داخل نہ ہونا جس میں تصویریں ہوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے فرماتے ہیں: یہ اس دوسری حدیث کے مثل ہے: "لا تصحب الملائكة رفقة فيها جرس" (۳) (فرشتے ایسے دوستوں کی مصاحبت نہیں کرتے جن کے ساتھ گھنٹی ہو) اس لئے کہ یہ ایسے دوستوں پر محمول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ ہوں، کیونکہ یہ محال ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے بیت اللہ کے قصد سے اونٹوں پر نکلیں اور ملائکہ ان کے ساتھ نہ ہوں جبکہ وہ اللہ کا وفد ہیں، اور اس قول کا مآل یہ ہے کہ ملائکہ سے مراد وحی کے فرشتے ہیں، اور وہ بجائے دوسرے فرشتوں کے جبرئیل

اختیار کرنا بھی ہے، اور بعض تصویریں ان چیزوں کی صورت پر ہوتی ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، لہذا اس کے اختیار کرنے والے کو گھر میں فرشتوں کے داخلہ، ان کے گھر میں نماز پڑھنے، اس کے لئے استغفار کرنے، اس کے لئے اس کے گھر میں برکت کی دعا کرنے، اور شیطان کی اذیت کو اس سے دور کرنے سے محرومی کی سزا دی گئی۔

اور جیسا کہ "فتح الباری" میں ہے بتربی فرماتے ہیں: فرشتے اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ تصویریں رکھنے والا ان کفار سے مشابہ ہو گیا ہے جو اپنے گھروں میں تصویریں رکھتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، لہذا ایہ بات ملائکہ کو ناپسند ہوتی ہے، نووی فرماتے ہیں: یہ فرشتے جو ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، رحمت کے فرشتے ہیں، رہے حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) تو وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں اور کسی حال میں بنی آدم سے جدا نہیں ہوتے، اس لئے کہ وہ ان کے اعمال کا شمار کرنے اور اس کو لکھنے پر مامور ہیں، پھر نووی فرماتے ہیں: یہ ہر تصویر میں عام ہے یہاں تک کہ جو ممتہن (حقیر) ہو اس میں بھی اور خطاوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ فرشتے دراہم و دنانیر تک کی تصویروں کی وجہ سے دخول سے رک جاتے ہیں۔ اور نووی کے اس قول میں مبالغہ اور کھلا تشدد ہے، اس لئے کہ

حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے پردہ کو چاک کر دیا اور اس سے دو تکیے بنائے، تو نبی کریم ﷺ ان پر ٹیک لگاتے تھے اور تصویریں دونوں میں موجود تھیں، اور آپ ﷺ دراہم و دنانیر اپنے گھر میں باقی رکھنے میں حرج نہیں محسوس کرتے تھے جبکہ ان میں تصویریں ہوتی تھیں، اور اگر یہ چیز فرشتوں کے آپ کے گھر میں داخل ہونے سے مانع ہوتی تو آپ گھر میں ان کو باقی نہ رکھتے، اسی لئے ابن حجر فرماتے ہیں: ان حضرات کا قول راجح ہے جو فرماتے ہیں

(۱) شرح النووی صحیح مسلم ۱۱/۸۳، فتح الباری ۱۰/۳۹۱، ۳۹۲۔

(۲) ابن عابدین ۱/۲۳۷۔

(۳) حدیث: "لا تصحب الملائكة رفقة فيها جرس" کی روایت مسلم (۳/۱۶۷۲ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

تصویر ۴۳-۴۵

البتہ جس کی ممانعت پر فقہاء کا قول قریب قریب متفق ہے، وہ ہے جو مندرجہ ذیل امور کی جامع ہو:

الف۔ ذی روح (جاندار) کی تصویر ہو بشرطیکہ مجسم ہو۔

ب۔ کامل الاعضاء ہو اور ان ظاہری اعضاء میں سے کوئی عضو کٹا ہوا نہ ہو جس کے نقد ان پر زندگی باقی نہیں رہتی ہے۔

ج۔ وہ نصب کی ہوئی یا اعزاز کے مقام پر آویزاں ہو، اس صورت میں نہیں جب وہ حقیر و پامال ہو۔

د۔ چھوٹی نہ ہو۔

ه۔ بچوں کے کھیل وغیرہ میں سے نہ ہو۔

و۔ ان چیزوں میں سے نہ ہو جو جلدی خراب ہو جاتی ہیں، ان شرائط کی جامع تصویر کی حرمت میں بھی ایک قوم نے اختلاف کیا ہے، لیکن ان کا نام نہیں آتا ہے، جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا، لیکن یہ کمزور اختلاف ہے، اور ہم ان شرائط سے خارج ہر نوع کا حکم بیان کریں گے۔

الف۔ مسطح تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا:

۴۵۔ مالکیہ اور ان کے موافقین کی رائے ہے کہ مسطح تصویروں کا استعمال حرام نہیں ہے، بلکہ اگر وہ نصب کی ہوئی ہوں تو مکروہ ہے، اور ممہن (حقارت سے رکھی ہوئی) ہوں تو ان کا استعمال خلاف اولیٰ ہے (۱)۔

غیر مالکیہ کے یہاں (گزشیہ تفصیل کے مطابق) جب شرائط پوری ہو جائیں تو استعمال کے اعتبار سے مسطح اور مجسم صورتیں حرمت میں برآمد ہیں۔

علیہ السلام ہیں، ابن حجر نے اس کو داؤدی اور ابن وضاح سے نقل کیا ہے اور اس کا مال یہ ہے کہ ممانعت نبی کریم ﷺ کے زمانہ اور اس جگہ کے ساتھ مخصوص ہے جہاں پر آپ ﷺ ہوں، اور آپ کی وفات سے کراہت ختم ہوگئی، اس لئے کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (۱)۔

انسانی مصنوعات نیز جمادات و نباتات کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا:

۴۳۔ مصنوعات انسانی اور جمادات و نباتات کی تصویریں کا رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے، خواہ گاڑی ہوئی ہوں یا لٹکائی ہوئی ہوں، یا رکھی ہوئی ممہن (حقیر) ہوں، اسی طرح خواہ وہ دیواروں، چھتوں یا زمین پر منقش ہوں، اور خواہ وہ مسطح ہوں جیسا کہ ہوتا ہے یا مجسم ہوں، جیسے مصنوعی پھول اور نباتات اور کشتیوں، طیاروں، گاڑیوں، گھروں اور پہاڑوں وغیرہ کے ماڈل، نیز سیاروں، ستاروں اور سورج اور چاند کے ساتھ ساتھ آسمانی برج کے مجسمے اور خواہ ان کو کسی ضرورت اور نفع کے لئے استعمال کیا جائے یا صرف زینت اور خوبصورتی کے لئے، چنانچہ ان سب میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، الا یہ کہ کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو جائیں، جیسے کہ تمام رکھی جانے والی چیزوں میں اصل کے مطابق وہ عام حالات سے اسراف کی حد تک باہر ہوں۔

انسان یا حیوان کی تصویریں رکھنا اور استعمال کرنا:

۴۴۔ تصویر کی ایک قسم کے استعمال کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، اور یہ وہ ہے جو بہت ہو، اور اللہ کے بجائے اس کی عبادت ہوتی ہو، اس کے علاوہ اقسام میں سے کوئی بھی اختلاف سے خالی نہیں ہے،

(۱) الدسوقی ۳/۳۳۸، شرح مع الجلیل ۲/۱۶۷۔

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۲۔

تصویر ۴۶-۴۷

اسے روندو، اس لئے کہ ہم ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں) اور یہ کافی نہیں ہے کہ تصویر سے آنکھوں، بھوؤں، ہاتھوں یا پیروں کو منادیا جائے، بلکہ ضروری ہے کہ زائل ہونے والا عضو ان اعضاء میں سے ہو جس کے زائل ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی، جیسے سر کاٹنا، چہرہ منانا، سینہ یا پیٹ پھاڑنا، ابن عابدین کہتے ہیں: خواہ علاحدہ کرنا کسی ایسے دھاگے سے ہو جسے سارے سر پر سی دیا جائے یہاں تک کہ اس کا کوئی اثر نہ باقی بچے، یا کسی کوند وغیرہ سے اسے پالش کر کے ہو یا اسے تراش کر یا دھو کر ہو، رہا سر کو اس کے حال پر باقی رکھ کر سر کو کسی دھاگے کے ذریعہ جسم سے علاحدہ کرنا تو اس سے کراہت ختم نہیں ہوگی، اس لئے کہ بعض پرندے کٹھن دار ہوتے ہیں، لہذا اس سے قطع متحقق نہیں ہوگا۔

حنابلہ میں سے صاحب ”شرح الاقناع“ کہتے ہیں: اگر تصویر کے اعضاء میں سے اس کا سر کاٹ دے تو کراہت نہیں رہے گی، یا اس کا کوئی ایسا عضو کاٹ دے جس کے خاتمہ سے زندگی باقی نہیں رہتی تو وہ سر کاٹنے کی طرح ہوگا، جیسے اس کا سینہ یا پیٹ (کاٹ دے) یا اس کے بدن سے علاحدہ سر بنا دے، اس لئے کہ یہ ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مالکیہ میں سے صاحب ”مخ الجلیل“ کہتے ہیں: بلاشبہ حرام وہ ہے جو ان ظاہری اعضاء کو کامل طور پر رکھنے والی ہو جن کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور اس کا سایہ ہو۔

البتہ شافعیہ کا اس صورت میں جب باقی رہنے والا عضو سر ہو اختلاف ہے اور دو اقوال ہیں:

ایک یہ کہ یہ حرام ہوگی، اور راجح یہی ہے، دوسرا یہ کہ حرام نہیں ہے اور کسی ایسے جزء کا کاٹ دینا جس کے کاٹنے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہ سکتی بقیہ کو مباح کر دے گا جیسا کہ اگر سر کاٹنا اور بقیہ اعضاء

ب- کاٹی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا:

۴۶- جب تصویر، خواہ مجسم ہو یا مسطح، کا کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے کٹے ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی ہے تو اس وقت تصویر کا استعمال جائز ہوگا، یہ جمہور علماء یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے، اور اس جگہ بعض مخالفین جیسے شافعیہ نے بھی لباحت پر اتفاق کیا ہے، چنانچہ وہ تصویر بنانے کی حرمت کی رائے رکھتے ہیں، لیکن رکھنے کی حرمت مراد نہیں ہے، اور خواہ تصویر کو اصل ہی سے کٹا ہوا بنایا گیا ہو یا اس کو مکمل بنایا گیا ہو، پھر اس کی کوئی ایسی چیز کاٹ ڈالی گئی ہو جس کے کٹے ہونے کے ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی ہے اور خواہ تصویر نصب کی ہو یا نصب کر دہ نہ ہو جیسا کہ بعد والے مسئلہ میں آئے گا۔

۴۷- اس کی دلیل گزری ہوئی یہ حدیث ہے کہ حضرت جبریل نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: ”مُرْ بِرَأْسِ التَّمَثَالِ فَلْيَقْطَعْ حَتَّىٰ يَكُونَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ“ (۱) (تصویر کے سر کے بارے میں حکم دیجئے کہ اس کو کاٹ ڈالا جائے یہاں تک کہ وہ درخت کی ہیئت کی طرح ہو جائے)، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”إِنَّ فِي الْبَيْتِ سِتْرًا، وَفِي الْحَانِطِ تَمَائِيلَ، فَاقْطَعُوا رُؤُوسَهَا فَاجْعَلُوهَا بَسَاطًا أَوْ وَسَانِدًا فَأَوْطِنُوهَا، فَإِنَّا لَنَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ تَمَائِيلٌ“ (۲) (گھر میں پردہ ہے اور دیوار میں تصویریں ہیں تو ان کے سروں کو کاٹ ڈالو اور انہیں بستر یا تکیہ بنا لو اور

(۱) اس کی تخریج (نقحرہ ۱۶) میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”إِنَّ فِي الْبَيْتِ سِتْرًا وَفِي الْحَانِطِ تَمَائِيلٌ.....“ کی روایت احمد (۳۰۸/۲ طبع المصنوع) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور اس کی روایت ترمذی (۲۸۰/۶ طبع المصنوع) نے قرہ بقرہ ب انہی الفاظ میں کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تصویر ۲۸-۲۹

منقول (عبارت) تصویروں کی طرف دیکھنے کی بحث میں آ رہی ہے۔

ج۔ نصب کی ہوئی تصویروں اور حقارت سے رکھی ہوئی تصویروں کا استعمال کرنا اور رکھنا:

۲۹۔ جمہور کی رائے ہے کہ ذی روح کی تصویریں رکھنا، خواہ وہ مجسم ہوں یا غیر مجسم، ایسی بیعت کے ساتھ حرام ہے جس میں وہ مطلق یا نصب ہوں، اور یہ ان مکمل تصویروں میں ہے جن کا کوئی ایسا عضو نہ کانا گیا ہو جس کے (کانٹے کے) ساتھ زندگی باقی نہیں رہتی، اور اگر سابقہ فقرہ میں گزری ہوئی تفصیل کے مطابق اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو اس کا نصب کرنا اور لٹکانا جائز ہوگا، اور اگر تصویر مسطح ہو تو مالکیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ اس کا لٹکانا جائز ہے۔

القاسم بن محمد سے ان تصویروں کو لٹکانے کی اجازت منقول ہے جو کپڑوں میں ہوتی ہیں، اور مصورین پر لعنت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث کے راوی یہی ہیں، اور فقہ تفتویٰ میں آپ اہل مدینہ کے افضل لوگوں میں تھے۔

جب تصویر رکھی جائے اور وہ ممہن (حقارت سے ڈالی ہوئی) ہو تو جمہور کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے کہ زمین میں بچھے ہوئے بستر میں یا فرش پر یا اسی طرح کی (کسی اور جگہ ہو)، اور حنابلہ و مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ یہ مکروہ بھی نہیں ہے، البتہ مالکیہ کا قول ہے کہ اس وقت وہ خلاف اولیٰ ہے۔

اور نصب کی ہوئی اور ممہن تصویر کے درمیان ان حضرات نے وجہ فرق یہ بیان کی ہے کہ جب تصویر اونچی کی ہوئی ہو تو وہ معظم ہوتی ہے اور بتوں سے مشابہ ہو جاتی ہے، اور رعی وہ جو زمین وغیرہ میں ہو تو وہ بتوں سے مشابہ نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ بتوں والے ان کو نصب کرتے اور عبادت کرتے ہیں اور ان کو حقارت سے نہیں ڈالتے۔

باقی رہے (۱)۔

”اسنی المطالب“ اور اس کے حاشیہ میں آیا ہے کہ اگر اس کا سر کانا تب بھی اسی طرح ہوگا، کو بکپوئی فرماتے ہیں: جس کی تصویر بغیر سر کے بنائی جائے اس کا بھی یہی حکم ہوگا، اور ہے جسموں کے بغیر سر تو کیا وہ حرام ہیں؟ اس میں تردد ہے اور حرمت راجح ہے، رلی کہتے ہیں: حاوی میں یہ دو احوال ہیں اور دونوں کی بناء انہوں نے اس پر رکھی ہے کہ کیا ایسے حیوان کی تصویر بنانا جائز ہے جس کی کوئی نظیر نہ ہو، اگر ہم یہ جائز قرار دیں تو وہ بھی جائز ہوگا ورنہ نہیں، اور یہی (بعد والا ہی) صحیح ہے۔

اور شروانی اور ابن قاسم کے حاشیہ میں ہے: نچلے نصف حصہ کا مفقود ہونا سر کے مفقود ہونے کی طرح ہے۔

۲۸۔ اباحت کے لئے یہ کافی ہے کہ تصویر کا سینہ یا پیٹ پھٹا ہوا ہو، حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے، ابن عابدین فرماتے ہیں: مثلاً جب پیٹ میں سوراخ ہو تو کیا وہ اسی میں سے ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ اگر سوراخ اتنا بڑا ہو جس سے اس کا نقص ظاہر ہوتا ہو تو ہاں ورنہ نہیں، جیسے کہ اگر سوراخ ڈنڈا رکھنے کے لئے ہو جس سے تصویر ٹھہر سکے جیسے سایہ کی وہ خیالی تصویر جس سے کھیلا جاتا ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ مکمل تصویر باقی رہتی ہے، اور خیالی کی تصویروں کے بارے میں انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے اس میں بعض شافعیہ نے ان کی مخالفت کی ہے، اور ان کی رائے یہ ہے کہ جو پھٹن اس کے درمیان میں ہوتی ہے وہ کراہت کے ازالہ کے لئے کافی ہے، جیسا کہ شیخ ابراہیم باجوری نے اس کی صراحت کی ہے (۲) اور ان سے

(۱) ابن عابدین ۴۳۶/۱، شرح معجم الجلیل ۱۶۶/۲، اسنی المطالب، حاشیہ ۲۲۶/۳، تحفۃ المحتاج ۲/۳۳۳، کشاف القناع ۵/۱۷۱، لغزوع ۱/۵۳-۳

(۲) تحفۃ المحتاج و حاشیہ ۲/۳۳۳، المغنی ۷/۸، ابن عابدین ۴۳۶/۱

حاشیہ الباجوری علی ابن قاسم ۱۳۱/۲۔

تصویر ۵۰

ہیں: اس حدیث میں ان حضرات کے قول کی ترجیح ہے جو اس طرف گئے ہیں کہ وہ تصویر جو اس گھر میں ملائکہ کے دخول سے مانع ہوتی ہے جہاں وہ موجود ہو، وہ ہے (جو اس گھر میں نصب کی ہوئی ہو اور اپنی بیعت پر باقی ہو، اور اگر وہ ممتحن ہو یا غیر ممتحن ہو لیکن اس کی بیعت اس کا سرکاٹ کے یا تصویر کا نصف حصہ کاٹ کے بدل دی گئی تو فرشتوں کے داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی (۱)۔

۵۰- کون سا نصب کرنا ممنوع ہے، اس کے بارے میں بعض شافعیہ کہتے ہیں: کسی طرح کا بھی نصب کرنا ہو یہاں تک کہ ایسے لوٹے کے استعمال کے بارے میں صاحب ”المہمات“ کو تردد ہے جس میں تصویریں ہوں، اور ان کا میلان ممانعت کی طرف ہے، کیونکہ لوٹا کھڑا ہوتا ہے: اور وہ تکیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر ان کو کھڑا کر کے استعمال کیا جائے تو حرام ہوگا اور نصب نہ کر کے استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا۔

بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ ممنوع نصب کرنا اس کے لئے خاص ہے جس میں تعظیم ظاہر ہوتی ہو، چنانچہ جوینی کہتے ہیں: جو تصویریں پردوں اور کپڑوں میں ہوتی ہیں وہ حرام نہیں ہوں گی، اس لئے کہ یہ ان کا امتحان (حقارت سے ڈالنا) ہے، اور حضرت القاسم بن محمد سے جو کچھ گزرا ہے یہ اس کے موافق ہے۔

رافعی کہتے ہیں: تصویروں کا حمام یا گزرگاہ میں نصب کرنا حرام نہیں ہے برخلاف ان کے جن کو مجلسوں اور اعزاز کی جگہوں میں نصب کیا جائے، یعنی اس لئے کہ گزرگاہ اور حمام میں وہ مہتمن (پامال) ہوتی ہیں اور مجالس میں مکرم ہوتی ہیں، اور حنابلہ میں سے صاحب ”المغنی“ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ حمام وغیرہ میں تصویریں نصب کرنا حرام ہے۔

اور کبھی گمان ہوتا ہے کہ کائی ہوئی تصویر کا نصب کر کے باقی رکھنا جائز نہیں ہے، لیکن سنت میں اس کے جواز پر دلالت کرنے والی چیز آئی ہے، اور یہ وہی حدیث ہے جس کو ہم نے پہلے نقل کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: ”مُرْ بِرَأْسِ الشَّجَرِ فَلْيَقْطَعْ حَتَّى يَكُونَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ“ (تصویر کے سر کے بارے میں حکم دیجئے کہ اسے کاٹ دیا جائے یہاں تک کہ وہ درخت کی بیعت میں ہو جائے) اور دوسری حدیث میں ان کا ارشاد ہے: ”فَإِنْ كُنْتَ لَا بَدَّ فَاعْلَمْ فَاقْطَعْ رء وَسْهًا أَوْ اقْطَعْهَا وَسَانِدًا أَوْ اجْعَلْهَا بَسْطًا“ (اگر تم ضروری کرنے والے ہو تو ان کے سروں کو کاٹ ڈالو یا ان سے تکیہ کاٹ لویا بستر بنا لو)، اس لئے کہ یہ احادیث کاٹنے کے بعد نصب کی ہوئی حالت میں ان کے باقی رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

اور گھر میں مہتمن تصویر باقی رہنے کی دلیل میں حضرت عائشہؓ کی گزشتہ حدیث ہے کہ ”أَنهَا قَطَعَتِ السُّتْرَ وَجَعَلَتْهُ وَسَادَتَيْنِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَكِيءُ عَلَيْهِمَا وَفِيهِمَا الصُّورُ“ (انہوں نے پردہ کاٹ ڈالا اور اس سے دو تکیے بنائے، اور نبی کریم ﷺ دونوں پر ٹیک لگاتے تھے، جبکہ ان میں تصویریں تھیں)۔

حضرت عکرمہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں: وہ حضرات تصاویر میں سے ان کو مکروہ سمجھتے تھے جن کو نصب کیا گیا ہو اور جن کو پیر روندتے ہوں ان میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، اور القاسم بن محمد ایسے تکیہ پر ٹیک لگاتے تھے جس میں تصویریں تھیں (۱)۔

اسی لئے تصویر کا سرکاٹنے کے بیان کرنے کے بعد ابن حجر کہتے

(۱) شرح منیۃ المصلی ص ۳۵۵، شرح الصواعق ۲/۳۸۸، المغنی ۷/۷۷، فتح الباری ۱۰/۳۸۸، ۳/۳۹۳، الخرشنی ۳/۳۰۳، الانصاف ۸/۳۳۶، ۱/۳۷۲، کشف القناع ۵/۱۷۱، ۹/۲۷۹، ابن ماجہ ۱/۳۳۶، الآداب الشرعیہ

تصویر ۵۱-۵۲

ہے، مزنی کہتے ہیں: اور ذی روح کی تصویر جب وہ نصب کی ہوئی ہو (۱)، اور ابن شیبہ نے حماد سے اور حماد نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تلوار کے زیور میں کوئی حرج نہیں ہے اور گھر کی نضا (چھت) میں ان (تصویروں) سے کوئی حرج نہیں ہے، اور اس میں مکروہ تو وہ ہے جس کو نصب کر دیا گیا ہو (۲)۔

اور اس کی اصل حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، چنانچہ مسند امام احمد میں حضرت لیث بن ابی سلیم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت سالم کے پاس گیا، اور وہ ایک ایسے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جن میں پرندوں اور جنگلی جانوروں کی تصاویر تھیں تو میں نے کہا: کیا یہ مکروہ نہیں ہے؟ فرمایا: نہیں، ان میں مکروہ صرف وہ ہے جس کو نصب کر دیا گیا ہو (۳)۔

بچوں کے مجسم اور غیر مجسم کھلونوں کا استعمال:

۵۲- گزر چکا ہے کہ فقہاء کا قول مذکورہ کھلونے بنانے کے جواز کا ہے، لہذا ان کا استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے، قاضی عیاض نے علماء سے اس کا جواز نقل کیا ہے، اور صحیح مسلم کی شرح میں نووی نے ان کی پیروی کی ہے، کہتے ہیں، قاضی نے کہا: چھوٹی بچیوں کے لئے رخصت ہے (۴)۔

اور چھوٹی بچیوں سے مراد وہ ہیں جو ان میں بالغ نہ ہوں، خطاباً کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (گڑیوں) سے متعلق حضرت عائشہؓ کو رخصت اس لئے دی کہ وہ اس وقت نابالغ تھیں، ابن حجر فرماتے ہیں: یہ بات جزم سے کہنا محل نظر ہے، ہاں اس کا احتمال ہے، اس لئے کہ

- (۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۸، شرح المنہاج، حاشیہ اہلبیو بی ۳۳، ۲۰۷، نہایت
(۲) المجموع ۸/۳۸۲۔
(۳) المسند ۹/۱۳ طبع احمدی ٹاکن، لوزر ملایا: اس کی سند صحیح ہے۔
(۴) فتح الباری ۱۰/۵۲، شرح النووی علی مسلم ۱۱/۸۲، شرح المنہاج ۳/۲۱۳۔

اس کے ساتھ ہی شافعیہ نے جن تصویروں کے ممتحن ہونے کی صراحت کی ہے، ان میں وہ بھی ہے جو پیالہ، دسترخوان اور پلیٹ میں ہو (۱)، اور بعض شافعیہ کے نزدیک سکوں کی تصویریں بھی ممتحنہ (حقارت سے ڈالی ہوئی) تصویروں سے ملحق ہیں، بلکہ کہتے ہیں: میرے نزدیک وہ رومی دینار جن پر تصویریں ہوں اس قسم سے ہیں جن پر نکیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ خرچ کرنے اور معاملہ کرنے کی وجہ سے وہ ممتحن ہیں، اور سلف بغیر کسی نکیر کے ان کے ذریعہ تعامل کرتے تھے اور اسلامی وراثت جیسا کہ مشہور ہے، عبد الملک بن مروان ہی کے عہد میں بنائے گئے تھے اور زرخشی نے بھی اسی کے مثل بات کہی ہے (۲)۔

۵۱- یہ تو جس میں تعظیم یا اہانت ظاہر ہو اس کے حکم کا بیان ہے، رہا وہ جس میں دونوں اوصاف میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو جیسے وہ تصویر جو کسی کتاب میں چھپی ہوئی ہو یا میز کی دراز، الماری یا تپائی پر بغیر نصب کے رکھی ہوئی ہو، تو ابن حجر وغیرہ سے نقل کر کے قلیوبی کے کلام میں ہے: جس میں حیوان کی تصویر ہو اس کا پہننا، روندنا اور کسی صندوق یا ڈھکی ہوئی چیز میں رکھنا جائز ہے (۳) اور ”مختصر المزنی“ کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ حرمت نصب کردہ تصویریں تک محدود

- (۱) فتح الباری ۱۰/۳۸۸، شرح المنہاج، حاشیہ اہلبیو بی ۳۳، ۲۰۷، نہایت
المنہاج ۶/۳۶۹، تحت المحتاج بھائیہ المشروانی ۷/۳۳۲، آسنی الطالب
۳/۲۲۶، المغنی ۷/۱۰۔

لہذا یہی حکم (ان تصویروں کا) ہونا چاہئے جو استعمال کے ان تمام آلات میں ہوئی ہیں جن کو نصب نہیں کیا جانا جیسے چھپر، چھری اور آکھ ضرب نیز (ان تصویروں کا ہونا چاہئے) جو دسترخوانوں کے فرش اور کرسیوں میں ہوئی ہیں نیز ان تصویروں کا جو معنوی خود کا روبرو استعمال کے لئے تیار کئے گئے آلات اور سامانوں میں ہوئی ہیں، جیسے وہ تصویریں جو استعمال کے لئے تیار کئے گئے اخبارات میں ہوئی ہیں۔

- (۲) الرئی علی آسنی الطالب ۳/۲۲۶، نہایت المحتاج ۶/۳۶۹۔
(۳) المنہاج جواہر اہلبیو بی ۳/۲۰۷۔

تصویر ۵۳-۵۶

مرضی ہوتی تو اپنے چھوٹے بچوں کو بھی رکھواتے تھے، اور ان کو لے کر مسجد جاتے تھے، اور ہم ان کے لئے اون سے کھلونے تیار کیا کرتے تھے اور جب ان میں سے کوئی کھانے کے لئے روتا تو وہ کھلونا اس کو دے دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ افطار کا وقت پالیتا تھا (۱)۔

۵۵- حنابلہ یہ شرط لگانے میں منفرد ہیں کہ کھلونا بغیر سر کا ہو یا کٹے ہوئے سر کا ہو، جیسا کہ گزر چکا ہے، اور ان کی مراد یہ ہے کہ اگر باقی رہنے والا (حصہ) سر ہو یا سر جسم سے علاحدہ ہو تو جائز ہوگا، جیسا کہ گزر چکا، اور ان حضرات نے فرمایا: ولی کے لئے اپنی پرورش کے تحت رہنے والی چھوٹی بچی کے لئے مشق کرانے کے مقصد سے اس کے مال سے بغیر تصویر والا کھلونا خریدنا تصریح کے مطابق جائز ہے (۲)۔

ایسے کپڑے پہننا جن میں تصویریں ہوں:

۵۶- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے جن میں تصویریں ہوں، حنفیہ میں سے صاحب ”الخلاصہ“ کہتے ہیں: ”اس میں نماز پڑھے یا نہیں“ لیکن حنفیہ کے یہاں اس صورت میں کراہت زائل ہو جائے گی جب آدمی تصویر کے اوپر اس کو چھپانے والا دوسرا کپڑا پہن لے، (ایسا) کرے تو اس میں نماز مکروہ نہیں ہے (۳)۔

شافعیہ کے نزدیک ایسے کپڑوں کا پہننا جس میں تصویریں ہوں جائز ہوگا جبکہ انہوں نے صراحت کر دی ہے کہ پہنے جانے والے کپڑے میں تصویر منکر (گناہ) ہے، لیکن پہننا اس کو مہین کرنا

(۱) حدیث: ”من كان أصبح صائما.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۲۰۰ طبع السنہ) اور مسلم (۲/۹۹۲ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۲) کشاف القناع ۱/۲۸۰ شرح المنتہی ۲/۲۹۳، انصاف ۵/۳۳۱۔

(۳) ابن ماجہ ۱/۳۳۶، الخرشنی علی مختصر فہرست ۳/۳۰۳۔

غزوہ خیبر میں حضرت عائشہؓ چودہ سال کی تھیں، رہا غزوہ تبوک تو آپ اس میں قطعی طور سے بالغ ہو گئی تھیں (۱)، لہذا اس میں اس کی دلالت ہے کہ رخصت صرف انہیں پر منحصر نہیں ہے جو ان میں نابالغ ہوں، بلکہ جب تک اس کی ضرورت باقی ہو، بلوغ کے بعد کے مرحلہ تک بھی (رخصت) متعدی ہو جائے گی۔

۵۳- اور اس رخصت کی علت اولاد کی تربیت کے کام کا ان کو عادی بنانا ہے، اور حلیٰ کے حوالہ سے نقل گزر چکی ہے کہ بچوں کو مانوس اور خوش کرنا بھی علت ہے (۲) اور اس سے ان کو نشاط، طاقت، فرحت، اچھی نشوونما اور مزید سیکھنے کا (جذبہ) حاصل ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر بچوں میں صرف لڑکیوں تک معاملہ محدود نہیں رہے گا، بلکہ لڑکوں کی طرف بھی تجاوز کر جائے گا، اور اس کی صراحت کرنے والوں میں امام ابو یوسف بھی ہیں، چنانچہ ”الغنیہ“ میں ان سے منقول ہے: کھلونا بیچنا اور بچوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے (۳)۔

۵۴- لڑکیوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لئے با تصویر کھلونوں کے جواز کو مؤکد کرنے والی چیزوں میں وہ حدیث بھی ہے جو صحیحین میں حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہؓ سے ثابت ہے کہ وہ کہتی ہیں: ”أرسل رسول الله ﷺ غداة عاشوراء إلى قري الأنصار التي حول المدينة: من كان أصبح صائما فليتم صومه، ومن كان أصبح مفطرا فليتم بقية يومه“ (رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کی صبح مدینہ کے اردگرد انصاریوں کی بستیوں میں پیغام بھیجا کہ جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی ہے وہ اپنا روزہ پورا کرے، اور جس نے بغیر روزہ رکھے صبح کی ہے وہ اپنا بقیہ دن پورا کرے)، چنانچہ اس کے بعد اس کا روزہ ہم بھی رکھتے تھے اور اللہ کی

(۱) فتح الباری ۱۰/۵۲۷۔

(۲) المنہاج فی شعب الایمان ۳/۵۷، الدرستی ۲/۳۳۸۔

(۳) ابن ماجہ ۱/۳۳۷، ۲/۲۱۳۔

تصویر ۵۷-۵۸

ہمارے علماء کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ جو تصویر نماز میں کراہت کا اثر نہ ڈالتی ہو اس کا باقی رکھنا مکروہ نہیں ہے، اور ”لفتح“ وغیرہ میں صراحت کی ہے کہ چھوٹی تصویر گھر میں مکروہ نہیں ہے، اور منقول ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی انگٹھی میں دو دکھیاں بنی ہوئی تھیں۔

اور ”تارخانیہ“ میں ہے: اگر چاندی کی انگٹھی پر تصاویر ہوں تو مکروہ نہ ہوگا، اور اس کا حکم کپڑوں کی تصویروں کی طرح نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ چھوٹی ہے (۱) اور بعض صحابہؓ سے نقل گزر چکی ہے کہ انہوں نے انگٹھیوں پر تصویریں استعمال کیں، چنانچہ حضرت عمران بن حصینؓ کی انگٹھی کا نقش ایک تلوار سونے ہوئے آدمی تھا، اور حضرت حذیفہؓ کی انگٹھی کا نقش دو سارس اور حضرت نعمان بن مقرنؓ کی انگٹھی پر بارہ سنگھما تھا (۲)۔

اور غیر حنفیہ کے نزدیک چھوٹی تصویروں کا حکم بڑی تصویروں سے مختلف نہیں ہے، البتہ وہ تصویر جو دراہم و دنانیر پر ہوتی ہے، شافیہ کے یہاں چھوٹی ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لئے جائز ہے کہ وہ ممتحن (پامال) ہوتی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، اور حنا بلہ نے صراحت کی ہے کہ ایسی انگٹھی نہیں پہننا چاہئے جس میں تصویر ہو (۳)۔

تصویروں کی طرف دیکھنا:

۵۸- مالکیہ اور شافیہ کے نزدیک حرام تصویریں دیکھنا حرام ہے لیکن جب ان کا استعمال مباح ہو، جیسے کہ وہ کٹی ہوئی یا ممتحن ہوں تو

(۱) ابن ماجہ ۱/۴۳۷، ۲۳۰، الدر بحیثیہ الطحاوی ۱/۲۷۳، فتح

التقدیر، حاشیہ ۱/۳۶۲۔

(۲) سانی وآثار للطحاوی ۳/۲۶۳، ۲۶۶۔

(۳) الرئی علی آسنی الطالب ۲/۲۶۶، نہایت المحتاج ۶/۳۶۹، آداب الشرعیہ

سے ۵۱۳۔

ہے، لہذا اس وقت جائز ہے (۱) جیسے کہ اسے زمین میں ڈال دیا جاتا اور روند اجاتا (تو جائز ہوتا)، اور بقول شروانی رائج یہ ہے کہ جب اس کو زمین پر ڈال دیا گیا ہو تو وہ مطلقاً منکر میں سے نہیں ہوگا۔

تصویر والے کپڑے کے پہننے سے متعلق حنا بلہ کے دو اقوال ہیں: ان میں ایک حرام ہونا ہے، یہ ابو الخطاب کا قول ہے، ”انفروع“ اور ”الخرز“ میں اسی کو مقدم رکھا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صرف مکروہ ہے، حرام نہیں ہے، ابن تیم نے اس کو مقدم رکھا ہے (۲) اور عدم تحریم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”الإلادقما فی ثوب“ (۳) (مگر جو کپڑے میں نقش ہو)۔

انگٹھی، سکوں یا اس طرح کی چیزوں میں چھوٹی تصویروں کا استعمال کرنا اور انہیں رکھنا:

۵۷- حنفیہ صراحت کرتے ہیں کہ چھوٹی تصویروں کو استعمال کرنے اور رکھنے کی حرمت شامل نہیں ہوگی، اس بنا پر کہ صورتوں کے پجاریوں کی اس طرح استعمال کی عادت نہیں ہے، اور صفر کی حد کو مختلف ضابطوں سے ضبط کیا ہے، بعض کہتے ہیں: اس طرح ہوتا کہ دیکھنے والے پر غور سے دیکھے بغیر ظاہر نہ ہوں، بعض کہتے ہیں: یہ کہ دور سے ظاہر نہ ہوتی ہوں، اور صاحب ”الدر“ کہتے ہیں: وہ ہیں جن کے اعضاء کی تفصیلات کھڑے ہونے کی حالت میں دیکھنے والے پر واضح نہ ہوتی ہوں، جبکہ تصویریں زمین پر ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ جو پرندہ کے حجم سے چھوٹی ہوں، اور اس کا ذکر وہ اس بیان میں کرتے ہیں کہ یہ مصلی کے لئے مکروہ نہیں ہے، لیکن ابن عابدین کہتے ہیں:

(۱) شرح المنہاج، حاشیہ اعلیٰ بی ۳/۲۹۷، تحتہ المحتاج و حاشیہ الشروانی ۲/۳۳۳، ۳۳۲۔

(۲) شرح الاقناع للہوتی ۱/۲۷۹، الإلصاف ۱/۳۷۳، المغنی ۱/۵۹۰۔

(۳) اس حدیث کی تخریج فقہ نمبر ۳۱ میں گزر چکی ہے۔

تصویر ۵۹

لہذا منقش تصویر کی طرف دیکھنے سے بدرجہ اولیٰ حرمت مصاہرت نہیں پیدا ہوگی (۱)۔

۵۹- شافعیہ کے نزدیک پانی یا آئینہ میں دیکھنا، خواہ شہوت ہی سے ہو، حرام نہیں ہے، انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ صرف عورت کا خیال ہے، عورت نہیں ہے، اور شیخ باجوری کہتے ہیں: حیوان کی ایسی تصویریں دیکھنا جائز ہے جو اٹھائی ہوئی نہ ہوں یا ایسی ہیئت میں ہوں جن کے ساتھ وہ زندہ نہیں رہتے، جیسے کہ ان کا سر یا درمیانی حصہ کٹا ہوا ہو، یا پیٹ پھٹے ہوئے ہوں، اور اسی سے سایہ کے معروف خیال کے دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ پیٹ پھٹے ہوئے سائے ہوتے ہیں (۲)، صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”أریتک فی المنام، یجیء بک الملک فی سرقة من حریر، فقال لی:

هذه امرتک، فکشفت عن وجهک الثوب، فإذا أنت هی“ (۳) (تم مجھے خواب میں اس حال میں دکھائی گئی کہ فرشتہ تم کو ریشم کے ایک ٹکڑے میں لایا، اور اس نے مجھ سے کہا: یہ تمہاری بیوی ہے، چنانچہ میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ تم ہی تھیں)، ابن حجر کہتے ہیں آجری کے یہاں دوسرے طریق سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ”لقد نزل جبریل بصورتی فی راحتہ حین

أمر رسول اللہ ﷺ أن یتزوجنی“ (حضرت جبریل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں میری تصویر لے کر نازل ہوئے جس وقت آپ ﷺ کو مجھ سے نکاح کا حکم دیا گیا)، چنانچہ اس حدیث میں مرد

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۵/۲۳۸، ۲/۲۸۱۔

(۲) اعلیٰ بی علی شرح المنہاج ۳/۲۰۸، حاشیہ المہجوری علی ابن قاسم ۲/۹۹، ۱۳۱۔

(۳) حدیث: ”أریتک فی المنام یجیء بک الملک.....“ کی روایت بخاری (اصح) ۱۸۰/۹، طبع المستقیم نے کی ہے۔

ان کو دیکھنا حرام نہیں ہوگا۔

دیکھنے کی حرمت کی علت بیان کرتے ہوئے درودیر کہتے ہیں: اس لئے کہ حرام کو دیکھنا حرام ہے (۱)۔

حنابلہ کے نزدیک حرام تصویر کی طرف دیکھنا اس کے تصویر ہونے کی حیثیت سے حرام نہیں ہوگا۔

ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام آئے تو عیسائیوں نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور ان کو دعوت دی، آپ نے پوچھا: کھانا کہاں ہے؟ کہا: گر جا گھر میں، تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا، اور حضرت علیؓ سے کہا: لوگوں کو لے جائیے، وہ کھانا کھالیں، چنانچہ حضرت علیؓ لوگوں کو لے گئے اور گر جا میں داخل ہوئے، اور آپ نے نیز لوگوں نے کھانا کھایا، اور حضرت علیؓ تصویروں کی طرف دیکھنے لگے اور کہا: ایہ المؤمنین کے لئے کیا تھا اگر اندر آ جاتے اور کھانا کھا لیتے (۲)۔

حنفیہ کے یہاں ہم کو اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی، لیکن ابن عابدین کہتے ہیں: کیا منقش تصویر کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہوگا؟ محل تردد ہے اور میں نے اس کو دیکھا نہیں ہے، لہذا رجوع کر لیا جائے۔

تو اس کا ظاہر یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے پر یہ حرام نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں دوسرے مذاہب کے بجائے مسلک حنفیہ کی یہ بات معلوم ہے کہ آدمی جب شہوت کے ساتھ کسی عورت کی مخصوص شرمگاہ دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے، لیکن اگر آئینہ میں شرمگاہ کی صورت (عکس) دیکھے تو اس سے حرمت نہیں پیدا ہوتی ہے، اس لئے کہ اس نے اس کا عکس دیکھا ہے، خود اس کو نہیں دیکھا،

(۱) شرح مختصر فہمیل، حاشیہ الدسوقی ۲/۳۳۸، حاشیہ اعلیٰ بی علی شرح المنہاج ۳/۲۰۸۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۷/۷۷۔

تصویر ۶۰-۶۲

ان دونوں نے کبھی تیر سے فال نہیں نکالا، ان حضرات کا کہنا ہے: ”اور اس لئے بھی کہ ذمیوں پر حضرت عمرؓ کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے اپنے گرجا گھروں کے دروازے کشادہ کر لیں، تاکہ اس میں رات گزارنے کے لئے وہ داخل ہوں، نیز راہ گیروں کے لئے ان کے چوپایوں کے ساتھ (گرجا گھروں کے دروازے کھول دیں) اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ حضرت علیؓ کے گرجا میں داخل ہونے اور تصویر دیکھنے کا واقعہ (جیسا کہ گزر چکا ہے) ذکر کیا ہے، ان لوگوں نے کہا: اور اس سے وہ حدیث مانع نہیں ہوگی کہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں تصویر ہو، اس لئے کہ یہ حدیث ہم پر اس میں داخل ہونے کی حرمت نہیں ثابت کر رہی ہے جیسے کہ ہم پر کسی ایسے گھر میں دخول کی ممانعت نہیں ثابت کر رہی ہے جس میں کتا، جنبی یا حائض ہو یا وجود یکہ وارد ہوا ہے کہ اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (۱)۔

۶۱- اسی طرح جواز کا مسلک مالکیہ کا ان مجسم تصویروں کے بارے میں ہے جو ان کے مسلک کے مطابق حرام وضع پر نہ ہوں یا غیر مجسم تصویریں ہوں، رہیں حرام تصویریں (یعنی مجسم تصویریں جو حرام وضع پر ہوں) تو ان کی وجہ سے دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہوگا، جیسا کہ آ رہا ہے اور ان کے کلام میں ہم کو کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اسی جگہ داخل ہونے کا حکم واضح کرتی جہاں تصویر ہو۔

۶۲- اس کے بارے میں شافعیہ کے مسلک میں اختلاف ہے، اور ان کے یہاں راجح یہ ہے (اور یہی حنابلہ کا مرجوح قول بھی ہے) کہ ایسی جگہ داخل ہونا حرام ہے جہاں حرام وضع پر تصویریں نصب

= تصویر پر دے مارا) ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے (۳۶۸/۳ طبع استنبیہ)۔

(۱) المغنی ۷/۸، الإلصاف ۳۳۶/۸، الفروع و تہجیر ۵/۳۰۷۔

کے اس عورت کی طرف نگاہ کرنے کا ذکر ہے جس کی طرف دیکھنا حلال ہوتا ہے، جب تک کہ گزری ہوئی تفصیل اور اختلاف کے مطابق تصویر حرام نہ ہو، واللہ اعلم۔

ایسی جگہ داخل ہونا جہاں تصویریں ہوں:

۶۰- ایسی جگہ داخل ہونا جائز ہے جس کے داخل ہونے والے کو معلوم ہو کہ اس میں حرام طور پر تصویریں نصب ہیں، اگرچہ دخول سے پہلے اس کو جانتا ہو، اور اگر داخل ہو جائے تو نکلنا اس پر واجب نہیں ہوگا۔

یہ سب حنابلہ کا مسلک ہے، فضل کی روایت میں امام احمد نے اس شخص سے فرمایا جس نے ان سے یہ کہہ کر سوال کیا تھا کہ جب ان کے درمیان دسترخوان رکھتے وقت ہی تصویریں دیکھے تو کیا نکل جائے؟ فرمایا: ہم پر تنگی نہ کرو، جب تصویریں دیکھے ان کو ڈانٹے اور روک دے یعنی نکلے، مراد اوی ”تصحیح الفروع“ میں کہتے ہیں: یہ حنابلہ کے دو اقوال میں سے صحیح قول ہے، اور امام احمد کے کلام کا ظاہر یہی ہے، اور ”المغنی“ میں اسی پر جزم کیا ہے، کہا: اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تیر سے فال نکالتے ہوئے تصویریں دیکھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”قاتلہم اللہ! لقد علموا انہما لم یستقسما بھا قط“ (۱) (اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ جانتے تھے کہ

(۱) حدیث: ”دخل الکعبۃ فرأی فیہا صورۃ إبراہیم.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۶۸/۳ طبع استنبیہ) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے اور طرابلسی نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی حدیث کی روایت کی ہے ”دخلت علی رسول اللہ ﷺ فی الکعبۃ فرأی صوراء، فدعا بماء فأتیہ بہ فضرب بہ الصورۃ“ (میں کعبہ میں رسول اللہ کے پاس داخل ہوا، آپ نے کچھ تصویریں دیکھیں، پانی منگولایا، میں پانی لے آیا تو آپ ﷺ نے پانی

تصویر ۶۳-۶۴

واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ دعوت دینے والے نے منکر (کھلی ہوئی برائی) کا ارتکاب کر کے خود اپنی حرمت (احترام) کو ساقط کر دیا ہے۔ لہذا اس کی سزا کے طور پر اور اس کے فعل سے روکنے کے لئے قبولیت (دعوت) ترک کر دی جائے گی، اور بعض لوگ جیسے شافعیہ کہتے ہیں: اس وقت دعوت کو قبول کرنا حرام ہے۔

پھر کہا گیا ہے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے حاضر ہونے پر اس کو منادیا جائے گا یا اس کے لئے اس کا منانا ممکن ہو تو اس لئے اس کا حاضر ہونا واجب ہو جائے گا^(۱) اور مسئلہ میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کو ”دعوت“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

حرام تصویر کے ساتھ اس صورت میں کیا کیا جائے جب وہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے؟

۶۳- تصویر کو اس کی حرام وضع سے ایسی وضع کی طرف نکال دینا چاہئے جس سے وہ حرمت سے نکل جائے، اور اس کو کھلی طور پر تلف کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر وہ نصب کی ہوئی ہو تو اس کا اتار دینا کافی ہوگا۔

پھر اگر اس کی جگہ میں اس کا باقی رکھنا ضروری ہو تو سر کا بدن سے کاٹ دینا یا سینہ یا پیٹ پھاڑ دینا یا دیوار سے چہرہ گھس دینا یا اس کا منادینا، یا کسی ایسے پینٹ سے اس کا منادینا جو اس کے نشانات ختم کر دے یا تصویر اگر ان چیزوں میں سے ہو جس کا دھوڑنا ممکن ہوتا ہے تو اس کا دھوڑنا کافی ہوگا، اور اگر تصویر لٹکے ہوئے کپڑے یا نصب کئے ہوئے پردہ میں ہو تو یہ کافی ہوگا کہ اس پر اس طرح بنائی کر دے جو اس کا سر ڈھک لے، ابن عابدین کہتے ہیں: اگر وہ کسی

(۱) الدرر جاشیر ابن عابدین ۲۲۱/۵، الخرشنی علی فلیل وجاشیر ۳۳۳، اسنی

الطالاب ۳۳۶/۳، المغنی ۸/۷، الاضاف ۳۳۶/۸، کشاف القناع

۱۵۰/۵۔

ہوں، کہتے ہیں: اس لئے کہ فرشتے ایسی جگہ داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، امام شافعی کہتے ہیں: اگر کسی جگہ ذی روح تصویریں دیکھے تو جہاں یہ تصویریں ہیں اس گھر میں داخل نہ ہو، بشرطیکہ وہ نصب کی ہوئی ہوں، روندی نہ جاتی ہوں، اور اگر روندی جاتی ہوں تو داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ دخول حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، یہی صاحب ”القریب“ صیدلانی، امام (یعنی امام الحرمین) نیز غزالی کا ”الوسیط“ میں اور اسنوی کا قول ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویریں بیٹھنے کی جگہ میں ہوں، چنانچہ اگر گزرگاہ یا نشست کے دروازہ سے باہر ہوں تو مکروہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ گھر سے باہر کی طرح ہوں گی اور کہا گیا: اس لئے کہ گزرگاہ میں وہ ممتہن (پامال) ہوں گی^(۱)۔

ایسی جگہ کی دعوت قبول کرنا جس میں تصویریں ہوں:

۶۳- ویبہ کی دعوت یعنی شادی کا کھانا قبول کرنا جمہور کے نزدیک واجب ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من لم یجب الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ“^(۲) (جو دعوت قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی) اور کہا گیا کہ یہ سنت ہے اور کسی موقع کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے۔

اور تمام حالتوں میں اگر اس جگہ حرام انداز میں تصویریں ہوں یا اسی کے مثل کوئی اور کھلی برائی ہو، اور دعوت میں بلایا ہوا شخص آنے سے پہلے اس کو جان لے تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دعوت قبول کرنا

(۱) الامام الفقی ۱۸۲/۶ مطبوعہ الکلیات لا زمیرہ تحتہ المحتاج ۳۳۳، اسنی

الطالاب ۳۳۶/۳۔

(۲) حدیث: ”من لم یجب الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ“ کی روایت

مسلم (۱۰۵۵/۲ طبع الفی) نے حضرت ابوہریرہ سے کی ہے۔

تصویر ۶۵-۶۶

کے جانب قبلہ حیوان کی حرام تصویر ہوتی ہے مگر وہ کام کیا، اس لئے کہ یہ کفار کے اپنے بتوں کو سجدہ کرنے سے مشابہ ہے اگرچہ اس نے مشابہت کا قصد نہ کیا ہو، اور اگر تصویر غیر قبلہ میں ہو، جیسے بستر میں یا نمازی کے پہلو والی دیوار میں یا اس کے پیچھے یا اس کے سر کے اوپر چھت میں ہوتی ہے اس کے بارے میں ان کے کلام میں اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ جیسا کہ ”الدر“ اور ”حاشیہ اظہاروی“ میں ہے فرماتے ہیں: مصلیٰ کے لئے ایسے کپڑے پہننا جس میں جاندار کی تصویر ہو، یا اس کے سر کے اوپر یا سامنے یا دائیں بائیں اس کے محاذات میں یا اس کے محل سجدہ میں کسی تصویر کا ہونا مکروہ ہے، اور اس صورت میں اختلاف ہے جب تصویر اس کے پیچھے ہو، اور زیادہ تو یہ اس کا مکروہ ہونا ہے، اور اگر اس کے پیروں کے نیچے یا پیٹھ کی جگہ پر ہو بشرطیکہ اس پر سجدہ نہ کرنا ہو یا اس کے ہاتھ میں ہو، یا وہ کسی بٹوہ یا تھیلی یا کپڑے سے چھپی ہوئی ہو یا وہ چھوٹی ہو تو مکروہ نہ ہوگا، اس لئے کہ چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی ہے، لہذا اس پر بت کا حکم نہیں ہوگا (۱)۔

اور جیسا کہ ”اسنی المطالب“ میں ہے، شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے کہ نمازی کے لئے ایسا کپڑا پہننا جس میں تصویر ہو اور اس کی طرف رخ کر کے یا اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے (۲)۔

اور حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے کہ نصب کی ہوئی تصویر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس کی صراحت امام احمد نے کی ہے، بھوتی کہتے ہیں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگرچہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے دیکھنے والے کے لئے ظاہر نہ ہوتی ہو، (تب بھی مکروہ ہے) اور غیر نصب کردہ تصویر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور سجدے خواہ تصویر ہی پر ہوں مکروہ نہیں ہوں گے، نہ

(۱) الدر الاظہاروی / ۲۷۳، شرح مویہ المصلیٰ صفحہ ۳۵۹، ابن ماجہ / ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶

تصویر ۶۷-۶۸

وہ تصویر (مکروہ ہوگی) جو گھر میں اس کے پیچھے یا چھت میں اس کے اوپر یا اس کے کسی پہلو کی طرف ہو، رہا تصویروں پر سجدہ کرنا تو وہ شیخ تقی الدین بن تیمیہ کے نزدیک مکروہ ہے، ”افروع“ میں فرماتے ہیں: یہ مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ اس نے اس کا رخ کر کے نماز پڑھی ہے، اور اس کا ایسا نگینہ لئے رہنا جس میں تصویر ہو یا ایسا کپڑا یا اس جیسی چیز جیسے دینار یا درہم اٹھانا جس میں تصویر ہو مکروہ ہوگا (۱)۔

مالکیہ کے یہاں ہم نے اس مسئلہ سے تعرض نہیں پایا، البتہ انہوں نے مسجد کے قبلہ یا اس کے کسی جزء میں نقش و نگار بنانے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کے بعد آئے گا۔

کعبہ، مسجدوں اور عبادت کی جگہوں میں تصویریں:

۶۷- عبادت کی جگہوں کو ان تصویروں کے وجود سے پاک رکھنا چاہئے تاکہ معاملہ ان کی عبادت تک نہ پہنچ جائے، جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے کہ قوم نوح کی اپنے بتوں کی عبادت کرنے کی اصل یہ تھی کہ وہ نیک لوگ تھے، پھر جب وہ مر گئے تو انہوں نے ان کی تصویریں بنالیں، پھر ان کی عبادت کی اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ فقہاء میں سے بعض تصویر کے وجود کے ساتھ نماز کی کراہت کے قائل ہیں، اگرچہ وہ مصلیٰ کے پہلو کی جانب یا پیچھے یا اس کے محل سجود میں ہو، اور مسجدوں کو اسی طرح مکروہات سے بچایا جائے گا جیسا کہ حرام سے بچایا جاتا ہے۔

۶۸- حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے: ”دخل الكعبة فوجد فيها صورة إبراهيم وصورة مريم عليهما السلام فقال: أما هم فقد سمعوا أن الملائكة لا تدخل

بيتا فيه صورة، هذا إبراهيم مصور فما له يستقسم“ (نبی کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم علیہما السلام کی تصویریں پائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ان کا تعلق ہے تو انہوں نے سن رکھا تھا کہ ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، یہ حضرت ابراہیم کی تصویر بنائی ہوئی ہے تو انہیں کیا ہوا کہ قال نکال رہے ہیں)، اور ایک روایت میں ہے: ”أنه لما رأى الصور في البيت لم يدخل حتى أمر بها فمحييت، ورأى إبراهيم وإسماعيل عليهما السلام بأيديهما الأضلام فقال: قاتلهم الله، والله إن استقسما بالأضلام قط“ (۱) (آپ نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا اور ان کو مٹا دیا گیا، اور حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں تیر ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ انہیں بلاک کرے، اللہ کی قسم انہوں نے کبھی بھی تیروں سے قال نہیں نکالی)۔

اور حدیث میں وارد ہے: ”أن النبي ﷺ أمر بالصور كلها فمحييت، فلم يدخل الكعبة وفيها من الصور شيء“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے تمام تصویروں کے بارے میں حکم دیا تو ان کو مٹا دیا گیا اور آپ ﷺ اس حال میں کعبہ میں داخل نہیں ہوئے کہ اس میں تصویروں میں سے کچھ بھی ہو)۔

(۱) کعبہ میں آپ ﷺ کے داخل ہونے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے متعلق دونوں روایتیں بخاری (فتح ۶/۳۸۷ طبع استغیہ) نے نقل کی ہیں۔

(۲) حدیث: ”أمر بالصور.....“ کو ازبلی نے ”أخبار مكة“ (۱/۱۱۳) میں نقل کر کے مکتبہ خیاط) میں ایک دوسرے کو تقویہ سے پہچاننے والے کئی واضح طرق سے بیان کیا ہے۔

(۱) کشاف القناع، ۳۰۷ اور دیکھئے: لإضاف ۱/۳۷۳۔

تصویر ۶۹-۷۰

میں داخل ہونا اور ان میں نماز پڑھنا مذہب کے صحیح قول کے مطابق بغیر کراہت جائز ہے۔

اور حنابلہ کے ایک دوسرے قول میں اور یہی حنفیہ کا بھی قول ہے ان میں داخل ہونا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ شیاطین کی آماجگاہ ہوتے ہیں، اور اکثر شافعیہ کہتے ہیں: مسلمان کے لئے ایسے گرجا میں داخل ہونا حرام ہے جس میں معلق تصویریں ہوں (۱)۔

چوتھی: تصویروں کے احکام:

الف- تصویریں اور ان کے ذریعہ معاملات:

۷۰- وہ تصاویر جن کا بنانا حلال ہے، جیسے مالکیہ کے نزدیک مطلقاً مسطح تصویریں اور کائی ہوئی تصویریں، بچوں کے کھلونے، مٹھائی اور ان چیزوں کی تصویریں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں وغیرہ، اس تفصیل اور اختلاف کے مطابق جو گزر چکا ہے، ان کی خرید و فروخت کرنا، ان کے بنانے کا حکم دینا اور ان کے بنانے پر اجارہ کرنا صحیح ہے، ان کی قیمت حلال ہے، اور ان کے بنانے پر لی جانے والی اجرت حلال ہے، یہی حکم اس پر جاری ہونے والے تمام معاملات کا ہے اور ولی کے لئے جائز ہے کہ اپنی پرورش میں موجود بچی کے لئے اس کے مال سے کھلونے خریدے، اس لئے جیسا کہ گزر چکا ہے، اس میں مشق کرانے کی مصلحت ہے۔

رہیں وہ تصویریں جن کا بنانا حرام ہے تو محرمات کے عام قاعدہ کے مطابق ان کے بنانے کا اجارہ حلال نہ ہوگا، اور اجرت اور ان کو بنانے کا حکم دینا اور اس پر اعانت کرنا (بھی) حلال نہ ہوگا، قلیوبی کہتے ہیں: اور حرام پیشہ مروت کو ساقط کر دیتا ہے جیسے مصور، اور ماوردی نے

(۱) المغنی ۷/۸، الإيضاح ۱/۲۹۶، ابن ماجہ ۱/۵۳، الشیخ عمیرہ البرہی علی شرح المصباح ۳/۲۳۵۔

اور صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب مرض کی تکلیف ہوئی تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کو انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا جس کو ماریہ کہا جاتا تھا، اور ام سلمہ اور ام حبیبہ ارض حبشہ آچکی تھیں تو دونوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا تو آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: "أولئك إذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجداً، ثم صوّروا فيه تلك الصور، أولئك شرار الخلق" (۱) (ان لوگوں کا جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے تھے، پھر اس میں یہ تصویریں بنا دیتے تھے، یہ بدترین خلائق ہیں)، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجدوں میں تصویریں حرام ہیں، واللہ اعلم۔

گر جاگھروں اور غیر اسلامی عبادت گاہوں میں تصویریں: ۶۹- ان گر جاگھروں اور عبادت گاہوں کی تصویروں سے تعرض نہیں کیا جائے گا جن کو صلح کے ذریعہ اسلامی علاقوں میں باقی رکھا گیا ہو جب تک کہ وہ اندر رہوں۔

اور جمہور کے نزدیک یہ مسلمانوں کے گر جاگھر میں داخل ہونے سے ممانعت نہ ہوں گی، اور "المغنی" کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ مسلمانوں کو لے کر گرجا میں داخل ہوئے، اور تصویروں کو دیکھنے لگے، اور حضرت عمرؓ نے اہل ذمہ پر شرط رکھی کہ وہ اپنے گر جاگھروں کے دروازوں کو وسیع کریں تاکہ مسلمان اور گزرنے والے اس میں داخل ہوں۔

اسی لئے حنابلہ کہتے ہیں کہ مسلمان کے لئے گر جاگھر اور کلیسا

(۱) حدیث: "أولئك إذا مات فيهم الرجل الصالح" کی روایت بخاری (فتح ۱/۵۳ طبع السنن) اور مسلم (۱/۳۷۶ طبع السنن) نے کی ہے۔

تصویر ۱-۷۳

شدوذا اختیار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے جیسا کہ ”تحفہ المحتاج“ میں ہے، بصورت کے لئے اجرت مثل مقرر کی ہے۔

۷۱- جن تصویروں کا رکھنا اور استعمال کرنا حرام ہوتا ہے تمام حرمت کی طرح ان کی خرید و فروخت کرنا، بہہ کرنا، ان کو ودیعت رکھنا، رہن رکھنا، ان کی حفاظت پر اجارہ کرنا، وقف کرنا اور ان کی وصیت کرنا صحیح نہیں ہوگا، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ (۱) (اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی فروخت کو حرام قرار دیا ہے) اور جو ان میں سے کسی چیز پر شمن یا اجرت لے گا تو وہ خبیث کمائی ہوگی جس کا صدقہ کرنا لازم ہوگا، ابن تیمیہ کہتے ہیں: اور اس کے مالک کے پاس اس کو واپس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ پورا عوض وصول کر چکا ہے، جیسا کہ شراب اٹھانے والے جیسے لوگوں کے بارے میں امام احمد نے صراحت کی ہے، اور اس پر امام مالک کے اصحاب اور دوسروں نے صراحت کی ہے۔

۷۲- یہ اس صورت میں ہے جب حرام تصویر میں اس کی حرام تصویر کے علاوہ کوئی اور منفعت نہ ہو، اور اگر کچھ تبدیلی کے بعد وہ کسی منفعت کے لائق ہو جائے تب بھی بعض شافعیہ کے کلام کا ظاہر اس کی ممانعت ہے۔

ربلی شافعی کہتے ہیں: وصیت کے باب میں امام کے کلام کا مقتضا اس حال میں بیع کی صحت کا ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہ ہونا چاہئے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جس کو ”الروضہ“ میں متولی سے اس صورت میں بیع کی بیع کے جواز کے متعلق نقل کیا ہے، اور اس کی مخالفت نہیں کی ہے جب وہ شرط بیع کے مہروں (بیادوں) کے

(۱) حدیث: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۲۳/۳ طبع المستقر) اور مسلم (۳/۱۲۰ طبع المناس) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

لائق ہو، ورنہ نہیں، اور اسی کے مثل وہ ہے جو ”الدر“ اور ”حاشیہ ابن عابدین“ میں ہے: بچہ کو مانوس کرنے کے مقصد سے ٹھیکرے (مٹی) کا بیل یا گھوڑا خرید تو بیع صحیح نہیں ہوگی اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، اور اس کے برخلاف یہ بھی کہا گیا کہ صحیح ہوگی اور اس کو تلف کرنے والا ضامن ہوگا، اور اگر وہ لکڑی یا پتیل کا ہو تو ظاہر کے مطابق بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن ہے، اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ کھلونے خریدنا اور بچوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے (۱)۔

تصویریں اور آلات تصویر تلف کرنے میں ضمان:

۷۳- جو حضرات تصاویر کی کسی ایسی نوع کی حرمت کے قائل ہیں جو کسی متعین وضع پر استعمال ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ تصویر کو ایسی وضع کی طرف نکال لینا چاہئے جس میں وہ حرام نہ ہو، اور امام بخاری نے تصویریں توڑنے پر باب باندھا ہے، لیکن اس کی صراحت کرنے والی کوئی حدیث بیان نہیں کی ہے، بلکہ ایک دوسری حدیث یعنی حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے: ”كان النبي ﷺ لا يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه“ (نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں صلیب کی تصویر ہو مگر اس کو توڑ ڈالتے تھے)، اور ایک روایت میں ہے: ”إلا قضبه“ (۲) (مگر اس کو کاٹ ڈالتے تھے)۔ اور امام بخاری نے شاید اس سے صلیب

(۱) شرح الروض، حاشیہ المربلی ۲/۱۰، ۳/۳۵، ۳۶، ۳۷، شرح المنهاج، حاشیہ اقلیوبی ۲/۱۵۸، ۳/۳۲۱، حاشیہ الدرستی علی لشرح الکبیر ۲/۳۳۸، ۳/۱۰، کشاف القناع ۱/۲۸۰، وآداب الشریعہ ۳/۵۲۳، الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ ۲۲/۱۳۱، ۱۳۲، الطحاوی علی مراتب الفلاح صفحہ ۲۳۹، ابن عابدین علی الدر المختار ۲/۲۱۳، تحفہ المحتاج ۷/۳۳۳۔

(۲) حدیث: ”كان لا يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۸۵/۱۰ طبع المستقر) نے حضرت مالک سے کی ہے۔

تصویر ۷۴

چیز کی حرمت (احترام) اس کی منفعت کے باوجود ساقط ہوگئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ضامن ہوگا (۱)۔

تصاویر کی چوری میں ہاتھ کاٹنا:

۷۴ - ان تصاویر کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے جن کے ٹوٹے ہوئے ہونے پر قیمت نہیں ہوتی یا اتنی قیمت ہوتی ہے جو نصاب کو نہیں پہنچتی۔

رہا اس کے علاوہ میں تو حنفیہ کا مسلک، شافعیہ کے یہاں قول مرجوح اور حنابلہ کا ایک قول جو مذہب مختار ہے، یہ ہے کہ آلہ لہو و لعب کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے لہو کے لائق ہونے سے یہ شبہ ہو گیا کہ چور نے ہو سکتا ہے کہ نکیر کا قصد کیا ہو، اور چیز کی چوری توڑنے کی تاویل کے لئے ہو، چنانچہ یہ بات ہاتھ کاٹنے سے مانع ہوگی، لہذا احرام تصویروں میں بھی ان کے نزدیک اسی طرح کہا جانا چاہئے، اگرچہ ٹوٹی ہونے پر نصاب تک پہنچ جائے، حنابلہ میں سے صاحب ”المقتع“ کہتے ہیں: اگر کوئی ایسا برتن جس میں شراب ہو یا صلیب یا سونے کا بت چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، صاحب ”الانصاف“ کہتے ہیں: یہی مذہب (مختار) ہے اور جمہور اصحاب اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ حرام صنعت کی وجہ سے شی کی حرمت (احترام) ختم ہوگئی ہے، لہذا اس کے ٹوٹے ہوئے کی بھی ایسی حرمت باقی نہیں رہے گی کہ اس کے سبب ہاتھ کاٹنے کا استحقاق ہو، خواہ چوری سے نکیر کا ارادہ کرے یا نہ کرے، اور مالکیہ کا مسلک اور شافعیہ کے نزدیک قول اصح اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کے وجوب کا ہے جب ٹوٹی ہوئی (تصویر کی قیمت) نصاب تک پہنچ جائے۔

توڑنے پر حرام تصویروں کو قیاس کرنا مراد لیا ہے، اس لئے کہ دونوں کے درمیان اس میں اشتراک ہے کہ ان کی عبادت بجائے اللہ کے کی جاتی ہے، لیکن آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے اس پردہ کے بارے میں جس میں تصاویر تھیں، فرمایا تھا: ”آخر یہ عنی“ (اس کو میرے پاس سے ہٹا دو)، اور ایک روایت میں ہے: ”انہ ہتکہ“ (آپ ﷺ نے اس کو پھاڑ دیا) یعنی اس کی جگہ سے کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ نصب نہیں رہ گیا، اور حضرت جبریل کی حدیث میں ہے: ”أمر بصنع و سادتین من الستر“ (انہوں نے پردہ سے دو تکیے بنانے کا حکم دیا)، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس میں تصویر ہو اس کو تلف نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ اس کو دوسرے مباح طریقہ پر استعمال کرنا ممکن ہو۔

لیکن حرام تصویر اگر تلف کئے بغیر نہ مٹی ہو تو اتلاف واجب ہوگا اور اس کا تصور شاذ و نادر ہے، جیسے وہ مجسم تصویر جو کسی دیوار وغیرہ میں اس طرح پیوست ہو کہ جب اس کو اس کی جگہ سے ہٹایا جائے یا سینہ، پیٹ پھاڑا جائے یا سر کاٹا جائے تو تلف ہو جائے اور اس نوع کی تصویر کو تلف کرنے والا ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کو تلف کئے بغیر معصیت زائل نہیں ہو سکتی۔

جو شخص ایسی تصویر کو تلف کر دے جس سے نفع اٹھانا غیر حرام وضع پر ممکن تھا تو تلف کی گئی چیزوں کے ضمان کی اصل کے مطابق اس کو تلف کردہ چیز کا اس حرام کاریگری سے خالی کر کے ضامن ہونا چاہئے۔

یہ امام ابوحنیفہ کے مسلک کا مقتضا، شافعیہ کا قول اصح اور مالکیہ کے کلام کا ظاہر ہے۔

اور حنابلہ کے مسلک کا قیاس یہ ہے کہ تلف کرنا جائز ہے اور ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ حرام میں استعمال کرنے کی وجہ سے اس

(۱) ابن ماجہ بن ۳۱۳، ۱۹۹، ۱۹۸، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، شرح ترمذی و رادات ۳۳۳/۲ (دیکھئے: الخلاف)۔

تضییب ۱-۴

اور جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اگر چوری کئے ہوئے دراہم و دمانیر پر تصویریں ہوں تو یہ ہاتھ کاٹنے کے وجوب سے مانع نہ ہوں گی، حنفیہ کہتے ہیں: اس لئے کہ سکوں کو صرف تمویل (مالداری) کے لئے تیار کیا جاتا ہے، لہذا اس میں کوئی تاویل نہیں چلے گی لیکن حنابلہ کے یہاں ایک قول میں اس میں تفریق ہے کہ نکیر کا قصد کرے تو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کا قصد نہ کرے تو کاٹا جائے گا (۱)، واللہ اعلم۔

تضییب

تعریف:

۱- تضییب اور ضرب کے معنی لغت میں: کسی چیز کو ڈھانپنے اور ایک کو دوسرے میں داخل کرنے کے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں: کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا تاکہ ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور کہا جاتا ہے: ”ضیب الخشب بالحديد أو الصفر“ (جب کوئی لکڑی کو لوہے یا پتیل سے باندھے)، اور ”ضیب أسنانہ“ (اس نے اپنے دانتوں کو سونے یا چاندی یا کسی اور چیز سے باندھا)۔

اور ”ضیبة“ ایک چوڑا لوہا ہوتا ہے جس سے دروازہ کسا جاتا ہے، اور شگاف پر جانے کی صورت میں اس سے برتن کو جوڑا جاتا ہے۔ اور تضییب کی شرعی اصطلاح لغوی معنی سے کسی چیز میں بھی مختلف نہیں ہے (۱)۔



متعلقہ الفاظ:

- ۲- جبر: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ آدمی حاجت مندی کے بعد مال دار ہو جائے یا اس کی ہڈی ٹوٹنے کے بعد صحیح ہو جائے۔
- ۳- وصل: یہ ”وصل الثوب أو الخف وصلة“ (اس نے کپڑے یا خف کو جوڑا) سے ماخوذ ہے۔
- ۴- تشعیب: یعنی کسی چیز کا جمع کرنا، اور ایک کو دوسرے سے جوڑنا یا

(۱) متن اللغوی، الصحاح مادۃ ”ضیب“، حاشیہ ابن ماجہ، ۲۱۹/۵۔

(۱) ابن ماجہ، ۱۹۹/۳، الدر المنثور علی الشرح المکبیر، ۳۶۳/۳، الإصناف، ۲۶۱/۱۰۔

تھیب ۵-۷

لگانے کی جگہ (میں تھیب سے) اجتناب کرے اور پتر لگے ہوئے برتن سے پینے میں منہ سے پتر چھونے سے پرہیز کرے۔

ابن عابدین کہتے ہیں: بچنے سے مراد اس عضو کو بچانا ہے جس کے ذریعہ اس کا استعمال مقصود ہوتا ہے، اور اس میں امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان اختلاف ہے جس کو مطولات میں دیکھا جاسکتا ہے (۱)، اور تھیب کے احکام کی تفصیل ”ذہب“، ”فضہ“ اور ”آنیہ“ کی اصطلاحات میں ہے۔

مالکیہ اپنے راجح مسلک میں ان سب کی حرمت کی طرف گئے ہیں، ان کے یہاں سونا، چاندی، چھوٹا، بڑا اور ضرورت سے یا بغیر ضرورت سب برابر ہیں (۲)۔

شافعیہ و حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ برتن کا سونے سے باندھنا تو مطلقاً حرام ہے، اور بطور عرف چاندی کے بڑے پتر سے جوڑنا، بغیر حاجت مثلاً زینت کے لئے بھی اسی طرح حرام ہے، اور اگر برتن میں اصلاح کی ضرورت کے لئے چاندی والا پتر چھوٹا سا ہو تو مکروہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ بخاری کی روایت ہے: ”أن قدح النبي ﷺ انكسر فاتخذ مكان الشعب سلسلة من فضة“ (۳) (نبی کریم ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے شگاف کی جگہ چاندی کی ایک لڑی جوڑی)۔

اور اگر پتر ضرورت سے زیادہ ہو اور وہ چھوٹا ہو یا کسی ضرورت کے لئے بڑا ہو، تو قول اصح میں مکروہ ہوگا (۴)۔

- (۱) ابن ماجہ ۲۱۹/۵۔
 (۲) شرح الررکانی ۱/۳۷، مواہب الجلیل ۱/۱۲۹، الدرر السنی ۱/۶۳۔
 (۳) حدیث: ”أن قدح النبي ﷺ انكسر، فاتخذ مكان الشعب سلسلة من فضة“ کی روایت بخاری (الفح ۲۱۲/۵ طبع استقبر) نے حضرت انس بن مالک سے کی ہے۔
 (۴) اسنی المطالب ۱/۲۷، المغنی لابن قدامہ ۱/۷۷۔

علاحدہ کرنا، لہذا وہ اضداد میں سے ہے (۱)۔

۵- تطعیم: یہ ”طعم“ کا مصدر ہے اور اس کی اصل طعم ہے، کہا جاتا ہے: ”طعم الغصن أو الفرع“ (شہنی یا شاخ نے دوسرے درخت کی شہنی سے پیوند لگنا قبول کر لیا)۔

وطعم کذا بعنصر کذا: یعنی اس کی تقویت یا تحسین کے لئے یا اس سے دوسری قسم نکالنے کے لئے فلاں عنصر کا پیوند یا ٹیکہ لگایا، ”وطعم الخشب بالصدف“ سیپ کوزیب وزینت کے لئے لکڑی میں جوڑ دیا (۲)۔

اور فقہاء کے نزدیک تطعیم یہ ہے کہ لکڑی یا کسی اور چیز کے برتن میں گڑھا کھودے، اور اس میں گڑھے کے بقدر سونے یا چاندی وغیرہ کا لکڑا رکھے، لہذا تھیب اور تطعیم کے درمیان فرق یہ ہے کہ تھیب اصلاح کے لئے ہوتی ہے، رہی تطعیم تو وہ صرف کھودنے سے ہوتی ہے، اور عام طور سے یزینت کے لئے ہوتی ہے (۳)۔

۶- تمویہ: یہ کسی چیز پر سونے یا چاندی یا اس طرح کی دھات کا پانی چڑھانا ہے (۴)۔

شرعی حکم:

۷- حنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ تھیب (سونے چاندی کے پتر لگانا) اور سونے یا چاندی سے پتر لگائے ہوئے برتن کا استعمال کرنا جائز ہے، اس لئے کہ وہ مباح یعنی باقی برتن کے تابع ہے، لہذا وہ معمولی پتر لگائے ہوئے کہ مشابہ ہو گیا، لیکن تھیب فقہاء حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن اس پر لازم ہے کہ تلوار، قبضہ اور لگام میں ہاتھ

- (۱) مختار الصحاح ۱/۱۰۰، ”جبر“، ”وصل“، ”شعب“۔
 (۲) لسان العرب، المجمع الوسیط۔
 (۳) کشاف القناع ۱/۵۲۔
 (۴) لسان العرب، المصباح، ابن ماجہ ۲۱۹/۵، نہایت المحتاج ۱/۹۱۔

تضمیر ۱-۲

اور اس سلسلہ میں مکمل تفصیل ”ذہب“، ”فضہ“ اور ”آنیہ“ کی اصطلاحات میں دیکھی جائے۔

تضمیر

تعریف:

۱- تضمیر لغت میں: ضمیر (میم کے سکون کے ساتھ) اور ضمیر (میم کے ضمہ کے ساتھ) بمعنی دبلا پن اور پیٹ مل جانا سے معنی ماخوذ ہے (۱)، یعنی گھوڑے کو چارہ دیا جائے یہاں تک کہ وہ موٹا اور طاقتور ہو جائے، پھر اس کا چارہ کم کر دیا جائے اور گزارہ کے لائق دیا جائے اور کسی کمرہ میں داخل کر کے جھول سے ڈھانپ دیا جائے یہاں تک کہ گرم ہو کر پسینہ بہا دے، تو جب اس کا پسینہ خشک ہو جائے گا تو گوشت کم ہو جائے گا، اور دوڑنے پر مضبوط ہو جائے گا (۲)۔

اور عربوں کے یہاں تضمیر (دبلا کرنے) کی مدت چالیس دن ہے، اور اس مدت کو نیز جہاں پر گھوڑا دبلا کیا جائے اس کو مضمار کہتے ہیں (۳)۔

متعلقہ الفاظ:

سباق:

۲- سباق اور مسابقہ ایک معنی میں ہیں، کہا جاتا ہے: ”سابقہ مسابقۃ و سباقا“ اور ”سباق، سبق“ (باء کے سکون کے ساتھ)



(۱) لسان العرب الجریط مادة ”ضمیر“۔

(۲) عمدة القاری ۶/۶۱۰، ۶۱۱، فتح الباری لابن حجر ۶/۷۱، ۷۲۔

(۳) الصحاح فی اللغة، لسان العرب الجریط۔

تضمیر ۳

سے ماخوذ ہے، جس کا معنی دوڑنا اور ہر چیز میں آگے بڑھ جانا ہے۔
 رہا سابق (باء کے فتح کے ساتھ) تو اس کے معنی اس انعام کے
 ہیں جس کے لئے مقابلہ کیا جاتا ہے (۱)۔

اور اس کے اور تضمیر کے درمیان تعلق یہ ہے کہ تضمیر کا کام
 بعض اوقات دوڑ کے مقابلہ میں اولیت حاصل کرنے کے مقصد سے
 کیا جاتا ہے۔

اجمالی حکم اور بحث کے مقامات:

۳- جمہور فقہاء گھوڑوں کی تضمیر (دبلا کرنے) کی مطلقاًباحث کی
 نیز جب ان کو غزوہ کے لئے تیار کیا جا رہا ہو تو تضمیر کے استحباب کی
 رائے رکھتے ہیں (۲)۔

اس باب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے کچھ یہ
 ہیں:

حضرت نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں
 نے فرمایا: ”سابق رسول اللہ ﷺ بین الخیل التي قد
 ضمّرت فأرسلها من الحفيا، و كان أمدھا ثنية الوداع
 فقلت لموسى بن عقبة: فكم كان بين ذلك؟ قال ستة
 أميال أو سبعة. و سابق بين الخيل التي لم تضمّر،
 فأرسلها من ثنية الوداع، و كان أمدھا مسجد بني زريق.
 قلت: فكم بين ذلك؟ قال: ميل أو نحوه. فكان ابن
 عمر ممن سابق فيها“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے تضمیر (دبلا) کے

کئے ہوئے گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا اور ان کو حفیاء سے
 چھوڑا، اور ان کی حد ثنیۃ الوداع تھی، تو میں نے موسیٰ بن عقبہ سے کہا:
 اس کے درمیان کتنی دوری تھی؟ کہا: چھ یا سات میل، اور ان گھوڑوں
 کے درمیان بھی دوڑ کا مقابلہ کرایا جن کی تضمیر نہیں کی گئی تھی، اور ان کو
 ثنیۃ الوداع سے چھوڑا، اور ان کی حد بنوزریق کی مسجد تھی، میں نے
 پوچھا: تو اس کے درمیان کیا فاصلہ تھا؟ فرمایا: ایک میل یا اسی کے آس
 پاس، تو حضرت ابن عمر بھی ان لوگوں میں تھے جنہوں نے اس
 گھوڑ دوڑ میں حصہ لیا تھا)۔

اس حدیث اور اس جیسی احادیث سے ان لوگوں کے قول کی
 تردید ہو جاتی ہے جو گھوڑوں کی تضمیر کو ناجائز کہتے ہیں، اس لئے کہ
 اس میں ان کو ہنکانے کی مشقت ہے (۱)۔

رہا دوڑ کے مقابلہ کے لئے گھوڑوں کی تضمیر کی شرط لگانا، تضمیر
 کردہ اور غیر تضمیر کردہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا جواز اور مضمرہ اور
 غیر مضمرہ گھوڑوں کے درمیان مسابقت کے ہدف میں مغایرت کرنا، تو
 اس میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کے لئے اصطلاح ”سباق“
 نیز کتب فقہ میں اس کے محل کی طرف رجوع کیا جائے (۲)۔



(۱) نیل لاوطار ۸/۷۹۔
 (۲) ابن عابدین ۵/۲۵۹، اقلیو بی و عمیرہ ۳/۱۶۶، المغنی ۶/۶۵۹، عمدۃ القاری ۶/۶۱۰، ۶/۶۱۱،
 فتح الباری لابن حجر ۶/۷۱، نیل لاوطار ۸/۷۹، نیل السلام ۳/۷۰۔
 (۳) حدیث: ”سابق رسول اللہ ﷺ بین الخیل التي قد ضمّرت فأرسلها من الحفيا...“
 کی روایت بخاری (فتح ۶/۷۱ طبع التلخیص) نے کی ہے۔

تطیب ۱-۳

جاتا ہے: ”فلان یداوی“ یعنی فلاں کا علاج کیا جا رہا ہے (۱)۔
 اور ”تطیب“ اور ”داوی“ کے درمیان فرق یہ ہے کہ تطیب
 مرض کی تشخیص کرنے اور مریض کا علاج کرنے کا نام ہے اور داوی
 دوا لینے کو کہتے ہیں۔

تطیب

شرعی حکم:

۳- علاج و معالجہ کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، چنانچہ مسلمانوں کے ملک
 میں فن طب کے اصول سے واقف لوگوں کا کثرت سے ہونا واجب
 ہے، اور تفصیل ”اتراف“ (پیشہ اختیار کرنے) کی اصطلاح میں
 دیکھی جائے۔

اور جہاں تک عملاً دوا علاج کرنے کا تعلق ہے تو اس میں اصل
 اس کا مباح ہونا ہے، اور کبھی کبھی اس صورت میں مندوب بھی ہو جاتا
 ہے جب لوگوں کو علاج معالجہ کے بارے میں ہدایات دینے میں نبی
 کریم ﷺ کا اسوہ اختیار کرنے کی نیت شامل ہو یا مسلمانوں کو فائدہ
 پہنچانے کی نیت کرے، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے
 ارشاد میں داخل ہے: ”وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ
 جَمِيعًا“ (۲) (اور جس نے ایک کو بچالیا تو گویا اس نے سارے
 آدمیوں کو بچالیا)، اور اس حدیث نبوی میں داخل ہے: ”من
 استطاع منكم أن ينفع أخاه فلينفعه“ (۳) (تم میں سے جو شخص
 اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو نفع پہنچادے)۔

الایہ کہ کوئی دوسرا تطیب نہ پائے جانے کی بنا پر یا معاہدہ کی
 وجہ سے کوئی شخص متعین ہو تو اس کے لئے علاج معالجہ کرنا واجب

تعریف:

۱- لغت میں تطیب کے کئی معانی ہیں، ان میں سے ایک معنی دوا
 علاج کرنے کے ہیں، اور یہاں یہی معنی مراد ہے۔

کہا جاتا ہے: ”طب فلان فلان“ یعنی فلاں نے فلاں کا
 علاج کیا ”وجاء يستطب لوجعه“ یعنی وہ دوا تجویز کرانے کے
 لئے آیا کہ اس کے مرض کے لئے کوئی مناسب ہے۔

اور طب کے معنی جسمانی اور نفسانی علاج کے ہیں اور ”رجل
 طب وطیب“ کے معنی ہیں: طب کا جاننے والا آدمی۔

”الطَّبُّ وَ الطَّبُّ“ (طب کی دو لغات ہیں)، اور ”تطَّبَّ
 له“ یعنی اس نے اس کے لئے حکیموں سے پوچھا۔

اور اصلاً تطیب: معاملات میں مہارت رکھنے والے اور جاننے
 والے کا نام ہے، اور اسی سے اس تطیب (ڈاکٹر، حکیم) کا بھی نام پڑ گیا
 جو مریضوں وغیرہ کا علاج کرتا ہے (۱)۔

اس کا اصطلاحی معنی اس کے لغوی معنی سے الگ نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

داوی:

۲- داوی: دوا لیا، اور اسی سے داویۃ یعنی علاج کرنا بھی ہے، کہا

(۱) لسان العرب والصحاح مادۃ ”داوی“۔

(۲) سورۃ مائدہ/ ۳۳۔

(۳) حدیث: ”من استطاع منكم أن ينفع...“ کی روایت مسلم (۳/۲۶۱)۔
 طبع مجلس نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۱) الصحاح، لسان العرب، الصحاح لمیر مادۃ ”طب“۔

تطیب ۳

ہوگا (۱)۔

اور فرمایا: ”لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہا شرک“ (۱)
(جھاڑ پھونک میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس
میں کوئی شرک نہ ہو)۔

اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے فعل میں یہ ثابت ہے کہ
آپ ﷺ نے دو استعمال کی، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں یہ
روایت کی ہے: ”أن عروۃ کان یقول لعائشۃ رضی اللہ
عنها: یا أمّنا! لا أعجب من فهمک، أقول: زوجة رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنت أبی بکر، ولا أعجب من
علمک بالشعر و آیام الناس، أقول: ابنة أبی بکر، و کان
أعلم الناس أو من أعلم الناس، ولكن أعجب من
علمک بالطب، کیف هو؟ ومن أين هو؟ قال: فضربت
علی منکبه وقالت: أي غریبة! إن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یسقم عند آخر عمره، أو فی آخر
عمره، فكانت تقدم علیہ وفود العرب من کل وجه،
فتنتعت له الأنعات، و کنت أعالجها، فمن ثم“ (حضرت
عروہ حضرت عائشہ سے کہہ رہے تھے: اما جان! مجھے آپ کی سمجھ پر
تعجب نہیں ہوتا، کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اور حضرت ابو بکر
کی بیٹی ہیں، اور مجھے آپ کی شعر اور تاریخ سے واقفیت پر بھی تعجب
نہیں، کیونکہ میں کہتا ہوں کہ آپ حضرت ابو بکر کی صاحبزادی ہیں،
اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ واقف تھے یا سب سے زیادہ واقف
لوگوں میں سے تھے، لیکن میں طب سے آپ کی واقفیت پر ضرور تعجب
کرنا ہوں کہ کیسے ہوئی اور کہاں سے ہوئی، کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ
نے ان کے مونڈھے پر ضرب لگائی اور کہا: ”اے ننھے عروہ! نبی کریم

اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کی روایت انصار کے ایک
شخص نے کی ہے، وہ کہتے ہیں: عاد رسول اللہ ﷺ رجلاً به
جرح، فقال رسول اللہ ﷺ: ادعوا له طیب بنی فلان۔
قال: فدعوه فجاء، فقالوا: یا رسول اللہ ویغنی الدواء
شیئاً؟ فقال: سبحان اللہ وهل أنزل اللہ من داء فی
الأرض إلا جعل له شفاء“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے
شخص کی عیادت کی جس کو زخم لگا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس
کے لئے فلاں قبیلہ کا طیب (حکیم) بلوالو، کہتے ہیں: چنانچہ لوگوں نے
اس کو بلایا اور وہ آ گیا، تو لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ
کچھ فائدہ پہنچاتی ہے؟ فرمایا: سبحان اللہ! اللہ نے زمین پر جتنی بھی
بیماریاں نازل کی ہیں، ان کی شفاء بھی پیدا کی ہے)۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ
پھونک سے منع فرمایا: تو عمر و بن حزم کے خاندان والے حاضر ہوئے،
اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہمارے ہاں جھاڑ پھونک ہوتی تھی
جس سے ہم بچھوکانے کا علاج کرتے تھے اور آپ نے جھاڑ پھونک
سے منع کر دیا ہے، کہتے ہیں: ان لوگوں نے وہ جھاڑ پھونک آپ کے
سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما أری بها بأساً، من
استطاع منکم أن ینفع أخاه فلینفعه“ (۳) (میں اس میں کوئی
حرج نہیں سمجھتا تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو، وہ اسے نفع
پہنچادے)۔

(۱) الموسوعۃ الفقہیہ بالکویت ۲/ ۷۲، لآداب الشرعیہ لابن مفلح ۳/ ۵۹۷، ۳۶۰۔
(۲) حدیث: ”عاد رسول اللہ ﷺ رجلاً به جرح“ کی روایت احمد (۳۷۵/ ۳
طبع المہدیہ) نے کی ہے اور وہی کہتے ہیں: اس کے تمام روای صحیح کے روای
ہیں (المجموع ۵/ ۸۳ طبع القدسی)۔

(۳) حدیث: ”من استطاع منکم أن ینفع...“ کی تخریج (فقہ نمبر ۳) میں
گزر چکی ہے۔

تطیب ۴

لئے اجنبی ہو تو کسی ایسے شخص کی موجودگی ضروری ہے جس کی موجودگی میں کسی ناجائز چیز کے واقع ہونے سے اطمینان ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: "ألا لا یخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان" (۱) (بانہر رہو کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت ہرگز اختیار نہ کرے کیونکہ ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے)۔

اور شافعیہ نے اس صورت میں طب سے بخوبی واقف کسی عورت کے نہ ہونے کی شرط لگائی ہے، جبکہ مریض کوئی عورت ہو، اگرچہ علاج کرنے والی عورت کافر ہی کیوں نہ ہو، اور جب مریض مرد ہو تو اس سے بخوبی واقف کسی مرد کی غیر موجودگی (کی شرط لگائی ہے)۔

اسی طرح انہوں نے اس بات کی بھی شرط لگائی ہے کہ امانت دار ڈاکٹر کی موجودگی میں غیر امانت دار، مسلمان کی موجودگی میں ذمی اور مسلم لیڈی ڈاکٹر کی موجودگی میں ذمی لیڈی ڈاکٹر نہ ہو۔

بلقیسی کہتے ہیں: عورت کے علاج میں مسلمان لیڈی (ڈاکٹر) کو مقدم رکھا جائے گا، پھر غیر مراہق مسلمان بچہ کو پھر مراہق کو، پھر غیر مراہق کافر کو پھر مراہق کافر عورت کو پھر مسلمان حرم کو، پھر کافر حرم کو پھر اجنبی مسلمان کو پھر کافر کو۔

اور ابن حجر عسقلانی نے حرم پر کافر کو مقدم کرنے پر اعتراض کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ قابل ترجیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حرم وغیرہ کو کافر عورت پر مطلقاً مقدم رکھا جائے، کیونکہ حرم جو دیکھ سکتا ہے وہ کافر نہیں دیکھ سکتی۔

اسی طرح شافعیہ نے زیادہ حاذق طبیب کو مطلقاً دوسروں پر مقدم کرنے کی صراحت کی ہے، اگرچہ وہ غیر جنس اور غیر مذہب کا ہی

(۱) حدیث: "ألا لا یخلون....." کی روایت ترمذی (۳۶۶/۳ طبع اعلیٰ) اور حاکم (۱/۱۱۳، ۱۱۵) نے کی ہے حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

ﷺ اپنی آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے تو آپ کے پاس ہر طرف سے عربوں کے وفد آتے تھے، اور مختلف چیزیں (بطور دوا) تجویز کرتے تھے، اور دوا میں دیتی تھی تو وہیں سے (طب سے واقفیت) ہو گئی، اور ایک روایت میں ہے: "أن رسول الله كثر أسقامه، فكان يقدم عليه أطباء العرب والعجم، فيصفون له فنعالجده" (۱) (نبی کریم ﷺ کی بیماریاں بڑھ گئیں تو آپ کے پاس عرب و عجم کے اطباء آتے تھے اور نسخہ تجویز کرتے تھے اور علاج ہم کرتے تھے)۔

اور رقیب کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا: علم دو ہیں: ایک دینوں کا علم اور دوسرے جسموں کا علم (۲)۔

طیب کا ستر کی طرف دیکھنا:

۴- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکیم کے لئے ستر دیکھنا اور چھونا علاج کے واسطے جائز ہے اور مرض کے محل میں اس کا دیکھنا بقدر ضرورت ہوگا، اس لئے کہ ضروریات بقدر ضرورت تک ہی محدود ہوتی ہیں، لہذا سوائے مرض کی جگہ کے بقیہ جگہوں سے جتنا ہو سکے نگاہ جھکانے کے ساتھ صرف محل حاجت کھولا جائے اور اس سے پہلے ہی کسی عورت کو تربیت دینا چاہئے جو عورتوں کا علاج کرے، اس لئے کہ جنس کا اپنی جنس کی طرف دیکھنا اخف ہوتا ہے۔

اور شافعیہ و حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ طبیب جب مریضہ کے

(۱) حدیث: "إن عروۃ کان یقول لعائشہ....." کی روایت احمد (۶۷/۶ طبع المیزان) نے کی ہے اور عسقلانی (۲۳۲/۹ طبع القدسی) میں کہتے ہیں اس حدیث کے ایک راوی عبد اللہ بن سواویہ زہیری ہیں، ابو حاتم فرماتے ہیں یہ مستقیم الحدیث ہیں اور ان میں کچھ ضعف ہے۔

(۲) الفواکیر الدوائی ۳/۳۳۹، روح اللطائفین ۲/۹۶، إتحاف اللغویین للطیب ۱/۱۹۳، المغنی لابن قدامہ ۵/۵۳۹، زاد المعاد ۳/۶۶، اور اس کے بعد کے صفحات، و تحفۃ الاحوذی ۶/۱۹۰ طبع المجلد الحدید۔

تطیب ۵-۶

وصولیابی دشوار ہے، یہی حکم اس وقت ہوگا جب مدت کے دوران ہی مریض مر جائے۔

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ ڈاکٹر پر دوادینے کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے، اور یہ مالکیہ کا بھی ایک قول ہے، اس لئے کہ اس میں فیس اور بیع کا اجتماع ہو رہا ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں دوسرا قول جواز کا ہے۔

اور علاج معالجہ کے امکان کا زمانہ گزر جانے کے باوجود اپنے آپ کو حوالہ کر دینے سے طیب اجرت کا مستحق ہوگا، پھر اگر مرض باقی رہنے کے باوجود مریض علاج سے رک جائے تو طیب اپنے آپ کو حوالہ کرنے، نیز علاج کا زمانہ گزر جانے کی مدت تک اجرت کا مستحق ہوگا، اس لئے کہ اجارہ ایک لازمی عقد ہے، اور طیب نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

رہی وہ صورت جب طیب نے اپنے آپ کو حوالہ کر دیا ہو اور علاج کے امکان کے زمانہ سے پہلے ہی مریض کو سکون ہو گیا ہو تو جمہور فقہاء (حنفی، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ) اس وقت اجارہ فسخ ہو جانے پر متفق ہیں (۱)۔

۶- طیب کا شفلیابی کی شرط لگانا جائز ہے، اور ابن قدامہ نے ابن ابی موسیٰ سے جواز نقل کیا ہے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ طیب کے شفلیابی کی شرط لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے جب ایک شخص پر دم کیا تھا تو اس سے شفلیابی کی شرط لگائی تھی، ابن قدامہ کہتے ہیں: انشاء اللہ یہی صحیح (قول) ہے، لیکن یہ عمل کا بدلہ ہوگا اجارہ نہ ہوگا، اس لئے کہ اجارہ میں مدت یا عمل

کیوں نہ ہو۔

ان حضرات نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ اگر ایسا طیب پایا جائے جو اجرت مثل سے زیادہ لئے بغیر راضی نہ ہوتا ہو تو اس وقت وہ نہ ہونے کے مثل ہوگا، یہاں تک کہ اگر اجرت مثل سے کم پر راضی ہونے والا کوئی کافر اور صرف اجرت مثل ہی پر راضی ہونے والا کوئی مسلمان پایا جائے تو احتمال یہ ہے کہ مسلمان نہ ہونے کے مثل ہوگا۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ عورت کی مخصوص شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس کی واقفیت تک خود سے اسے دیکھے بغیر نہ پہنچا جاسکتا ہو، اور اگر طیب کو عورتوں کے مریضہ کی شرمگاہ دیکھ لینے سے کفایت ہو جاتی ہو تو اس کے لئے شرمگاہ دیکھنا جائز ہوگا (۱)۔

علاج کے لئے ڈاکٹر کو اجرت پر رکھنا:

۵- علاج کے لئے ڈاکٹر کو اجرت پر رکھنے کے جواز پر فقہاء متفق ہیں، اس لئے کہ یہ ایسا کام ہے جس کی حاجت ہوتی ہے اور جس کی شرعاً اجازت ہے، لہذا اتمام مباح کاموں کی طرح اس پر اجارہ کرنا جائز ہے، البتہ شافعیہ نے اس عقد کی صحت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ ڈاکٹر اس معنی میں ماہر ہو کہ اس کی غلطی مادہ ہو، اور اس کے لئے ان کے یہاں تجربہ کافی ہے اگرچہ علم کے اعتبار سے ماہر نہ ہو۔

اور ڈاکٹر سے اجارہ مدت پر مقدر ہوگا نہ کہ شفلیابی اور کام پر، چنانچہ اگر مدت پوری ہو جائے تو طیب کو پوری اجرت ملے گی، مریض شفلیاب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اور اگر مدت پوری ہونے سے پہلے شفلیاب ہو گیا تو بقیہ مدت کا اجارہ فسخ ہو جائے گا، کیونکہ معقود علیہ کی

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ص ۵۰/۵، جامعہ الدسوقی ص ۳۰، المغا کر الدیوانی ص ۱۶۵، قلیوبی وعمیرہ ص ۳۰/۳، شرح روض الطالب ص ۱۳/۲، کشاف القناع ص ۱۳، المغنی ص ۵۳۹، ۵۳۲، ۵۳۳۔

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۶۱/۵، المغا کر الدیوانی ص ۳۶۶/۲، حواشی المشروانی، ابن القاسم علی تحفہ المحتاج ص ۲۰۲، ۲۰۳، کشاف القناع ص ۱۳۔

تطیب ے

ما واقف ہو یا اس میں ماہر نہ ہو اور کسی مریض کا علاج کرے، اور علاج کی وجہ سے اس کو ہلاک کر دے یا کوئی عیب پیدا کر دے، یا طب کے اصول جانتا ہو اور علاج میں کوتاہی کرے اور ہلاکت یا عیب سرایت کر جائے یا قوتاً اور علاج جانتا ہو اور کوتاہی بھی نہ کرے، لیکن مریض کی اجازت کے بغیر اس کا علاج کیا ہو، جیسے کہ بچہ کا ختنہ اس کے ولی کی اجازت کے بغیر یا بڑے کا ختنہ جبراً یا اس کے سونے کی حالت میں کیا ہو، یا مریض کو کوئی دوا جبراً کھلائے اور اس سے تلف یا عیب پیدا ہو جائے یا کسی بچہ کی طرف سے ہونے کے سبب غیر معتبر اجازت سے علاج کیا ہو جبکہ اجازت مثال کے طور پر ہاتھ یا بازو کاٹنے یا پچھنا لگانے یا ختنہ کرنے کی ہو، اور یہ ہلاکت یا عیب کا سبب بن گیا ہو، تو ان تمام صورتوں میں وہ اپنے علاج پر مرتب ہونے والے نقصانات کا ضمان دے گا (۱)۔

اور اگر اس کی اجازت دی گئی ہو، اجازت معتبر بھی ہو، اور وہ حاذق ہو اور اس کے ہاتھ سے جنایت نہ ہوتی ہو، اور جس میں اجازت دی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کیا ہو، اور ہلاکت سرایت کر جائے تو ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے ایک ایسا مباح فعل کیا ہے جس کی اجازت تھی (۲) اور اس لئے کہ سرایت کر جانے کی وجہ سے جو چیز تلف ہوتی ہے اگر وہ بجائے جہالت و کوتاہی کے کسی اجازت یافتہ سبب سے ہو تو ضمان نہیں ہوتا، اس بنیاد پر طبیب، جراح، پچھنا لگانے والے اور ختنہ کرنے والے پر جبکہ انہیں اجازت

معلوم کا ہونا ضروری ہے۔

اور مالکیہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ ”اشرح الصغیر“ میں ہے: اگر کسی طبیب نے اس سے شفا یابی کی شرط لگائی ہو تو شفا یابی کے حصول کے بغیر وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوگا، اور اس کی تفصیل ”اجارہ“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے (۱)۔

اور اگر طبیب کے معالجہ سے پہلے ہی تکلیف ختم ہو جائے اور مریض شفا یاب ہو جائے تو یہ ایسا عذر ہوگا جس سے اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

ابن عابدین کہتے ہیں: جب اس داڑھ میں آرام ہو جائے جس کو اکھاڑنے کے لئے طبیب سے اجارہ کیا گیا تھا، تو یہ ایسا عذر ہے جس سے اجارہ فسخ ہو جائے گا، اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، حتیٰ کہ ان لوگوں نے بھی جو عذر کو موجب فسخ نہیں تسلیم کرتے، چنانچہ شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ جو کسی آدمی سے اجارہ کرے کہ وہ اس کی داڑھ نکال دے، پھر تکلیف میں کمی ہو جائے یا یہ کہ (اسے اجارہ پر رکھا تا کہ) اس کی آنکھ میں سرمہ لگا دے، پھر کام انجام دینے سے پہلے ہی آنکھ ٹھیک ہو جائے تو جس چیز پر عقد کیا گیا ہے اسے وصول کرنے کی دشواری کی وجہ سے عقد فسخ ہو جائے گا (۲)۔

طبیب کا تلف کردہ چیز کا ضامن ہونا:

ے۔ طبیب کو ضامن بنایا جائے گا بشرطیکہ وہ طب کے اصول سے

= الإمام الشافعی ۱/۳۰۶، المغنی لابن قدامة ۵/۵۳۹، ۵۳۱، ۵۳۳، اور الموسوعة الفقہیہ ۱/۳۰۰، ۳۰۱ بھی دیکھی جائے۔
(۱) جوہر للإطیل ۲/۲۹۶، اشرح المکیر ۳/۳۵۵، اسنی الطالاب ۲/۲۲۷
المکتبۃ الاسلامیہ، المغنی لابن قدامة ۵/۵۳۸، طبع ریاض المدینہ۔
(۲) منار السبیل فی شرح الدبیل ۱/۳۲۲، طبع المکتبۃ الاسلامیہ، نیل امّ رب بشرح دبیل الطالاب ۲/۱۶۳، طبع القلاح۔

(۱) الموسوعة الفقہیہ بالکویت ۱/۲۹۹۔
(۲) ابن عابدین ۵/۳۳، ۵۰، الاقویا شرح المختار ۵/۲۲، ۲۲۷، طبع مصنفی
المکتبۃ الاسلامیہ ۱۳۳۵ھ، ۱۹۳۶ء، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۹۹، اشرح الصغیر ۳/۳۷،
اشرح کبیر ۳/۳۶۱، جوہر للإطیل ۲/۱۵۳، منهاج الطالبین، حاشیہ قلیوبی
۳/۵۰، ۵۸، اسنی الطالاب ۲/۳۱۳، المکتبۃ الاسلامیہ، امّ رب فی نقد

تطیب ۷

دی گئی ہو اور وہ کوئی نہ کریں، اور محل معتاد سے تجاوز نہ کریں، ضمان نہیں ہوگا، ورنہ ضمان لازم ہو جائے گا (۱)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: پچھناگانے والا، ختنہ کرنے والا اور حکیم جب وہ کام کریں جس کا نہیں حکم دیا گیا ہو تو دوشرطوں کے ساتھ ضامن نہیں ہوں گے:

ایک یہ کہ اپنے پیشہ میں مہارت والے ہوں، چنانچہ جب وہ اس طرح نہ ہوں تو یہ فعل حرام ہوگا اور سرایت کے ضامن ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ جس کو کاٹنا چاہئے اس سے تجاوز نہ کریں، چنانچہ اگر وہ ماہر ہو اور تجاوز کر جائے یا محل قطع کے علاوہ میں یا ایسے وقت میں کاٹ ڈالے جس میں کاٹنا اچھا نہیں ہوتا، یا اس طرح کی کوئی اور چیز ہو تو اس میں کل کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ یہ ایسا اتلاف ہے جس کا ضمان عمد اور خطا سے نہیں بدلتا ہے، لہذا یہ اتلاف مال سے مشابہ ہو گیا۔

اور قصاص میں کاٹنے والے اور چور کا ہاتھ کاٹنے والے کے بارے میں بھی یہی حکم ہوگا، پھر کہا: ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے (۲)۔

دسوقی کہتے ہیں: جب ختنہ کرنے والا کسی بچہ کا ختنہ کرے یا طبیب کسی مریض کو دوپلائے یا اس کا کوئی عضو کاٹے، یا اس کو دانغے اور وہ اس سے مر جائے تو دونوں میں سے کسی پر بھی ضمان نہیں ہوگا، نہ اس کے مال میں، نہ اس کے عاقلہ پر، اس لئے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جس میں خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے، تو کوئی صاحب مرض کو جو

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۳، الاختیار شرح المختار ۲۲۶/۱، طبع مصنفی لکھنؤ ۱۹۳۶ء، التاج، لاکھیل بہاش سواہب الجلیل ۶/۳۲۰، المشرح الصغیر ۳۵۰۵، نہایۃ المحتاج ۷/۲۹۱، قلیوبی و عمیرہ ۳/۱۱۰، المغنی مع المشرح الکبیر، ۶/۱۲۰۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۵/۵۳۸، طبع ریاض الحدیث، الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۲۸، "اتلاف" ۲۹۹/۱، ۳۰۰، "اجارہ"۔

کچھ لاحق ہوا ہے اسی نے اس کے لئے اپنے کو پیش کیا تھا، اور یہ اس وقت ہے جب ختنہ کرنے والا یا طبیب واقفیت رکھنے والوں میں سے ہو اور اپنے فعل میں غلطی نہ کرے، اور اگر اپنے فعل میں غلطی کر جائے اور وہ واقفیت رکھنے والوں میں سے ہو تو دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر واقفیت رکھنے والوں میں نہ ہو تو اسے سزا دی جائے گی۔

اور دیت کے اس کے عاقلہ پر یا خود اس کے مال میں ہونے کے سلسلہ میں دو اقوال ہیں:

پہلا ابن القاسم کا اور دوسرا امام مالک کا، اور راجح یہی ہے، اس لئے کہ اس کا فعل عمداً ہے اور عاقلہ عمد کو نہیں برداشت کرتے (۱)۔

اور "الغنیہ" میں ہے کہ محمد بن محمد بن الدین سے ایسی بچی کے بارے میں پوچھا گیا جو چھت سے گر پڑی تھی اور اس کا سر کھل گیا تھا تو بہت سے جراحوں نے کہا کہ اگر تم نے اس کا سر چاک کیا تو وہ مر جائے گی، اور ان میں سے ایک نے کہا: اگر تم نے آج ہی سر چاک نہیں کیا تو وہ مر جائے گی، اور میں چاک کروں گا اور اسے اچھا کر دوں گا، چنانچہ اس نے چاک کیا، اور وہ بچی ایک یا دو دن بعد مر گئی، کیا وہ ضامن ہوگا؟ تو انہوں نے تھوڑی دیر غور کیا پھر کہا: نہیں، بشرطیکہ اجازت سے چاک کیا ہو، اور پھاڑنا معتاد (جگہ پر) ہو اور بہت زیادہ غیر معمولی نہ ہو، پوچھا گیا: اور اگر یہ کہا ہو کہ اگر وہ مر گئی تو میں ضامن ہوں گا تو کیا ضامن ہوگا؟ تو تھوڑی دیر غور کیا، پھر فرمایا: نہیں، اور ضمان کی شرط لگانے کا اعتبار نہیں کیا، اس لئے کہ مفتی بقول کے مطابق امین پر ضمان کی شرط لگانا باطل ہے (۲)۔

اور "مختصر الطحاوی" میں ہے کہ جس کو کسی غلام کے پچھناگانے یا کسی چوپایہ کی جراحت کرنے کے لئے اجارہ پر رکھا جائے اور وہ یہ

(۱) حاشیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۳/۲۸۔

(۲) ابن ماجہ ۵/۳۶۳۔

تطیب ے

عمل کرے، پھر دونوں اس کے عمل سے مرجائیں تو اس پر ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ اصل عمل کی اجازت حاصل تھی، لہذا اس سے جو چیز ظاہر ہو وہ اس کے ذمہ قابل ضمان نہیں ہوگی، سوائے اس صورت کے جب اس نے تعدی کی ہو تو اس وقت وہ ضامن ہوگا، اسی طرح جب اس کے ہاتھ میں خارش ہو اور وہ اپنا ہاتھ کاٹنے کے لئے کسی شخص سے اجارہ کرے اور مرجائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا (۱)۔

اور جس کو کسی مریض کی داڑھ کو اکھاڑنے کے لئے اجارہ پر رکھا گیا ہو اور وہ غلطی کر جائے، اور جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا تھا اس کے علاوہ کسی اور کو اکھاڑ ڈالے تو اس کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کی جنایت میں سے ہے (۲)۔

اور طبیب اگر غلطی کر جائے، اس طرح کہ مریض کو ایسی دوا پلا دے جو اس کے مرض کے موافق نہ ہو، یا ختنہ کرنے والے یا کاٹنے والے کا ہاتھ پھسل جائے اور کاٹنے میں تجاوز کر جائے، تو اگر وہ واقفیت رکھنے والوں میں سے ہو اور اس نے اپنے کو (طبیب ظاہر کر کے) دھوکہ دہی نہ کی ہو تو یہ خطا ہے (یعنی اس کے عاقلہ برداشت کریں گے) الا یہ کہ تہائی سے کم ہو تو اس کے مال سے (ضمان) ہوگا، اور اگر وہ ماہر نہ ہو یا خود کو طبیب ظاہر کر کے دھوکہ دہی کی ہو تو اسے سزا دی جائے گی (۳)، اور جو شخص ختنہ کرنے والے کو کسی بچہ کے ختنہ کرنے کا حکم دے، چنانچہ ختنہ کرنے والا ختنہ کرے اور بچہ کی سپاری کاٹ ڈالے اور بچہ اس سے مرجائے تو ختنہ کرنے والے کے عاقلہ پر نصف دیت ہوگی، اس لئے کہ موت دو انحال سے واقع ہوئی ہے: ان میں سے ایک کی اجازت تھی یعنی قلفہ کاٹنا، اور دوسرے کی اجازت نہیں تھی یعنی سپاری کاٹنا، لہذا نصف ضمان ہوگا۔

(۱) مختصر الطحاوی، ۱۲۹۔

(۲) المغنی لابن قدامہ، ۵/۵۳۳ طبع ریاض المدینہ، منہاج الطالبین، ۳/۷۰۔

(۳) جوہر للإطیل، ۲/۱۹۱۔

(۱) ابن ماجہ، ۵/۳۰۰۔



تطبيق ۱-۲

بازو میں نماز پر تھی، اور ہتھیلیوں کے درمیان تطبیق کی، اور دونوں کو رانوں کے درمیان رکھا تو میرے لبا نے مجھے منع کیا اور کہا: ہم اس طرح کرتے تھے، پھر اس سے ہمیں روک دیا گیا، اور ہمیں حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں (۱)۔

یہ بات مشہور ہے کہ صحابی کے قول ”ہم کرتے تھے“، ”ہمیں حکم دیا گیا“ اور ”ہمیں روکا گیا“ کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ مرفوع ہے (۲)۔

ان حضرات نے حضرت انسؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے: ”إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك وفرج بين أصابعك“ (۳) (جب تم رکوع کرو تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کو کشادہ کر لو)۔

صحیح مسلم کی شرح میں نووی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے دونوں شاگرد عاتقہ اور اسود اس طرف گئے ہیں کہ سنت تطبیق ہے، چنانچہ مسلم نے حضرت عاتقہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ دونوں حضرت عبداللہ کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: کیا تمہارے مقتدیوں نے نماز پڑھ لی، دونوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ دونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے، اور دونوں میں سے ایک کو اپنی

(۱) حضرت مصعب کی حدیث: ”صلبت إلى جنب أبي فطقت بين كهي.....“ کی روایت بخاری (فتح ۲/۲۷۳ طبع المستقیم) اور مسلم (۱/۳۸۰ طبع المجلد) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) البزازیہ ۲/۱۷۸، ۱۷۹ طبع دار الفکر، المجموع ۳/۱۱۳، کشاف القناع ۱/۳۶۶، طبع مکتبۃ المدینہ، انصاری ۱/۱۶۳، کافي لابن عبدالمبر ۱/۲۰۳، مجمع کردہ مکتبۃ ریاض، عمدة القاری ۶/۶۳، طبع المصیر، صحیح مسلم بشرح النووی ۵/۱۵، طبع المصیر، انصاری ۲/۲۲۳، طبع المصیر، نیل الاوطار ۲/۲۲۳، طبع المصیر۔

(۳) حدیث: ”إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك.....“ کی روایت ابن عدی نے ”الکامل“ میں حضرت انسؓ سے کی ہے (الکافی ۶/۲۰۸، طبع دار الفکر) اور اس کے راوی یعنی کثیر بن عبداللہ التاجی راوی کی وجہ سے اسے معلل قرار دیا ہے۔

تطبيق

تعريف:

۱- لغت میں تطبیق ”طبق“ کا مصدر ہے، اس کے معانی میں سے: مساوات (برابری کرنا)، عام کرنا اور پردہ ڈالنا بھی ہیں، اور تطبیق کی اصل: وہ شئی ہے جو دوسری شئی کے بالکل برابر ہو اور اس شئی کے تمام اطراف کو پردہ کے انداز میں ڈھانپنے ہوئے ہو، اور کہا جاتا ہے: ”طبق السحاب الجو“ (جب بادل نضا میں چھا جائے)، اور ”طبق الماء وجه الارض“ (جب پانی زمین کی سطح کو ڈھانپ لے) اور ”طبق الغيم“ (جب بادل عام بارش برسائے) (۱)۔

اور فقہی اصطلاح میں تطبیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی ایک ہتھیلی کے اندرون کو دوسری ہتھیلی کے اندرون پر رکھے، اور دونوں کو گھٹنوں اور رانوں کے درمیان کر لے (۲)۔

اجمالی حکم:

۲- جمہور فقہاء رکوع کی حالت میں تطبیق کی کراہت کی رائے رکھتے ہیں، ان حضرات کی حجت وہ حدیث ہے جو حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے لبا کے

(۱) أساس البلاغ للرشدي، القاموس المحیط، الصحاح، المصباح للمصير، مادة: ”طبق“۔

(۲) المبدع فی شرح المصباح ۱/۳۶۶، طبع المکتب الاسلامی، المجموع اللغوی ۳/۲۰۷، طبع المصیر، نیل الاوطار ۲/۲۲۳، طبع المصیر۔

تطفل ۱-۲

دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم نے رکوع کیا اور اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے تو ہمارے ہاتھوں پر ضرب لگائی، پھر اپنے ہاتھوں کے درمیان تطبیق کی، پھر دونوں کو اپنی رانوں کے درمیان کر لیا، پھر جب نماز پڑھ لی تو کہا: ”ہكذا فعل رسول الله ﷺ“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا)۔

تطفل

یعنی کہتے ہیں: حضرت ابراہیم نخعی اور ابو عبیدہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور نووی نے ان حضرات کے فعل کی علت یہ بتائی ہے کہ ان حضرات کو نسخ یعنی حضرت مصعب بن سعد کی مذکورہ حدیث نہیں پہنچی (۲)۔

تعریف:

۱- تطفل لغت میں ”تطفل“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”هو متطفل في الأعراس والولائم“ یعنی وہ شادیوں اور ولیموں میں طفیلی بن کر جاتا ہے، اصمعی کہتے ہیں: طفیلی: وہ ہے جو بلائے بغیر قوم میں داخل ہو جائے (۱)۔

فقہاء کا اس لفظ کا استعمال اس معنی سے باہر نہیں ہے۔ چنانچہ ”نہایۃ المحتاج“ میں اس کی تعریف یہ کی ہے: وہ کسی شخص کا کھانے کے لئے دوسرے کی اجازت یا معتبر قرینہ یا رضامندی کے علم کے بغیر اس کے گھر میں داخل ہونا ہے (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- ضیف (مہمان):

۲- ضیف لغت میں: ملاقاتی مہمان کو کہتے ہیں، اور اس کی اصل یہ ہے کہ وہ ضاف کا مصدر ہے، اسی لئے اس کا اطلاق واحد اور غیر واحد پر ہوتا ہے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ“ (۳) (لوط نے کہا: یہ لوگ میرے مہمان



(۱) الحمصاح لمیر بلسان العرب، تاج العروس، محیط المحيط، متن المد، مختار الصحاح مادة ”طفل“۔
(۲) نہایۃ المحتاج ۶/۳۷۷۔
(۳) سورة الحجر ۶۸۔

(۱) حضرت عائشہ اور حضرت اسود وغیرہ کی حدیث فقال: ”أصلي من خلفكم؟.....“ کی روایت مسلم (۱/۳۷۹، ۳۸۰ طبع الحلبي) نے کی ہے۔
(۲) صحیح مسلم بشرح النووي ۵/۱۵-۱۷، عمدة القاری ۶/۶۳، المجموع ۳/۱۱، البتایہ ۲/۱۷۸۔

تطفل ۳-۴

ہیں سو مجھے عام لوگوں میں فضیحت مت کرو)، اور مطابقت بھی جائز ہے تو کہا جائے گا: ”ہذان ضیفان“ (یہ دونوں مہمان ہیں)۔

جہاں تک ”ضیفن“ کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے جو مہمان کے ساتھ طفیلی بن کر آتا ہے، اس طرح ضیفن طفیلی کے مقابلہ میں خاص ہے، اور دعوت کے بغیر لوگوں کے پینے پلانے میں شامل ہونے والے پر ”وانفل“ کا اطلاق کیا جاتا ہے (۱)۔

فقہاء کی اصطلاح میں: ضیف وہ شخص ہے جو دوسرے کی دعوت پر خواہ عمومی ہی کیوں نہ ہو یا اس کی رضامندی معلوم ہونے پر کھانے میں شریک ہو۔ اور ضیف کی ضد طفیلی ہے (۲)۔

ب۔ فضولی:

۳۔ فضولی: فضل کی جمع فضول سے ماخوذ ہے، اور کبھی کبھی جمع کا استعمال اس چیز کے معنی میں جس میں کوئی بھلائی نہ ہو، مفرد کے طور پر ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمع کے الفاظ ہی میں جمع کی طرف نسبت کی گئی، اور جولا یعنی کام میں مشغول ہوا سے فضولی کہا گیا ہے۔

اور اصطلاح میں: بغیر اجازت اور ولایت کے دوسرے کی طرف سے تصرف کرنے کا نام ہے، اور زیادہ تر یہ عقود میں ہوتا ہے، جہاں تک تطفل (طفیلی بننے) کا تعلق ہے تو وہ زیادہ تر مادیات میں ہوتا ہے، اور کبھی کبھی معنویات میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

طفیلی بننے کا شرعی حکم:

۴۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے، اور حنفیہ کے قول سے بھی یہی متبادر ہے کہ بغیر دعوت اور بغیر رضامندی جانے دوسرے

کے کھانے میں شرکت کرنا حرام ہے بلکہ بار بار ایسا کرے تو اس سے فاسق ہو جائے گا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ، ومن دخل علی غیر دعوة دخل سارقا وخرج مغیرا“ (۱) (جس کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہیں کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو دعوت کے بغیر داخل ہوا وہ چور کی حیثیت سے داخل ہوا اور ڈاکو کی حیثیت سے نکلا)، تو کو یا جس کھانے کی دعوت نہ دی گئی ہو اس میں اس کے داخلہ کو اس چور کے داخل ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے جو مالک کے ارادہ کے بغیر داخل ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ داخل ہونے والوں میں چھپ کر آیا، اور کھانے کے بعد اس کے نکلنے کو اس شخص کے نکلنے سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی قوم پر لوٹ مار چائے اور ظاہر ہو کر نکلے، اس لئے کہ روک دینے جانے کے خوف سے وہ چھپ کر داخل ہوا اور نکلنے کے بعد وہ اپنی حاجت پوری کر چکا ہے، لہذا اس کو چھپنے کی ضرورت باقی نہیں بچی ہے (۲)۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ طفیلی بننے میں سے یہ بھی ہے کہ کسی عالم یا پیر کی دعوت کی جائے اور اس کی جماعت دعوت دینے والے کی اجازت یا رضامندی کے علم کے بغیر اس میں شریک ہو جائے، اور بعض فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ جب مدعو کا یہ حال معروف ہو کہ جب بھی وہ آئے گا اس کے ساتھ لگے رہنے والوں میں سے کوئی ضرور آئے گا، تو اس کو اجازت ہی کی طرح سمجھا جائے گا اور

(۱) حدیث: ”من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ.....“ کی روایت ابوداؤد (۱۴۵/۳) تحقیق عزت عبید دماس نے کی ہے اور اس کے ایک روایت کی جہالت کی وجہ سے ابوداؤد نے اس کو حائل قرار دیا ہے۔

(۲) قلیوبی و عمیرہ ۳/۲۸۸، نہایۃ المحتاج ۶/۳۶۹، الخرشنی ۳/۱۳۹، ۱۳۰، نیل الوطار للشوکانی ۳/۱۷۵، ۱۸۰، طبع المطبعة المصنوعہ المصریہ ۱۳۵۷ھ۔

(۱) محیط الحیط، امصباح الحمیر۔

(۲) محیط الحیط، امصباح الحمیر، قلیوبی و عمیرہ ۳/۳۹۸۔

تطفل، تطفیف ۱-۳

تفصیل ”دعوت“ کی اصطلاح میں ہے (۱)۔

تطفیلی کی گواہی:

۵- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طفیلی کی شہادت اگر وہ بار بار طفیلی بنتا ہو، حدیث مذکور کی وجہ سے روکروئی جائے گی اور اس لئے بھی کہ وہ حرام کھا رہا ہے اور ایسا کام کر رہا ہے جس میں سفاہت، دناعت اور شرافت کا زوال ہے۔

ابن صباغ کہتے ہیں: اس کے بار بار کرنے کی شرط اس لئے ہے کہ ہو سکتا ہے کبھی اس کو شبہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ کھانے کا مالک اس کو روک دے اور جب یہ بار بار ہو تو گھٹیا پن اور بے غیرتی بن جائے گا (۲)۔

تطفیف

تعریف:

۱- لغت میں تطفیف ناپ تول میں کمی کرنے کو کہتے ہیں، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے: ”وَيَلِّ لِّلْمُطَفِّفِينَ“ (۱) (بڑی خرابی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی)۔
لہذا تطفیف وہ کمی ہے جس کے ذریعہ کرنے والا ناپ یا تول میں خیانت کرتا ہے (۲)۔

اور فقہاء کا اس کا استعمال کرنا لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

توفیہ:

۲- ”توفیة الشيء“ کسی چیز کا پورا پورا دے دینا ہے (۳)۔
لہذا تطفیف توفیہ کی ضد ہے (۴)۔

اجمالی حکم:

۳- تطفیف ممنوع ہے، اور بے غیرتی کے ساتھ ساتھ وہ خیانت اور ناجائز طور پر مال ہڑپنے کی ایک قسم ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے



(۱) سورہ المطففین ۱۔
(۲) لسان العرب، تاج العروس، الصحاح مادۃ ”طفف“۔
(۳) المفردات للراغب واصفہانی، الصحاح مادۃ ”وفی“۔
(۴) احکام القرآن لابن العربی ۳/ ۱۸۹۵ طبع عیسیٰ الحلی۔

(۱) الدسوقی ۳/ ۳۳۸، کشاف القناع ۵/ ۱۸۰، حاشیہ القلیوبی ۳/ ۲۹۸۔
(۲) جوہر لؤلؤہ ۱/ ۳۲۶، ابن ماجہ ۳/ ۳۸۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳/ ۶۹۳،
الترغیب ۳/ ۳۳۳، الخرش ۳/ ۹۳، ۱۷۳، ۱۷۴، روضۃ الطالبین ۱۱/ ۲۳۲،
المعنی ۹/ ۱۸۱۔

تطفیف ۴

ناپ تول کے معاملہ کو اہمیت دی ہے اور کئی آیات میں دونوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ نے فرمایا: ”أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ، وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ، وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ“ (۱) (تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہچاننے والے نہ ہو اور صحیح ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں نہ کیا کرو اور ملک میں فساد مت مچایا کرو)، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ“ (۲) (اور جب ناپ تو پوری پوری رکھا کرو اور وزن بھی صحیح ترازو سے کیا کرو) اسی طرح اللہ نے کم ناپ تول کرنے والے کو ویل (خرابی بربادی) کی وعید سنائی، اور قیامت کے دن کے عذاب سے خوف دلایا، اور فرمایا: ”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ، الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ، وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ يُخْسِرُونَ، أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ، يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ“ (۳) (بڑی خرابی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں پورا ہی لے لیں اور جب ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹادیں، کیا انہیں اس کا یقین نہیں کہ وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ایک بڑے سخت دن میں، جس دن کہ (تمام) لوگ پروردگار کے روبرو کھڑے ہوں گے)۔

اللہ علیہم عدوہم، وما حکموا بغير ما أنزل اللہ إلا فشا فیہم الفقر، وما ظہرت فیہم الفاحشة إلا فشا فیہم الموت، ولا طففوا الکیل إلا منعوا النبات وأخلموا بالسنین، ولا منعوا الزکاة إلا حبس عنہم المطر“ (۱) (پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں ہوتی ہیں، کہا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! پانچ کے بدلہ پانچ چیزیں کون سی ہیں، فرمایا: جب بھی کوئی قوم معاہدہ توڑے اللہ ان پر ان کے دشمن کو غالب کر دے گا، اور جب اللہ کے نازل کردہ حکم کے علاوہ سے فیصلہ کریں گے ان میں فقر پھیل جائے گا، اور جب بھی ان میں فحش (برائی و بے حیائی) پھیلے گی ان میں موت پھیل جائے گی، اور جب بھی ناپنے میں کمی کریں گے پیداوار روک دی جائے گی، اور قحط سے دوچار ہوں گے، اور جب بھی زکاۃ روکیں گے بارش روک دی جائے گی)۔

نافع کہتے ہیں: ابن عمرؓ بائع کے پاس سے گزرتے تھے اور اس سے کہتے تھے: اللہ سے ڈرو! ناپ تول پورا پورا کرو، اس لئے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والے قیامت کے دن کھڑے کر دیئے جائیں گے یہاں تک کہ پسینہ انہیں لگام لگانے لگے گا۔ اور ابن حجر نے علماء کی صراحت نقل کی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس کو راجح قرار دیا ہے (۲)۔

ناپ تول میں کمی پر روک لگانا اور اس کی تدابیر:

۴- احتساب کرنے والے کے ذمہ ناپ تول، پیمانوں، ترازوؤں اور

(۱) حدیث: ”خمیس بخمس“ کی روایت طبرانی نے ”الکبیر“ ۱۱/۳۵ طبع الوطن العربی میں کی ہے منذری کہتے ہیں اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے اور اس کی سند حسن کے درجہ کے قریب ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں، (الترغیب والترہیب ۱/۵۳۳ طبع مصنفی الجلی)۔

(۲) التفسیر الکبیر للرازی ۱/۵۸۸، ۵۸۹، تفسیر الخازن ۳/۵۹۳ طبع دار المعرفۃ الفتوحات الالہیہ ۳/۵۰۲ طبع مطبعہ جازریہ ورواجہ لابن حجر العسقلانی ۱/۹۲۔

اور حدیث میں ہے: ”خمیس بخمس، قیل یا رسول اللہ وما خمس بخمس؟ قال: ما نقض قوم العهد إلا سلط

(۱) سورہ شعراء ۱۸۲، ۱۸۳۔

(۲) سورہ اسراء ۳۵۔

(۳) سورہ مطفقین ۱/۶۱ اور دیکھئے الرواجہ ۱/۲۰۰ طبع مطبعہ الازہریہ الکبیرہ للذہبی ۱/۱۶۲ طبع مؤسسۃ علوم القرآن، احیاء فی الإسلام لابن تیمیہ ۱/۱۳۳ طبع کردہ المکتبۃ العلمیہ، تفسیر القرطبی ۱/۲۳۸۔

تطہر، تطہیر

باٹوں میں کمی کرنے پر روک لگانا بھی ہے، چنانچہ اس کو چاہئے کہ ماپ تول کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور خوف دلائے، اور نقص و کمی کرنے سے روکے، اور ان میں سے جب بھی کسی سے خیانت ظاہر ہو اس کی اس پر تعزیر اور تشہیر کرے تاکہ اس کی وجہ سے دوسرے بازر ہیں (۱)۔

تطہر

دیکھئے: ”طہارت“۔

اور جب ماپ تول میں جھگڑا واقع ہو تو محتسب (انسپکٹر) کے لئے اس میں غور کرنا اس شرط پر جائز ہوگا کہ جھگڑنے کے ساتھ اس میں تجا حد اور ایک دوسرے کا انکار نہ ہو، اور اگر معاملہ ایک دوسرے کا انکار کرنے اور جھٹلانے تک پہنچ جائے تو جانچ کے حکام کے مقابلہ میں اس پر غور کرنے کا زیادہ حق تاضیوں کو ہوگا، اس لئے کہ فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار وہی ہیں، اور اس میں تادیب انسپکٹر کے ذمہ ہوگی۔

تطہیر

دیکھئے: ”طہارت“۔

اور اگر حاکم ہی اس کی ذمہ داری سنبھال لے تو اس کے فیصلہ سے مربوط ہونے کے سبب (یہ بھی) جائز ہوگا (۲)۔

اور فقہاء نے ان تدبیروں پر تفصیل سے کلام کیا ہے جو ماپ تول میں تطہیف اور کمی روکنے کے لئے اختیار کی جائیں گی، مثلاً محتسب کا مالکوں کی غفلت کے وقت باٹ کے بھٹوں وغیرہ کی تفتیش کرنا، اور پیمانوں نیز جس چیز کے ذریعہ پیمانہ میں کمی کرتے ہیں اس کی نگہداشت اور اس پر بار بار نظر کرتے رہنا وغیرہ (۳)، لہذا اس کے لئے ”حسبہ“ کی کتابوں میں ان کے محل نیز ”حسبہ“ اور ”غش“ کی اصطلاحات کی طرف رجوع کریں۔



(۱) الأحكام السلطانية لأبي يعقوب بن علي بن أبي طالب، طبع دار الكتب العلمية، الأحكام السلطانية للماوردي، ص ۲۲۰، طبع مطبعة السعادة، معالم القرب في أحكام الحسب، ص ۸۶، طبع دار الفنون، كيمبرج، والحسب، في الإسلام لابن تيمية، ص ۱۳۔

(۲) الأحكام السلطانية لأبي يعقوب بن علي بن أبي طالب، ص ۳۰۰، للماوردي، ص ۲۲۰۔

(۳) غاية الرتبة في طلب الحسب، ص ۱۸، ۲۰، طبع دار الثقافة، معالم القرب في أحكام الحسب، ص ۸۶، ۸۳، طبع دار الفنون، كيمبرج۔

تطوع

ہے، اور یہی غیر حنفیہ اہل اصول کی رائے ہے، اور یہی فقہاء مالکیہ کی عبارات سے سمجھ میں آتا ہے (۱)۔

اور اس معنی میں تطوع کا اطلاق: سنت، مندوب، مستحب، نفل، اور ایسا فعل جس کی ترغیب دی گئی ہو، قربت، احسان، اور حسن پر ہوتا ہے، چنانچہ یہ مترادف الفاظ ہیں۔

دوم: یہ کہ تطوع وہ ہے جو فرأض، واجبات اور سنن کے علاوہ ہو، یہ حنفی اصولیین کا نقطہ نظر ہے، چنانچہ ”کشف الاسرار“ میں ہے: سنت فرضیت اور وجوب کے بغیر دین میں اختیار کیا جانے والا طریقہ ہے، رہی تعریف نفل کی جس کو مندوب، مستحب اور تطوع بھی کہا جاتا ہے، تو کہا جاتا ہے کہ یہ وہ ہے کہ شریعت میں جس کا کرنا ترک کرنے سے بہتر ہو (۲)۔

سوم: تطوع: وہ ہے جس کے سلسلہ میں کوئی مخصوص نفل وارد نہ ہو بلکہ آدمی اسے ابتداء شروع کرے، یہ بعض مالکیہ اور شافعیہ میں سے قاضی حسین وغیرہ کا نقطہ نظر ہے (۳)۔

تطوع اور اس کے مترادفات کے معنی میں یہی نقطہ ہائے نظر ہیں، البتہ غیر حنفیہ اہل اصول نے جو کچھ ذکر کیا ہے اور فقہاء (اس میں حنفیہ بھی شامل ہیں) نے جو کچھ اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اس کا جائزہ لینے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ تطوع کا اطلاق کر کے فرأض اور واجبات کے علاوہ کے لئے توسع کرتے ہیں، اور اس طرح تطوع،

(۱) اشعار اللجر جانی، البزازی فی شرح الہدایہ ۲/ ۵۲۷، کشف القناع ۱/ ۱۱۱، المجموع شرح المہذب ۲/ ۲۴، الکافی لابن عبدالمبر ۱/ ۲۵۵، لوطاب ۲/ ۷۵، جمع الجوامع ۱/ ۸۹، شرح الکوکب المہمیر ۱/ ۲۶، نہلیہ المحتاج ۲/ ۱۰۰، لوطاب ۱/ ۶۱۔

(۲) کشف الاسرار ۲/ ۳۰۲، شرح کردہ دارالکتب العربی، کشف اصطلاحات الفنون مادۃ ”تطوع“، ”نفل“۔

(۳) المواقیہ پامش لوطاب ۲/ ۶۶، نہلیہ المحتاج ۲/ ۱۰۱، ۱۰۰، جمع الجوامع ۱/ ۹۰۔

تطوع

تعریف:

۱- تطوع: تبرع کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”تطوع بالشیء“: چیز تبرعاً دی۔

راغب کہتے ہیں: تطوع اصل میں: اطاعت میں تکلف کرنے کو کہتے ہیں، اور عرف میں: ایسی چیز کو رضا کارانہ طور پر کرنے کو کہتے ہیں جو لازم نہ ہو، جیسے کوئی چیز نفل طور پر کرنا (۱)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ“ (۲) (اور جو کوئی خوشی خوشی نیکی کرے اس کے حق میں بہتر ہے)۔

اور فقہاء نے جب تطوع کی تعریف کرنے کا ارادہ کیا تو مصدر کی تعریف سے ہٹ کر ایسی چیز کی تعریف کی جو حاصل مصدر ہے، چنانچہ انہوں نے اصطلاح میں اس کے تین معانی ذکر کئے:

اول: یہ کہ یہ اس چیز کا نام ہے جس کو فرأض اور واجبات پر اضافہ کر کے مشروع قرار دیا گیا ہے یا جو غیر واجب اطاعت کے ساتھ مخصوص ہے، یا یہ ایسا فعل ہے جس کا تاکید کے ساتھ مطالبہ نہ کیا گیا ہو، اور یہ سب متقارب معنی ہیں، یہ تو وہ ہے جس کا ذکر بعض فقہاء حنفیہ نے کیا ہے، اور یہی حنا بلہ کا مسلک اور شافعیہ کا قول مشہور

(۱) لسان العرب، المصباح المہمیر، المصباح اللہمیری، المصباح المصنف فی شرح غریب المہذب ۱/ ۸۹، المفردات للراغب الاصفہانی۔

(۲) سورہ بقرہ ۱۸۳۔

تطوع ۲

سنت، نفل، مندوب، مستحب اور مرغب فیہ مترادف الفاظ ہو جاتے ہیں، اسی لئے نسکی کہتے ہیں کہ اختلاف لفظی ہے (۱)۔

زیادہ سے زیادہ بات یہ ہے کہ تطوع کے دائرہ میں داخل ہونے والی بعض چیزیں مرتبہ میں بعض دوسری چیزوں سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں، تو اس کا اعلیٰ درجہ سنت مؤکدہ ہے جیسے جمہور کے نزدیک عیدین اور وتر اور حنفیہ کے نزدیک فجر کی دو رکعات، اس کے بعد مندوب یا مستحب کا درجہ ہے جیسے تحیۃ المسجد، اور اس کے بعد وہ ہے جس کو انسان ابتداء کرتا ہے، لیکن یہ سب تطوع کہلائیں گی (۲) اور اس کی اصل یہ ہے کہ ایک شخص سے جس نے نماز، روزہ اور زکاۃ کے فرائض کی جانکاری کرادیئے جانے کے بعد یہ سوال کیا تھا کہ میرے اوپر اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا، إلا أن تطوع" (۳) (نہیں! الا یہ کہ تم بطور تطوع کرو)۔

تطوع کی قسمیں:

۲- تطوع میں سے بعض وہ ہیں جن کی عبادات میں نظیر ہوتی ہے جیسے نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور جہاد، اور اصل یہی ہے، اور تطوع کا لفظ ذکر کرتے وقت متبادر معنی یہی ہوتے ہیں۔

اور عبادات میں تطوع کئی اعتبار سے اپنی جنس میں مختلف ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ رتبہ کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں کچھ وہ ہیں جو مؤکد ہوتے ہیں، جیسے فرائض کے ساتھ

(۱) البدایع ۱/ ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۸، الکافی لابن عبدالمبر ۱/ ۲۵۵، الخطاب ۲/ ۷۵۔

(۲) جمع الجوامع ۱/ ۹۰، الکوکب لمیر ۱/ ۱۲۶، (صدا دھول ۶، نہایۃ المحتاج، ۱۰۱/ ۱۰۱ شرح منشی لارادات ۱/ ۲۲۲، الکافی لابن عبدالمبر ۱/ ۲۵۵۔

(۳) حدیث: "لا، إلا أن تطوع" کی روایت بخاری (فتح ۱۰۶/ ۱۰۶ طبع استغیث) اور مسلم (۲۱/ ۲۱ طبع الحلبي) نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے کی ہے۔

والی (سنن) رواتب، اور اس میں کچھ وہ ہیں جو ان سے کم درجہ کے ہوتے ہیں، جیسے تحیۃ المسجد، اور اس میں کچھ وہ ہیں جو اس سے بھی کم مرتبہ والے ہوتے ہیں جیسے دن اور رات کی مطلق نوافل۔

اور روزہ میں یوم عاشوراء اور یوم عرفہ کا روزہ بھی اسی میں سے ہے، چنانچہ یہ دونوں بقیہ دنوں کے روزوں سے مرتبہ میں بلند ہیں، اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا بقیہ دنوں کے اعتکاف سے افضل ہے، جیسا کہ عبادات میں تطوع اطلاق اور تہیید کے اعتبار سے اپنی جنس میں مختلف ہو جاتا ہے، تو اس میں بعض مقید ہوتے ہیں، خواہ تہیید وقت سے ہو یا سبب سے جیسے چاشت (کی نماز)، تحیۃ المسجد اور فرائض کے ساتھ رواتب، اور بعض مطلق ہوتے ہیں جیسے رات یا دن میں مطلق نفل۔

اور عدد کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتے ہیں جیسے فرائض کی رواتب (سنتیں) کہ جمہور کے نزدیک یہ دس ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک بارہ رکعتیں ہیں، دو صبح سے پہلے، دو ظہر سے پہلے (حنفیہ کے نزدیک چار) دو اس کے بعد، دو مغرب بعد، دو عشاء بعد، اور تطوع رات اور دن میں جمہور کے نزدیک دو دو رکعتیں ہوں گی۔

اور حنفیہ کے نزدیک ایک ایک سلام سے چار رکعتیں افضل ہیں، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی کے مثل رات کے تطوع بھی ہوں گے، برخلاف صاحبین کے اور اسی (صاحبین کے قول) پر فتویٰ ہے (۱)۔

اور گزرنے والی ہر بحث میں خاصی تفصیل ہے جس کو (سنن) رواتب اور نفل) میں نیز جن کے اس سلسلہ میں ابواب ہیں انہیں ان میں دیکھا جاسکتا ہے، مثلاً "عید"، "کسوف" اور "استسقاء" وغیرہ۔

(۱) البدایع ۱/ ۲۸۳، ۲۹۳، ۲۹۵، الہدایہ ۱/ ۶۷، ۶۷، مرتبہ اصلاح بھیدہ الخطاب ۱/ ۱۵، جوہر لکلیل ۱/ ۷۳، ۷۳، الخطاب ۱/ ۱۵، نہایۃ المحتاج ۱۰۲/ ۱۰۲ اور اس کے بعد کے صفحات، کشاف القناع ۱/ ۳۱۱، اور اس کے بعد کے صفحات۔

تطوع ۳-۴

بعض تطوع وہ ہیں جو غیر عبادات میں ہوتے ہیں، جیسے اس علم کا طلب کرنا جو فرض نہیں (۱)۔

اور اسی طرح نیکی اور بھلائی کے مختلف کام تطوع میں شامل ہیں جیسے ایسے رشتہ دار پر تطوعاً خرچ کرنا جس کا نفقہ اس پر واجب نہ ہو، یا کسی محتاج اجنبی پر (خرچ کرنا) یا اس کی جانب سے دین ادا کر دینا، یا تنگ دست کو بری کر دینا، یا قصاص معاف کرنا، یا غیر کو جائد ادا کا منافع حاصل کرنے والا بنا کر معروف مہربانی کرنا یا حقوق کا ساقط کر دینا..... اور اسی طرح کی چیزیں۔

اسی میں سے وہ بھی ہیں جو عقود و تمہرات کے نام سے جانے جاتے ہیں، جیسے قرض، وصیت، وقف، عاریت پر دینا اور ہبہ، اس لئے کہ یہ سب ثواب کے کام ہیں جو لوگوں کے درمیان باہمی تعاون کے لئے مشروع ہوئے ہیں۔

۳- بعض تطوعات یعنی ہیں جو انتخابی طور سے ہر فرد سے مطلوب ہیں جیسے کہ نماز اور روزہ کی طرح کی غیر فرض عبادات کا تطوعاً کرنا..... اور بعض وہ ہیں جو کفایہ کے طور پر ہیں جیسے اذان وغیرہ، نووی وغیرہ کہتے ہیں: سلام کی ابتداء کرنا مستحب سنت ہے، واجب نہیں ہے، اور یہ سنت علی الکفایہ ہے، چنانچہ اگر سلام کرنے والی ایک جماعت ہو تو ان کی طرف سے ایک سلام کافی ہوگا، اور چھینکنے والے کو دعا دینا بھی سنت علی الکفایہ ہے (۲)۔

تطوع کی مشروعیت کی حکمت:

۴- تطوع بندہ کو اس کے پروردگار سے قریب کرتا ہے اور اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے، حدیث قدسی میں ہے: "وما یزال

(۱) شرح منشی لإرادات ۱/ ۲۵۳۔

(۲) البدائع ۱/ ۲۸۸، الفواکر الدوائی ۲/ ۳۸۷، لمدخیرہ ۸۰، لاؤکار للمووی ۲۱۱، ۲۱۰۔

عبدی یتقرب إلی بالنوافل، حتی أحبہ....." (۱) (اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں.....)۔ مشروعیت تطوع کی حکمتیں یہ ہیں:

الف- اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا:

اسی طرح اس کا ثواب حاصل کرنا اور نیکیوں کو دوگنا کرنا، اور تطوعاً عبادت کرنے کے ثواب کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، اسی میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول بھی ہے: "من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة فی الیوم واللیلۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة" (۲) (جو دن اور رات میں بارہ رکعات پر مداومت کرے گا اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا) اور یہ ارشاد نبوی بھی ہے: "رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا" (۳) (فجر کی دو رکعتیں دنیا وما فیہا سے بہتر ہیں)۔

نماز کی شان میں اس کے علاوہ بھی بہت سی (احادیث) ہیں (۴) اور یوم عاشوراء کے روزہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "إنی لأحتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ التی قبلہ" (۵) (میں اللہ سے اس ثواب کی امید رکھتا ہوں کہ وہ اس سے

(۱) حدیث قدسی: "وما یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل....." کی روایت بخاری (الفتح ۱۱/ ۳۳۱ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: "من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة فی الیوم واللیلۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة" کی روایت ترمذی (۲/ ۳۷۳ طبع الحللی) نے حضرت مائتہ سے کی ہے اور اس کی اصل مسلم (۱/ ۵۰۳ طبع الحللی) میں حضرت ام حبیبہؓ کی روایت ہے۔

(۳) حدیث: "رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیہا" کی روایت مسلم (۱/ ۵۰۳ طبع الحللی) نے حضرت مائتہ سے کی ہے۔

(۴) نہایۃ المحتاج ۳/ ۱۹۹، المحکور ۳/ ۶۱، البدائع ۱/ ۲۸۳۔

(۵) حدیث: "إنی لأحتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ التی قبلہ" کی روایت مسلم (۲/ ۸۱۹ طبع الحللی) نے حضرت قتادہ سے کی ہے۔

تطوع ۵-۶

ب- عبادت سے مانوس ہونا اور اس کے لئے تیار ہو جانا:
۵- ابن دقیق العید کہتے ہیں: فرائض پر نوافل کو مقدم رکھنے میں ایک لطیف اور مناسب معنی ہے، اس لئے کہ اسباب دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے نفوس اس خشوع و خضوع اور احتضار سے دور ہو جاتے ہیں جو عبادت کی جان ہیں، لہذا جب فرائض پر نوافل کو مقدم رکھا جاتا ہے تو نفوس عبادت سے مانوس ہو جاتے ہیں، اور ایسے حال کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو خشوع سے نزدیک کر دیتا ہے (۱)۔

ج فرائض کی تلافی:

۶- ابن دقیق العید کہتے ہیں: فرائض کے بعد واپسی نفلوں میں تلافی کے لئے ہیں جو فرائض کی ادائیگی میں ہو جایا کرتی ہیں، لہذا جب فرض میں کمی واقع ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ اس کے بعد ایسی چیز ہو جو اس کمی کو پورا کرے جو فرائض کی ادائیگی میں کبھی ہو جایا کرتی ہے (۲)۔

حدیث میں ہے: "فإن انتقص من فريضة شيء، قال الرب عز وجل: انظروا هل لعبد من تطوع؟ فيكمل به ما انتقص من الفريضة" (۳) (پھر اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو پروردگار عز وجل فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی تطوع ہے؟ اور اس کے ذریعہ فرائض میں رہ جانے والی کمی کو مکمل

(۱) شرح الصغیر ۱/۱۳ طبع الجلی۔

(۲) شرح الصغیر ۱/۱۳۔

(۳) حدیث: "فإن انتقص من فريضة شيء، قال الرب عز وجل: انظروا هل لعبد من تطوع؟ فيكمل به ما انتقص من الفريضة" کی روایت ترمذی نے کی ہے اور اسے حسن قراریا ہے (۲/۲۶۹، ۲۷۰ طبع مصنف الجلی) اور ابن ماجہ (۱/۵۸۸ طبع عیسیٰ الجلی) اور احمد نے ابن حجر سے اس کی تصحیح نقل کی ہے (ترمذی ۲/۲۷۱ طبع مصنف الجلی)۔

پہلے والے سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہوگا، اور مراد صغیرہ گناہ ہیں، شرح مسلم میں اس کو علماء سے نقل کیا ہے، اور اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں تو کبیرہ گناہ میں تخفیف کی امید ہے، اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو درجات بلند ہوں گے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: "من صام رمضان، ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر" (۱) (جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو صیام دھر (زمانہ بھر) کے روزوں کی طرح ہوگا)۔ زہری کہتے ہیں: اعتکاف میں قلب کو امور دنیا سے فارغ کر دینا، نفس کو خالق کے حوالہ کر دینا، مضبوط قلعہ میں قلعہ بند ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کے گھر سے چپک جانا ہے، حضرت عطاء کہتے ہیں: معتکف کی مثال کسی امیر سے حاجت رکھنے والے اس شخص کی سی ہے جو اس کے دروازہ پر بیٹھ جائے اور کہے: جب تک میری حاجت پوری نہ کی جائے ہٹوں گا نہیں" (۲)۔

اور غیر عبادت میں اس کی مثال: اللہ تعالیٰ کا فیضان ہے: "مَنْ ذَا الَّذِي يُقرضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً" (۳) (کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اسے بڑھا کر اس کے لئے کئی گنا کر دے) اور ابن عابدین کہتے ہیں: عاریت (دینے کی) خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ پریشان حال کی فریادری میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کرنا ہے، اس لئے کہ قرض کی طرح یہ صرف محتاج کے لئے ہوتی ہے، اسی وجہ سے صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہوتا ہے (۴)۔

(۱) حدیث: "من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر" کی روایت مسلم (۲/۸۲۲ طبع الجلی) نے حضرت ابویوب انصاری سے کی ہے۔

(۲) شرح منتقى الارادات ۱/۲۵۹، السوطی ۳/۱۱۳، ۱۱۵۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۴۵۔

(۴) حاشیہ ابن عابدین ۳/۵۰۲۔

تطوع ۷-۸

کفر وغ دینا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اس کی دعوت دی ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“ (۱) (ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو)، اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”والله في عون العبد مادام العبد في عون أخيه“ (۲) (اللہ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے)، اور ”فتح الباری“ میں نبی کریم ﷺ کے قول: ”اشفعوا توجروا“ (۳) (سفارش کرو اجر پاؤ گے) کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں: حدیث میں عمل کر کے اور ہر طریقہ سے خیر کا سبب بن کر نیز تکلیف دور کرنے اور کمزور کی مدد کرنے کے سلسلہ میں بڑے کے پاس سفارش کرنے پر ابھارا جا رہا ہے، اس لئے کہ ہر شخص ذمہ دار کے پاس پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتا (۴)۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”تَهَادُوا تَحَابُّوا“ (۵) (ایک دوسرے کو ہد یو دیا کرو باہم محبت ہو جائے گی)۔

سب سے افضل تطوع:

۸- سب سے افضل تطوع کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ بدنی عبادات میں سب سے زیادہ افضل نماز ہے،

- (۱) سورۃ مائدہ/۲۔
- (۲) حدیث: ”والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه“ کی روایت مسلم (۳/۲۰۷ طبع اعلیٰ) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔
- (۳) حدیث: ”اشفعوا توجروا“ کی روایت بخاری (فتح ۲۹۹ طبع المستقیم) نے حضرت ابوسوی اشعری سے کی ہے۔
- (۴) فتح الباری ۱۰/۱۰۳ طبع مکتبہ ریحان الحدیث۔
- (۵) حدیث: ”تهادوا تحابوا“ کی روایت بخاری نے ”وادی الفرد“ (ص ۱۵۵ طبع المستقیم) میں کی ہے اور ابن حجر نے المستقیم (۳/۲۰۷) میں شرکت الطباع الفقیہ) میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔

کر دیا جائے گا)۔
مناوی نے ”اشرح الکبیر علی الجامع الصغیر“ میں آپ ﷺ کے قول: ”أول ما افترض الله على أمي الصلاة.....“ (۱) (اللہ نے میری امت پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی وہ نماز ہے.....) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: جان لو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عام طور سے فرض میں سے جب بھی کسی چیز کو لازم قرار دیا تو اس کے ساتھ ہی کی جنس سے کوئی نفل بھی رکھا، تاکہ بندہ جب اس واجب کو انجام دے اور اس میں کوئی خلل ہو تو اس کی تلافی اس نفل سے ہو جائے جو اسی کی جنس کی ہے، اسی لئے بندہ کے فریضہ پر غور کرنے کا حکم دیا گیا، پھر جب اس کو اس نے اسی طرح انجام دیا ہو جیسا کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے تو اس کا بدلہ ملے گا، اور اس کے لئے نوافل باقی رکھے جائیں گے، اور اگر اس میں کوئی خلل ہو تو اس کو نفل سے مکمل کر دیا جائے گا، حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ تمہارے لئے نافلہ اس صورت میں برقرار رہیں گی جب تمہارا فریضہ محفوظ ہو (۲)، اسی لئے مسلم کی شرح میں فرطی کہتے ہیں: جس نے تطوعات ترک کر دیں اور ان میں سے کسی کو نہیں کیا تو اس نے اپنے اوپر عظیم نفع اور بھاری ثواب کو فوت کر دیا (۳)۔

و- لوگوں کے درمیان باہمی تعاون، ان کے درمیان تعلقات مضبوط کرنا اور ان کی محبت حاصل کرنا:

ے- نیکی اور بھلائی میں تطوع کرنا لوگوں کے درمیان جذبہ تعاون

- (۱) حدیث: ”أول ما افترض الله على أمي الصلاة“ کی نسبت سیوطی نے الجامع الصغیر میں ”الکئی“ میں حاکم کی طرف کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے مناوی نے اس پر سکوت کیا ہے (فیض القدير ۳/۹۵ طبع المکتبۃ التجاریہ)۔
- (۲) نہایت محتاج ۲/۱۰۲، کشاف القناع ۱/۳۱۱۔
- (۳) الخطاب ۲/۵۷۔

تطوع ۹

ہے جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں آگیں، پھر علم کا سیکھنا اور سکھانا، اس لئے کہ حدیث ہے: ”فضل العالم علی العابد کفضل علی ادناکم“ (۱) (عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جیسے تمہارے ادنیٰ فرد پر مجھے فضیلت حاصل ہے)۔

پھر اس کے بعد نماز افضل ہے، اس لئے کہ خبر ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے، اور نبی کریم ﷺ نے نفل نمازوں پر مداومت کی ہے، اور امام احمد نے صراحت کی ہے کہ پر دہی کے لئے اس کے (یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے) مقابلہ میں طواف زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ طواف مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے، اس کی جدائی سے فوت ہو جائے گا، نماز فوت نہیں ہوگی (کہیں بھی پڑھ سکتا ہے)، لہذا کسی محل یا زمانے کے ساتھ مخصوص کسی مفصول میں مشغول ہونا ایسے افضل میں مشغول ہونے سے افضل ہوگا جو اس محل یا زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہو، اور امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں جو لکھا ہے اسی کی اتباع کرتے ہوئے عزالدین بن عبدالسلام نے مختار اس کفر اردیا ہے کہ طاعتوں میں اس سے رونما ہونے والی مصلحتوں کے اعتبار سے فضیلت ہوگی (۲)۔

۹۔ جس کا نفع متعدی ہو وہ فضیلت میں متفاوت ہوتا ہے، چنانچہ محتاج رشتہ دار پر صدقہ کرنا کسی اجنبی کو آزاد کرنے سے افضل ہوگا، اس لئے کہ یہ صدقہ اور صلہ رحمی ہے، اسی طرح کی اور مثالیں۔

زرکشی کی ”المختور فی القواعد“ میں ہے: اگر جائد ادکا مالک ہو، اور اس سے نکلنے کا ارادہ کیا تو افضل آیا اس کو نوری طور سے صدقہ کرنا

(۱) حدیث: ”فضل العالم علی العابد کفضل علی ادناکم“ کی روایت

ترمذی (۵/۵۰ طبع لکھنؤ) نے حضرت ابو امامہ سے کی ہے اور اس کو خرب قرادیا ہے۔

(۲) شرح شمسی الارادات ۱/۲۲۲، ۲۲۳، کشاف القناع ۱/۳۱۱، ۳۱۲، لأشباہ والنظائر للسید علی بن ابی طالب ۱/۶۰۔

چنانچہ اس کا فرض دوسروں کے فرض کے مقابلہ میں افضل ہے، اور اس کا تطوع دوسروں کے تطوع سے افضل ہے، اس لئے کہ عبادات کی کچھ ایسی اقسام کے جمع کر لینے کی وجہ سے جو دوسری عبادات میں جمع نہیں ہوتیں، نماز قربات میں سب سے اہم ہے، مالکیہ اسی کے قائل ہیں، اور شافعیہ کے یہاں بھی یہی مذہب مختار ہے، ان کے یہاں دوسرا قول روزہ کی فضیلت کا ہے۔

صاحب ”المجموع“ کہتے ہیں: ”ان کے قول: نماز روزہ سے افضل ہے“ سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو رکعتوں کا پڑھنا کئی دن یا ایک دن کے روزہ سے افضل ہے، اس لئے کہ بلاشبہ روزہ دو رکعتوں سے افضل ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے لئے نماز اور روزہ دونوں میں کثرت کا جمع کرنا ممکن نہ ہو، اور دونوں میں سے ایک کی کثرت یا اس کا غالبہ کرنے اور اس کی کثرت کی طرف نسبت کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرے کے مؤکدعی پر اکتفا کرے، تو یہ اختلاف اور تفصیل کا محل ہے۔ اور صحیح نماز کو فضیلت دینا ہے (۱)۔

حنابلہ کہتے ہیں: بدنی تطوعات میں سب سے افضل جہاد ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فُضِّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً“ (۲) (اللہ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دے رکھی ہے) پھر جہاد میں خرچ کرنا (افضل ہے)، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ.....“ (۳) (جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے مال کی مثال ایسی

(۱) المشرح الصغیر ۱/۱۳۵ طبع لکھنؤ، المہذب ۱/۸۹، المجموع شرح المہذب

۳/۵۶۳، ۵۷۵، ۵۹۵۔

(۲) سورہ بقرہ ۹۵۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۶۱۔

تطوع ۱۰

فرمایا: اس لئے کہ سائل اس حال میں سوال کرتا ہے کہ اس کے پاس ہوتا ہے، اور قرض لینے والا کسی ضرورت ہی سے قرض لینا ہے۔ اور فقیر کی غم خواری یا رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنے کے لئے قدر کفایت سے زیادہ کمانا نفل عبادت کے لئے خلوت نشینی سے افضل ہے، اس لئے کہ نفل کا فائدہ اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اور کمائی کا نفع اس کے لئے بھی ہوتا ہے اور غیر کے لئے بھی (۱)، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”خیر الناس أنفعهم للناس“ (۲) (لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو ان میں لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہو) اور حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”إن الأعمال تنبأهي، فتقول الصدقة: أنا أفضلکم“ (۳) (اعمال آپس میں تقاضا کرتے ہیں، تو صدقہ کہتا ہے: میں تم میں سب سے افضل ہوں)۔

اور ابن نجیم کی ”لاشباہ“ میں ہے: رباط (سرائے) کی تعمیر جس سے مسلمان فائدہ اٹھائیں حج ثانی سے افضل ہے (۴)۔

شرعی حکم:

۱۰- تطوع میں اصل یہ ہے کہ وہ مندوب ہے (۵)، خواہ یہ عبادات

- (۱) لاقتیاریار ۱۷۲، ۱۷۳۔
- (۲) حدیث: ”خیر الناس أنفعهم للناس“ کی روایت تھاعی نے سند اشہاب (۲۳۳/۲ طبع المرسلہ) میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے اور وہ اپنے طرق کی وجہ سے حسن ہے۔
- (۳) عن عمرو بن الخطاب قال: ”إن الأعمال تنبأهي فتقول الصدقة: أنا أفضلکم“ کی روایت ابن خزیمہ (۵۵۳/۳ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے اور اس کے ایک راوی کی جہالت کی وجہ سے اسے معلل قرار دیا ہے۔
- (۴) لاشباہ لابن کثیر ۱۷۳۔
- (۵) الفواکیر الدوائی ۲/۲۱۶، ۳۶۲ و الاقتیاریار ۱۷۲، ۱۷۳، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، معنی المحتاج ۳۳۰، شرح منشی الارادات ۲۲۲/۱، ۲۲۳/۱، معنی الجلیل ۳۶۳، ۳۸۷۔

ہو گیا وقف کرنا؟ ابن عبدالسلام کہتے ہیں: اگر شدت اور ضرورت کے وقت ایسا ہو تو نوری طور پر صدقہ کر دینا افضل ہوگا، اور اگر ایسا نہ ہو تو اس میں توقف ہے، اور شاید فائدہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وقف افضل ہوگا، اور ابن الرفعہ نے اس کے تطوعاً صدقہ کرنے کو مطلقاً مقدم رکھا ہے، اس لئے کہ وقف کے برخلاف اس میں نوری طور سے حظ نفس ختم کر دینا ہے۔

اور ”المعثور“ میں یہ بھی ہے کہ نیکی کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں، چنانچہ بہہ کی قربت (نیکی) قرض دینے کی نیکی سے زیادہ مکمل ہے، اور وقف کی نیکی بہہ کی نیکی سے زیادہ مکمل ہے، اس لئے کہ اس کا نفع دائمی اور متکرر ہوتا ہے، اور صدقہ سب کے مقابلہ میں زیادہ مکمل ہے، اس لئے کہ صدقہ کردہ شی سے اس کے نفس کا فائدہ نوری طور پر منقطع ہو جاتا ہے (۱)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ قرض صدقہ سے افضل ہے (۲)، اس لئے کہ: ”أن رسول الله ﷺ رأى ليلة أسرى به مكتوباً على باب الجنة: درهم القرض بشمانية عشر ودرهم الصدقة بعشر، فسأل جبريل: ما بال القرض أفضل من الصدقة؟ فقال: لأن السائل يسأل وعنده، والمقترض لا يقترض إلا من حاجة“ (۳) (رسول اللہ ﷺ نے اس رات میں جس میں آپ کو معراج ہوئی جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا: قرض کا درہم اٹھارہ کے بدلہ اور صدقہ کا درہم دس کے بدلہ، تو آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا: قرض میں کیا بات ہے کہ وہ صدقہ سے افضل ہے؟

- (۱) السنن ۵/۱۳۳، ۳۳۳، ۶۳۔
- (۲) معنی الجلیل ۳۶۳، المہذب ۳۰۹، ۳۱۰۔
- (۳) حدیث: ”رأيت ليلة أسرى بي على باب الجنة.....“ کی روایت ابن ماجہ (۸۱۲/۲ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے اور یوسفی کہتے ہیں: اس کی سند میں خالد بن یزید ہیں جن کو احمد اور ابن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تطوع ۱۱

میں ہو جیسے نماز، روزہ یا اس کے علاوہ نیکی اور بھلائی کی دوسری انواع میں ہو جیسے عاریت پر دینا، وقف کرنا، وصیت کرنا اور فائدہ پہنچانے کی دوسری اقسام۔

اور کتاب اللہ سے اس کی دلیل کئی آیات ہیں، اسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ" (۱) (ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "مَنْ ذَا الَّذِي يُقرضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً" (۲) (کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اسے بڑھا کر اس کے لئے کئی گنا کر دے)۔

اور سنت سے (اس کی دلیل) نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "من صلى ثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة بني له بهن بيت في الجنة" (۳) (دن اور رات میں جو شخص بارہ رکعتیں پڑھتا ہے اس کے لئے ان کے بدلہ جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے) اور آپ ﷺ کا یہ قول: "من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر" (۴) (جس نے رمضان کا روزہ رکھا، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ صیام الدهر (عمر بھر کے روزوں) کی طرح ہوگا) اور آپ ﷺ کا یہ فرمان: "اتقوا النار ولو بشق تمرة" (۵) (جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے

(۱) سورة مائدہ/۲

(۲) سورة بقرہ/۲۴۵

(۳) حدیث: "من صلى ثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة بني له بهن بيت في الجنة" کی روایت مسلم (۱/۵۰۳ طبع مجلس) نے حضرت ام حبیبہ سے کی ہے

(۴) حدیث: "من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر" کی تخریج (فقہ نمبر ۳) پر گزر چکی ہے

(۵) حدیث: "اتقوا النار ولو بشق تمرة" کی روایت بخاری (فتح ۳/۲۸۳ طبع المنقذ) اور مسلم (۲/۵۰۳ طبع مجلس) نے حضرت عدی بن حاتم سے کی ہے

(کو صدقہ کر کے) ہی کیوں نہ ہو) اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد: "لا يمنع أحدكم جاره أن يعرض خشبه في جداره" (۱) (تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو دیوار میں لکڑی (کھوٹی) گاڑنے سے نہ روکے)۔

اور کبھی تطوع کو واجب لاحق ہو جاتا ہے، جیسے مضطر پر کھانا صرف کرنا، اور جیسے ایسی چیز کو جس سے خود مستغنی ہے اس شخص کو عاریت دینا جس کے نہ ہونے سے اس کی بلاکت کا اندیشہ ہو، اور جیسے ڈوبتے کو بچانے کے لئے عاریت رسی دینا (۲)۔

اور کبھی تطوع حرام ہو جاتا ہے، جیسے وہ عبادت جو حرام کردہ اوقات میں واقع ہوں جیسے طلوع شمس یا غروب شمس کے وقت نماز، اور عیدین و ایام تشریق کا روزہ اور جیسے دین کی ادائیگی کا وقت آ جانے، اس کا مطالبہ پائے جانے اور کسی ایسی چیز کے نہ پائے جانے کے باوجود جس سے دین ادا کر سکے، مدیون کا صدقہ کرنا (۳)۔

اور کبھی مکروہ ہوتا ہے جیسے نماز کا اوقات مکروہ میں واقع ہونا، اسی طرح اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں برابری کا ترک کر دینا بھی مکروہ ہے (۴)۔

تطوع کی اہلیت:

۱۱- تطوع عبادات اور غیر عبادات (دونوں) میں ہوتا ہے، رہیں عبادات تو ان کو تطوعاً کرنے والے میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

- (۱) حدیث: "لا يمنع أحدكم جاره أن يعرض خشبه في جداره" کی روایت بخاری (فتح ۱۱۰/۵ طبع المنقذ) اور مسلم (۳/۱۲۳۰ طبع مجلس) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے
- (۲) امیر ربیع ۱/۲۵۷، فتح ۳/۸۷، القواعد لابن رجب ص ۲۲۸
- (۳) ابو ہریرہ بن القواعد ص ۲۷۸، فتح ۱/۲۸۹
- (۴) ابو ہریرہ بن القواعد ص ۳۳، مفتی الحداد ص ۲۰۱

تطوع ۱۲ - ۱۴

جماعت مسنون ہے، اور حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تراویح کے لئے بھی مسنون ہے، اور مالکیہ کے نزدیک تراویح کے لئے جماعت مندوب ہے، اس لئے کہ اگر مسجدیں ویران نہ ہو رہی ہوں تو افضل یہ ہے کہ تراویح ریا سے دور ہو کر انفرادی طور پر پڑھی جائے، اسی طرح نماز استسقاء کے لئے بھی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جماعت مسنون ہے، ائمہ حنفیہ میں سے امام محمد کے نزدیک یہ جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور منفرداً بھی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف منفرداً پڑھی جائے گی، اور مالکیہ و شافعیہ کے نزدیک نماز عیدین کے لئے بھی جماعت مسنون ہے، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس میں جماعت واجب ہے، اور حنابلہ کے نزدیک وتر جماعت کے ساتھ مسنون ہے۔

اور بقیہ تطوعات شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جماعت سے بھی جائز ہیں اور منفرداً بھی، اور حنفیہ کے نزدیک اگر تداویع کے طور پر ہو تو جماعت مکروہ ہوگی، اور مالکیہ کے یہاں شفع اور وتر میں جماعت مسنون ہے، اور فجر میں خلاف اولیٰ ہے، رہیں اس کے علاوہ (نمازیں) تو ان کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے الا یہ کہ جماعت بڑھ جائے یا جگہ کا شہرہ ہو جائے تو ریا کے خوف سے جماعت مکروہ ہوگی (۱)۔

اور تفصیل ”صلاة الجماعة“ اور ”نفل“ میں دیکھی جائے۔

نماز تطوع کی جگہ:

۱۴ - تطوع کی نماز گھروں میں افضل ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے: ”صلوا أيها الناس في بيوتكم، فإن أفضل

(۱) البدائع ۱/ ۲۷۳، ۲۸۰، ۲۹۸، شرح الصغیر ۱/ ۱۵۲، جوہر للاکلیل ۱/ ۷۳،

۷۶، نہایۃ المحتاج ۱/ ۱۰۲، ۱۲۰، شرح منتہی الارادات ۱/ ۲۲۲، معنی ۲/ ۱۳۲،

نیل المآرب ۱/ ۲۰۳ طبع اصلاح۔

الف - اس کا مسلمان ہونا، لہذا کافر کی طرف سے عبادات میں تطوع صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ کافر عبادات کا اہل نہیں ہے۔

ب - اس کا عاقل ہونا، لہذا انیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مجنون کی عبادت صحیح نہیں ہوگی، اور یہ حج کے علاوہ میں ہے، اس لئے کہ حج میں ولی اس کی طرف سے احرام باندھے گا۔

ج - تمیز ہونا، لہذا غیر تمیز (تمیز نہ کر پانے والے) کی طرف سے تطوع صحیح نہیں ہوگا اور بلوغ شرط نہیں ہے، اس لئے بچہ کا تطوعاً عبادت کرنا صحیح ہے (۱)۔

غیر عبادات میں تطوع کی شرط تہرع کی اہلیت کا پایا جانا ہے، یعنی عقل، بلوغ، رشد کا ہونا، چنانچہ نابالغی، سفاہت (بیوقوفی)، دین یا اس علاوہ کی وجہ سے مجبور علیہ (ممنوع تصرف) ہو جانے والے کا تہرع صحیح نہیں ہوگا (۲)۔

اس کی تفصیل ”اہلیت“ میں دیکھی جائے۔

تطوع کے احکام:

۱۲ - تطوع کے کچھ احکام عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو عبادات اور غیر عبادات دونوں میں عام ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو غیر عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں، اس کا بیان ذیل میں آ رہا ہے:

اول - عبادات کے ساتھ مخصوص احکام:

الف - وہ نماز تطوع جس کے لئے جماعت سنت ہے:

۱۳ - تمام مسالک کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز کسوف کے لئے

(۱) الاشبہ لابن کثیر ص ۵۰، ۵۱، ۳۰، الاشبہ للسیوطی ۱/ ۲۱۳، ۲۱۹۔

(۲) شرح الصغیر ۲/ ۳۱۲ طبع الحنفی، الہدایہ ۳/ ۲۳۲، نہایۃ المحتاج ۵/ ۳۵۶۔

تطوع ۱۵

سے ہے، اور یہ اشتباہ مقتدی کے حق میں نہیں پایا جاتا ہے، لیکن اس کے لئے بھی مستحب یہ ہے کہ ہٹ جائے تاکہ صفیں ٹوٹ جائیں، اور داخل ہونے والے پر ہر اعتبار سے اشتباہ زائل ہو جائے (۱) اور ابن قدامہ کہتے ہیں: امام احمد نے فرمایا: امام اس جگہ نفل نہیں پڑھے گا جہاں اس نے فرض پڑھا ہے، حضرت علی بن ابی طالب نے اسی طرح فرمایا ہے، امام احمد فرماتے ہیں: جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسی جگہ نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے یہی کیا تھا، اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں، اور ابو بکر نے اپنی سند سے حضرت علی کی حدیث کی روایت کی ہے، اور اپنی سند ہی سے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا يتطوع الإمام في مقامه الذي يصلي فيه المكتوبة" (۲) (امام اپنی اس جگہ میں نفل نہیں پڑھے گا جہاں وہ فرض نماز پڑھتا ہے)۔

چوپایہ پر نماز تطوع:

۱۵ - باتفاق مسالک سفر میں نفل نماز چوپائے پر جائز ہے، ابن قدامہ کہتے ہیں: طویل سفر میں چوپایہ پر نفل نماز کی اباحت میں اہل علم کے درمیان ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، ترمذی کہتے ہیں: یہ عام اہل علم کا مسلک ہے، ابن عبد البر کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر اس شخص کے لئے جو ایسا سفر کر رہا ہو جس میں نماز میں قصر کیا

صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة" (۱) (اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، اس لئے کہ سوائے فرض نماز کے آدمی کی افضل نماز اپنے گھر میں ہوتی ہے) اور اس سے وہ نمازیں مستثنیٰ ہیں جن کے لئے جماعت مشروع ہے، ان کا مسجد ہی میں ادا کرنا افضل ہے، اور مالکیہ کے نزدیک فرض کے ساتھ وائی رواتب (سنن مؤکدہ) بھی اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کا مسجد میں پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح تحیۃ المسجد بھی مسجد میں پڑھی جائے گی۔

اور جمہور کے نزدیک نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے اس کے علاوہ جگہ میں نفل پڑھے (۲)، حنفیہ میں سے کاسانی کہتے ہیں: امام کے لئے کوئی سنت اس جگہ پڑھنا مکروہ ہے جہاں فرض پڑھا ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "أعجز أحدكم إذا صلى أن يتقدم أو يتأخر" (۳) (کیا تم میں سے کوئی نماز پڑھتے وقت مقدم یا مؤخر ہو جانے سے عاجز ہے) اور مقتدی کے لئے اسی جگہ سنت پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ کراہت امام کے حق میں اشتباہ کی وجہ

(۱) حدیث: "صلوا أيها الناس في بيوتكم" کی روایت بخاری (فتح

۲/ ۲۱۳ طبع السنہ) نے حضرت زید بن ثابتؓ سے کی ہے۔

(۲) الفواکہ الدوانی ۲/ ۳۶۵، لطاب ۲/ ۶۷، الکافی لابن عبد البر ۱/ ۲۱۳،

۲/ ۲۶۰، المغنی ۱/ ۵۶۱، ۲/ ۲۸۸، ۳/ ۱۳۱، تہذیب ۱/ ۲۳۱، المہذب ۱/ ۹۱،

۲/ ۹۲، معنی المحتاج ۱/ ۱۸۳۔

(۳) حدیث: "أعجز أحدكم إذا صلى أن يتقدم أو يتأخر" کی روایت

ابن ماجہ (۱/ ۳۵۸ طبع عینی الخلیف) اور ابوداؤد (۳۰۹/ ۱ طبع عبید الدعاس)

نے کی ہے اور حافظ نے فتح الباری (۳/ ۳۳۵ طبع السنہ) میں اس حدیث

کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن حضرت علیؓ کے واسطے ابن ابی شیبہ کے یہاں اس

کی سند کو ان الفاظ کے ساتھ حسن قرار دیا ہے "من السنة ان لا يتطوع

الإمام حتى يصحول من مكانه" (سنت میں سے یہ بھی ہے کہ امام اپنی جگہ

سے بے اختیار نفل نہ پڑھے) تو یہ اپنے شوبہ کی وجہ سے انشاء اللہ سداً حسن ہے۔

(۱) البدائع ۱/ ۲۸۵، ۲۸۸۔

(۲) المغنی ۱/ ۵۶۲۔

اور حدیث: "لا يتطوع الإمام في مقامه الذي يصلي فيه المكتوبة"

کی روایت ابن عدی نے "الکافی" (۵/ ۱۹۷ طبع دار الفکر) میں کی ہے نیز

ابوداؤد (۳۰۹/ ۱ طبع عبید الدعاس) اور ابن ماجہ (۳۰۹/ ۱ طبع عینی الخلیف)

نے اسی کے مثل کی روایت کی ہے دیکھئے: گزشتہ حدیث کی تخریج، اپنے شوبہ

کی وجہ سے یہ سن الاستاد ہے۔

تطوع ۱۶

جائے (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اسی وجہ سے اترنے کی قدرت کے وقت وہ سواری پر نہیں ادا کی جائے گی، اسی طرح حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص فجر کی دو رکعتیں بغیر عذر کے چوپایہ پر پڑھے اور وہ اترنے پر قادر ہو تو ناجائز ہے، اس لئے کہ فجر کی دو رکعات مزید تاکید نیز اس کے کرنے کی ترغیب اور چھوڑنے پر ترہیب اور تحذیر کے ساتھ مخصوص ہیں، لہذا وہ واجبات جیسے وتر سے ملحق ہیں (۲)۔

اس کی تفصیل ”نفل“ اور ”نافلہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بیٹھ کر نفل نماز:

۱۶- تطوع کی نماز مسالک کے اتفاق کے ساتھ بیٹھ کر جائز ہے، ابن قدامہ کہتے ہیں: بیٹھ کر نفل پڑھنے کی اباحت کے بارے میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، اور اسے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”من صلی قائما فهو افضل، ومن صلی قاعدا فله نصف اجر القائم“ (۳) (جو کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے، اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا ثواب ملے گا) اور اس لئے بھی کہ بہت سے لوگوں کے لئے اٹھنا دشوار ہوتا ہے، لہذا اگر تطوع میں قیام واجب ہوتا تو اکثر تطوع متروک ہو جاتے، تو شارع نے اس کی تکثیر

(۱) یہ حکم سفر کے تمام نئے وسائل جیسے گاڑیوں اور طیاروں کو بھی اس تفصیل کے ساتھ شامل ہے، جس کو جدید مسائل کے ضمیمہ میں دیکھا جائے۔

(۲) البدائع ۱/ ۲۷۱، ۲۹۰ اور اس کے بعد کے صفحات، البدایہ ۱/ ۶۹، جوہر الاطیال ۱/ ۳۳، مغنی المحتاج ۱/ ۱۲۲، المغنی ۱/ ۳۳۳، ۳۳۵۔

(۳) حدیث: ”من صلی قائما فهو افضل، ومن صلی قاعدا فله نصف اجر القائم“ کی روایت بخاری (فتح المباری ۲/ ۵۸۶ طبع استقویہ) نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کی ہے۔

جاتا ہے اپنے چوپایہ پر جدھر بھی وہ رخ کرے رکوع و سجود کا اشارہ کرتے ہوئے نفل پڑھنا جائز ہے اور سجدوں کو رکوع سے پست رکھے گا۔

اور حنابلہ کے نزدیک مختصر سفر میں بھی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ“ (۱) (اور اللہ ہی کا ہے مشرق (بھی) اور مغرب سو تم جدھر کو بھی منہ پھیرو بس ادھر ہی اللہ کی ذات ہے)، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: یہ آیت خاص طور سے اس رخ پر نفل نماز پڑھنے کے لئے نازل ہوئی ہے جدھر تمہارا اونٹ رخ کرے، اور اپنے اطلاق کی وجہ سے یہ محل نزاع کو شامل ہے، اور حضرت ابن عمرؓ مروی ہے: ”ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر علی بعیرہ“ (رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر وتر پڑھتے تھے)، اور ایک روایت میں ہے: ”کان یسبح علی ظہور راحلته حیث کان وجہہ، یومیء برأسہ“ (آپ ﷺ اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر سر سے اشارہ کرتے ہوئے جس طرف اس کا چہرہ ہو اسی رخ پر نفل پڑھتے تھے)، اور حضرت ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے (۲)، اور بخاری میں ہے: ”إلا الفرائض“ (سوائے فرائض کے) اور مسلم اور ابوداؤد میں ہے: ”غیرانہ لا یصلی علیہا المکتوبۃ“ (البتہ آپ اس پر فرائض نہیں پڑھتے تھے) اور چھوٹے اور طویل سفر کی تفریق نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ سواری پر نماز پڑھنے کی اباحت نفل میں ایک تخفیف ہے، تاکہ اس کے قطع کر دینے اور کم کر دینے کا سبب نہ بن

(۱) سورۃ بقرہ ۱۱۵۔

(۲) حدیث: ”کان یوتر علی بعیرہ“ اور ایک روایت میں: ”کان یسبح علی ظہور راحلته حیث کان وجہہ، یومیء برأسہ و کان ابن عمر یفعلہ“ کی روایت بخاری (فتح المباری ۲/ ۵۷۸ طبع استقویہ) اور مسلم (۱/ ۳۸۷ طبع استقویہ) نے کی ہے۔

آطوع ۱۷-۱۸

کی رغبت دلانے کے لئے اس میں ترک قیام کو کارا کیا (۱)۔

فرض نماز اور نفل نماز کے درمیان فصل کرنا:

۱۷- نماز پڑھنے والے کے لئے فرض نماز اور اس کے بعد کی نفل نماز کے درمیان وارد اذکار جیسے تسبیح، حمد اور تکبیر کے ذریعہ فصل کرنا مستحب ہے، یہ جمہور کے نزدیک ہے، اور حنفیہ کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے، بلکہ سنت میں مشغول ہو جائے گا (۲)۔
تفصیل کے لئے دیکھئے: ”نفل“۔

نفل کی قضا:

۱۸- جب نفل چھوٹ جائے، خواہ مطلق ہو یا کسی سبب یا وقت سے مقید ہو تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سوائے فجر کی دو رکعتوں کے بقیہ کی قضا نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: ”صلی رسول اللہ ﷺ العصر ثم دخل بیٹی فصلی رکعتین، فقلت: یا رسول اللہ! صلیت صلاة لم تکن تصلیها فقال: قدم علی مال فشغلنی عن الرکعتین کنت أركعهما بعد الظهر، فصلیتهما الآن، فقلت: یا رسول اللہ أفنقضیهما إذا فاتتا؟ قال: لا“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے عصر پڑھی، پھر میرے گھر میں آئے اور دو رکعتیں پڑھیں، تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ایک ایسی نماز پڑھی جو آپ

نہیں پڑھا کرتے تھے تو فرمایا: میرے پاس کچھ مال آ گیا، اور اس نے مجھے ان دو رکعتوں سے مشغول کر دیا جن کو میں ظہر بعد پڑھا کرتا تھا تو میں نے ان کو اس وقت پڑھ لیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا جب یہ دونوں رکعتیں چھوٹ جائیں تو ہم بھی قضا کیا کریں؟ فرمایا: نہیں)۔

اور یہ اس بات پر نص ہے کہ امت پر قضا واجب نہیں ہے، اور یہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص چیز ہے، اور آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص چیزوں میں ہماری کوئی شرکت نہیں ہے، اور اس حدیث کا قیاس یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کی سرے سے قضا واجب نہ ہو، البتہ ہم نے اس صورت میں احتسان سے قضا ثابت کی ہے جب وہ فرض کے ساتھ چھوٹ جائیں، اس لئے کہ ”أن النبی ﷺ فعلهما مع الفرض لیلة التعریس“ (۱) (آپ ﷺ نے تعریس کی رات فرض کے ساتھ ان دونوں کو بھی پڑھا تھا) تو ہم بھی یہی کریں گے تاکہ آپ کے طریقہ پر رہیں، اور یہ (تفصیل) وتر کے برخلاف ہے، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اور عمل کے حق میں واجب فرض سے ملحق ہے۔

اور شافعیہ میں سے نووی کہتے ہیں: اگر موقت نفل جیسے عید اور چاشت کی نماز چھوٹ جائے تو قول ظہر میں اس کی قضا کر لینا مستحب ہے، اس لئے کہ صحیحین کی حدیث ہے: ”من نسی صلاة أو نام عنها فكفارتها أن یصلیها إذا ذكرها“ (۲) (جو کوئی نماز بھول

(۱) حدیث: ”فعلهما مع الفرض لیلة التعریس“ کی روایت مسلم (۱/۳۷۳ طبع الحلبي) نے حضرت ابو قتادہ سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”من نسی صلاة أو نام عنها فكفارتها أن یصلیها إذا ذكرها“ کی روایت مسلم (۱/۳۷۷ طبع الحلبي) نے حضرت انس سے کی ہے اور بخاری (۱/۲۰۲ طبع استقبر) نے سونے کے ذکر کے بغیر اس کے روایت کی ہے۔

(۱) الہدایہ ۱/۶۹، البدایع ۱/۲۹۷، ۲/۲۹۸، جوہر لا طیل ۱/۵۷، معنی المحتاج ۱/۱۵۵، المغنی ۲/۱۳۲۔

(۲) لا اختیار ۱/۶۶، جوہر لا طیل ۱/۷۳، لہرب ۱/۸۷، منی لارادات ۱/۱۹۳۔

(۳) حضرت ام سلمہ کی حدیث: ”قالت: صلی رسول اللہ ﷺ العصر ثم دخل بیٹی“ کی روایت احمد (۱/۳۱۵ طبع المجمع) نے کی ہے اور ترمذی (۲/۲۲۳ طبع القدی) کہتے ہیں: احمد کے روایت صحیح کے روایت ہیں۔

تطوع ۱۹

جائے یا اس سے سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے (اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ جب وادی میں سورج طلوع ہونے تک نماز صبح سے سو گئے تو آپ نے فجر کی دونوں رکعتوں کی قضا فرمائی تھی، اور مسلم میں اسی کے مثل ہے، اور ظہر کی بعد والی دو رکعتوں کی عصر کے بعد قضا فرمائی، اور اس لئے بھی کہ یہ موقت نمازیں ہیں، لہذا فرض ہی کی طرح ان کی بھی قضا ہوگی، اور جیسا کہ ابن المقزی نے صراحت کی ہے، سفر اور حضر دونوں برآمد ہیں۔

قول دوم: غیر موقت ہی کی طرح موقت کی بھی قضا نہیں کی جائے گی۔

قول سوم: اگر دوسرے کے تابع نہ ہو جیسے چاشت کی نماز تو مستقل ہونے میں فرض کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کی قضا کی جائے گی، اور اگر دوسرے کے تابع ہو، جیسے سنن رواتب تو اس کی قضا نہیں کی جائے گی، ”شرح المنہاج“ میں خطیب شریفی فرماتے ہیں: ان (نوی) کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ موقت کی قضا ہمیشہ کی جائے گی اور یہی اظہر ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دن کی فوت شدہ نماز کی قضا کی جائے گی جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اور رات کی فوت شدہ نماز کی قضا اس وقت تک کی جائے گی جب تک طلوع فجر نہ ہو جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت تک قضا کرے گا جب تک اس کے بعد والا فرض نہ پڑھ لے، اور موقت سے وہ نمازیں نکل گئیں جن کا سبب ہوتا ہے جیسے تحسینہ اور کسوف کی نماز، اس لئے کہ اس میں قضا کا کوئی دخل نہیں ہوگا، ہاں اگر اس کا نماز کا ورد چھوٹ جائے تو اس کے لئے اس کی قضا مستحب ہے، جیسا کہ اذری نے فرمایا ہے اور حنا بلہ کے یہاں امام احمد فرماتے ہیں: ہم کو یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی کریم ﷺ نے سوائے فجر کی دو رکعتوں اور عصر کے بعد دو رکعتوں کے کسی بھی نفل کی قضا کی ہو۔

قاضی اور بعض اصحاب کہتے ہیں: سوائے فجر کی دو رکعتوں اور ظہر کی دو رکعتوں کے قضا نہیں کی جائے گی۔

اور ابن حامد فرماتے ہیں: تمام سنن رواتب کی قضا کی جائے گی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ان میں بعض کی قضا کی ہے، اور باقی کو ہم نے اس پر قیاس کر لیا ہے۔

اور ”شرح منتهی الارادات“ میں ہے: رواتب کی قضا کرنا مسنون ہے، سوائے اس کے جو فرض کے ساتھ چھوٹ گئی ہوں اور بہت ہوں تو افضل ان کا ترک کر دینا ہوگا، سوائے فجر کی سنت کے کہ ان کے مؤکد ہونے کے سبب ان کی قضا کرے گا (۱)۔

واجب کا تطوع میں بدل جانا:

۱۹- کبھی عبادات کا واجب تطوع سے بدل جاتا ہے، خواہ قصد سے ہو یا بغیر قصد کے، اسی میں سے مثلاً ابن نجیم نماز کے بارے میں کہتے ہیں: اگر فرض کی نیت سے نماز شروع کی، پھر نماز میں اپنی نیت بدل دی اور اس کو تطوع کر دیا تو وہ تطوع ہو جائے گی۔

اور ”شرح منتهی الارادات“ میں ہے: اگر کسی مصلیٰ نے کسی فرض جیسے ظہر کا اس کے نیز دوسرے کے لئے وسعت رکھنے والے وقت میں تحریمہ باندھا، پھر اس کو بایں طور نفل سے بدل دیا کہ بجائے نماز کی نیت فسخ کرنے کے فرض کی نیت فسخ کر دی، تو یہ نیت مطلقاً صحیح ہو جائے گی، خواہ اس میں سے اکثر کو پڑھ چکا ہو یا اقل کو پڑھا ہو، اور خواہ کسی صحیح غرض کے لئے ہو یا نہیں، اس لئے کہ فرض کی نیت میں نفل داخل ہو جاتی ہے، اور بغیر کسی صحیح غرض کے اس کو نفل سے بدلنا مکروہ ہوگا، پھر فرمایا: اور وہ (فرض نماز) نفل سے بدل جاتی ہے جس کا عدم ظاہر ہو جائے، جیسے کہ کسی فوت شدہ نماز کو اپنے اوپر لازم گمان کر کے

(۱) البدائع ۱/۲۷۹، ۲۸۷، ۲۹۰، مع الجلیل ۱/۲۱۰، الدرر ۱/۳۱۹، معنی الجناح ۱/۲۳۳، معنی ۱/۲۳۸، شرح منتهی الارادات ۱/۲۳۰۔

تطوع ۲۰

اور ”المہذب“ میں بھی ہے کہ جو شخص غیر اشہرج میں حج کا احرام باندھے، اس کا احرام عمرہ کے لئے منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ ایک موقت عبادت ہے، لہذا جب اس کے وقت کے علاوہ میں اس کو باندھے گا تو اسی کی جنس کی دوسری عبادت منعقد ہو جائے گی، جیسے نماز ظہر کے لئے جب زوال سے پہلے تحریمہ باندھے تو اس کا تحریمہ نفل کے لئے منعقد ہوگا۔

اور ابن نجیم کی ”الاشباہ“ میں ہے: اگر حج کا احرام نذر اور نفل کے لئے باندھا تو نفل ہوگا، اور اگر حج کا احرام فرض اور تطوع کے لئے باندھا تو قول اصح کے مطابق صاحبین کے نزدیک وہ تطوع ہوگا (۱)۔

فرض کی ادائیگی سے تطوع کا حصول اور اس کے برعکس:

۲۰- کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں فرض کی ادائیگی سے تطوع ہوتا ہے، لیکن تطوع کا ثواب اس کی نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، ابن نجیم کی ”الاشباہ“ میں دو عبادتوں کو جمع کرنے کی بحث میں آیا ہے، فقہاء فرماتے ہیں: اگر جنبی جمعہ کے دن جمعہ اور جنابت دور کرنے کے لئے غسل کرے تو اس کی جنابت دور ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کے غسل کا ثواب ملے گا۔

اور ابن عابدین لکھتے ہیں: جس کے اوپر ایسی جنابت ہو جس کو وہ بھول جائے اور مثلاً جمعہ کے لئے غسل کرے تو اس کا حدیث ضمناً دور ہو جائے گا، اور فرض یعنی غسل جنابت کا ثواب اس وقت تک نہیں پائے گا جب تک اس کی نیت نہ کرے، اس لئے کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ہوتا۔

اور ”الشرح الصغیر“ میں ہے: فرض نماز سے تہیۃ المسجد ادا ہو جاتی ہے، لہذا فرض نماز ادا کر لینے سے تہیۃ کا مطالبہ ساقط

اس کا تحریمہ باندھا ہو پھر ظاہر ہوا کہ اس کے اوپر کوئی فوت شدہ نماز نہیں تھی، یا کسی فرض کا تحریمہ باندھا پھر اس پر ظاہر ہوا کہ اس کا وقت نہیں آیا ہے، اس لئے کہ فرض صحیح نہیں ہوا، اور نفل کو باطل کرنے والی کوئی چیز پائی نہیں گئی۔

اور اسی میں سے روزہ ہے، ”شرح منتہی الارادات“ میں آیا ہے کہ جو نذر کفارہ یا قضا کے روزہ کی نیت توڑ دے پھر نفل کی نیت کرے تو اس کا نفل (روزہ) صحیح ہوگا، اور روزہ دار نذر یا قضا کی نیت کو اگر نفل سے بدل دے تو فرض نماز کو نفل سے بدل دینے کی طرح یہ صحیح ہوگا، اور جاوی نے ”الاقناع“ میں قضا کے بدل دینے کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، اور بغیر کسی مقصد کے اس کے لئے ایسا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے (۱)۔

اور اسی میں سے زکاۃ ہے، ”بدائع الصنائع“ میں آیا ہے: جب کسی آدمی کو زکاۃ دے دے، اور دیتے وقت اس کو یہ خیال نہ آئے کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن پر زکاۃ صرف کی جاتی ہے اور اس کے معاملہ میں شک نہیں ہوا، تو جب یقینی طور سے ظاہر ہو جائے کہ وہ شخص مصارف زکاۃ میں سے نہیں ہے تو اس کی زکاۃ ادا نہ ہوگی اور اس پر دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگا، اور جو کچھ اسے دیا ہے اسے اس کے واپس لینے کا اختیار نہیں ہوگا، اور وہ تطوع کے طور پر واقع ہو جائے گی، پھر دوسری جگہ کا سانی فرماتے ہیں: مغل (پیشگی دی ہوئی زکاۃ) جب بطور زکاۃ واقع نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب وہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو بطور تطوع ہوگی، خواہ اس کے ہاتھ میں مالک مال کے ہاتھ سے پہنچے یا امام یا اس کے نائب (ساعی، محصل) کے ہاتھ سے پہنچے، اس لئے کہ اصل قربت حاصل ہوگئی ہے، اور نفل صدقہ میں اس کے فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے بعد رجوع کا احتمال نہیں رہتا ہے۔

(۱) الأشباہ لابن نجیم ج ۱، ۵۱، شرح منتہی الارادات ۱/ ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، المہذب ۱/ ۳۰، ۳۱، الأشباہ لابن نجیم ج ۱، ۳۱

(۱) الأشباہ لابن نجیم ج ۱، ۵۱، شرح منتہی الارادات ۱/ ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱۔

تطوع ۲۱-۲۲

دونوں اس کی جگہ ایک دن کی قضا کرو)۔

البتہ مالکیہ سوائے اس صورت کے جب فساد عمداً ہو، قضا کو واجب نہیں قرار دیتے ہیں، چنانچہ اگر کسی عذر سے ہو تو قضا نہیں ہوگی، اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جب تطوع شروع کرے تو اتمام مستحب ہے، واجب نہیں ہے، اسی طرح فاسد ہو جائے تو قضا مستحب ہے، سوائے حج اور عمرہ کے تطوع کے کہ جب ان کو شروع کر دے تو اتمام واجب ہوگا، اس لئے کہ دونوں کی نفل نیت اور نفل نیت میں ان کے فرض کی طرح ہے (۱)۔

اور اتمام کے عدم وجوب کے لئے شافعیہ اور حنابلہ نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: ”الصائم المتطوع أمير نفسه، إن شاء صام، وإن شاء أفطر“ (۲) (تطوع کے طور پر روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امیر ہے، چاہے روزہ رکھے، چاہے افطار کرے)۔

تفصیلات ”نفل“، ”صلاۃ“، ”صیام“ اور ”حج“ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۲۲- رہیں ان کے علاوہ دوسری تطوعات تو وہ یا تو معروف تبرعات جیسے بہہ، عاریت، وقف اور وصیت کے قبیل سے ہوں گی یا ان کے علاوہ ہوں گی۔

= حضرت عائشہ سے کی ہے اور انقطاع کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے
(۱) البدائع ۱/ ۲۹۰، ۲۹۱، الاختیار ۱/ ۶۶، لشرح الصغیر ۱/ ۲۰۸، لطالب ۲/ ۹۰،
الکافی لابن عبد البر ۱/ ۳۵۰، معنی المحتاج ۱/ ۳۲۸، ۳۲۳، المہذب ۱/ ۵۵، المغنی
۳/ ۵۳، ۶۵، شرح منیٰ لإرادت ۱/ ۶۱۔

(۲) حدیث: ”الصائم المتطوع أمير نفسه: إن شاء صام و إن شاء أفطر“
کی روایت ترمذی (۱۰۹، طبع لعلی) اور الحاکم (۱/ ۳۳۹، طبع دائرة
المعارف العثمانیہ) نے کی ہے اور ابن تیمیہ نے اس کی سند اور متن میں
اضطراب کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے (الجمہور الفقہی بہامش الحدیث
۳/ ۲۷۸، طبع دائرة المعارف العثمانیہ)۔

ہو جائے گا، اور اگر فرض اور تحیہ کی نیت کی ہو تو دونوں حاصل ہو جائیں گے، اور اگر تحیہ کی نیت نہیں کی ہے تو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

اور اسی کے مثل جمعہ اور جناہت کا غسل اور اپنے اوپر لازم قضا روزہ کے ساتھ عرفہ کا روزہ رکھنا ہے۔

اور ابن رجب کی ”المقواعد“ میں ہے: اگر مکہ سے نکلنے وقت طواف زیارت اور وداع کی نیت کرتے ہوئے طواف کرے، تو خرقی اور صاحب ”المغنی“ فرماتے ہیں کہ یہ طواف دونوں کی طرف سے کافی ہوگا (۱)۔

دوم- وہ احکام جو عبادات اور غیر عبادات دونوں میں عام ہیں:

الف- شروع کرنے کے بعد تطوع کو توڑ دینا:

۲۱- اگر تطوع عبادت ہو جیسے نماز اور روزہ تو حنیفہ اور مالکیہ کے نزدیک جب اس کو شروع کر دے تو پورا کرنا لازم ہوگا، اور جب فاسد ہو جائے تو قضا واجب ہوگی، اس لئے کہ کر گزرنے اور قضا کرنے کے اعتبار سے تطوع شروع کر دینے سے لازم ہو جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ ادا کردہ جزء عبادت ہے اور عبادت کا باطل کرنا حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ“ (۲) (اور اپنے اعمال کو رائیگاں مت کر دو) اور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے اس حال میں کہ دونوں نے تطوع کے روزہ میں افطار کر لیا تھا، فرمایا: ”اقضیا یوما مکانہ“ (۳) (تم

(۱) لأشباہ لابن کثیر ۱/ ۳۰، ابن ماجہ ۱/ ۷۷، لشرح الصغیر ۱/ ۳۶،
المقواعد لابن رجب ۱/ ۲۲۔

(۲) سورہ محمد ۳۳۔

(۳) حدیث: ”اقضیا یوما مکانہ“ کی روایت ترمذی (۱۱۲/۳) طبع لعلی نے

تطوع ۲۴-۲۵

(اعمال کا دار و مدار تو نیتوں پر ہوتا ہے) اور نیت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادات عادات سے اور بعض عبادات بعض سے ممیز ہو جائیں، چنانچہ غسل کرنا تہجد (ٹھنڈک کے حصول) کے طور پر بھی ہوتا ہے اور عبادت کے لئے بھی، اور مفطرات صوم (کھانا، پینا، جماع) سے رک جانا پرہیزی یا دوا کے طور پر بھی ہوتا ہے، اور مال دینا شرعی صدقہ کے طور پر بھی ہوتا ہے اور معروف صلہ رحمی کے طور پر بھی، اسی طرح کی دوسری مثالیں، اسی بنیاد پر عبادات میں بالاتفاق نیت شرط ہے (۱)، البتہ نقلی عبادات کی نیت کرنے میں تعیین یا اطلاق کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۲۵- عبادات کے اندر تطوع میں سے کچھ تو مطلق ہیں جیسے تہجد اور روزہ، اور کچھ مقید ہیں جیسے نماز کسوف، اور فرائض کے ساتھ سنن رواتب اور جیسے عرفہ اور عاشوراء کا روزہ۔

جہاں تک مطلق تطوع کا تعلق ہے تو تمام فقہاء کے نزدیک نیت کے ذریعہ تعیین کئے بغیر اسے ادا کرنا جائز ہے اور مطلق نماز یا مطلق روزہ کی نیت کافی ہے۔

جہاں تک معین تطوع کی بات ہے جیسے رواتب، وتر، تراویح، نماز کسوف، نماز استسقاء اور یوم عاشوراء کا روزہ تو ان میں نیت سے ان کی تعیین شرط ہے، اور یہ مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور بعض مشائخ حنفیہ کے نزدیک ہے البتہ مالکیہ نے اپنے یہاں تطوع معین کی حد بندی کر دی ہے کہ معین تطوع، وتر، عیدین، نماز کسوف، نماز استسقاء اور رعبہ فجر (سنت فجر) ہے، جہاں تک اس کے علاوہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے نزدیک مطلق ہے، اور حنفیہ کے یہاں صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ معین یا مقید تطوع تعیین کے بغیر صحیح ہو جاتا ہے، اور مطلق تطوع

(۱) لا شاہ لابن کثیر ص ۱۹، ۲۳، الذخیرہ للقرآنی ص ۲۳۵، ۲۳۶، المسحور ص ۲۸۷، المغنی ص ۲۶۳۔

باقی کا صدقہ کرنا اس کے اوپر لازم نہیں ہوگا۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آدمی جب کسی مال مقدر (متعین مقدار کے مال) کو صدقہ کرنے کی نیت کرے اور اس کو صدقہ کرنا شروع کرے، اور کچھ صدقہ نکال دے تو باقی کا صدقہ اس پر لازم نہیں ہوگا، اور یہ نظیر ہے اعتکاف کی، اس لئے کہ اعتکاف بھی شریعت کے ذریعہ مقدر نہیں ہے، لہذا وہ صدقہ کے مشابہ ہے، البتہ ابن رجب نے اس میں اختلاف ذکر کیا ہے۔

اور الخطاب نے ان اشیاء کو شمار کیا ہے جو شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہیں اور وہ سات ہیں: نماز، روزہ، اعتکاف، حج، عمرہ، اقتداء اور طواف، پھر ان چیزوں کو بیان کیا ہے جو شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتی ہیں اور جن کے توڑنے سے قضا واجب نہیں ہوتی ہے، وہ صدقہ، تلاوت، اذکار، وقف، جہاد کا سفر اور اس کے علاوہ دوسری قریبات ہیں (۱)۔

اس کی تفصیل ”تبرع“ اور ”صدقہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ب- تطوع کی نیت:

۲۴- تطوع اگر عبادت ہو تو بلاجماع اس میں نیت ضروری ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“ (۲) (حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لئے خالص رکھیں یکسو ہو کر) اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إنما الأعمال بالنیات“ (۳)

(۱) المغنی ص ۱۸۵، القواعد لابن رجب ص ۸۶، مواہب الجلیل ص ۹۰/۲۔

(۲) سورۃ البینہ ص ۵۔

(۳) حدیث: ”إنما الأعمال بالنیات“ کی روایت بخاری (فتح ص ۹/۱ طبع استغیہ) اور مسلم (ص ۱۵۱۵ طبع لعلی) نے حضرت عمر بن الخطاب سے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

تطوع ۲۶-۲۷

دینا ایسی قربت ہے جس میں نیت کے بغیر ثواب کا استحقاق نہیں ہوتا (۱)۔

ج- تطوع میں نیابت:

۲۷- تطوع اگر بدنی عبادات جیسے نماز روزہ میں سے ہو تو اس میں نیابت ناجائز ہے، اس لئے کہ اس کے فرض میں فی الجملہ نیابت جائز نہیں ہے، لہذا اس کی نفل میں بھی ناجائز ہوگی، اور اگر ان دونوں (بدنی عبادت اور مالی عبادت) سے مرکب ہو جیسے حج تو حنیفہ اور حنابلہ کے نزدیک اس میں نیابت صحیح ہوگی، اور شافعیہ کے یہاں بھی زیادہ قوی قول اور مالکیہ کے یہاں دو معتمد اقوال میں سے ایک یہی ہے۔

ان کے علاوہ دوسری چیزوں یعنی مالی عبادات اور نیکی و بھلائی کی انواع کے تطوعات جیسے صدقہ، ہدی، آزاد کرنا، وقف، وصیت، بیہ، بری قراردینا وغیرہ میں نیابت جائز ہے۔

اسی طرح حنیفہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، حلق، طواف، عمرہ، تلاوت اور دوسری چیزوں کا ثواب دوسرے زندہ یا مردہ کے لئے کر کے بہ طور تطوع کے دے دے، کیونکہ: ”ضحیٰ بکبشین أملحین، أحدهما عنده، والآخر عن أمتہ“ (۲) (نبی ﷺ نے دوسفید و سیاہ رنگ کے مینڈھوں کی قربانی کی، ایک اپنی طرف سے دوسرا اپنی امت کی طرف سے) اور عمر بن شعیب عن أبی عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ

(۱) الموافقات للہامی ۲/ ۳۲۳، ۳۲۹، لا شاہ لابن کیم ۲/ ۲۳، ۲۳، اشرح الصغیر ۲/ ۳۱۲ طبع مجلس کچھ تصرف کے ساتھ، المسکور فی القواعد ۳/ ۶۱۔

(۲) حدیث: ”ضحیٰ بکبشین أملحین، أحدهما عنده، والآخر عن أمتہ“ کی روایت بیہقی (۲/ ۲۶۷) طبع دائرة المعارف العثمانیہ اور ابویعلیٰ نے جیسا کہ مجمع الرواؤد (۲/ ۲۳) طبع القدسی میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے اور ثنی فرماتے ہیں اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

عی کی طرح اس (معیّن) میں مطلق نیت کافی ہوگی اور اکثر مشائخ حنیفہ کی یہی رائے ہے (۱)۔

۲۶- جہاں تک عبادات کے علاوہ دوسری تطوعات کا تعلق ہے تو اصل یہ ہے کہ اس میں نیت کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ شریعت کے ان احکام کی اطاعت میں جو بھلائی پر ابھارتے ہیں، ثواب کے استحقاق کے لئے ان میں قربت کی نیت مطلوب ہوگی، کیونکہ اس نیت کے بغیر وہ خالص قربت نہیں بن پائیں گی، شاطبی کہتے ہیں: تصرفات یعنی عبادات اور عبادات میں مقاصد کا اعتبار کیا جاتا ہے پھر فرمایا: رہے عادی اعمال (اگرچہ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے نیت کی حاجت نہیں ہوتی)، تو امتثال کے قصد کے بغیر نہ وہ عبادت ہوں گے، نہ ثواب میں معتبر ہوں گے، اور ابن نجیم کی ”لا شاہ“ میں ہے: وقف، بیہ اور وصیت نیت پر موقوف نہیں ہیں، تو وصیت کے ذریعہ اگر تقرب کی نیت بھی ہے تو اس کو ثواب ہوگا، ورنہ وہ صرف صحیح ہوگی، اسی طرح وقف میں اگر قربت کی نیت کرے تو اس کو ثواب ہوگا ورنہ نہیں، اور اسی اصل کے مطابق تمام قربات میں نیت ضروری ہے یعنی ان پر ثواب ملنا اس بات پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کے لئے انہیں کیا گیا ہو۔

”اشرح الصغیر“ میں ہے: بیہ صدقہ کی طرح مندوب تبرعات میں سے ہے اور یہ قصد کے صحیح ہونے کی شرط پر ہے، اور اگر یہ احتضار کرے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کی شریعت نے ترغیب دی ہے تو اسے ثواب ہوگا اور زکشی کی ”المختور فی القواعد“ میں ہے: مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا اور سلام کا جواب

(۱) لا شاہ لابن کیم ۲/ ۳۲، ۳۳، البدائع ۱/ ۲۸۸، حاشیۃ الدرستی ۱/ ۳۱۸، الخطاب ۱/ ۵۱۵، لا شاہ للسیوطی ۲/ ۱۵، ۱۷، المسکور ۲/ ۲۶، المہذب ۱/ ۷۷، المغنی ۱/ ۳۶۶، شرح منشی لآراء ۱/ ۱۶۷۔

تطوع ۲۸

کے ساتھ حسن سلوک میں سے یہ بھی ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ تم اپنے والدین کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو۔

مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نماز اور روزوں کے علاوہ میں نیابت جائز ہے (۱)۔

اس کی تفصیل ”نیابت“، ”وکالت“، ”نفل“، ”صدقہ“، ”صلاة“ اور ”صوم“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

و- تطوع پر اجرت لینا:

۲۸- اصل یہ ہے کہ ہر اس طاعت پر اجرت لینا جو مسلمان کے ساتھ مخصوص ہے جیسے امامت، اذان، حج، جہاد اور قرآن کی تعلیم ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ”أن اتخذ مؤذنا لا يأخذ علي أذانه أجرا“ (۲) (ایسا مؤذن بناؤ جو اپنی اذان کی اجرت نہ لے)، اور اس لئے کہ قربت جب حاصل ہوگی تو عامل (کرنے والے) کی طرف سے واقع ہوگی، اسی لئے اس کی اہلیت کا اعتبار کیا جاتا ہے، لہذا دوسرے شخص سے اجرت لینا جائز نہیں ہوگا، جس طرح روزے اور نماز میں دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہوتا۔

(۱) البدائع ۲/۱۳، ۳/۱۰۳، ابن ماجہ ۱/۶۰۶، ۲/۱۱۸، ۲۳۷۔
۲۳۱، الہدایہ ۱/۱۲۷، ۳/۱۳۸، مع الجلیل ۱/۳۰۶، ۳۰۷، ۳۲۲،
۳۳۹، ۳۵۲، جوہر و التلیل ۲/۱۲۵، لفرق للقرانی ۳/۹۱، الشرح
المعیر ۱/۲۶۳، ۲/۱۸۲، مغنی المحتاج ۳/۶۷، نہایۃ المحتاج ۱/۸۲، ۲/۱۳۶،
قلیوبی ۲/۳۳۸، السور ۳/۳۱۲، امرب ۱/۳۵۵، المغنی ۲/۵۶۷،
۵۶۸، ۵۶۹، شرح تفسیری لرادات ۱/۱۲۱، ۲/۶۲، ۶۳۔

(۲) حدیث: ”انخذ مؤذنا لا يأخذ علي أذانه أجرا“ کی روایت ابوداؤد (۱/۳۶۳ طبع عبیدہما) اور ترمذی (۱/۲۱۰ مصنفی المہلبی) نے کی ہے اور ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عثمان کی حدیث حسن صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص سے جب انہوں نے اپنے والد کے سلسلہ میں پوچھا تھا فرمایا: ”لو كان مسلما فاعتقتم عنه أو تصدقتم عنه أو حججتم عنه بلغه ذلك“ (۱) (اگر وہ مسلمان ہوتے اور تم ان کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو یہ ان کو پہنچتا)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: یہ حج تطوع اور غیر تطوع میں عام ہے، اور اس لئے کہ یہ نیکی اور طاعت کا عمل ہے تو اس کا نفع اور ثواب صدقہ، روزوں اور حج واجب کی طرح پہنچے گا، اور حضرت انسؓ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ، حج کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے، فرمایا: ”نعم، إنه ليصل إليهم، وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدى إليه“ (۲) (ہاں بلاشبہ یہ ان کو یقینی طور پر پہنچتا ہے اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے جب اس کو طبق میں کچھ رکھ کر ہدیہ کیا جاتا ہے)، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إن من البر بعد الموت أن تصلي لأبيك مع صلاتك، وأن تصوم لهما مع صومك“ (۳) (موت کے بعد والدین

(۱) حدیث: ”لو كان مسلما فاعتقتم عنه أو تصدقتم عنه أو حججتم عنه بلغه ذلك“ کی روایت ابوداؤد (۳/۳۰۲ تحقیق عزت عبیدہما) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”إنه ليصل إليهم، وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدى إليه“ کی روایت ابوحنیفہ عکبر کی نے کی ہے جیسا کہ ابن ماجہ ۲/۲۳۷ میں وارد ہوا ہے۔

(۳) حدیث: ”من البر بعد الموت أن تصلي لأبيك مع صلاتك، وأن تصوم لهما مع صومك“ کی روایت دارقطنی نے کی ہے جیسا کہ ابن ماجہ ۲/۲۳۷ میں ہے۔

تطوع ۲۸

یہ حنفیہ کا مسلک ہے، اور حنابلہ کے یہاں بھی ایک روایت یہی ہے (۱)۔

اور مالکیہ کے یہاں کراہت کے ساتھ صحیح ہے۔ ”الشرح الصغیر“ میں آیا ہے: جو اعمال اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں خواہ حج ہو یا غیر حج مثلاً تلاوت، امامت، علم کی تعلیم، ان میں اپنے کو مزدور بنانا مکروہ ہے، اور کراہت کے ساتھ وہ صحیح ہو جائیں گی، اسی طرح اذان پر بھی اجرت لیما مکروہ ہے، امام مالک فرماتے ہیں: آدمی کا اپنے آپ کو کچی اینٹ بنانے، بکڑی کاٹنے اور اونٹ ہنکانے کا مزدور بنانا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ وہ اجرت پر کوئی ایسا عمل کرے جو صرف اللہ کے لئے کیا جاتا ہے۔

اور جیسا کہ ”نہایۃ المحتاج“ میں ہے: شافعیہ کا کہنا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جہاد یا کسی ایسی عبادت کے لئے اجارہ کرنا صحیح نہیں ہے جس کے لئے نیت واجب ہوتی ہے، اور فقہاء نے امامت کو بھی اسی سے ملحق کیا ہے، چاہے وہ نفل ہی کی امامت ہو، اس لئے کہ یہ عمل خود اس کرنے والے کے لئے ہوا ہے، رہیں وہ عبادت جن میں نیت واجب نہیں ہوتی جیسے اذان تو ان پر اجارہ کرنا صحیح ہے، اور جن عبادت میں نیت ہوتی ہے ان میں سے حج اور عمرہ مستثنیٰ ہیں، چنانچہ جو شخص حج یا عمرہ کرنے سے عاجز ہو یا جس کا انتقال ہو چکا ہو اس کی طرف سے حج یا عمرہ کرنے پر اجرت لیما دینا جائز ہے، اور طواف کی دو رکعتیں انہیں دونوں کی مبعیت میں ہو جائیں گی، اور زکاۃ، کفارہ، اُضحیہ (قربانی کا گوشت) اور ہدی کے تقسیم کرنے اور ذبح کرنے اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے اور ان تمام چیزوں پر اجارہ جائز ہے جو نیابت کو قبول کرتے ہیں اگرچہ وہ نیت پر موقوف

(۱) البدائع ۳/۱۹۲، الہدایہ ۳/۲۳۰، المغنی ۳/۲۳۱، ۵/۵۵۵، ۵/۵۵۹،

الاختیارات الفقہیہ ۱/۵۵۔

ہوں، اس لئے کہ ان میں مال کا شائبہ ہے اور ان تمام چیزوں کے لئے اجارہ صحیح ہے جن میں نیت واجب نہیں ہوتی، اور میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین، قرآن کی تعلیم اور قبر کے پاس دعا کے ساتھ تلاوت قرآن کے لئے بھی صحیح ہے (۱)۔

اور ابن تیمیہ کی ”الاختیارات الفقہیہ“ میں ہے: انسان کے لئے کسی شخص سے کسی ذمہ دار کے پاس اس کی سفارش کرنے کے لئے یا اس سے کسی ظلم کو دور کرنے کے لئے یا اس کے پاس اس کا حق پہنچانے کے لئے یا کوئی ایسی ذمہ داری سوچنے کے لئے جس کا وہ مستحق ہے یا جنگجو فوجیوں میں اس کی خدمات حاصل کرنے کے لئے جبکہ وہ اس کا مستحق بھی ہو کوئی ہدیہ لیما ناجائز ہے اور جب ہدیہ کی ممانعت ہے تو بدرجہ اولیٰ اجرت کی ممانعت ہوگی۔

اور اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ جو کسی تطوع والے عمل پر اجرت لے جو ان اعمال میں سے ہو جن میں اجرت لیما فقہاء کے نزدیک جائز ہے تو وہ اجیر سمجھا جائے گا، اور قربات (نیکی کے کاموں) کو تطوعاً کرنے والا نہیں ہوگا، اس لئے کہ قربات اور طاعات جب اجرت کے عوض واقع ہوں تو وہ نہ تو قربت ہوں گی، نہ عبادت، اس لئے کہ عبادت میں تشریک (دوسری چیز کا شریک کرنا) جائز نہیں ہے، لیکن جب بیت المال یا وقف سے وظیفہ ہو تو اسے نفقہ سمجھا جائے گا، اجرت نہیں سمجھا جائے گا۔

”الاختیارات الفقہیہ“ میں یہ بھی آیا ہے: وہ اعمال جن کے کرنے والے کو اہل قربت میں سے ہونے کی خصوصیت حاصل ہے، کیا ان اعمال کو قربت کے علاوہ طریقہ پر واقع کرنا جائز ہے؟ تو جو کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے وہ ان پر اجارہ کی بھی اجازت نہیں دیتے، اس لئے کہ عوض لینے کی وجہ سے وہ عمل قربت سے خارج

(۱) لشرح الصغیر ۱/۲۶۳ طبع مجلس، نہایۃ المحتاج ۵/۲۸۷، ۶/۲۸۸، ۶/۹۱۔

تطوع ۲۹-۳۱

ہو جائے گا، اور اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اعمال میں سے صرف اسی کو قبول کرتا ہے جس کے ذریعہ اس کی خوشنودی چاہی جائے، اور جو اجارہ کی اجازت دیتے ہیں وہ اس کے قربت کے علاوہ طریقہ پر کرنے کی بھی اجازت دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس پر اجارہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس میں مستاجر کا فائدہ ہے اور جو کچھ بیت المال سے لیا جاتا ہے وہ عوض اور اجرت نہیں ہے، بلکہ طاعت پر امانت کرنے کے لئے وظیفہ ہے، لہذا ان میں سے جو اللہ کے لئے عمل کرے گا اسے ثواب ہوگا اور نیکی کے کاموں کے لئے وقف مال اور ان کے لئے وصیت کردہ مال اور نذر مانا ہو مال بھی اسی طرح اجرت کی طرح نہیں ہوگا، قرآنی کہتے ہیں: وظائف کا باب سلوک کرنے کے باب سے زیادہ متعلق اور معاوضہ کے باب سے زیادہ دور ہے، اور اجارہ کا باب مسامحت (نرم برتاؤ) سے زیادہ دور اور تنگی کرنے کے باب سے زیادہ متعلق ہے (۱)، پھر تحریر کرتے ہیں: وظائف کے جواز پر اجماع ہے، اس لئے کہ یہ سلوک بھلائی اور امداد ہے، نہ کہ اجارہ (۲)۔

ب۔ ایسے شخص کا نفلی حج کرنا جس نے حج اسلام (فرض حج) نہیں ادا کیا ہے:

۳۱۔ ابن قدامہ کہتے ہیں: ان لوگوں میں سے جس نے حج اسلام (یعنی حج فرض) نہیں کیا ہے، اگر کسی نے حج تطوع کا احرام باندھا تو وہ حج اسلام کی طرف سے واقع ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ اور امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ اس نے حج کا احرام باندھا ہے اور حج فرض اس کے ذمہ ہے، لہذا مطلق ہی کی طرح اس کے فرض کی طرف سے واقع ہو جائے گا، اور اگر تطوع کا احرام باندھا اور اس کے اوپر نذر مانا ہوا (حج) واجب تھا تو وہ نذر ہی کی طرف سے واقع ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ واجب تھا تو وہ حج اسلام (حج فرض) کی طرح ہوگا، اور ہم نے جو مسائل بیان کئے ہیں ان میں عمرہ بھی حج کی طرح ہوگا، اس لئے کہ وہ دو مناسک میں سے ایک ہے، لہذا وہ دوسرے ہی جیسا ہوگا۔

اور حنفیہ و مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر نفل حج کی نیت کی اگرچہ حج اسلام نہ کیا ہو تو جس کی نیت کی ہے اسی کے لئے واقع ہوگا، اس لئے کہ حج کا وقت نماز کے وقت (ظرف) اور روزہ کے وقت (معیار) دونوں سے مشابہ ہے، لہذا اسے دونوں کا حکم دے دیا گیا ہے، چنانچہ حج فرض مطلق نیت سے ادا ہو جائے گا، اور جب نفل کی نیت کی ہو تو نفل حج ہی ہوگا۔

(۱) البدائع ۲/۲۲۶، ۵۲/۲، ۱۰۸، ۱۱۷، شرح الصغیر ۱/۲۳۸، معنی الحجاج ۱/۲۳۸، المعنی ۳/۳۔

تطوع کا واجب سے بدل جانا:

۲۹۔ متعدد اسباب کی بنا پر تطوع واجب میں بدل جاتا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف۔ شروع کرنا:

۳۰۔ حج کا تطوع شروع کر دینے سے تمام فقہاء کے نزدیک واجب

(۱) "نکاحیہ" کا معنی ہے ایک دوسرے پر غلبہ پانا (حاشیہ الدرستی ۲/۳) اور مسامحہ اس کی ضد ہے۔

(۲) لإختیارات المعصیہ رض ۱۸۳، المعنی ۳/۳۱۳، الفروق للقرآنی ۳/۳، اور صحیحہ: "إلما الأعمال باللبات....." کی تخریج (مقررہ نمبر ۲۳) پر گزر چکی ہے۔

تطوع ۳۲

ابن نجیم کہتے ہیں، اگر ایام نحر میں تطوع کی نیت سے طواف کرے تو طواف فرض کی طرف سے ہو جائے گا۔

اور ”البدائع“ میں ہے: اگر کسی فقیر پر اپنا سارا مال صدقہ کر دے اور زکاۃ کی نیت نہ کرے تو استحساناً زکاۃ کی طرف سے کفایت کرے گا اور قیاس یہ ہے کہ اس سے زکاۃ ادا نہ ہو، اس لئے کہ زکاۃ عبادت مقصودہ ہے، لہذا اس کے لئے نیت ضروری ہے، اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نیت دلالت پائی گئی، یہی حکم اس صورت میں ہوگا جب پورا نصاب فقیر کو جبہ کر دے یا تطوع کی نیت کرے، اور اگر زکاۃ کی نیت نہ کرے ایک سو کی ادائیگی کرے اور تطوع کی نیت کرے تو ایک سو کی زکاۃ امام ابو یوسف کے نزدیک ادا نہیں ہوگی، اور اس پر پورے کی زکاۃ ادا کرنا ضروری ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک جتنا مال صدقہ کیا ہے اس کی زکاۃ اس سے ساقط ہو جائے گی، بقیہ کی زکاۃ ساقط نہیں ہوگی (۱)۔

ج- نیت اور قول سے التزام یا تعین:

۳۲- ”الدر المختار“ میں آیا ہے کہ اگر نذر مانی کہ جمعہ کے دن مکہ میں اس درہم کو فلاں پر صدقہ کرے گا اور اس کی مخالفت کی تو جائز ہے، ابن عابدین کہتے ہیں: اگر بعض یا کل شرائط میں مخالفت کی اس طور پر کہ دوسرے شہر میں جمعہ کے دن کے علاوہ دوسرے درہم کو دوسرے شخص پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اس لئے کہ نذر کے تحت وہی چیز آسکتی ہے جو قربت ہو اور قربت صدقہ کرنا ہے، نہ کہ یہ تعینات، لہذا تعین باطل ہوگی اور قربت لازم ہوگی۔

پھر ابن عابدین فرماتے ہیں: اور یہ بات مطلق صورت میں نہیں ہے، اس لئے کہ ”البدائع“ میں ہے کہ اگر یہ کہا کہ اللہ کے واسطے

(۱) البدائع ۲/۳۰، المغنی ۳/۲۳۶، لا شباہ لابن نجیم ۳/۵۵، جوہر للإطیل ۵/۱۷۵، مسلم الثبوت ۲/۱۷۱، حاشیۃ الدسوقی مع شرح الدرریر ۵/۲۔

میرے اوپر لازم ہے کہ اس مسکین کو ایک چیز دوں، فقیر کا نام اس نے لیا ہو اور چیز متعین نہ کی ہو تو ضروری ہے کہ وہ چیز اسی شخص کو دے جس کا اس نے نام لیا ہے، اس لئے کہ جب نذر کردہ چیز کو اس نے متعین نہیں کیا تو فقیر کی تعین مقصود ہوگی، لہذا دوسرے کو دینا جائز نہیں ہوگا۔

اور ”الاختیار“ میں ہے: فقیر کے اوپر قربانی نہیں واجب ہوتی، لیکن خریداری کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اور جو جانور خرید اتھا وہ قربانی کے لئے متعین ہو جاتا ہے، اور اگر قربانی کے دن گزر جائیں اور قربانی نہ کرے تو اسے زندہ ہی صدقہ کر دے گا، اس لئے کہ قربانی فقیر پر واجب نہیں تھی، لہذا جب اس کو قربانی کی نیت سے خرید اتو وہ (جانور) قربانی کے لئے متعین ہو گیا، اور اراۃ (خون بہانا یعنی قربانی کرنا) ایک معلوم وقت میں قربت کے طور پر معروف ہے اور وہ وقت فوت ہو چکا ہے، لہذا بعینہ اسی کو صدقہ کر دے گا۔

اور قربانی کرنے والا اگر مال دار ہو اور قربانی کا وقت فوت ہو جائے تو قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرے گا، اسے خرید اہو یا نہیں، اس لئے کہ قربانی اس پر واجب تھی، لہذا جب قربانی میں قربت کا وقت فوت ہو گیا تو اپنے کو عہدہ برآ کرنے کے لئے قیمت صدقہ کر دے گا۔

اور ”نہایۃ المحتاج“ میں آیا ہے: قربانی سنت ہے لیکن التزام سے تمام دوسری قربات کی طرح واجب ہو جاتی ہے جیسے کہ: اس بکری کو میں نے قربانی کے لئے کر دیا۔

اور الخطاب کی ”تحریر الکام فی مسائل الالتزام“ میں ہے: جب تک دیوالیہ نہ ہو جائے یا مر نہ جائے یا بیمار نہ ہو جائے اس وقت تک التزام مطلق کا التزام کرنے والے پر فیصلہ کیا جائے گا۔

اور ابن رشد اپنی ”نوازل“ میں کہتے ہیں: جو کسی معین مسکین کے لئے کوئی چیز علاحدہ کرے اور قول یا نیت سے اس کے لئے جدا کرے تو

تطوع ۳۳-۳۴

و- نذر:

۳۳- قربات اور طاعات کی نذر ان کو واجب کر دیتی ہے، کاسانی فرماتے ہیں: عبادات اور مقصود قربات کی نذر کرنا وجوب کے اسباب میں سے ہے، اور ”فتح اعلیٰ الممالک“ میں ہے: نذر مطلق قربت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی طاعت کا التزام کرنا ہے (۱)۔

ھ- حاجت کا تقاضا:

۳۴- ابن رجب اپنی ”القولہ“ میں کہتے ہیں: اعیان (سامانوں) میں سے جس سے انتفاع کی حاجت متقاضی ہو اور مہیا ہونے اور کثرت سے اس کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کے صرف کرنے میں کوئی ضرر نہ ہو یا ایسے منافع جن کی حاجت ہو، قول اظہر میں بغیر کسی عوض کے ان کا مفت صرف کرنا واجب ہوگا، اس کی مثالوں میں پڑوسی کی دیوار پر اس طرح لکڑی رکھنا ہے کہ اسے ضرر نہ ہو، اور بعض فقہاء نے ماعون (خانگی سامان) کے صرف کر دینے کے وجوب کو مختار قرار دیا ہے، اور ماعون وہ ہے جس کی مقدار معمولی اور آسان ہو (اور اس کے صرف کرنے کا عرف ہو)، اسی میں یہ ہے کہ مصحف کو کسی ایسے مسلمان کو عاریت پر دینا واجب ہے جس کو اس میں تلاوت کرنے کی حاجت ہو، اور ”الشرح الصغیر“ پر صاوی کے حاشیہ میں ہے: عاریت (اصلاً) مستحب ہے، اور کبھی کسی (عارض) کی وجہ سے واجب ہو جاتی ہے جیسے ایسے شخص کا جس کو کسی خاص چیز کی ضرورت نہ ہو وہ چیز ایسے شخص کو عاریت پر دینا جس کے بارے میں خوف ہو کہ اس چیز کے نہ ملنے سے وہ ہلاک ہو جائے گا، اور قرض کے بارے میں فرماتے ہیں: قرض مستحب ہے اور کبھی اس کو واجب کرنے والی

= الممالک ۱/ ۲۳۳، ۲۳۸، الفواکیر الدوائی ۲/ ۲۲۰، القواعد الفقہیہ لابن

رجب ص ۸۶، المغنی ۳/ ۵۳۔

(۱) البدائع ۲/ ۲۳۳، فتح اعلیٰ الممالک ۱/ ۲۱۸۔

اس کے لئے اس مسکین کے علاوہ پر اس چیز کا صرف کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر کرتا ہے تو وہ اس مسکین کا ضامن ہوگا، اور اگر اس کو دینے کی نیت کی اور اس کے لئے نذول سے جدا کیا نہ نیت سے تو غیر پر اس کا صرف کرنا اس کے لئے مکروہ ہوگا، اور بتلہ (اس کے لئے جدا کرنے) کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت سے اس کے لئے کر دیا ہو۔

اور ”الفواکیر الدوائی“ میں ہے: جس نے (روٹی کا) کوئی ٹکڑا کسی سائل کے لئے نکالا پھر پایا کہ وہ چلا گیا ہے تو اس کے لئے اس (روٹی) کا کھانا جائز نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ دوسرے پر اس کو صدقہ کر دے، امام مالک نے یہی کہا ہے، اور دوسروں کا کہنا ہے کہ اس کے لئے اس کا کھانا جائز ہے، ابن رشد کہتے ہیں: امام مالک کے علاوہ حضرات کے کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جب اس ٹکڑے کو کسی معین مسکین کے لئے نکالا ہو تو اس کے موجود نہ ہونے یا قبول نہ کرنے پر اس کے لئے اس ٹکڑے کا کھانا جائز ہوگا اور امام مالک کے کلام کو غیر معین کے لئے اس کے نکالنے پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ اس کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا بلکہ دوسرے پر اسے صدقہ کر دے گا، اس لئے کہ اس نے اس کے لینے والے کو متعین نہیں کیا ہے۔

اور ابن رجب کی ”القولہ الفقہیہ“ میں ہے: ہدی اور قربانی بغیر کسی اختلاف کے قول سے متعین ہو جاتے ہیں اور نیت سے ان کے متعین ہونے میں دو احوال ہیں، تو اگر یہ کہا ہو کہ یہ صدقہ ہے تو وہ متعین ہو جائے گا اور نذر کے حکم میں ہو جائے گا۔ اور جب اپنی نیت سے اس کو صدقہ کرنے کے لئے متعین کرے اور اپنے مال سے علاحدہ کر دے تو وہ ایسے ہی ہوگا جیسے قربانی کی نیت کرتے ہوئے کوئی بکری خریدے (۱)۔

(۱) ابن ماجہ ۲/ ۲۶۶، لا تقیاریہ ۵/ ۱۹، نہایۃ الحاج، ۸/ ۲۰۷، فتح اعلیٰ

تطوع ۳۵-۳۸

صورت پیش آجاتی ہے، جیسے کسی بلاک ہو رہے شخص کو نجات دلانے کے لئے قرض دینا (۱)۔

و- ملکیت:

۳۵- عتق میں اصل یہ ہے کہ وہ مندوب اور مرغب فیہ (جس کی رغبت دلائی گئی ہو) ہے، لیکن جو شخص اپنی اصل یا فرع کا مالک ہو جائے اس پر اس اعتبار سے عتق واجب ہو جاتا ہے کہ اس کے مالک ہوتے ہی وہ اصل یا فرع آزاد ہو جاتی ہے (۲)۔

تطوع کی ممانعت کے اسباب:

۳۶- متعدد اسباب کی وجہ سے تطوع ممنوع ہو جاتا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف- اس کا ممنوعہ اوقات میں واقع ہونا:

۳۷- ان اوقات میں نفلی عبادت ممنوع ہے جن میں عبادت کرنے سے شریعت نے روکا ہے جیسے سورج نکلنے، سورج ڈوبنے اور سورج کے بیچ آسمان میں ہونے کے وقت نماز پڑھنا، اس لئے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: "ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلي فيهن، أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب" (۳) (تین اوقات

(۱) القواعد لابن رجب ص ۲۲۷، بشرح الصغیر، جامعہ الصاوی ۲/۱۰۳، ۲۰۵، طبع لجنہ۔

(۲) بشرح الصغیر ۲/۳۳۵، المہرب ۵/۲۔

(۳) حدیث: "ثلاث ساعات....." کی روایت مسلم (۱/۵۶۸، ۵۶۹، طبع لجنہ) نے کی ہے۔

ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے یا مردہ دفن کرنے سے رسول اللہ ﷺ ہم کو منع فرماتے تھے: سورج طلوع ہوتے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے، اور ٹھیک دوپہر کے وقت یہاں تک کہ سورج جھک جائے، اور سورج کے غروب کے لئے مائل ہوتے وقت یہاں تک کہ غروب ہو، اور اسی طرح عید اور تشریق کے دنوں میں نفلی روزہ رکھنا ہے (۱)، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: "أن رسول الله ﷺ نهى عن صيام يومين: يوم الفطر، ويوم النحر" (۲) (رسول اللہ ﷺ نے دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے: یوم الفطر اور یوم النحر)۔

اس کی صحت اور تفصیل کے سلسلہ میں "اوقات الصلوات"، "صلاة"، "نفل"، اور "صوم" کی اصطلاحات دیکھی جاسکتی ہیں۔

ب- فرض نماز کی اقامت:

۳۸- نفل نماز پڑھنا اس وقت ممنوع ہو جاتا ہے جب مؤذن نماز کی اقامت شروع کر دے یا وقت اس طرح تک ہو جائے کہ کسی بھی نفل کی ادائیگی کی گنجائش نہ ہو (۳)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة" (۴) (جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں ہوگی)۔ دیکھئے: "اوقات الصلوة" اور "نفل"۔

(۱) الاقضية ۱/۴۱، الدرر النوری ۱/۱۸۶، اسنی الطالب ۱/۱۳۳، المغنی ۲/۱۰۷۔

(۲) حدیث: "نهى عن صيام يومين: يوم الفطر و يوم النحر" کی روایت احمد (۲/۵۱۱، طبع مکتب الاسلامی) اور بیہقی (۳/۳۷۷، طبع دار المعرفہ) نے کی ہے اور اس کی اصل شیخین کے یہاں ہے (یعنی بخاری اور مسلم میں)۔

(۳) جوہر الاطیلس ۱/۷۷، منشی الاوادات ۱/۳۳۷، امرآی الفلاح ۱/۱۰۲۔

(۴) حدیث: "إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة" کی روایت مسلم (۱/۳۹۳، طبع لجنہ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

تطوع ۳۹-۴۰

ج- جو اجازت دینے کے مختار ہیں ان کا اجازت نہ دینا:
۳۹- جس کا تطوع دوسرے کی اجازت پر موقوف ہو اس کے لئے تطوع کرنا صرف اس کی اجازت کے بعد ہی جائز ہوگا، اسی بنیاد پر بیوی کے لئے بطور تطوع روزہ، اعتکاف یا حج کرنا شوہر کی اجازت ہی سے جائز ہوگا، اور اس صورت میں اجیر مستاجر کی اجازت ہی سے بطور تطوع روزہ رکھے گا جب روزہ سے مستاجر کو ضرر ہوتا ہو، اور بالغ لڑکے کے لئے نفل حج یا عمرہ کا احرام باندھنا یا نفل جہاد کرنا والدین کی اجازت ہی سے جائز ہوگا (۱)۔

یہ اجمالی حکم ہے اور اس کی تفصیل ”نفل“، ”صلاۃ“، ”صوم“، ”حج“، ”اجارہ“ اور ”اٹھی“ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

د- مالی تبرعات کے لحاظ سے حجر میں دیوالیہ قرار دینا:
۴۰- دین جس کے مال پر محیط ہو اسے شرعی طور پر کسی قسم کا تبرع کرنے سے روک دیا جائے گا مثلاً صدقہ کرنا، بیہ کرنا، اور حجر (پابندی عائد کرنے) کے بعد یہ ممانعت بالاتفاق ہوگی، رہا حجر سے پہلے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (دیکھئے: ”حجر“، ”تبرع“ اور ”انفاس“)۔
اور فوری تبرعات جیسے آزاد کرنا، قبضہ دلا کر بیہ اور صدقہ وغیرہ اگر تہائی سے بڑھ جائیں اور یہ تبرعات مرض الموت میں ہوں تو ممنوع ہوں گے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إن اللہ تصدق علیکم بوفاتکم بثلاث أموالکم“ (۲) (اللہ نے

(۱) البدائع ۲/۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵

تطوع ۴۱-۴۳

سوم تطوع کے وہ احکام جو غیر عبادات کے ساتھ مخصوص ہیں: ایجاب، قبول اور قبضہ:

۴۲- بعض تطوعات وہ ہیں جن میں ایجاب اور قبول کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تعمیری عقود میں ہوتا ہے، جیسے عاریت، ہبہ اور کسی معین شخص کے لئے وصیت کرنا، اور فقہاء کے اختلاف کے ساتھ معین پر وقف کرنا، اور قبضہ کی شرط قرار دینے میں بھی فقہاء کے اختلاف کے ساتھ، اور اس کی تفصیل ذیل میں آ رہی ہے:

الف- عاریت:

۴۳- باتفاق فقہاء ایجاب و قبول عقد عاریت کے ارکان ہیں اور کبھی آپس کا لینا دینا ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اور قبضہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عاریت میں رجوع کرنے سے مانع نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ ان حضرات کے یہاں یہ ایک غیر لازم عقد ہے اور عاریت دینے والا جب چاہے عاریت کا مال واپس لے لے، خواہ عاریت لینے والے نے اس پر قبضہ کیا ہو یا نہیں، فرماتے ہیں: آئندہ کے منافع مستعیر کے ہاتھ میں حاصل نہیں ہوتے وہ تو تھوڑا تھوڑا کر کے حاصل کئے جاتے ہیں، تو جب بھی کچھ حاصل کرنا ہے تو اس پر قبضہ پایا جاتا ہے اور جس کو حاصل نہیں کیا اس پر قبضہ نہیں پایا گیا، لہذا اس میں رجوع جائز ہے الا یہ کہ رجوع ایسے حال میں ہو جس سے مستعیر کو ضرر پہنچے، جیسے زراعت یا میت کو دفن کرنے کے لئے زمین عاریت پر دینا، اور یہ ان فقہاء کے نزدیک اجمالی حکم ہے، اور اس کی تفصیل ”عاریت“ میں دیکھی جائے۔

مالکیہ کے نزدیک عاریت ایک لازم عقد ہے، چنانچہ (عاریت کا) ایجاب و قبول منفعت کی تملیک کا فائدہ دیتا ہے اور متعین مدت سے پہلے، اور اگر مطلق ہو تو مستعار دی گئی چیز سے نفع

کے رد کرنے کا اختیار ہوگا (۱) یہ سب اجمالی احکام ہیں، تفصیل ”حجر“، ”تمرع“، ”ہبہ“، ”وقف“ اور ”وصیت“ میں دیکھی جائے۔

۴۱- کوئی ایسی قربت بہ طور تطوع کرنا جس میں معصیت ہو: کسی ایسی چیز کا تمرع کرنا جائز نہیں ہے جس میں اللہ کی معصیت ہو، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

☆ کسی حج کے احرام باندھنے والے کو صید (شکار کیا ہو یا جانور) عاریت پر دینا جائز نہیں ہے (۲)۔

☆ کسی ایسی چیز کے لئے وصیت کرنا صحیح نہیں ہے جو حرام ہو، جیسے گرجا گھر کے لئے وصیت کرنا یا حریوں کے لئے ہتھیار کی وصیت کرنا، نہ ہی گرجا بنانے، بیت النار (آتش کدہ) بنانے، ان کو آباد کرنے یا ان پر خرچ کرنے کی وصیت کرنا (۳)۔

نہ معصیت پر وقف کرنا صحیح ہے اور نہ اس چیز پر جو حرام ہو جیسے کلیسا، گرجا گھر، تو رات اور انجیل، اور جو ریزن پر وقف کرے تو وقف صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وقف کا مقصد قربت ہے اور ان چیزوں پر وقف کرنے میں معصیت پر اعانت ہے (۴)، یہ سب اجمالی حکم ہے۔ اور اس میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کے لئے ”وقف“، ”وصیت“، ”ہبہ“ اور ”تمرع“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱) البدائع ۱/۷۳، الشرح الصغیر ۲/۳۱۲ طبع المجلس، الخطاب ۵/۶۰، ۶۱، نہایۃ المحتاج ۳/۵۵، معنی المحتاج ۳/۱۲۰، المعنی ۵/۶۳۳، ۶۱، ۷۱، الاختیار لرت العزیز ۵/۱۷۹، المصروفی القواعد ۳/۲۷۸، القواعد لابن رجب ۱۳۔

(۲) البدائع ۱/۶۱، ۲/۱۳، ۲/۱۵، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۷۲، الشرح الصغیر ۲/۶۰، طبع المجلس، المعنی ۵/۲۲۵۔

(۳) المہذب ۱/۵۸، المعنی ۱/۱۰۵۔

(۴) الخطاب ۵/۲۳، نہایۃ المحتاج ۵/۳۶۵، المعنی ۵/۶۳۵۔

تطوع ۴۴

ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور خرقی کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور حنا بلہ کی دوسری رائے یہ ہے کہ عقد سے بیہ کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے، لہذا موہوب لہ (جس کو بیہ کیا گیا ہو) کے لئے قبضہ سے پہلے اس میں تصرف کرنا صحیح ہوگا، ”المنتهی“ اور اس کی شرح میں اسی طرح ہے اور ”الانصاف“ میں اسی کو مقدم کیا ہے۔

اور حنفیہ و شافعیہ (نیز حنا بلہ میں سے جن کی رائے انہیں کی طرح ہے) کی رائے کے مطابق قبضہ سے پہلے اس میں رجوع جائز ہے، اس لئے کہ عقد بیہ مکمل نہیں ہوا ہے، لیکن حنا بلہ میں سے جن کی یہ رائے ہے ان کے نزدیک ان لوگوں کے اختلاف سے نکلنے کے لئے جو کہتے ہیں کہ بیہ عقد سے لازم ہو جاتا ہے، رجوع کا جواز کراہت کے ساتھ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک مشہور قول کے مطابق قبول کرنے سے بیہ پر ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور جس کے لئے بیہ کیا گیا ہے اسے بیہ کرنے والے کی طرف سے (حوالگی سے) انکار کی صورت میں بیہ کی ہوئی چیز کے مطالبہ کا اختیار ہے، خواہ تاقضی ہی کے یہاں مطالبہ کرنا پڑے، تاکہ تاقضی بیہ کرنے والے کو بیہ کردہ چیز اسے حوالہ کرنے پر مجبور کرے، لیکن ابن عبد السلام کہتے ہیں: بیہ میں قبول اور قبضہ دونوں کا اعتبار ہے، البتہ قبول رکن ہے اور قبضہ شرط ہے، یعنی اس کی تکمیل کے لئے، چنانچہ اگر قبضہ نہ پایا جائے تو بیہ لازم نہ ہوگا اگرچہ صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں بیہ اگر قبضہ کی وجہ سے مکمل ہو جائے تو اگر وہ کسی اجنبی یعنی غیر ذی رحم محرم کو کیا گیا ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس سے رجوع جائز ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”الرجل أحق بهبته مالم يشب منها“ (۱) (جب تک بدلہ نہ دے دیا جائے آدمی

(۱) عدۃ: ۳ الرجل أحق بهبته مالم يشب منها“ کی روایت ابن ماجہ

اٹھانے کے امکان سے پہلے اس میں رجوع جائز نہ ہوگا (۱)، اور یہ بھی اجمالی ہے۔

ب- بیہ:

۴۴- باتفاق فقہاء ایجاب و قبول بیہ کے ارکان ہیں، رہا قبضہ تو ملکیت کے ثبوت کے لئے وہ ضروری ہے اور یہ حنفیہ و شافعیہ کا مسلک ہے، اس لئے کہ اگر اس کے بغیر ملکیت ثابت ہوتی تو تبرع کرنے والے پر ایسی چیز لازم ہو جاتی جس کا اس نے التزام نہیں کیا تھا اور وہ حوالگی ہے، لہذا عقد سے نہیں بلکہ قبضہ سے ملکیت ہوگی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے غابہ کے اپنے مال میں سے بیس وسق توڑی ہوئی کھجور مجھے بیہ کی تھی، پھر جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو فرمایا: بیٹی: خدا کی قسم اپنے بعد لوگوں میں کوئی بھی تمہارے مقابلہ میں مال داری کے لئے زیادہ پسندیدہ اور اپنے بعد فقر میں کوئی بھی تمہارے مقابلہ میں زیادہ تکلیف دہ نہیں ہے، اور میں نے تم کو بیس وسق ٹوٹی کھجور ہیہ کی تھی، تو اگر تم نے اس کو توڑ لیا ہوتا اور جدا کر لیا ہوتا تو وہ تمہاری ہوتی اور آج تو وہ وارث کا مال ہے (۲)۔

اور جدھر حنفیہ اور شافعیہ گئے ہیں بعض حنا بلہ کی رائے بھی وہی ہے، مجد الدین بن تیمیہ ”الہدایہ“ کی شرح میں لکھتے ہیں: قبضہ کے بغیر بیہ کردہ مال میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اسی طرح ابن عقیل حنبلی نے صراحت کی ہے کہ قبضہ دوسرے عقود میں ایجاب کے مانند بیہ کے

(۱) الہدایہ ۳/۲۳۰، المہذب ۱/۳۷۰، شرح منیٰ لإرادات ۲/۳۹۳، جوہر لإطیل ۲/۱۳۶۔

(۲) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: ”إن أبا بکر الصديق كان لحلها جأء عشرين ومقام من ماله“ کی روایت امام مالک نے اپنی کتاب موطا (۲/۵۲ طبع الجمل) میں کی ہے۔

تطیب ۱-۵

ہے جس سے زینت اختیار کی جائے، تو تزین وہ ہے جس سے انسان کا منظر حسین ہو جائے (۱)۔

شرعی حکم:

۴- خوشبو کا استعمال کرنا اصلاً مسنون ہے اور حالات کے اعتبار سے آنے والی تفصیل کے مطابق حکم مختلف ہو جاتا ہے۔

تطیب

تعریف:

۱- لغت میں تطیب: تطیب کا مصدر ہے یعنی عطر لگانا اور ”طیب“ کے معنی ہیں: عطر: یعنی وہ چیز جس کی لذت بخش خوشبو ہو جیسے مشک، کانور، گلاب، جمبیلی، ورس (ایک گھاس) اور زعفران (۱)۔

اس کا اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

۲- طیب (عطر) کی دو قسمیں ہیں: مذکر اور مؤنث۔

مذکر: وہ ہے جس کا اثر یعنی جس چیز کو وہ لگائی جائے جیسے کپڑا یا جسم، اس سے اس کا تعلق مخفی ہو اور اس کی بو ظاہر ہو، اور اس سے مراد خوشبو دار پودے، گلاب، اور جمبیلی ہیں، جہاں تک مذکورہ اشیاء سے نچوڑے جانے والے عرق کا تعلق ہے تو وہ مؤنث کے قبیل سے نہیں ہے۔

اور مؤنث: وہ ہے جس کا رنگ اور اثر یعنی جس چیز پر اسے لگایا جائے اس سے اس کا تعلق بہت زیادہ ظاہر ہو جیسے مشک، کانور اور زعفران (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

تزین:

۳- تزین کے معنی ہیں: زینت اختیار کرنا اور یہ ہر اس چیز کا جامع لفظ

(۱) لسان العرب، المصباح الممیر، الصحاح مادۃ ”طیب“، رد المحتار علی الدر المختار ۲/۵۷۲، المجموع شرح المہذب ۲/۷۲۳، معنی المحتاج ۱/۵۲۰۔

(۲) حاشیہ الدرستی علی الشرح الکبیر ۲/۵۹۲ طبع عیسیٰ الخلیفی، مصر۔

مرد اور عورت کا خوشبو لگانا:

۵- خوشبو لگانا مسنون ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ایوبؓ کی مرفوع روایت ہے: ”أربع من سنن المرسلین: الحناء، والتعطر، والسواک، والنکاح“ (۲) (چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں: مہندی، عطر لگانا، مسواک اور نکاح) اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”حَبَّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ: النساء والطيب، وجعلت قرة عيني في الصلاة“ (۳) (تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے ان چیزوں کو میرے دل میں ڈال دیا گیا ہے: عورتیں اور عطر، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) اور ایسی خوشبو لگانا مرد کے لئے گھر کے اندر اور باہر مستحب ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ مخفی ہو جیسے عنبر اور صندل کی بخور (دھوئی) اور عورت کے لئے گھر کے علاوہ میں ایسی

(۱) لسان العرب الصحاح، المصباح الممیر مادۃ ”زین“۔

(۲) حدیث: ”أربع من سنن المرسلین: الحناء، والتعطر، والسواک، والنکاح“ کی روایت ترمذی (۳۸۲/۳ طبع مصنف علی) احمد (۵/۲۲۱ طبع المکتب الاسلامی) اور بیہقی نے (شرح السنۃ ۵/۹ طبع المکتب الاسلامی) میں کی ہے اور نووی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے (شرح السنۃ ۵/۹ طبع المکتب الاسلامی)۔

(۳) حدیث: ”حَبَّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ، النساء والطيب.....“ کی روایت احمد (۳/۱۳۸ طبع المکتب الاسلامی) اور حاکم و بیہقی نے کی ہے، حاکم کہتے ہیں: یہ مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اور حافظ عراقی کہتے ہیں: اس کی سند جدید ہے ابن حجر کہتے ہیں: یہ حسن ہے (فیض القدير ۳/۳۷۰)۔

تطیب ۶-۷

خوشبو مسنون ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور مہک مخفی ہو، اس حدیث کی وجہ سے جس کی روایت ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے: ”طیب الرجال ما ظہر ریحہ و خفی لونه، و طیب النساء ما خفی ریحہ و ظہر لونه“ (۱) (مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک مخفی ہو اور رنگ مخفی ہو، اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک مخفی ہو اور رنگت ظاہر ہو) اور اس لئے بھی کہ اس پر پابندی ہے کہ گھر کے باہر ایسی خوشبو نہ لگائے جس کی مہک پھیلے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”ایما امرأة استعطرت، فموت بقوم لیجدوا ریحھا فھی زانیة“ (۲) (جو بھی عورت عطر لگائے اور کسی قوم کے پاس سے گزرے تاکہ وہ لوگ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے) اور اپنے گھر میں مخفی اور ظاہر ہونے والے عطر میں سے مانع نہ ہونے کے سبب جو عطر چاہے لگائے۔

نماز جمعہ کے لئے خوشبو لگانا:

۶- نماز جمعہ کے لئے خوشبو لگانا بغیر کسی اختلاف کے مستحب ہے (۳)، اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إن هذا یوم عید جعله اللہ للمسلمین، فمن جاء منکم الی الجمعة، فلیغتسل، وإن

(۱) حدیث: ”طیب الرجال ما ظہر ریحہ و خفی لونه“ کی روایت احمد (۵۳۱/۲ طبع المکتب الاسلامی) اور ابوداؤد (۶۲۵/۲ طبع عید الدعاس) اور ترمذی (۱۰۷/۳ طبع مصنفی الجلیلی) نے کی ہے الفاظ ترمذی کے ہیں انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) حدیث: ”ایما امرأة استعطرت“ کی روایت احمد (۴۱۸، ۴۱۳، ۴۱۸، ۴۱۸ طبع المکتب الاسلامی) نے اور اس کے مثل ترمذی (۱۰۶/۵ طبع مصنفی الجلیلی) نے کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) رد المحتار علی الدر المختار ۱/۵۳ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت، جوہر لإطلیل ۱/۳، ۹۶، نہایت المحتاج ۲/۲۶۲ طبع مصنفی الجلیلی، معصر، المغنی لابن قدامہ ۲/۳۳، کشاف القناع ۲/۳۲ طبع ریاض۔

کان طیب فلیمس منه، و علیکم بالسواک“ (۱) (بلاشبہ یہ عید کا دن ہے جس کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے مقرر فرمایا، لہذا تم میں سے جو جمعہ کے لئے آئے غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو کچھ خوشبو لگالے اور تم پر سواک ضروری ہے) اور حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یغتسل رجل یوم الجمعة، ویتطهر ما استطاع من طهر، ویدھن من دھنہ أو یمس من طیب بیتہ، ثم ینخرج لایفترق بین اثین، ثم یصلی ما کتب له ثم ینصت إذا تکلم الإمام إلا غفر له ما بینہ و بین الجمعة الأخری“ (۲) (آدمی جب جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا ہو سکے طہارت حاصل کرے اور اپنا تیل یا اپنے گھر کی خوشبو لگائے، پھر دو آدمیوں کے درمیان علاحدگی کے بغیر نکلے، پھر جو نماز اس پر فرض ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے تو اللہ اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان والے گناہ معاف کر دے گا)۔

نماز عید کے لئے خوشبو لگانا:

۷- نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے مرد کے لئے ایسی خوشبو لگانا مستحب ہے جس میں مہک ہو، رنگ نہ ہو، جمہور اسی کے قائل ہیں (۳)۔

(۱) حدیث: ”إن هذا یوم عید جعله اللہ للمسلمین فمن جاء الی الجمعة“ کی روایت ابن ماجہ (۳۳۹/۱ طبع عینی الجلیلی) اور ثعلبی (بدائع المغنی للمصنفی ۱/۱۵۳ طبع دار الانوار) نے کی ہے ترمذی کہتے ہیں: اس کی سند حسن درجہ کی ہے الترغیب والترہیب (۸۳/۲ طبع التجاریہ)۔

(۲) حدیث: ”لا یغتسل رجل یوم الجمعة و یتطهر بما استطاع من طهر“ کی روایت بخاری (۳۷۰/۲ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۱۶۸ طبع مصنفی الجلیلی، و جامعہ الدوسقی علی الشرح الکبیر ۱/۳۵۸، نہایت المحتاج ۲/۳۸۲ اور اس کے بعد کے صفحات، المغنی لابن قدامہ ۲/۳۳، کشاف القناع ۲/۵۲ طبع ریاض۔

تطیب ۸-۱۰

حنابلہ کا کہنا ہے کہ ایسی چیز کا سونگھنا مکروہ ہے جس کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو کہ سانس اس کو حلق کی طرف کھینچ لے گی جیسے گھسا ہوا مشک اور کانور، تیل، اسی طرح صندل اور عنبر کی دھونی (۱)۔

معتکف کا خوشبو لگانا:

۹- جمہور فقہاء کے نزدیک معتکف کے لئے دن یا رات میں خوشبو کی مختلف اقسام کا استعمال کرنا جائز ہے الا یہ کہ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ عطر لگائے، اس لئے کہ اعتکاف ایک جگہ کے ساتھ خاص عبادت ہے، لہذا حج کی طرح عطر ترک کر دینا اس میں مشروع ہوگا (۲)۔

جو لوگ معتکف کے لئے خوشبو لگانے کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس ارشادِ ربانی سے ہے: ”يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ“ (۳) (اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو)۔

حج میں خوشبو لگانا:

۱۰- اس بات پر فقہاء متفق ہیں کہ احرام کے دوران بدن یا کپڑے پر خوشبو لگانا ممنوع ہے، رہا احرام کے لئے اس میں داخل ہونے سے پہلے احرام کی تیاری کے دوران خوشبو لگانا تو جمہور فقہاء کے نزدیک مسنون ہے اور امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے (۴)، اس لئے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن عمرؓ اور تابعین کی ایک

- (۱) کشاف القناع ۲/۳۳۰ طبع انصر الحدیث۔
 (۲) بدائع الصنائع ۱۱/۶۲، ۱۱/۷، حاشیہ الدسوقی ۱/۵۳۹، سواہب الجلیل للخطاب ۲/۶۲ طبع بیروت، نہایت المحتاج ۳/۲۱۳، المغنی لابن قدامہ ۳/۲۰۵ طبع ریاض۔
 (۳) سورة اعراف ۳۱۔
 (۴) بدیة المجتہد ۱/۳۲۱ طبع الکلیات الازمیریہ بمصر۔

بغیر خوشبو لگائے اور بغیر زینت اور شہرت کے کپڑے پہنے عورتوں کے لئے نماز عید کے واسطے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، وليخرجن تفلات“ (۱) (اللہ کی بنديوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور ان عورتوں کو چاہئے کہ تھل کی حالت میں نکلیں) اور تھل سے مراد یہ ہے کہ خوشبو نہ لگائے ہوئی ہوں۔

روزہ دار کا خوشبو لگانا:

۸- حنفیہ کے نزدیک روزہ دار کے لئے خوشبو لگانا مباح ہے (۲) اور مالکیہ کہتے ہیں: اعتکاف کرنے والے روزہ دار کے لئے خوشبو لگانا جائز ہے اور غیر معتکف روزہ دار کے لئے مکروہ ہے، درود کہتے ہیں: اس لئے کہ معتکف کے ساتھ ایک مانع ہے جو اس کو اعتکاف فاسد کرنے والی چیزوں سے روکتا ہے یعنی اس کا مسجد کو لازم پکڑنا اور عورتوں سے دور ہونا (۳)۔

اور شافعیہ کہتے ہیں: خوشبو دار پودوں کو سونگھنے اور چھونے کو ترک کر دینا روزہ دار کے لئے مسنون ہے، مراد مختلف قسم کی خوشبویں ہیں جیسے مشک، گلاب اور زنگس جبکہ انہیں دن میں استعمال کرے، اس لئے کہ ان میں ترفہ (راحت لیما ہے) اور یہ رات میں اس کے لئے جائز ہوگا اگرچہ اس کی خوشبو دن تک باقی رہے جیسے محرم (احرام والا شخص) کے سلسلہ میں ہے (۴)۔

- (۱) حدیث: ”لا تمنعوا إماء الله مساجد الله.....“ کی روایت ابوداؤد (۳۸۱/۱ طبع حیدرآباد) اور احمد (۲/۳۳۸ طبع الکتاب الاسلامی) نے کی ہے اور الفاظ احمد کے ہیں، یعنی کہتے ہیں: اس کی سند حسن ہے (مجمع الترواحد ۲/۳۳ طبع دارالکتب العربی)۔
 (۲) حاشیہ ابن ماجہ ۲/۲۱۷۔
 (۳) حاشیہ الدسوقی ۱/۵۳۹۔
 (۴) شرح الحج والعمرة حاشیہ ۲/۲۹، تجلید المحتاج شرح المنہاج ۳/۵۸۔

تطیب ۱۱

خوشبو موجود ہے اس کو دوبارہ پہننا جائز نہیں ہوگا، بلکہ اس سے خوشبو زائل کرے پھر پہنے، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن الزبیر، حضرت عائشہ، حضرت ام حبیبہ اور ثوری وغیرہ کا قول ہے۔

اور شافعیہ نے حضرت عائشہ کی مذکورہ دونوں حدیثوں سے استدلال کیا ہے، یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں جن کی روایت بخاری و مسلم نے کی ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں: معنوی طور سے خوشبو سے دوام مقصود ہوتا ہے، لہذا نکاح کی طرح اس کا دوام احرام سے مانع نہیں ہوگا (۱)۔

اور مذکورہ بحث میں وہ عطر جس کا جسم احرام کے بعد باقی رہتا ہے نیز جس کا باقی نہیں رہتا ہے، دونوں برابر ہیں اور مرد، جوان عورت اور بوڑھی عورت برابر ہیں (۲)۔

حنفیہ کا اصح قول یہ ہے کہ احرام کے لئے کپڑے میں خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ عطر لگا ہوا احرام کا کپڑا پہنے، اس لئے کہ اس طرح وہ کپڑے کو استعمال کر کے اپنے احرام میں عطر کا استعمال کرنے والا ہو جائے گا اور یہ حرم پر ممنوع ہے، اور فرق یہ ہے کہ عطر کپڑے میں الگ ہوتا ہے، جہاں تک بدن کا تعلق ہے تو وہ اس کے تابع ہوتا ہے اور خوشبو لگانے کی مسنونیت بدن میں عطر لگانے سے حاصل ہو جاتی ہے، لہذا اس نے کپڑے میں اس کے جائز قرار دینے سے مستغنی کر دیا (۳)۔

مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر احرام سے پہلے خوشبو لگایا تو احرام کے وقت اس کا ازالہ ضروری ہے، خواہ بدن میں لگایا ہو یا کپڑے میں، چنانچہ احرام کے بعد اس عطر کے جسم میں سے کچھ اگر بدن یا کپڑے پر باقی رہ جائے جس کو اس نے احرام سے پہلے لگایا تھا

جماعت سے اس کی کراہت منقول ہے۔

اور احرام کے لئے بدن میں خوشبو لگانے کی سہیت کی دلیل حضرت عائشہ کی روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: ”كنت أطيب رسول الله ﷺ لإحرامه قبل أن يحرم، ولحله قبل أن يطوف بالبيت“ (۱) (میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے احرام کے لئے اور آپ کے بیت اللہ کے طواف کرنے سے پہلے حلال ہونے کے لئے عطر لگائی تھی) اور حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: ”كأني أنظر إلى وبص (۲) الطيب في مفارق رسول الله وهو محرم“ (۳) (گویا احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی مانگوں میں خوشبو کی چمک میں دیکھ رہی ہوں) اور حضرت عائشہ کی دوسری صریح حدیث کی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک صحیح قول ایسی خوشبو لگانے کے جواز کا ہے جس کا جسم احرام کے بعد باقی رہے۔

مالکیہ نے احرام کے بعد خوشبو کے جسم کی بقاء کو ممنوع قرار دیا ہے اگرچہ اس کی خوشبو چلی جائے۔

۱۱ - احرام کے لئے کپڑے میں خوشبو لگانا جمہور کے نزدیک ممنوع ہے اور قول معتمد میں شافعیہ نے اس کی اجازت دی ہے، لہذا کپڑے کو بدن پر قیاس کرتے ہوئے بالاتفاق کپڑے پر عمدہ خوشبو کا باقی رہ جانا مضر نہیں ہوگا، لیکن فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر احرام کا کپڑا اتار ڈالے یا اس (کے جسم) سے گر جائے تو جب تک اس میں

(۱) حدیث: ”كنت أطيب رسول الله ﷺ لإحرامه.....“ کی روایت بخاری (۳/۳۹۶ طبع الشیخ) اور مسلم (۲/۸۳۶ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) الوبص: چمک دک۔

(۳) حدیث: ”كأني أنظر إلى وبص الطيب.....“ کی روایت بخاری (۳/۳۹۶ طبع الشیخ) اور مسلم (۲/۸۳۶ طبع عیسیٰ الحلبي) نے کی ہے۔

(۱) المجموع شرح المہرب ۷/۲۲۱، ۲۲۲ طبع المکتبۃ الشیخیہ بالمسجد النبوی۔

(۲) ساتھ مراجع ۷/۲۱۸، نہایۃ المحتاج ۳/۲۶۲ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

(۳) حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار ۲/۳۸۱۔

تطیب ۱۲

تو اس پرند یہ واجب ہوگا، اور اگر کپڑے میں اس کی خوشبو ہو تو کپڑا اتارنا واجب نہیں ہوگا، لیکن اس کا مستقل (جسم پر) رہنا مکروہ ہوگا اورند یہ نہیں ہوگا۔

خوشبو کے رنگ کے بارے میں مالکیہ کے یہاں دو اقوال ہیں اور یہ سب تفصیل معمولی اثر میں ہے، رہا زیادہ اثر تو اس میں ندیہ ہوگا، اور مالکیہ نے حضرت یعلیٰ بن امیہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ”أتی النبی ﷺ رجل متضمخ بطیب وعلیہ جبة فقال: یا رسول اللہ، کیف تری فی رجل أحرم بعمره فی جبة، بعلمنا تضمخ بطیب؟ فقال النبی ﷺ: أما الطیب الذی بک فاغسله ثلاث مرات، وأما الجبة فانزعها، ثم اصنع فی عمرتک ماتصنع فی حجک“ (۱) (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صاحب خوشبو سے لت پت ہو کر اس حال میں آئے کہ ان پر ایک جبہ تھا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے خوشبو سے لت پت ہونے کے بعد ایک جبہ میں عمرہ کا احرام باندھا ہو؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک اس عطر کا تعلق ہے جو تمہارے اوپر ہے تو اس کو تین مرتبہ دھو ڈالو، رہا جبہ تو اس کو اتار دو، پھر اپنے عمرہ میں وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو) چنانچہ ان حضرات نے اس حدیث سے بدن اور کپڑے میں محرم کے لئے عطر کی ممانعت پر استدلال کیا ہے (۲)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: اگر اپنے کپڑے پر خوشبو لگائی تو جب تک اسے اتار نہ لے اس کو برابر پہنے رہنے کا اس کو اختیار ہوگا، پھر جب

(۱) حدیث: ”أما الطیب الذی بک فاغسله ثلاث مرات.....“ کی روایت بخاری (۳۹۳/۳ طبع التقریر) اور مسلم (۸۳۷/۲ طبع عینی الخلیف) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) بولہ الجہد ۳۳۱۔

اتار دے تو اس کو دوبارہ پہننے کا اختیار نہیں ہوگا، اور اگر پہن لیا تو ندیہ دے گا، اس لئے کہ احرام ابتداءً خوشبو لگانے سے مانع ہوتا ہے اور معطر کپڑے کا پہننا اس کو مستقل پہنے رہنے کے علاوہ ہے، اسی طرح اگر خوشبو کو اپنے بدن کے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کیا تو ندیہ دے گا، اس لئے کہ اس نے اپنے احرام میں خوشبو لگائی ہے، اسی طرح اگر عمداً خوشبو لگائے یا خوشبو کو اس کی جگہ سے جدا کر کے پھر وہیں لگائے (تب بھی یہی ہوگا) اور اگر خوشبو پسینہ آلود ہوگئی یا دھوپ سے پکھل گئی، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ گئی تو اس پر کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کا فعل نہیں ہے (۱)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کنا نخرج مع النبی ﷺ إلى مكة فنضمد جباهنا بالمسک المطیب عند الإحرام، فإذا عرفت إحدانا سال علی وجہها، فیراها النبی ﷺ فلا ینہانا“ (۲) (ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلتے تھے اور احرام کے وقت اپنی پیشانیوں پر معطر مشک لگالتے تھے، پھر جب ہم میں سے کسی کو پسینہ آتا تھا تو وہ اس کے چہرہ پر بہتا تھا، نبی کریم ﷺ اس کو دیکھتے تھے اور ہم کو منع نہیں کرتے تھے) (۳)۔

۱۲ - احرام کے بعد محرم کے لئے اپنے کپڑے یا بدن پر خوشبو لگانا ممنوع ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ولا تلبسوا من الثیاب مامسه ورس أو

(۱) المغنی لابن قدامہ ۳/۲۳، ۲۷۵، ۲۷۴، مطالب بولی اسی ۲/۳۰۳، ۳۰۲۔

(۲) یعنی ہم اس کو اپنی پیشانیوں پر رکھ لیتے تھے، حدیث احرام کے وقت مرد کی طرح عورت کے بھی عطر لگانے کے احتیاب پر دلیل ہے۔

(۳) حدیث: ”کنا نخرج مع النبی ﷺ إلى مكة فنضمد جباهنا بالمسک.....“ کی روایت ابوداؤد (۲/۳۱۳ طبع عبید دھاس) اور بیہقی (۵/۲۸ طبع دار المعرفہ) نے کی ہے، اور امانا و ظفر مانتے ہیں اس کی سند حسن درجہ کی ہے (جامع الاصول ۳/۳۶ طبع دار البیان)۔

تطیب ۱۲

اور مالکیہ (۱)، شافعیہ (۲)، اور حنابلہ (۳)، کے نزدیک یہ قید لگائے بغیر کہ کسی پورے عضو یا کپڑے کی کسی متعین مقدار پر خوشبو لگائی ہو، کسی بھی ایسی خوشبو کے لگانے سے جو ممنوع ہو نہ وہ واجب ہوگا۔ اور نہ یہ حلق (سر منڈانے) پر قیاس کر کے واجب ہے، اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اس کی صراحت کی گئی ہے: "وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَغُلَيْتَهُ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ" (۴) (اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ نہ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ، لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے نہ دے دے)۔

اور اس لئے کہ حضرت کعب بن عجرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے سر کی جوئیں دیکھیں تو ان سے فرمایا: "أبُوذَيْبٍ هُوَامٌ رَأْسُكَ؟" (کیا سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟) فرماتے ہیں: میں نے کہا: جی ہاں؟ فرمایا: "فاحلق، وصم ثلاثة أيام، أو أطعم ستة مساكين، أو انسك نسكاً" (۵) (تم سر منڈالو اور تین دن روزہ رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھاؤ، یا جانور قربان کرو)۔

اور حنفیہ نے اس خوشبو لگانے اور اس خوشبو لگانے میں تفریق کی ہے، فرماتے ہیں: اگر محرم ایک کامل عضو پر خوشبو لگائے تو ایک

(۱) جامع الدرستی والشرح الکبیر ۶۱/۲، ۶۳، شرح البرزقانی ۲/۲۹۸، ۲۹۹۔

(۲) المجموع ۲/۲۹۸، ۲۹۹، طبع المکتبۃ السننۃ بالمسجد الامور، نہایت المحتاج ۳۲۵، ۳۳۳، طبع مصنفی الجلی بمصر۔

(۳) مطالب اولیٰ اثنی عشر ۳۳۱۔

(۴) سورہ بقرہ ۱۹۶۔

(۵) حدیث: "أبُوذَيْبٍ هُوَامٌ رَأْسُكَ؟" کی روایت بخاری (۷) /

۳۵۷ طبع السننۃ) نے کی ہے۔

زعفران" (۱) (کپڑوں میں سے جس میں ورس یا زعفران لگا ہوا ہے کو نہ پہنو) اور اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس محرم کے بارے میں جس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی تھی، فرمایا: "لا تمسوه بطیب" (اس کو خوشبو نہ لگاؤ) اور بعض روایات میں ہے: "لا تحنطوه" (۲) (اس کو حنوط نہ لگاؤ) اور اس حدیث سے استدلال کی نوعیت یہ ہے کہ احرام کی وجہ سے جب میت کو عطر سے ممانعت ہے تو زندہ کو بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ اور جب عطر لگائے گا تو اس پر نہ یہ واجب ہو جائے گا، اس لئے کہ اس نے ایسی چیز استعمال کی جس کو احرام نے حرام قرار دیا ہے، اگرچہ یہ تداوی (معالجہ) کے لئے کیا ہو، اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "المحرم: الأشعث الأغبیر" (۳) (محرم پر آگندہ حال گرد آلود ہوتا ہے) اور خوشبو پر آگندہ حالی کے منافی ہے۔

(۱) حدیث: "ولا تلبسوا من الغياب مامسه ورمس....." کی روایت بخاری (۳۰۱/۳) طبع السننۃ، مسلم (۸۳۲/۲) طبع عینی الجلی، اور احمد (۶۳/۲) طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے اور الفاظ مسند احمد ہی کے ہیں۔

(۲) اس شخص کے بارے میں جس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی تھی آپ ﷺ کے ارشاد: "لا تمسوه بطیب" اور ایک روایت کے مطابق "لا تحنطوه" کی روایت بخاری (۶۳/۳، ۶۳/۲) اور مسلم (۸۶۶/۲) طبع عینی الجلی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: "المحرم الأشعث الأغبیر....." کا ذکر ابن قدامہ نے المغنی (۳۲۰/۳) طبع ریاض میں "إن المحرم الأشعث الأغبیر" کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے اور مجھے ان الفاظ میں یہ روایت کسی کے یہاں نہیں ملی، لیکن ترمذی (۲۲۵/۵) طبع مصنفی الجلی) نے حضرت ابن عمر سے اسی کی ہم معنی حدیث روایت کی ہے فرماتے ہیں: "قام رجل إلى النبي ﷺ فقال من الحاج يا رسول الله؟ : الشعث النفل" (ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑا ہوا اور پوچھے گا حاجی کون ہے؟ (فرمایا) پر آگندہ حال بدبو والا) انٹھی کہتے ہیں اس کی روایت احمد اور ابن اذنے کی ہے پھر فرمایا: احمد کے روایت صحیح کے روایت ہیں (مجمع الزوائد ۳/۲۱۸ طبع دارالکتب العربی)۔

تطیب ۱۲

خوشبو لگانے سے جزاء واجب ہوگی (۱)۔
 جہاں تک کپڑے میں خوشبو لگانے کا تعلق ہے تو حنفیہ کے
 نزدیک دو شرطوں سے اس میں ندم یہ واجب ہوگا:
 پہلی شرط یہ ہے کہ عطر زیادہ ہو، اور زیادہ وہ ہے جو بالشت
 و ربالشت سے زیادہ کی مساحت کو ڈھانپ سکے۔
 دوسری شرط یہ ہے کہ دن یا رات بھر لگائے رہے۔
 چنانچہ اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک کی کمی ہو جائے تو
 صدقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو ایک مٹھی
 گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہے (۲)۔

اور احرام کے بعد کپڑے میں خوشبو لگانے اور اس کے پہننے کی
 ممانعت میں اصل نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "لا تلبسوا شینا
 من الشیاب مسہ الزعفران ولا الوردس" (۳) (ایسا کپڑا نہ پہنو
 جس میں زعفران اور ورس لگا ہو)۔

اور محرم کو خواہ مرد ہو یا غیر مرد اپنی لنگی، چادر، تمام کپڑوں، بستر اور
 جوتے میں خوشبو لگانے کی ممانعت ہے، یہاں تک کہ اس کے جوتے
 میں اگر خوشبو لگ جائے تو اس کے اوپر اس کو جلدی سے اتار دینا واجب
 ہوگا، اور وہ اپنے اوپر کوئی ایسا کپڑا نہیں رکھے گا جس میں ورس،
 زعفران یا اس کی طرح کا کوئی خوشبو دار رنگ لگا ہوا ہو (۴)۔

اور خوشبو کا استعمال یہ ہے کہ اس کو اس خوشبو کے معتاد و معروف
 طریقہ کے مطابق اپنے بدن یا کپڑے میں اس طرح لگائے جس سے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۲۰۰، ۲۰۲، الہدایہ بہامش فی فتح القدر ۲/۲۳۸،
 ۲۳۹ طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
 (۲) بدائع الصنائع ۲/۱۸۹، ۱۹۰ طبع اول۔
 (۳) حدیث: "لا تلبسوا شینا من الشیاب مسہ الزعفران ولا الوردس"
 کی روایت (نقحرہ نمبر ۱۲) میں گزر چکی ہے۔
 (۴) الاتحیاء ۱۳۵ طبع دار المعرفہ، نہایت المحتاج ۱/۲۱۰ طبع مصنف علی الجلی بمصر۔

بکری واجب ہوگی جیسے سر، ہاتھ، پنڈلی، یا جو جمع کرنے پر ایک کامل
 عضو تک پہنچ جائے اور مجلس اگر متحد ہو تو پورا بدن ایک عضو کی طرح
 ہوگا، اور مجلس اگر متفرق ہو تو ہر خوشبو کے لئے الگ کفارہ ہوگا،
 بشرطیکہ ایک پورے عضو یا اس سے زیادہ پر خوشبو لگائی گئی ہو، خواہ پہلے
 کا کفارہ دیا ہو یا نہیں، یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک
 ہے، اور امام محمدؒ مانتے ہیں: اس پر ایک کفارہ ہوگا، اور اگر ندم یہ دے
 دیا اور خوشبو کا ازالہ نہیں کیا تو اس پر دوسرا ندم یہ لازم ہوگا، اس لئے کہ
 اس کی ابتداء کرنا ممنوع ہے، لہذا اس کی بقاء کے لئے بھی ابتداء ہی کا
 حکم ہوگا۔

اور بکری واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جنایت ارتفاق (فائدہ
 اٹھانے) کے مکمل ہونے سے ہی مکمل ہوتی ہے اور پورے عضو پر
 خوشبو لگانے سے ارتفاق (فائدہ اٹھانا) مکمل ہو جاتا ہے، لہذا مکمل
 ندم یہ لازم ہوگا۔

اور اگر ایک عضو سے کم پر خوشبو لگائی ہو تو اس پر جنایت میں کمی
 کی وجہ سے نصف صاع گیہوں کا صدقہ ہوگا، الا یہ کہ خوشبو زیادہ ہو تو
 اس پر دم ہوگا، یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے، اور
 امام محمدؒ مانتے ہیں: جس میں دم واجب ہوتا ہے اس کی قیمت لگائی
 جائے گی اور اسی مقدار کو صدقہ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر چوتھائی عضو
 میں خوشبو لگائی ہو تو چوتھائی بکری کی مالیت کا صدقہ اس پر واجب ہوگا،
 اسی طرح (سمجھ لیجئے) اس لئے کہ ایک عضو پر خوشبو لگانا کامل ارتفاق
 ہے تو جنایت مکمل ہوگی، اور یہ (خوشبو لگانا) پورے کفارے کو واجب
 کر دے گا اور پورے عضو سے کم پر خوشبو لگانا ناقص ارتفاق ہے، لہذا
 ناقص کفارہ لازم کرے گا، اس لئے کہ حکم سبب کے بقدر ہی ثابت ہوتا
 ہے، الا یہ کہ خوشبو زیادہ ہو تو اس پر دم ہوگا، اور جزاء کے وجوب کے
 لئے حنفیہ کے نزدیک خوشبو کا لگائے رکھنا شرط نہیں ہے، بلکہ صرف

تطیب ۱۳ - ۱۴

محرم کے لئے کون سی خوشبو مباح اور کون سی غیر مباح ہے:
۱۴ - ابن قدامہ کہتے ہیں: خوشبودار پودے تین قسم کے ہیں:

ایک وہ جو نہ تو خوشبو کے لئے اگائے جاتے ہیں، نہ ان سے خوشبو بنائی جاتی ہے جیسے جنگلی گھاسیں یعنی شیخ (ایک گھاس)، قیصوم (ایک گھاس)، خزامی (ایک گھاس) اور تمام پھل جیسے مارنگی، سیب، بہی وغیرہ۔ اور جسے لوگ خوشبو کے علاوہ دوسرے مقصد کے لئے اگاتے ہیں جیسے مہندی اور کسم، ان دونوں (قسم کے پودوں) کا سونگھنا مباح ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس میں فدیہ نہیں ہے، البتہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ محرم کے لئے شیخ اور قیصوم (۱) وغیرہ کسی بھی زمین کے پودے کے سونگھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، ”روی أن أزواج رسول الله ﷺ كن يحرمن في المعصفرات“ (روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات عصفروں سے رنگے ہوئے کپڑوں سے احرام باندھتی تھیں)۔

دوسرا وہ جس کو لوگ خوشبو کے لئے اگاتے ہیں اور اس سے عطر نہیں نکالتے جیسے فارسی ریحان، زنگس اور برم (۲) اور اس کے بارے میں دو نقطہ نظر ہیں: ایک یہ کہ وہ فدیہ کے بغیر ہی مباح ہے، اس کے قائل حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابن عباسؓ، حضرت حسن، مجاہد اور اسحاق ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کا سونگھنا حرام ہے اور اگر سونگھا تو اس پر فدیہ ہوگا۔ یہ حضرت جابر، حضرت ابن عمرؓ، امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے، اس لئے کہ اسے خوشبو کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، لہذا وہ گلاب جیسا ہے (۳)۔

تیسرا وہ جو خوشبو کے لئے اگایا جاتا ہے اور اس سے خوشبو بنائی

عام طور سے اس کی خوشبو کا قصد کیا جاتا ہے چاہے دوسرے سے مل کر ہی کیوں نہ کیا جاتا ہو، جیسے مشک، صندل، کانور، ورس، زعفران، ریحان (ایک خوشبودار پودا) گلاب، جمبیلی، زنگس، آس (ایک خوشبودار پودا) سوسن (ایک خوشبودار بوٹی کا نام)، منشور (ایک تیز خوشبو والا پودا)، نمام (ایک خوشبودار پودا) اس کے علاوہ وہ دوسری چیزیں جن سے خوشبو لی جاتی ہے اور خوشبو بنائی جاتی ہے یا یہ مقصد اس میں غالب ہوتا ہے (۱)۔

۱۳ - محرم کے لئے خوشبو سونگھنا مکروہ ہوگا، یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک ہے، مالکیہ کہتے ہیں: لگائے بغیر زیادہ خوشبو سونگھنا مکروہ ہوگا (۲)، حنابلہ کا کہنا ہے: جان بوجھ کر خوشبو جیسے مشک اور کانور وغیرہ، ایسی چیزوں کا سونگھنا حرام ہوگا جن کو گلاب اور جمبیلی کی طرح سونگھ کر خوشبو حاصل کی جاتی ہو، اور محرم اگر ایسا کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، اس لئے کہ جو چیز اس سے نکالی جاتی ہے اس کے سونگھنے پر فدیہ واجب ہوتا ہے، لہذا اس کی اصل میں بھی اسی طرح ہوگا، اور امام احمد سے گلاب کے بارے میں ایک دوسری روایت بھی ہے کہ اس کے سونگھنے سے اس پر فدیہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ ایک پھول ہے، اسی انداز پر اس کو سونگھا ہے، لہذا وہ تمام درختوں کے پھول جیسا ہے، اور اولی اس کا حرام ہونا ہے، اس لئے کہ اسے خوشبو کے لئے اگایا جاتا ہے اور اس سے (خوشبو) نکالی جاتی ہے، (لہذا) وہ زعفران اور عنبر جیسا ہے (۳)۔

(۱) المجموع شرح المہذب ۲/۲۶۹ اور اس کے بعد کے صفحات، طبع المکتبۃ الاسلامیہ بالمکہ، المشرق علی مختصر فیصل ۲/۳۵۲۔

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۳۸۷ طبع دوم مصنفی الحلبي، مصر، المجموع شرح المہذب ۲/۲۷۲، حاشیہ الدرستی ۲/۵۹، شرح الترمذی ۲/۲۹۶ طبع دار الفکر۔

(۳) مطالب اولی الشیخ ۲/۳۳۱ طبع المکتبۃ الاسلامیہ بدمشق، المغنی لابن قدامہ

= ۳۱۶، ۳۲۳ طبع مکتبۃ ریاض المدینہ۔

(۱) قیصوم: شیخ کی طرح ایک خوشبودار پودا۔

(۲) برم: ایک عمدہ خوشبودار پودا۔

(۳) المغنی لابن قدامہ ۳/۳۱۵۔

تطیب ۱۵

جاتی ہے جیسے گلاب بنفشہ، اور خیری^(۱)، اس کو جب محرم استعمال کرے گا اور سونگھے گا تو اس میں ند یہ ہوگا، اس لئے کہ اس سے نکالی جانے والی چیز میں ند یہ واجب ہوتا ہے، لہذا اس کی اصل میں بھی اسی طرح ہوگا^(۲) اور محرم اگر ایسی خوشبو کو چھوئے جو بدن سے چپک جاتی ہے جیسے عطر مجموعہ اور عرق گلاب اور پسی ہوئی مشک جو اس کی انگلیوں میں چپک جائے تو اس پر ند یہ ہوگا، اس لئے کہ وہ عطر کا استعمال کرنے والا ہے، اور اگر ایسی چیز چھوئے جو ہاتھ میں چپکتی نہیں ہے جیسے بغیر پسی مشک، کانورکا لکڑا اور غبر تو ند یہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ خوشبو کا استعمال کرنے والا نہیں ہے، اور اگر اسے سونگھے تو اس پر ند یہ ہوگا، اس لئے کہ اسی طرح وہ استعمال کی جاتی ہے، اور اگر صندل یعنی صندل کی لکڑی سونگھے تو اس پر ند یہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس سے خوشبو نہیں حاصل کی جاتی^(۳)۔

بھول یا ناواقفیت سے محرم کا خوشبو لگانا:

۱۵- اگر محرم بھولے سے خوشبو لگائے تو شافیہ اور حنابلہ^(۴) کے یہاں ان کے مشہور قول میں اس پر ند یہ نہیں ہوگا، یہی عطاء، ثوری، اسحاق اور ابن المندر کا مذہب ہے، نبی کریم ﷺ کے اس قول کے عموم کی وجہ سے کہ: "إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكروها عليه"^(۵) (اللہ نے میری امت سے غلطی، بھول

(۱) خیری: خوشبودار پھولوں والا ایک پودا۔

(۲) المغنی لابن قدامہ ۳/۳۱۶۔

(۳) ساہتھ مراجع۔

(۴) نہایۃ الحاج ۳/۳۲۵، المجموع شرح المہذب ۷/۲۸۰، المغنی لابن قدامہ ۳/۵۰۱، ۵۰۲، مطالب اولیٰ الہی ۲/۳۶۳۔

(۵) حدیث: "إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكروها عليه" کی روایت ابن ماجہ (۱/۶۵۹) طبع عینی المجلس نے کی ہے اور سیوطی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (فیض القدير ۱/۳۶۲ طبع مکتبۃ التجاریہ)۔

اور اس چیز کو معاف کر دیا ہے جس پر اس کو مجبور کیا گیا ہو)۔ اور اگر اس کو زمانہ امکان سے مؤخر کر دے تو حنابلہ کے نزدیک اس پر ند یہ ہوگا، اور بھولنے والے پر ند یہ کے عدم وجوب کے قائلین حضرت یعلیٰ ابن امیہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ جہرانہ میں تھے، اس آدمی پر ایک جبہ تھا اور اس پر خلوق (ایک خوشبو) یا فرمایا: صفرہ (گل خیری) کا اثر تھا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میرے عمرہ کے بارے میں آپ کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: "اخلع عنك الجبة، واغسل أثر الخلق عنك، أو قال: الصفرة، واصنع في عمرتك كما تصنع في حجك"^(۱) (اپنا جبہ اتار ڈالو اور اپنے سے خلوق کے اثر کو دھو ڈالو (یا "صفرہ" فرمایا) اور اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جیسے اپنے حج میں کرتے ہو) اس سے معلوم ہوا کہ اس کی ناواقفیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو معذور قرار دیا اور ناسی (بھولنے والا) اسی کے معنی میں ہوتا ہے، اور اسے بغیر کسی حائل کے اپنے ہاتھ سے عطر دھونے کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا اس کے دھونے کا حکم عام ہے۔

حنفیہ، مالکیہ کا مسلک اور امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر کامل عضو پر یا متفرق طور پر اتنی جگہوں پر جو جمع کرنے سے عضو کامل تک پہنچ جاتی ہو خوشبو لگائی تو بائغ محرم پر دم واجب ہوگا، خواہ بھول سے ہی کیوں نہ لگایا ہو^(۲)۔

(۱) حدیث: "اخلع عنك الجبة و اغسل....." کی روایت بخاری

(۳/۶۱۳ طبع استیعاب) اور مسلم (۲/۸۳۶ طبع عینی المجلس) نے کی ہے۔

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۲/۲۰۰، ۲۰۱، الصووی علی الخرشنی ۲/۵۳، المغنی

۳/۵۰۲۔

تطیب ۱۶

وفات ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سوگ صرف اسی میں واجب ہوتا ہے اور مطلقہ بائنہ غیر وفات کی معتدہ ہے، لہذا مطلقہ رجعیہ ہی کی طرح اس پر بھی سوگ واجب نہیں ہوگا، اور اس لئے بھی کہ مطلقہ بائنہ کو شوہر نے اپنے اختیار سے چھوڑا اور نکاح توڑا ہے، لہذا اس کے اوپر عورت کو نم کا مکلف بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا، لہذا اس کے لئے عطر لگانا جائز ہوگا۔

اور حنفیہ نے ایک طلاق بائنہ دی ہوئی کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس پر خوشبو ترک کرنا لازم ہے، اس لئے کہ اس پر سوگ لازم ہے اگرچہ طلاق دینے والا اسے اس کے ترک کرنے کا حکم دے، اس لئے کہ یہ شرع کا حق ہے (۱)۔



مبتوتہ (مغلطہ طلاق دی گئی عورت) کا خوشبو استعمال کرنا: ۱۶- تین طلاق دی ہوئی عورت پر اِحدا (سوگ) واجب ہونے کے سبب خوشبو لگانا حرام ہوگا، اس لئے کہ وہ نکاح صحیح سے جدا ہونے والی معتدہ ہے اور "متوفی عنہا زوجہا" کی طرح ہے، یہ حنفیہ کے نزدیک ہے (۱) اور شافعیہ (۲) وحنابلہ (۳) کا بھی ایک قول یہی ہے، رہے مالکیہ (۴) تو وہ فرماتے ہیں: خوشبو صرف "متوفی عنہا زوجہا" نیز جو اس کے حکم میں ہو اس پر حرام ہوگی یعنی اس مفقود کی بیوی جس کے مفقود ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا" (۵) (اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن تک روکے رکھیں)۔

شافعیہ اور حنابلہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ خوشبو لگانا حرام نہیں ہے، کیونکہ مطلقہ ثلاثہ پر سوگ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تحد علی میت فوق ثلاث، إلا علی زوج أربعة أشهر وعشراً" (۶) (اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کسی مردہ پر سوگ کرنا جائز نہیں ہے، سوائے چار مہینے دس دن شوہر پر سوگ کرنے کے) اور یہ عدت

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۴/۶۱۷۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۷/۱۳۱، ۱۳۳۔

(۳) المغنی لابن قدامہ ۷/۵۱۸، ۵۱۹۔

(۴) حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۲/۷۸، ۷۹، ۸۰۔

(۵) سورہ بقرہ ۲۳۳۔

(۶) حدیث: "لا یحل لامرأة تؤمن بالله..." کی روایت بخاری (فتح الباری

۱۳۶/۳ طبع استغیہ) نے حضرت ام حبیبہؓ سے کی ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۴/۶۱۷۔

تطير ۱-۵

بدشگونى كى اصليت:

۴- بدشگونى كى اصليت يه هه كه عربون ميں سه كوئى شخص زمانه جابليت ميں جب كسى كام كه لئه نكلتا تو كسى پرنده كه گھونسله كه پاس جا كر پرنده كو اڑاويتا، اكر پرنده دائيس طرف اڑتا تو اس سه نيك فال ليتا اور كام ميں چلا جاتا، اس پرنده كو اهل عرب ”ساح“ كهتته تته، اور اكر بائيس جانب اڑتا تو اس سه بدشگونى ليتا اور اپنے عزم سه رجوع كر ليتا، اس كو اهل عرب ”بارح“ كهتته تته، تو اسلام نه اس كو باطل قرار ديا اور اس كى ممانعت كى اور معامله كو الله كه مقرر طريقون، تقدير محيط اور مشيبت مطلقه كى طرف راجع كر ديا^(۱)، صحيح اثر ميں آيا هه: ”من ردتته الطيرة من حاجة فقد اشرك“^(۲) (بدشگونى جس كو كسى كام سه روك ده اس نه شرك كيا)، اور اسي طرح كى بهت سي احاديث هيں -

تطير (بدفالى لينه) كا شرعى حكم:

۵- اكر مكلف يه عقيدو ركهه كه اس نه پرندو كى جس حالت كا مشاهدو كيا هه وه اس كه گمان كا موجب اور اس ميں مؤثر هه تو اس نه كفر كا ارتكاب كيا، اس لئه كه اس كه اندر تدبير امور ميں شريك تھبرانا پايا جارها هه، اور اكر يه اعتقاد ركهه كه متصرف اور مدير صرف الله سبحانه وتعالى هه يه ليكن اپنے دل ميں وه شر كا خوف محسوس كرتا هه، اس لئه كه اس كه پچھله تجربات بتاتته هيں كه پرندون كى آوازون ميں سه كوئى آواز يا اس كى كيفيتون ميں سه كوئى كيفيت پيش آنه سه اس كو ضرر لاحق هوتا هه، تو اكر اپنے دل ميں اس خيال كو جماله تو گنهگار

(۱) ساھتھه مراجع -

(۲) حدیث: ”من ردتته الطيرة من حاجة فقد...“ كى روايت احمد (مسند

احمد بن حنبل تحقيق احمد بن حنبل ۱۰/۱۲ طبع لعارف) نه كى هه اور احمد بن حنبل نے اس كى سند كو صحيح قرار ديا هه

تطير

تعريف:

۱- لغت ميں تطير كه معنى هيں: بدشگونى ليتا، كها جاتا هه: ”تطير بالشيء، و من الشيء“ چيز سه بدشگونى لى، اور اس كا اسم طيرة (بدشگونى) هه، فتح البارى ميں آيا هه: ”تطير“ اور ”تشاؤم“ ايك چيز هيں^(۱) -

اور اصطلاحى معنى لغوى معنى سه مختلف نهىں هه -

متعلقه الفاظ:

الف-فأل:

۲- فأل طيرة كى ضد هه، كها جاتا هه: ”تفأل الرجل“^(۲) جب آدمى كوئى اچھى بات سن كر نيك فال له -

اور اس كه اور طيرة كه درميان فرق يه هه كه فال پسنديدو چيز ميں اور تطير عام طور سه نا پسنديدو چيز ميں استعمال كيا جاتا هه -

ب-كہانت:

۳- كہانت: علم غيب كا دعوى كرنا اور سبب كى طرف اسناد كر كه مستقبل ميں پيش آنه والى چيزون كى خبر دينا هه^(۳) -

(۱) مختار الصحاح مادة: ”طير“، فتح البارى ۱۰/۲۱۳ -

(۲) متن اللغة مادة: ”فأل“ -

(۳) فتح البارى ۱۰/۲۱۲، ۲۱۶ -

تطير ۵

تھے اور بدشگونئی نہیں لیتے تھے، اور آپ ”اے راشد“ اور ”اے رجیح“ کو سننا پسند کرتے تھے۔

اور آپ ﷺ سے مروی ہے: ”لا عدوی ولا طيرة، ويعجبني القال الصالح: ”الكلمة الحسنة“ (۱) (چھوت چھات اور بدشگونئی کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے نیک فال یعنی اچھا کلمہ پسند ہے)۔

اور نیک فال ہر سبب ضعیف یا قوی کے وقت اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید اور آرزو کرنا ہے برخلاف بدشگونئی کے کہ وہ اللہ سے بدگمانی کرنا ہے اور مؤمن کو اللہ کے ساتھ خوش گمانی کا حکم ہے (۲)، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے: ”أنا عند ظن عبدي بي، إن ظن بي خيرا فله، وإن ظن شرا فله“ (۳) (میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں، اگر میرے متعلق وہ خیر کا گمان کرے تو اسے خیر حاصل ہوگا، اور اگر شر کا گمان کرے تو شر)۔
تفصیل ”شؤم“ کی اصطلاح میں ہے۔

ہوگا، اور اگر برائی سے اللہ کی پناہ چاہے، خیر کا سوال کرے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے چل دے تو اس نے اپنے دل میں اس کے متعلق جو محسوس کیا تھا وہ اس کے لئے مضر نہیں ہوگا، ورنہ پھر اس کا مواخذہ ہوگا (۱)، اس لئے کہ حضرت معاویہ بن حکم کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ: منا رجال يتطيرون، قال: ذلك شيء يجدونه في صدورهم فلا يصلمنهم“ (۲) (یا رسول اللہ! ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونئی لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے دلوں میں جب اس طرح کی بات آئے تو وہ ان کو مقصد سے باز نہ رکھے) اس کے ساتھ ہی بدشگونئی کی حرمت اور خیر و شر پیدا ہونے میں اس کی تاثیر کی نفی پر اہل توحید متفق ہیں، اس لئے کہ اس میں تدبیر امور میں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے اور اس کی ممانعت کے سلسلہ میں نصوص بہت سی ہیں، اسی میں سے یہ حدیث ہے: ”لا عدوی، ولا طيرة، ولا هامة، ولا صفر“ (۳) (چھوت چھات، بدشگونئی، مردے کی کھوپڑی سے نکلنے والے پرندے اور صفر کی کوئی حقیقت نہیں ہے)۔

رعی نیک فال تو وہ جائز ہے (۴)، اور حدیث شریف میں آیا ہے: ”كان النبي ﷺ يتفاءل ولا يتطير، وكان يحب أن يسمع يا راشد يا رجیح“ (۵) (نبی کریم ﷺ نیک فال لیتے

= ساتھ کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے (سنن الترمذی ۱۶۱/۳ طبع مصنفی الجلیبی)۔

(۱) حدیث: ”لا عدوی ولا طيرة، ويعجبني.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۲۱۳/۱۰ طبع الاستقبر) نے کی ہے۔

(۲) اسنی الطالب ۱/۱، ۵۳، روایت الطائین ۳/۲۳۲۔

(۳) حدیث: قال الله تعالى ”أنا عند ظن عبدي.....“ کی روایت احمد (۳/۳۹۱/۲ طبع المکتب الاسلامی) نے کی ہے نیز ابن جریر نے اپنی صحیح میں

اس کی روایت کی ہے (سوراد اطران رض ۲۳۹۳ طبع دار الکتب العلمیہ)۔

(۱) فتح الباری ۱۰/۲۱۵۔

(۲) حضرت معاویہ بن حکم طلحی کی اس حدیث کی روایت مسلم (۱/۳۸۱، ۳۸۲ طبع عینی المہلبی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”لا عدوی ولا طيرة ولا هامة ولا صفر“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۲۱۳/۱۰ طبع الاستقبر) اور امام مسلم (۳/۴۲۲، ۴۲۳ طبع عینی الجلیبی) نے کی ہے۔

(۴) حاشیہ ابن ماجہ ۱/۵۵۵۔

(۵) حدیث کے پہلے جزئیہ ”كان يتفاءل ولا يتطير“ کی روایت احمد (۳/۳۹۳، ۳۹۵ طبع المتعارف) نے کی ہے اور احمد نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، راہ دومہ جزء ۱۰ اس کی روایت ترمذی نے مقرر ہے بقرہ الفایز کے

تعارض ۱-۴

ایک دوسرے کا نقض (توڑ) کر رہا ہے اور اس کو دھکیل رہا ہے، اور دو متناقض کبھی بھی نہ اکٹھا ہوتے ہیں، نہ مرتفع ہوتے ہیں (۱)۔
رہے دو متعارض تو کبھی کبھار ان کا ایک ساتھ ارتقاع (ختم ہو جانا) ممکن ہوتا ہے۔

تعارض

ب- تنازع:

۳- تنازع اختلاف کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”تنازع القوم“ یعنی قوم میں اختلاف ہو گیا (۲) اور اسی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول ہے: ”وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ“ (۳) (اور (آپس میں) جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)۔

لہذا تنازع عام ہے، اس لئے کہ وہ رائے اور غیر رائے دونوں کے اختلاف کے لئے عام ہوتا ہے۔

تعارض کا حکم:

۴- جب دو بینہ میں تعارض ہو جائے اور دونوں میں تطبیق ممکن ہو تو تطبیق دیں گے، اور جب تطبیق ممکن نہ ہو تو ترجیح کا راستہ اختیار کیا جائے گا (۳)۔

اور ترجیح: ایک دلیل کو اس سے معارض دوسری دلیل پر مقدم کرنا ہے، کیونکہ پہلی دلیل کے ساتھ اسے قوت پہنچانے والی کوئی چیز موجود ہے اور تعارض و ترجیح اہل اصول اور فقہاء کے یہاں مذکور ہوئے ہیں۔

(۱) التعريفات للبحر جانی۔

(۲) المصباح للمیر مادہ ”نزاع“۔

(۳) سورة انفال، ۳۔

(۴) التعريفات للبحر جانی۔

تعریف:

۱- لغت میں تعارض مقابلہ کو کہتے ہیں، اس کی اصل عرض یعنی منع کرنا ہے، کہا جاتا ہے: ”لا تعترض له“ یعنی خود سامنے آ کر اس کو اس کے مقصد تک پہنچنے سے نہ روکو، اور اسی سے اہل اصول اور فقہاء کے یہاں قیاس اور دوسرے دلائل پر وارد ہونے والے ”اعتراضات“ ہیں، ان کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ دلیل سے استدلال کرنے سے روک دیتے ہیں، اور اسی سے دلائل کا تعارض بھی ہے، اس لئے کہ اس میں ہر ایک دلیل دوسرے کے خلاف ہوتی ہے اور اس کے اثر کو روکتی ہے، اور اسی سے اہل اصول کے یہاں ”دلائل کا تعارض“ ہے، اور اس کا محل اصولی ضمیمہ ہے۔

اور اصطلاحی طور پر تعارض دو دلیلوں کے درمیان اس طرح کا مطلق طور پر تمناع (ایک دوسرے سے روکنا) ہے کہ ان میں سے ایک کا تقاضا دوسری دلیل کے تقاضا کے علاوہ ہو (۱)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- تناقض:

۲- تناقض مدافع کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”تناقض الكلامان“ یعنی دونوں کلاموں نے ایک دوسرے کو ہٹا دیا، گویا دونوں میں سے ہر

(۱) المصباح للمیر مادہ ”عرض“، حاشیہ البزازی ۲/ ۳۵۷۔

تعارض ۵-۶

تعارض وترجیح سے متعلق اصول فقہ کی بحثیں اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائیں۔

فقہاء کے یہاں اس کا استعمال زیادہ تر ”بینات“ کے بارے میں ہوتا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں ہے:

بینات کے تعارض میں وجوہ ترجیح:

۵- فقہی مسالک میں سے ہر مسلک میں ترجیح کی کچھ وجوہ ہیں۔

حنفیہ نے دو آدمیوں کے دعویٰ کے باب میں اس صورت میں ایک بینہ کو دوسرے پر راجح قرار دینے کی کچھ وجوہ لکھی ہیں جب دونوں میں تعارض ہو جائے اور قوت میں دونوں مساوی ہوں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اگر سامان مدعی علیہ کے پاس ہو تو خارج (باہر والے) کا بینہ اس مطلق ملک کے دعویٰ میں (جس کا سبب ذکر نہ کیا گیا ہو) صاحب ید (قبضہ والے) کے بینہ پر مقدم ہوگا بشرطیکہ ان میں سے صرف ایک نے موقت کیا ہو یعنی تاریخ بیان کی ہو، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں، جو موقت کرے وہ سامان کا زیادہ حق دار ہوگا، اور اگر دونوں تاریخ بیان کریں اور مملک (مالک بنانے والا) ایک ہی ہو تو اپنے بینہ کی مضبوطی کی وجہ سے تاریخ کے اعتبار سے اسبق سامان کا زیادہ حق دار ہوگا، اور اگر مملک (مالک بنانے والا) الگ الگ ہوں تو دونوں برابر ہوں گے۔

اور سامان اگر تیسرے شخص کے ہاتھ میں ہو اور خارج کے دو شخصوں نے بینہ پیش کیا اور دونوں بینہ مساوی ہیں تو دونوں کے حق میں اس کے نصف نصف کا فیصلہ کیا جائے گا، یہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک ہے، اور تنازعہ اگر کسی عورت کے نکاح کا ہے تو عورت یا زندہ ہوگی یا مردہ، عورت اگر زندہ ہو تو دونوں بینہ کے درمیان تطبیق کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے دونوں ساقط ہو جائیں گے، اور اگر

مردہ ہو تو دونوں اس سے ایک شوہر کی میراث کے وارث ہوں گے، اور اگر اس عورت سے بچہ پیدا ہوا ہو تو بچہ کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا، اور سامان اگر بیک وقت دونوں کے قبضہ میں ہو اور حجت اور تاریخ میں دونوں مساوی ہوں تو سامان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا، اور اگر تاریخ میں دونوں مختلف ہوں تو سامان اس شخص کا ہوگا جس کی تاریخ پہلے کی ہوگی۔

اور حنفیہ کے یہاں گواہوں کی کثرت یا عدالت کی زیادتی معتبر نہیں ہوگی (۱)، حنفیہ کے یہاں کچھ دوسری تفصیلات بھی ہیں، جن کو ان کی کتابوں میں دیکھا جائے

اور مالکیہ کے یہاں ترجیح کئی وجوہ سے ہوتی ہے:

۶- اول: مشہور قول کے مطابق عدالت کی زیادتی سے۔ اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کے ذریعہ ترجیح نہیں ہوگی اور یہ حنفیہ کے قول کے موافق ہے، اور عدالت کی زیادتی سے ترجیح کے قائل ہونے پر اس شخص سے حلف لینا ضروری ہوگا جس کی عدالت زیادہ ہو، اور ”الموازیہ“ میں ہے کہ حلف نہیں لیا جائے گا، اور مشہور قول کے مطابق تعداد کی کثرت سے ترجیح نہیں دی جائے گی جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے، مطرف اور ابن المباشون سے روایت ہے کہ عدالت میں دونوں بینہ کی برابری کے وقت کثرت تعداد سے ترجیح دی جائے گی الا یہ کہ وہ اتنی کثرت سے ہو جس سے مقصود یعنی استظہار کی کفایت ہو جائے، اور دوسرے لوگ بہت زیادہ ہوں تو اس وقت کثرت کی رعایت نہیں کی جائے گی، اور ترجیح تو عدالت کی خصوصیت سے ہوتی ہے، نہ کہ تعداد کی خصوصیت سے۔

ابن عبدالسلام کہتے ہیں: جو تعداد کی زیادتی سے ترجیح دیتے ہیں وہ ہر حال میں اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے عدالت کی

(۱) ابن ماجہ بن ۲۳۷، دارالطباعة العامرہ بھلاق۔

تعارض ۷-۹

کی ملکیت سے نکلنے کا اس وقت تک علم نہیں ہے، اور دوسرا بینہ شہادت دے کہ اس شخص نے اس کے بعد گھر کو زید سے خرید لیا تھا تو ”ما قلہ بینہ“ علم رکھتا ہے اور انتصحاب والا علم نہیں رکھتا، لہذا دونوں کو اہوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اور جب دونوں بینہ کے درمیان ترجیح ممکن نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جائیں گے اور جس چیز کے بارے میں تنازع تھا وہ قسم کے ساتھ اس کے قابض کے ہاتھ میں باقی رہے گی اور دونوں کے علاوہ اگر کسی اور کے قبضہ میں ہو تو ایک قول یہ ہے کہ اسی کے ہاتھ میں باقی رہے گی، اور ایک قول یہ ہے کہ قابض کی ملکیت ساقط ہونے پر دونوں بینہ کے اتفاق کی وجہ سے دونوں بینہ قائم کرنے والوں کے درمیان اسے تقسیم کر دیا جائے گا، اور جس کے ہاتھ میں سامان ہے ان دونوں میں سے کسی کے لئے اس کے قمر کو مقر لہ کے قبضہ کے درجہ میں قرار دیا جائے گا (۱)۔

۹- شافعیہ کے یہاں یہ ہے کہ اگر دو اشخاص کسی سامان میں تنازعہ کریں اور یہ دونوں میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور ہر ایک بینہ قائم کر دے اور دونوں بینہ مساوی ہوں تو سامان جس کے قبضہ میں ہے اس کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، اور اس کا بینہ مدعی کے بینہ کے بعد ہی سنا جائے گا۔

اور سامان اگر تیسرے کے ہاتھ میں ہو اور دونوں میں سے ہر ایک بینہ قائم کرے تو دونوں بینہ ساقط ہو جائیں گے اور قسم لینے کا راستہ اختیار کیا جائے گا، اور قبضہ والا ہر ایک کے لئے قسم کھائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں بینہ کو عمل میں لایا جائے گا اور سامان اس شخص سے لے لیا جائے گا جس کے ہاتھ میں وہ ہے، اور ایک قول کے مطابق دونوں (دعویٰ اروں) کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا

قید کے ساتھ اس کا اعتبار کیا ہے۔

۷- دوم: حجت کی مضبوطی سے بھی ترجیح ہوگی، لہذا اور مرد کوواہ ایک مرد کوواہ اور بیمن پر نیز ایک مرد کوواہ اور دو عورتوں پر مقدم ہوں گے، یہ اس صورت میں ہے جب عدالت میں سب برابر ہوں، یہ شہب کا قول ہے، اور ابن القاسم کہتے ہیں: انہیں مقدم نہیں کیا جائے گا، پھر انہوں نے شہب کے قول کی طرف رجوع کر لیا، ابن القاسم کہتے ہیں: اگر (تہا والا) کوواہ (مقابل کے) دونوں کوواہوں سے زیادہ عدالت والا ہو تو تہا اس کوواہ کی کوواہی اور مدعی علیہ کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا، اور اسے دو کوواہوں پر مقدم کیا جائے گا، اور ابن المہاشون اور مطرف کہتے ہیں: اسے مقدم نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عادل ہو، اور زیادہ ترین قیاس یہی ہے، اس لئے کہ بعض اہل مذہب ایک کوواہ اور قسم کے ذریعہ فیصلہ کو درست نہیں سمجھتے۔

۸- سوم: کسی ایک بینہ کا سابقہ تاریخ یا سبب ملک کی زیادتی پر مشتمل ہونا، سابق کی تاریخ کے ذریعہ ترجیح دینے میں یہ قول حنفیہ کے قول کے موافق ہے۔

اور قرانی نے بیان کیا ہے کہ جو حضرات زیادہ عدالت رکھنے والے بینہ کے اعتبار کی رائے رکھتے ہیں، ان کے نزدیک اس کے ذریعہ خاص طور سے صرف اموال میں فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ حضرات فرماتے ہیں: ملکیت کے بینہ کو قبضہ کے بینہ پر فوقیت دی جائے گی اگرچہ قبضہ (کے بینہ) کی تاریخ مقدم ہو، اس لئے کہ ملکیت قبضہ سے زیادہ قوی ہے اور ناقلہ (ملکیت منتقل کرنے پر دلالت کرنے والے) بینہ کو انتصحاب کے بینہ پر فوقیت دی جائے گی، اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی بینہ اس کی کوواہی دیتا ہو کہ یہ گھر زید کا ہے جسے اس نے کچھ مدت ہوئی بنایا ہے، اور ہمیں اس کے اس

(۱) تہذیب و نظام بہا مشفق العلی الما لک ۱/۲۰۹ س

تعارض ۹

اور ایک روایت کے مطابق ایک قول یہ ہے کہ گواہوں کی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی، اس لئے کہ زائد کی طرف دل کا میلان زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح اگر ایک فریق کے گواہ دوسرے ہوں اور دوسرے فریق کے گواہ ایک مرد و دو عورتیں ہوں تو دو مردوں کو ترجیح نہیں ہوگی، اور ایک روایت کے مطابق ایک قول یہ ہے کہ انہیں ترجیح حاصل ہوگی، اس لئے کہ ان دونوں کے قول پر اعتماد زیادہ ہے، اور اگر دوسرے کے پاس ایک شاہد اور یحییٰ ہو تو قول اظہر میں دو گواہوں کو ترجیح حاصل ہوگی، اس لئے کہ وہ بالا جماع حجت ہے، اور شاہد اور یحییٰ میں اختلاف ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں برابر ہوں گے، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کامل حجت ہیں۔

اور اگر دونوں میں سے ایک کا بینہ ایک سال سے اس وقت تک ملکیت کی اور دوسرے کا بینہ ایک سال سے زیادہ جیسے دو سال سے اس وقت تک ملکیت کی شہادت دے اور سامان ان دونوں کے علاوہ (کسی تیسرے شخص) کے پاس ہو تو اظہر یہ ہے کہ اکثر کو ترجیح ہو (یعنی جو زیادہ مدت سے ملکیت بیان کر رہا ہے)، اس لئے کہ دوسرا بینہ مدت کی زیادتی میں اس کے معارض نہیں ہے، اور شافیہ کے یہاں دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے ترجیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ مناط شہادت (شہادت کا مدار) فی الحال ملکیت کا ہونا ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں، اور زیادتی مدت کا بینہ والا (اس کی ترجیح کے قول کے مطابق) اجرت کا مستحق ہوگا اور اس زیادتی کا بھی جو فیصلہ کے دن سے پیدا ہو، اور دوسرا قول یہ ہے کہ تینوں اقوال کے مطابق اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا یا قرضہ اندازی کی جائے گی یا توقف کیا جائے گا، یہاں تک کہ وضاحت ہو جائے یا دونوں صلح کر لیں۔

جائے گا، اور دوسرے قول کے مطابق ان کے درمیان قرضہ ڈالا جائے گا اور جس کا قرضہ اٹھے گا وہی اس کو لے لے گا، اور ایک قول کے مطابق معاملہ میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ وضاحت ہو جائے یا دونوں صلح کر لیں، اور ”الروضہ“ میں تینوں اقوال میں سے کسی کو ترجیح دینے سے سکوت کیا گیا ہے، قلیوبی کہتے ہیں: جمہور شافیہ کے کلام کا تقاضا تیسرے قول کی ترجیح کا ہے، اس لئے کہ وہی عدل سے زیادہ قریب ہے۔

اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو، اور دونوں بینہ قائم کریں تو سقوط کے قول کے مطابق پہلے کی طرح دونوں کے قبضہ میں باقی رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ تقسیم کے قول کے مطابق دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا، اور توقف (کا قول) نہیں آئے گا اور قرضہ کے سلسلہ میں دو اقوال ہیں۔

اور اگر بینہ کے ذریعہ اس کا قبضہ ختم کر دیا جائے پھر وہ قبضہ کے ازالہ سے پہلے کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی ملکیت کا بینہ قائم کرے اور اپنے گواہوں کی عدم موجودگی کا عذر بیان کرے تو یہ بینہ سنا جائے گا اور اسے فوقیت دی جائے گی، اس لئے کہ قبضہ تو دلیل نہ ہونے کی وجہ سے ختم کیا گیا تھا اور اب دلیل ظاہر ہو گئی ہے، لہذا فیصلہ توڑ دیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں فیصلہ اپنی حالت پر رہے گا، اور اگر خارجی شخص کہے: وہ میری ملک ہے، اسے میں نے تم سے خرید لیا تھا، اور قابض شخص کہے: بلکہ وہ میری ملکیت ہے اور دونوں اپنے قول پر بینہ قائم کر دیں تو خارجی شخص کے بینہ کو فوقیت دی جائے گی، اس لئے کہ اس کے بینہ کو انتقال ملک کا اضافی علم ہے۔

اور مذہب یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کے گواہوں کی تعداد کی زیادتی کو ترجیح نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ حجت طرفین میں مکمل ہے جیسا کہ حنفیہ نے کہا ہے۔

تعارض ۱۰

اگر ایک بینہ مطلق ہو اور ایک تاریخ بیان کرے تو مذہب یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں، اور یہی قول معتمد ہے، خواہ جس چیز پر دعویٰ ہے وہ دونوں کے قبضہ میں ہو یا دونوں کے علاوہ کسی اور کے قبضہ میں ہو یا کسی کے بھی قبضہ میں نہ ہو، اور ایک قول جیسا کہ ”اصل الروضہ“ میں ہے، یہ ہے کہ تاریخ بتانے والا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ وہ مطلق بینہ کے برخلاف اس وقت سے پہلے کی ملکیت کا تقاضا کر رہا ہے، اور اگر دونوں میں سے ایک کا بینہ حق کی اور دوسرے کا بینہ بری قرار دینے کی شہادت دے تو برابر کے بینہ کو نوقیت دی جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی اس مسئلہ میں برابری کا محل قلیوبی کے بیان کے مطابق اس وقت ہے جب کوئی مرجع نہ پایا جائے، اور اگر کوئی مرجع پایا جائے جیسے وہ سامان دونوں میں سے کسی ایک کے قبضہ میں ہو یا اس کا بینہ شاہد اور یقین کے علاوہ ہو، یا اس کے بینہ نے ملکیت کا سبب بھی بیان کیا ہو یا اس طور کہ وہ شہادت دے کہ وہ اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے یا اس کی ملکیت میں پھل لایا ہے، یا اس کی ملکیت میں حمل ہوا ہے، اس کا وارث وہ اپنے باپ سے ہوا ہے تو اس کے بینہ کو نوقیت دی جائے گی (۱)۔

۱۰- حنابلہ کے یہاں یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کے قبضہ کی کسی چیز کا دعویٰ کرے اور وہ انکار کر دے اور دونوں میں سے ہر ایک کے پاس بینہ ہو تو دونوں کے متعارض ہونے کی صورت میں امام احمد سے روایت مختلف ہے، اور ان کی مشہور روایت مدعی کے بینہ کو نوقیت دینے کی ہے، اور مدعی علیہ کے بینہ کی طرف کسی حالت میں التفات نہیں کیا جائے گا، یہی اسحاق کا قول ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”البینة على المدعى، والیسین على المدعى“

علیہ“ (۱) (بینہ مدعی پر ہے اور یقین مدعا علیہ پر ہے) تو آپ ﷺ نے ہمیں مدعی کا بینہ اور مدعا علیہ کی یقین کی سماعت کا حکم دیا ہے، خواہ مدعا علیہ کا بینہ اس بات کی کو ایسی دے کہ سامان اس کا ہے یا بتائے کہ اس کی ملکیت میں ولادت ہوئی ہے، اور امام احمد سے ایک دوسری روایت بھی ہے کہ اگر داخل یعنی صاحب قبضہ مدعا علیہ کا بینہ سبب ملک کی شہادت دے، اور مثلاً بتائے کہ متنازعہ چوپایہ اس کی ملک میں پیدا ہوا، یا اس نے اس کو خرید لیا اس کا بینہ مقدم تاریخ کا ہو تو اس کے بینہ کو نوقیت دی جائے گی ورنہ مدعی کے بینہ کو نوقیت دی جائے گی، اس لئے کہ داخل کا بینہ اس سبب کے بیان کرنے کا فائدہ دے رہا ہے جس کا فائدہ قبضہ نہیں دے رہا ہے، اور داخل کے بینہ کو نوقیت دینے پر حضرت جابر بن عبد اللہ کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ: ”ان النبي ﷺ اختصم إليه رجلان في دابة أو بعير، فأقام كل واحد منهما البينة بأنها له نتجها، فقضى بها رسول الله ﷺ للذي هي في يده“ (۲) (نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چوپایہ یا اونٹ کے بارے میں دو آدمی جھگڑالے کر آئے اور دونوں میں سے ہر ایک نے اس بات پر بینہ پیش کر دیا کہ وہ اس کا ہے، اسے اسی نے جنوایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ اس شخص کے حق میں کیا جس کے ہاتھ میں وہ تھا)۔

ابو الخطاب نے ایک تیسری روایت بھی بیان کی ہے کہ مدعا علیہ

(۱) حدیث: ”البينة على المدعى، و الیسین على المدعى علیہ“ کی روایت امام ترمذی (۳/۶۱۷ طبع مصنفی المہابی) اور بیہقی (۱۰/۲۵۲ طبع دار المعرفہ) نے کی ہے اور بغوی نے شرح السنہ (۱۰/۱۰۱ الکتب الاسلامی) میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حدیث: ”فقضى بها رسول الله ﷺ.....“ کی روایت بیہقی (۱۰/۲۵۶ طبع دار المعارف) نے کی ہے اور ابن الترمکانی نے الجہم (۱۰/۲۵۶ طبع دار المعارف) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۱) منہاج الطالبین والعلویٰ بی عمیرہ ۳/۳۳۳، ۳۳۵۔

تعارض ۱۱-۱۲

کا فائدہ نہیں ہوا، اور اس لئے بھی کہ ملکیت کی شہادت کی بنیاد قبضہ اور تصرف کا مشاہدہ بھی ہو سکتا ہے، اس لئے کہ بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ جائز ہے، لہذا قبضہ صرف خالی قبضہ کے مرتبہ میں رہ گیا، لہذا مدعی کے قبضہ کو اس پر فوقیت دی جائے گی، جیسے کہ اسے قبضہ پر فوقیت دی جاتی ہے جیسے کہ فرع کے دو گواہ اصل کے دو گواہوں پر مبنی ہوں تو ان دونوں پر (ان فرعی گواہوں کو) امتیاز نہیں رہتا۔

جب کسی آدمی کے قبضہ میں بکری ہو اور ایک آدمی دعویٰ کرے کہ ایک سال سے وہ اس کی ہے، اور اس پر قبضہ قائم کر دے، اور جس کے ہاتھ میں ہے وہ دعویٰ کرے کہ وہ کئی سال سے اس کے قبضہ میں ہے اور اس پر قبضہ قائم کر دے تو بغیر کسی اختلاف کے بکری مدعی کی ہوگی، اس لئے کہ اس کا قبضہ اس کے لئے ملک کی شہادت دے رہا ہے اور داخل کا قبضہ خاص قبضہ کی شہادت دے رہا ہے، لہذا دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کہ اس طور سے دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے کہ قبضہ غیر ملک پر ہو، لہذا ملک کا قبضہ اولیٰ ہوگا، اور اگر قبضہ شہادت دے کہ وہ دو سال سے اس کا مالک ہے تو دونوں ترجیحات میں تعارض ہو جائے گا، چنانچہ داخل کے قبضہ کی جہت سے تاریخ کو فوقیت ہے اور دوسرا قبضہ خارج کا قبضہ ہے، لہذا اس میں دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ خارج کے قبضہ کو فوقیت دی جائے گی، اور امام ابو حنیفہ کے صاحبزادے کا بھی یہی قول ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ داخل کے قبضہ کو فوقیت دی جائے گی، یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی قول ہے، اس لئے کہ وہ ایک اضافہ پر مشتمل ہے (۱)۔

حقوق اللہ میں دلائل کا تعارض:

۱۲- شرعاً یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ حدود جو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں شہادت سے ساقط ہو جاتی ہیں، لہذا جب مثلاً زنا کی طرح کے کسی

(۱) المغنی ۹/۲۵۷، ۲۸۱۔

کے قبضہ کو ہر حال میں فوقیت دی جائے گی، یہی شریح، اہل شام، شععی، حکم اور ابو عبیدہ کا بھی قول ہے، فرمایا: یہی اہل مدینہ کا بھی قول ہے، اور یہی طاؤوس سے بھی مروی ہے۔

قاضی نے اس کے امام احمد کی روایت ہونے سے انکار کیا ہے اور فرمایا: اس صورت میں داخل کا قبضہ قبول نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ وہی فائدہ دے جو اس کا قبضہ (قبضہ) دے رہا ہے، ایک ہی روایت ہے، اور جو لوگ اس قول کی طرف گئے ہیں ان کا استدلال اس بات سے ہے کہ مدعا علیہ کا پہلو راجح ہے، اس لئے کہ اصل اس کے ساتھ ہے اور اس کی یقین مدعی کی یقین پر مقدم ہوگی، اور جب دونوں قبضہ میں تعارض ہو تو جس پر اس کا قبضہ تھا اس پر قبضہ باقی رکھنا اور اس کو مقدم کرنا واجب ہوگا، جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے جب دونوں میں سے کسی کے پاس قبضہ نہ ہوتا، حضرت جابر کی حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے، اس لئے کہ اس کا قبضہ صرف اس کے قبضہ کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

۱۱- مدعی کے قبضہ کو فوقیت دینے کے لئے نبی کریم ﷺ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے: ”البینة علی المدعی والیسین علی المدعی علیہ“ (۱) (قبضہ مدعی پر اور یقین مدعا علیہ پر ہوگی) تو آپ نے جنس قبضہ کو مدعی کی جہت میں مقرر فرمایا ہے، لہذا مدعا علیہ کی جہت میں کوئی قبضہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اس لئے بھی کہ مدعی کا قبضہ زیادہ فائدہ والا ہے، لہذا جرح کے قبضہ کو تعدیل کے قبضہ پر فوقیت دینے کی طرح ہی اس کو مقدم رکھنا واجب ہے۔

اس کا فائدہ زیادہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ثابت کرتا ہے جو نہیں تھی اور منکر کا قبضہ تو ایک ایسی ظاہری چیز کو ثابت کرتا ہے جس پر اس کا قبضہ دلالت کر رہا تھا، لہذا اس سے کسی نئی بات

(۱) اس کی تخریج (مقررہ نمبر ۱۰) میں گذر چکی ہے۔

تعارض ۱۳

کو ایسی دین کہ یقین عرفات میں وہ ان کے ساتھ تھا، یا اس دن اس نے ان کو عید کی نماز پڑھائی تھی، اس لئے کہ دو گواہوں کے برخلاف ان پر اس کا معاملہ مشتبہ نہیں ہو سکتا (۱)۔

گواہوں کی تعدیل اور جرح کا تعارض:

۱۳ - شاہد میں عدالت کا اعتبار اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اسی لئے اگر فریق مخالف اس بات پر راضی ہو جائے کہ فاسق کے قول کے ذریعہ اس کے خلاف فیصلہ سنا دیا جائے تب بھی اس سے فیصلہ کرنا ناجائز ہے، اور عدالت اور جرح دونوں میں سے ہر ایک صرف دو آدمیوں کی شہادت سے ثابت ہوگی، برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے، چنانچہ ان کے نزدیک تعدیل اور جرح ایک کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی، اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ یہ دونوں آیا شہادت ہیں یا اخبار (خبر دینا) تو جمہور کے نزدیک شہادت ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اخبار ہیں، لہذا خفیہ تریکیہ میں ایک کافی ہوگا اور علانیہ تریکیہ میں شہادت کا نصاب چاہئے۔

تو اگر دو آدمی شاہد کی تعدیل کریں اور دو اس کو محروح قرار دیں تو حنیفہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جرح اولیٰ ہے، مالکیہ کا بھی ایک قول یہی ہے، ان حضرات کا استدلال اس بات سے ہے کہ جرح کرنے والے کے ساتھ ایسا اضافی علم ہے جو تعدیل کرنے والے پر پوشیدہ رہ گیا، لہذا اس کو مقدم رکھنا واجب ہو گیا، اس لئے کہ تعدیل شہادت اور محرمات سے بچنے کو شامل ہے، اور جرح کرنے والا اس شخص میں شک اور محرمات کو ثابت کر رہا ہے، اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے، اور اس لئے کہ جرح کہہ رہا ہے کہ میں نے اس کو ایسا کرتے دیکھا، اور تعدیل کرنے والے کا استدلال یہ ہے کہ اس نے

فعل پر مکمل بینہ قائم کیا جائے اور ایک دوسرا بینہ چاہے اس سے کم درجہ کا ہی کیوں نہ ہو، اس سے معارض ہو جائے اور اس فعل کے نہ ہونے پر دلالت کرے تو اسے فوقیت دی جائے گی، اور اس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "ادراء والحدود بالشہات ما استطعتم" (۱) (جہاں تک ہو سکے شہادت سے حدود کو رفع کر دو) بلکہ حنیفہ کہتے ہیں: اگر اس پر حد ثابت کرنے والا بینہ قائم کیا جائے اور بغیر بینہ کے وہ کسی شبہ کا دعویٰ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی (۲)۔

مالکیہ کے یہاں تفصیل ہے فرماتے ہیں: اگر ایک بینہ شہادت دے کہ عقل کی حالت میں اس نے زنا کیا ہے اور دوسرا شہادت دے کہ وہ مجنون تھا تو اگر اس کی انجام دہی (یعنی دعویٰ) اس حال میں ہو کہ وہ عاقل ہے تو عقل کا بینہ مقدم ہوگا، اور اگر اس کی انجام دہی اس حال میں ہو کہ وہ مجنون ہے تو جنون کا بینہ مقدم ہوگا، اور ان حضرات نے ترجیح کے سلسلہ میں شہادت حال کا اعتبار کیا ہے۔

ابن المبارک کہتے ہیں: روایت کا وقت معتبر ہوگا نہ کہ انجام دینے کا، اور انہوں نے ظاہر حال کو معتبر نہیں مانا، اور ابن القاسم سے زیادتی کا اثبات منقول ہے، چنانچہ اگر ایک بینہ قتل یا سرقہ یا زنا کی شہادت دے اور دوسرا بینہ اس بات کی کہ وہ دور دراز جگہ میں تھا تو قتل وغیرہ کا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ وہ ایک زیادتی کو ثابت کر رہا ہے، اور اس سے حد کا دفعیہ نہیں ہوگا، مجنون کہتے ہیں: الایہ کہ جم غفیر جیسے حجاج وغیرہ

(۱) حدیث: "ادراء والحدود بالشہات ما استطعتم" کی روایت امام ابو حنیفہ نے اپنی سند (۱۳۹ طبع لا حیل) میں کی ہے، حاکمی نے سند ابو حنیفہ اور ابن عدی کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے کہا ہے: ہمارے شیخ نے فرمایا: اس کی سند میں غیر معروف راوی ہے (المقاصد الحسنہ نمبر ۳۶ طبع دارالکتب العلمیہ)۔

(۲) ابن ماجہ ۱/۵، ۱۵۰/۵، حلیہ اشیر الملسی علی الصہاح ۱/۲۳۱، المغنی

تعارض ۱۴

اگر یہ دفتر ہی مجلسوں میں ہوا ہو تو جرح کی شہادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ باطن کے علم میں بڑھ کر ہے۔ اور اگر دونوں مجلسوں کے درمیان بعد ہو تو آخری تاریخ والے بینہ کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، اور اس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ عادل تھا، پھر فاسق ہو گیا یا فاسق تھا پھر سدھر گیا، الا یہ کہ جرح ریکارڈ کرتے وقت وہ ظاہری عدالت والا ہو تو جرح کا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ اس میں زیادتی ہے (۱)۔

اسلام پر باقی رہنے اور ارتداد پیدا ہو جانے کے احتمال کا متعارض ہونا:

۱۴- اس بارے میں فقہاء مند ابہب کا کسی ایک حکم پر اجماع نہیں ہے، اور اس کے بارے میں زیادہ وسعت والا مسلک حنفیہ کا ہے، اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں: آدمی کو ایمان سے صرف اس چیز کا انکار ہی نکالے گا جس نے اسے اسلام میں داخل کیا ہے، پھر جس چیز کے بارے میں یقین ہو کہ ارتداد ہے اس میں ارتدادی کا فیصلہ کیا جائے گا، اور جس کے ارتداد ہونے میں شک ہو اس میں ارتداد کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ ثابت شدہ اسلام شک سے زائل نہیں ہوگا، اور اسلام بلند ہوتا ہے، اور عالم کے پاس جب یہ معاملہ لے جایا جائے تو اسے اہل اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرنا چاہئے، جبکہ اسلام کو ثابت کرنے میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اور اسی لئے مکرمہ کے اسلام کو صحیح مانا جاتا ہے، اور ابن عابدین نے صاحب ”الفتاویٰ الصغریٰ“ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: کفر ایک بڑی سنگین چیز ہے، لہذا جب کوئی عدم کفر کی روایت پائی جائے تو میں مومن کو کافر نہیں قرار دوں گا، اور حنفیہ کی کتابوں میں ہے: جب مسئلہ میں کفر ثابت کرنے والی کئی وجوہ

ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور دونوں کا سچا ہونا ممکن ہے، اور دونوں کے اقوال میں تطبیق اس طور پر ممکن ہے کہ جرح کرنے والے نے اس کو گناہ کرتے دیکھا ہو، اور تعدیل کرنے والے نے گناہ کرتے نہ دیکھا ہو، لہذا وہ مجروح ہوگا، شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جرح میں سبب کا ذکر کرنا ضروری ہے اور تعدیل میں انہوں نے سبب ذکر کرنے کی شرط نہیں لگائی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک تزکیہ کرنے والا مجروح شاہد کے بارے میں کہے گا: ”واللہ اعلم“ (اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے) اور اس پر اضافہ نہیں کرے گا، اس لئے کہ اس کا فسق بیان کرنے میں اس کی بے آبروئی کرنا ہے اور ہمیں مسلمان کی پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے، یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جب تاضی کو اہوں کا حال نہ جانتا ہو، کیونکہ اگر وہ جانتا ہو تو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا (۱)۔

مالکیہ کہتے ہیں: اگر دوسرے کو گواہ اس کی تعدیل کریں اور دوسرے اس پر جرح کریں تو اس کے بارے میں دو اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ دونوں کے درمیان تطبیق محال ہونے کی وجہ سے دونوں میں سے زیادہ عادل کے قول پر فیصلہ کیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ جرح کرنے والی کو اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ جرح کے گواہوں نے تعدیل کے گواہوں پر اضافہ کیا ہے، اس لئے کہ عدالت کے برخلاف جرح والی چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں، لہذا ان پر تمام لوگ مطلع نہیں ہوتے۔

اور نحی کے یہاں تفصیل ہے فرمایا: اگر دونوں بینہ کا ایک ہی مجلس میں کسی چیز کے کرنے میں اختلاف ہو، جیسے ایک بینہ کا دعویٰ ہو کہ اس نے فلاں وقت میں ایسا کیا اور دوسرا بینہ بتائے کہ ایسا نہیں ہوا تو دونوں میں سے جو زیادہ عادل ہو اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور

(۱) تہذیبۃ لؤلؤ کا م ۱/ ۲۳۳۔

(۱) معین لؤلؤ کا م ۱۰۵، قلیوبی، عمیرہ ۳/ ۳۰۷، المغنی ۲/ ۶۷۔

تعارض ۱۵-۱۷

ایک ہی فعل میں حطر ولباحت کا تعارض ہو جائے تو حطر (منع) کو فوقیت دی جائے گی۔

اسی وجہ سے اگر حیوان کی ولادت ماکول اور غیر ماکول دونوں سے ہو تو اس کا کھانا حرام ہوگا اور احرام والا شخص اگر اس کو ذبح کر دے گا تو تحریم کو غلبہ دلاتے ہوئے اس پر جزاء واجب ہوگی۔

انہیں قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ اگر واجب اور منظور (ممنوع) میں تعارض ہو جائے تو واجب کو فوقیت دی جائے گی جیسا کہ جب مسلمانوں کے مردے کفار کے مردے سے مل جائیں تو سب کو غسل دینا اور نماز پڑھنا واجب ہوگا، اسی طرح شہداء کے غیر شہداء سے مل جانے کا مسئلہ ہوگا، اگر چہ شہداء کو نہ غسل دیا جاتا ہے، نہ ان پر نماز پڑھی جاتی ہے، البتہ اس پر نماز کی نیت (اس طرح) کرے گا کہ بشرطیکہ وہ شہید نہ ہو، اور عورت اگر اسلام لائے تو اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہوگا اگر چہ تنہا سفر کرے، اگر چہ اس کا تنہا سفر کرنا دراصل حرام ہے، اور کھنکھارنے میں مصلیٰ کو اس وقت معذور قرار دیا جائے گا جبکہ اس پر واجب قراءت و شوار ہو رہی ہو۔

۱۷- قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو واجبات میں تعارض ہو جائے تو ان میں زیادہ مؤکد کو فوقیت دی جائے گی، چنانچہ فرض عین کو فرض کفایہ پر فوقیت دی جائے گی، اور کعبہ کے ارد گرد طواف کرنے والا نماز جنازہ کے لئے اپنا طواف منقطع نہیں کرے گا، اور اگر جنازہ اور جمعہ اکٹھا ہو جائیں اور وقت تنگ ہو تو جمعہ کو مقدم رکھا جائے گا، اور اسی میں سے ہے کہ صحیح قول کے مطابق والدین کو یہ اختیار نہیں کہ اولاد کو حج فرض سے روکیں، برخلاف جہاد کے، کیوں کہ جہاد والدین کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے اور فرض عین مقدم ہے۔

ہوں اور ایک وجہ اس سے مانع بن رہی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن کرتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر سے مانع ہو الا یہ کہ جب وہ موجب کفر ارادہ کی صراحت کر دے تو تاویل اس کے لئے مفید نہیں ہوگی اور جس چیز میں کفر اور عدم کفر دونوں کا احتمال ہو اس سے کافر نہیں ہوگا، اس لئے کہ کفر کی سزا آخری درجہ کی سزا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ جرم بھی آخری درجہ کا ہو اور عدم کفر کے احتمال کے ساتھ جرم اپنی انتہا کو نہیں پہنچا، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جائے گی جس کے کلام کو کسی اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا جس کے کفر میں اختلاف ہو چاہے ضعیف روایت ہی میں کیوں نہ ہو (۱)۔

۱۵- دوسرے مسائل کے فقہاء بھی کہتے ہیں کہ جب عدم قتل کا تقاضا کرنے والی کوئی دلیل یا قرینہ قائم ہو جائے تو اسے فوقیت دی جائے گی، ورنہ مانتے ہیں: اگر اسلام لائے پھر جلد ہی مرتد ہو جائے اور کہے: میں تنگی، خوف یا تاوان کی وجہ سے مسلمان ہوا تھا اور اس کا عذر ظاہر ہو تو اس کا عذر قبول کرنے میں مالکیہ کے یہاں دو قول ہیں۔

اس کے ساتھ ہی فقہاء نے تعارض کے کچھ قواعد بیان کئے ہیں اور وہ قواعد اگر چہ فقہ کے مقابلہ میں اصول فقہ سے زیادہ قریب ہیں، لیکن چونکہ ان پر کچھ فقہی مسائل مرتب ہوئے ہیں، اس لئے ان کا ذکر کرنا یہاں مناسب ہے (۲)۔

ایک ہی فعل میں احکام کا تعارض:

۱۶- ان قواعد میں سے جن کو زکشی نے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ اگر

(۱) ابن ماجہ بن ۳۸۵/۳۔

(۲) تبصرة الحکام ۲۵۰/۲، قلیوبی و عمیرہ، ۱۷۶/۳، شرح تفسیر لارادات

تعارض ۱۸-۲۰

۱۸- اگر دو فضیلتوں میں تعارض ہو جائے تو ان میں سے افضل کو فوقیت دی جائے گی، چنانچہ اگر جمعہ کے لئے بغیر غسل کئے سویرے جانے اور غسل کے ساتھ تاخیر سے جانے میں تعارض ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ غسل کا حصول اولیٰ ہوگا، اس لئے کہ اس کے وجوب میں اختلاف ہے، یہ سب شافعیہ کا مسلک ہے (۱)۔

۱۹- حظ و اباحت میں تعارض کے قاعدہ کی فروع میں سے وہ صورت ہے جب دو ایسی دلیلوں میں تعارض ہو جن میں سے ایک تحریم کی متقاضی ہو اور دوسری اباحت کی تو تحریم مقدم ہوگی، اور اہل اصول نے اس کی تعلیل نسخ کو مقدم کرنے سے کی ہے، اس لئے کہ اگر اباحت کرنے والی دلیل کو مقدم کیا جائے تو نسخ کا تکرار لازم آئے گی، اس لئے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، تو اگر میخ (مباح کرنے والی دلیل) کو مقدم کر دیا جائے تو حرم (حرام قرار دینے والی دلیل) اباحت اصلہ کی ماسخ ہوگی، پھر میخ سے منسوخ ہوگی، اور اگر حرم کو متاثر قرار دیا جائے تو وہ میخ کی ماسخ ہوگی اور اس نے اصل کے موافق ہونے کے سبب کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا تھا، اسی لئے حضرت عثمانؓ نے جب ان سے ملک یمن سے دو بہنوں کو اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ایک آیت دونوں کو حائل کر رہی ہے اور ایک آیت دونوں کو حرام کر رہی ہے، اور تحریم ہم کو زیادہ محبوب ہے، علماء فرماتے ہیں: تحریم زیادہ محبوب اس لئے ہے کہ اس میں ترک مباح ہے، نہ کہ حرام سے اجتناب اور یہ اس کے برعکس سے اولیٰ ہے (۲)۔

۲۰- تعارض ہی کی اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ دو اصولوں میں تعارض ہو، ایسی صورت میں دونوں میں سے زیادہ راجح پر عمل کیا جائے گا، اس لئے کہ مرجح کی وجہ سے اس میں مضبوطی پیدا ہوگئی ہے۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جب لشکر کا کوئی آدمی کسی مشرک کو لائے، مشرک دعویٰ کرے کہ مسلمان نے اس کو امان دی ہے اور وہ انکار کرے تو اس میں دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ امان کا انکار کرنے میں مسلمان کا قول معتبر ہوگا، اس لئے کہ اصل امان کا نہ ہونا ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ قول مشرک کا معتبر ہوگا، اس لئے کہ خون میں اصل ممانعت ہے الا یہ کہ اباحت کا یقین ہو جائے، اور یہاں اس میں شک ہو گیا ہے، اور اس میں تیسری روایت بھی ہے کہ دونوں اصولوں میں سے ایک کو اس کی موافقت کرنے والے ظاہر کے ذریعہ ترجیح دے کر دونوں میں سے بات اس کی معتبر ہوگی جس کی سچائی پر حال کی دلالت ہو (۱) اور اگر یمن میں حث (قسم توڑنے) اور بر (پوری کرنے) میں اختلاف ہو جائے تو حث کو بر پر فوقیت دی جائے گی، چنانچہ جو کسی چیز کے کرنے یا اس کے وجود پر قسم کھائے، اسے حانث قرار دیا جائے گا یہاں تک کہ فعل واقع ہو جائے تو قسم پوری ہو جائے گی، اور مالکیہ کے یہاں حث اہل وجہ سے ہو جاتی ہے، اور بر صرف اکمل وجہ سے ہوتی ہے، چنانچہ جو قسم کھائے کہ وہ روٹی کھائے گا تو قسم پوری روٹی کھالینے سے ہی پوری ہوگی، اور اگر قسم کھائے کہ روٹی نہیں کھائے گا تو اس کے بعض حصہ کے کھانے سے حانث ہو جائے گا (۲)۔

امام غزالیؒ "المستصحبی" میں تحریر فرماتے ہیں: ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خاص و عام میں تعارض ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو دفع کرتے ہیں، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ خاص سابق ہو اور عموم کے ارادہ سے عام اس کے بعد وارد ہوا ہو، اور اس نے خاص کو منسوخ کر دیا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام سابق ہو اور اس سے عموم کا قصد کیا گیا ہو،

(۱) القواعد لابن رجب ۳۳۵، ۳۳۸۔

(۲) القوانین الفقہیہ رص ۵۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱

تعارض ۲۱

”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ“ (۱) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار) اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ أَنْتُمْ حُرْمٌ“ (۲) (شکار کو مت مار جب کہ تم حالت احرام میں ہو) اور حرم کو شکار یا مردار کھانے کی مجبوری ہو جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک مردار کھالے گا اور شکار چھوڑ دے گا، اس لئے کہ دونوں ہی اگر چہ حرام ہیں لیکن شکار کی حرمت کو احرام سے مناسبت ہے، اور اس کا وہ مفسدہ جس پر نہی کی بنیاد ہے، صرف احرام ہی میں ہے، رہا مردار کھانے کا مفسدہ تو وہ عام حکم ہے، خاص طور پر احرام سے اس کا تعلق نہیں ہے، اور مناسب جب کہ کسی عام حکم یعنی اس کا مردہ ہونا کی وجہ سے ہے تو اس کے اور احرام کے خصوص کے درمیان کوئی تضاد ہوگا نہ تعلق، اور اخص منافی زیادہ اجتناب کے لائق ہے۔

اور اسی قبیل سے ہے کہ جب مصلیٰ سوائے نجس یا ریشمی کپڑے کے کوئی دوسرا سا تر کپڑا نہ پائے تو وہ ریشمی کپڑے میں نماز پڑھے گا اور نجس کپڑا ترک کر دے گا، اس لئے کہ نجاست کا مفسدہ نماز کے ساتھ خاص ہے، برخلاف ریشم کے مفسدہ کے کہ اس کا خاص نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے اور دونوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔

یہاں اس قاعدہ پر مرتب ہونے والی دوسری بہت سی فروعیات بھی ہیں جن کی طرف اصول فقہ اور فقہ کے ابواب کی طرف رجوع کیا جائے۔

اصل اور ظاہر کا تعارض:

۲۱- اصل سے مراد ”بقاء ماکان علی ماکان“ (چیز کا اسی حالت پر باقی رہنا ہے جس پر وہ تھی) ہے، اور ظاہر سے مراد وہ ہے جس کا واقع ہونا راجح ہو۔

(۱) سورۃ مائدہ/۳۲

(۲) سورۃ مائدہ/۹۵

پھر اپنے بعد کے خاص لفظ سے عموم منسوخ ہو گیا ہو، چنانچہ مثال کے طور پر رقبہ (غلام، باندی) کا عموم، جب بھی اس سے عموم مراد لیا جائے اس بات کا متقاضی ہے کہ کافر غلام یا باندی کا آزاد کرنا بھی کافی ہو، اور رقبہ کے ساتھ ”مؤمنہ“ کی قید اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کافر غلام یا باندی کو آزاد کرنا کافی نہ ہو، لہذا دونوں میں تعارض ہے، اور جب نسخ اور بیان دونوں کا امکان ہے تو زبردستی نسخ کے بجائے بیان پر اسے کیوں محمول کیا جائے؟ اور خاص کے ذریعہ عام پر قطعی حکم کیوں لگایا جائے؟ ہو سکتا ہے کہ عام ہی متاخر ہو جس سے عموم کا ارادہ کیا گیا ہو اور خاص اس سے منسوخ ہو، قاضی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ہمارے نزدیک اصح خاص کو فوقیت دینا ہے اگرچہ قاضی نے جو کچھ بیان کیا ہے ممکن ہے، لیکن نسخ کی صورت میں یہ حکم لگانے کی ضرورت ہوگی کہ ”رقبہ“ میں کافر رقبہ داخل تھا، پھر اس سے خارج ہوا تو یہ محض وہم و امکان کی بنا پر لفظ میں کسی مفہوم کے شامل ہونے پھر اسے نکالے جانے کا حکم لگانا ہوگا، اور لفظ عام کے ذریعہ خاص کو مراد لیا غالب اور معتاد ہے بلکہ وہی اکثر ہے، اور نسخ مارد کی طرح ہے، لہذا محض امکان کی بنا پر اسے ماننے کی کوئی صورت نہیں ہے، اور ہم نے جو بیان کیا ہے صحابہ اور تابعین کے طرز عمل سے اس کی شہادت کثرت سے ملتی ہے، اسی لئے وہ لوگ خاص کے ذریعہ عام پر سرعت حکم لگاتے تھے اور تاریخ نیز تقدم و تاخر کی طلب میں مشغول نہیں ہوتے تھے (۱)۔

اور شاذ طریقہ پر کہا گیا ہے کہ مفہوم کے طریقہ پر تخصیص کی جائے گی، اس لئے کہ رجال کا مفہوم دوسروں کے قتل کا متقاضی ہے، تو جب دونوں میں منافات نہ ہو اور دونوں میں سے کسی کو اس کے متعلق میں مخصوص کرنے والی مناسبت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

(۱) المستمعی ۲/۱۰۳، ۱۰۵ طبع دار صادر بیروت۔

تعارض ۲۱

ہو، جیسے جس کو نماز یا عبادات میں سے کسی اور کے بعد نیت کے علاوہ کسی دوسرے رکن کے چھوڑ دینے کا شک ہو جائے تو مشہور یہ ہے کہ مؤثر نہیں ہوگا۔

اور دوسروں کی طرح حنا بلہ اس ظاہر کو نوقیت دیتے ہیں جو حجت ہو اور جس کو قبول کرنا شرعاً واجب ہو، جیسے اصل پر شہادت کو مقدم کرتے ہیں، اور اگر ظاہر اس طرح کا نہ ہو اس طور پر کہ اس کا استناد عرف، غالب، عادت، قرآن یا غلبہ ظن وغیرہ پر ہو تو کبھی تو اصل پر عمل کیا جائے گا، اور ظاہر کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور کبھی پر عمل کیا جائے گا اور اصل کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اور کبھی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا ہے تو یہ چار اقسام ہیں:

(۱) جس میں شرعی حجت کی وجہ سے اصل پر عمل ترک کر دیا جائے گا، اور یہ (حجت شرعی) اس شخص کا قول ہے جس کے قول پر عمل واجب ہوتا ہے، جیسے مدعی علیہ کا ذمہ مشغول ہونے پر دو عادل اشخاص کی شہادت، اور جیسا کہ گزر چکا ہے، یہ فقہاء کے درمیان اجماعی مسئلہ ہے۔

(۲) جس میں اصل پر عمل کیا جائے گا اور ظاہر کی قرآن وغیرہ کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اس کی مثال جیسے شوہر کے ساتھ طویل عرصہ تک رہنے کے بعد بیوی دعویٰ کرے کہ اسے شوہر سے واجب نفقہ نہیں ملا تو اصحاب کے نزدیک قسم کے ساتھ عورت ہی کی بات معتبر ہوگی، اس لئے کہ اصل اسی کے ساتھ ہے، حالانکہ عادتاً ایسا ہونا بہت مشکل ہے، اور شیخ تفتی الدین ابن تیمیہ نے عادت کی طرف رجوع کرنے کو اختیار کیا ہے، اور مختلف فیہ مسائل کے ایک قول کے طور پر اس کی تخریج کی ہے۔

(۳) جس میں ظاہر پر عمل کیا جائے گا اور اصل کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ نماز یا اس کے علاوہ دوسری عبادت سے فراغت کے بعد اس کے کسی رکن کے چھوڑنے کا شک ہو جائے تو

تو اصل ذمہ کا بری ہونا ہے، اسی لئے ذمہ کے مشغول ہونے کے بارے میں ایک گواہ کی گواہی قبول نہیں کی گئی، اور اسی لئے اصل سے موافقت کی وجہ سے قول مدعا علیہ کا معتبر مانا گیا اور اصل کے مخالف دعویٰ کی وجہ سے بینہ مدعی پر لازم ہوا، چنانچہ جب تلف کردہ اور غصب کردہ سامان کی قیمت میں دونوں کا اختلاف ہو جائے تو قول تاوان دینے والے کا معتبر مانا جائے گا، اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ جو اس کے قول سے زیادہ ہے اس سے وہ بری ہے، اور اگر کسی چیز یا حق کا اقرار کرے تو اسی چیز سے اس کی تفسیر قبول کر لی جائے گی جس کی قیمت ہو، چنانچہ قسم کے ساتھ قول اقرار کرنے والے کا معتبر ہوگا، یہ قاعدہ حنفیہ کا مسلک ہے، اور مالکیہ کے یہاں بھی یہی حکم ہے^(۱) اور شافعیہ و حنا بلہ کے یہاں بھی بینہ سے ثابت ہونے والے ظاہر کو مقدم رکھنے میں یہی حکم ہوگا۔

اور شافعیہ کے یہاں بینہ کے علاوہ سے ثابت ہونے والے میں تفصیل ہے، اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اصل کو قطعی طور پر ترجیح دی جائے گی اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اس سے مجر و احتمال متعارض ہو، اور جس میں بالجزم ظاہر کو ترجیح دی جائے گی اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اس کا استناد شرعی طور پر قائم کسی سبب پر ہو جیسے کہ دعویٰ میں شہادت اصل، روایت اور ید سے متعارض ہو، اور جیسے ثقت کا دخول وقت کی خبر دینا، اور جس میں قول اصح کے مطابق اصل کو ظاہر پر ترجیح دی جائے گی اس کا ضابطہ یہ ہے کہ احتمال کا استناد سبب ضعیف سے ہو، اس کی مثال وہ چیز ہے جس کی نجاست کا یقین نہ ہو لیکن اس کے نجس ہونے کا ظن ہو، جیسے عادی شرابی، قصابوں اور کفار کے کپڑے اور ان کے برتن، اور جس میں ظاہر اصل پر راجح ہوتا ہے، بایں طور کہ وہ قول اور منضبط سبب

(۱) الاشباہ والنظائر لابن نجیم رص ۲۳، القوائین الفقہیہ لابن جزئی رص ۱۹۸، الاشباہ والنظائر للسیروطی ۶۳، القواعد ۳۳۹۔

تعارض ۲۲

”ووضع يده على جبهته و أمرها على أنفه، وقال: هذا واحد“ (آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اور ناک پر پھیر دیا، اور فرمایا: یہ ایک ہے) تو یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر کر رہی ہے، قرطبی کہتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ پیشانی اصل ہے اور ناک پر سجدہ کرنا تابع ہے۔

ابن دمیق العید کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ایک عضو کی طرح قرار دیا گیا ورنہ اعضاء آٹھ ہو جاتے، فرمایا کہ یہ محل نظر ہے، اس لئے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناک پر سجدہ کر کے اکتفا کیا جائے فرمایا: سچی بات یہ ہے کہ یہ پیشانی کے ذکر کی صراحت سے متعارض نہیں ہے، اور اگر ان دونوں کو ایک عضو کی طرح ماننا ممکن ہو تو یہ تسمیہ اور عبارت میں ہوگا، نہ کہ اس حکم میں جس پر سجدہ کا حکم مبنی ہے۔

اسی طرح اشارہ مشارالیه کو متعین نہیں کر رہا ہے، اس لئے کہ عبارت کی وجہ سے وہ پیشانی سے متعلق ہے، لہذا جب وہ پیشانی سے قریب ہے تو ممکن ہے کہ پوری طرح مشارالیه کو متعین نہ کرے، رہی عبارت تو وہ اپنی وصف کردہ جگہ کی تعیین کر رہی ہے، لہذا اس کو مقدم رکھنا اولیٰ ہے، اور پیشانی کے بعض حصہ پر اکتفا کرنے کا جو ذکر کیا ہے بہت سے شافیہ اسی کے قائل ہیں، پھر فرماتے ہیں: ابن المنذر نے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ تنہا ناک پر سجدہ کرنا کافی نہیں ہوگا، اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ تنہا پیشانی پر (سجدہ کرنا) کافی ہے۔

اوزاعی، اسحاق اور مالکیہ میں سے ابن حبیب وغیرہ سے مروی ہے کہ دونوں کو جمع کرنا واجب ہے، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں: جب مہر میں کسی چیز کی طرف اشارہ اور اس کی عبارت جمع ہو جائے تو اصل یہ ہے کہ مسمیٰ جب مشارالیه کی جنس سے

شک کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اگرچہ اصل اس کا ادا نہ کرنا اور بری الذمہ نہ ہونا ہے، لیکن مکلفین کے عبادات ادا کرنے سے ظاہر یہ ہے کہ وہ کمال کی صورت میں واقع ہوں، لہذا اس ظاہر کو اصل پر ترجیح دی جائے گی، اور امام احمد سے منصوص قول میں اس سلسلہ میں وضو وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۴) جس میں ظاہر کو اصل پر ترجیح دینے اور اس کے برعکس کرنے میں اختلاف ہو، اور یہ عام طور سے ظاہر اور اصل دونوں کے قدیم اور مساوی ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اس کی شکلوں میں سڑکوں کے کیچڑ کی طہارت ہے، امام احمد نے متعدد مقامات پر اصل اور وہ تمام اعیان کی پاکی ہے، کو ترجیح دیتے ہوئے صراحت کی ہے، اور ان کی ایک روایت میں ظاہر کو ترجیح دیتے ہوئے یہ بھی ہے کہ وہ نجس ہے، اور صاحب ”الخصیص“ نے اسی کو مذہب قرار دیا ہے (۱)۔

عبارت (لفظاً) اور حسی اشارہ میں تعارض:

۲۲- مالکیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ عبارت اشارہ پر مقدم ہوگی، ان کا استدلال اس بحث سے ہے جو ابن حجر نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کی شرح میں کی ہے: ”أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة و أشار بيده على أنفه.....“ (۲) (مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا.....)، اور انہوں نے اس حدیث کی شرح کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے:

(۱) الاشباه للسيوطي ص ۶۳، القواعد الفقهية لابن رجب قاعدہ (۱۵۹) ص ۳۳۹، ۳۴۳۔

(۲) حدیث: ”أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة، و أشار بيده على أنفه.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۴/۲۷۷ طبع انتقادی) نے کی ہے۔

تعارض ۲۳

ہے، اور ان کے نزدیک عبارت اشارہ پر مقدم ہے، اس لئے کہ عبارت مقصد کو متعین کرتی ہے اور اشارہ کبھی کبھی مقصد کو متعین نہیں کرتا (۱)۔

شافیہ کہتے ہیں: جب اشارہ اور عبارت جمع ہو جائیں، اور دونوں کا تقاضا مختلف ہو تو اشارہ غالب ہو جائے گا، چنانچہ اگر کہا: میں اس شخص زید کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور معلوم ہوا کہ وہ شخص عمر ہے تو اصح قول کے مطابق نماز صحیح ہو جائے گی، اور اگر کہا: اس فلاں عورت سے تمہاری شادی کی، اور اس کے نام کے علاوہ دوسرا نام لیا تو یقینی طور پر (عقد) صحیح ہوگا، اور اس میں ایک اور قول بھی منقول ہے، اور اگر کہے: میں نے اس لڑکے سے تمہاری شادی کی اور اپنی لڑکی کی طرف اشارہ کیا تو رویانی نے اشارہ پر اعتماد کر کے اصحاب سے نکاح کی صحت نقل کی ہے، یقول حنفیہ کے مسلک کے موافق ہے۔

اور اگر کہا: میں نے تمہاری شادی اس عربی عورت سے کی اور وہ عجمی عورت تھی یا کہا: اس بوڑھی عورت سے کی اور وہ جوان تھی یا اس کوری عورت سے کی اور وہ کالی تھی یا اس کے برعکس صورت ہو، اسی طرح نسب، صفات، بلندی اور پستی کی صورت میں مخالفت ہو تو نکاح صحیح ہونے میں دو احوال ہیں اور زیادہ صحیح قول نکاح کا صحیح ہونا ہے۔

اور اگر کہے: میں نے آپ کے ہاتھ اپنا یہ گھر بیچا اور اس کی حد بندی کرے اور حدود کی تعیین میں غلطی کر دے تو بیع صحیح ہوگی، اس کے برخلاف اگر کہا: میں نے آپ کے ہاتھ وہ گھر بیچا جو فلاں محلہ میں ہے اور اس کی حد بیان کی اور غلطی کر گیا تو بیع درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہاں اعتماد اشارہ پر ہے۔

اور اگر کہے: میں نے آپ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا اور وہ خچر نکالایا اس کے برعکس ہو تو دو احوال ہیں، اور یہاں اصح بطلان ہے، اور

ہو تو عقد مشارا لہ سے متعلق ہوگا، اس لئے کہ مشارا لہ میں بالذات مسمی موجود ہے اور وصف اس کے تابع ہے، اور اگر اس کی جنس کے خلاف ہو تو عقد مسمی سے متعلق ہوگا، اس لئے کہ مسمی مشارا لہ کے مثل ہے، اس کے تابع نہیں ہے اور تسمیہ تعارف کرانے میں اشارہ سے بڑھا ہوا ہے، اس لئے کہ تسمیہ ماہیت کا تعارف کرانا ہے اور اشارہ سے ذات کا تعارف ہوتا ہے، چنانچہ جس نے اس بنیاد پر کوئی نگینہ خریدا کہ وہ یا قوت ہے، پھر معلوم ہوا کہ وہ شیشہ ہے تو عقد منعقد نہیں ہوگا، اس لئے کہ جنس مختلف ہے، اور اگر اس بنیاد پر خریدا کہ وہ سرخ یا قوت ہو، پھر وہ سبز نکالا تو اتحاد جنس کی وجہ سے عقد منعقد ہو جائے گا۔

شرح کہتے ہیں: یہ اصول نکاح، بیع، اجارہ اور تمام عقود میں متفق علیہ ہے، لیکن امام ابوحنیفہ نے سرکہ اور شراب کو ایک جنس قرار دیا ہے، لہذا اس صورت میں عقد مشارا لہ پر منعقد ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا جب ”سرکہ کے اس مٹکا“ پر عورت سے شادی کی ہو اور شراب کی طرف اشارہ کیا ہو، اور اگر کسی حرام کا نام لیا اور حلال کی طرف اشارہ کیا تو قول اصح میں عورت کو حلال چیز ملے گی۔

جہاں تک نکاح کا تعلق ہے تو ”انثانیہ“ میں فرماتے ہیں: کسی شخص کی ایک بیٹی ہے جس کا نام عائشہ ہے اور عقد کے وقت والد نے کہا: میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کی تم سے شادی کی تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور اگر عورت موجود ہو اور والد کہے: میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کی تم سے شادی کی اور عائشہ کی طرف اشارہ کرے، نام میں غلطی کر جائے اور شوہر کہے: میں نے قبول کیا تو (عقد نکاح) جائز ہوگا (۱)۔

۲۳- گزشتہ بحث سے واضح ہو گیا کہ اشارہ کو عبارت پر فوقیت دے کر تنہا حنفیہ ہی ہیں جو صرف ناک پر سجدہ کے کافی ہونے کے قائل ہیں، اور جمہور کے نزدیک بجائے ناک کے تنہا پیشانی پر سجدہ کرنا کافی

(۱) فتح الباری ۲/۲۹۶ طبع استنبول۔

(۱) الأشاہ والنظار لابن کثیر ۱۳۸۔

تعاطی ۱

یہاں پر مقصد مالیت کے اختلاف کو غلبہ دلا کر بطلان کو صحیح قرار دیا گیا اور باقی میں اشارہ کو غلبہ دلا کر صحیح ہونے کو صحیح قرار دیا گیا اور اس وقت یہ صورت قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

تعاطی

تعریف:

۱- لغت میں تعاطی ”تعاطی“ کا مصدر ہے، بمعنی انسان کا چیز کو اپنے ہاتھ سے لینا، یہ عطا سے ماخوذ ہے، جو تناول (لینے) کے معنی میں ہوتا ہے (۱)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ“ (۲) (پھر انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا، سو اس نے اس پر وار کیا اور اس کو ہلاک کر ڈالا)، اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس نے کائٹے کے اوزار کو لیا، اور اس کی تفسیر میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے تیاری کر لینے کے بعد فعل انجام دیا یاں طور کہ وہ اونٹنی کے لئے چھپ گیا، اور اپنے تیر سے اس کو مار دیا، پھر اس کو اپنی تلوار سے مارا، یہاں تک کہ اسے ماڈالا (۳)۔

اور اصطلاحی طور پر بیع میں تعاطی اور اس کو ”معاطاة“ بھی کہا جاتا ہے، یہ ہے کہ بات یا اشارہ کئے بغیر خریدار بیع کو لے لے اور بیچنے والے کو شمن دے دے، یا بائع بیع بڑھادے اور دوسرا سے شمن دے دے، اور تعاطی بیع اور دوسرے عوض والے عقود میں ہوتی ہے (۲)۔

اور اس صورت سے چند صورتیں ملحق کی جاتی ہیں، انہیں میں سے ہے کہ اگر قسم کھائے کہ اس بچہ سے بات نہیں کرے گا اور بوڑھا ہونے پر اس سے بات کی یا یہ قسم کھائی کہ یہ تازہ تر کھجور نہیں کھائے گا اور خشک ہونے کے بعد اسے کھالیا یا یہ قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا اور پھر اس گھر کے میدان کی شکل میں تبدیل ہو جانے کے بعد اس میں داخل ہوا تو اس صحیح یہ ہے کہ حادثہ نہیں ہوگا، اور اگر عورت سے اس سوتی کپڑے پر خلع کیا اور وہ روئی ظاہر ہوئی، یا اس کے برعکس ہوا تو اس صحیح خلع کا فاسد ہو جانا ہے اور وہ مہر مثل وصول کرے گا۔

اس کے علاوہ اس قاعدہ پر مرتب ہونے والی کئی صورتیں ہیں (۱)۔

یہ تعارض کے سلسلہ میں کچھ اصولی قواعد ہیں جن کو ان کے اوپر مرتب ہونے والے احکام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، رہا دلائل کے درمیان تعارض تو اسے اصولی ضمیمہ میں دیکھا جائے۔



(۱) لسان العرب مادة ”عطی“۔
 (۲) سورہ قمر ۲۹۔
 (۳) تفسیر القرطبی ۷/۱۳۱، تفسیر الرازی ۲۹/۵۳۔
 (۴) حاشیہ الدرستی ۳/۳۳، مکتبہ التجار بیروت۔

(۱) الاشیاء والظواهر للسیوطی ۳۱۲/۳۱۵۔

تعاظمی ۲-۴

متعلقہ الفاظ:

عقد:

۲- عقد سے مراد: بیع کے عقود ہیں جن میں سے کچھ کا اتمام لفظ صیغہ سے ہوتا ہے، یعنی ایجاب و قبول سے اور کچھ کا اتمام فعل یعنی تعاظمی سے ہوتا ہے (۱)۔

اجمالی حکم:

تعاظمی سے بیع کرنا:

۳- تعاظمی سے بیع کے منعقد ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور ایک قول میں ثانیہ تعاظمی کے ذریعہ بیع کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور ثانیہ کے یہاں مذہب مختار بیع اور اس کے ہم معنی چیزوں کی صحت کے لئے صیغہ کو مشروط قرار دینا ہے، اور ثانیہ کا ایک تیسرا قول معمولی چیزوں میں تعاظمی کے جواز کا ہے۔

اور بیع تعاظمی کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یہ ہے کہ طرفین میں سے کسی کی طرف سے بات چیت یا اشارہ کے بغیر تعاظمی مکمل ہو جائے، یہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، اور مسلک (شافعی) کے برخلاف نووی نے جواز کو راجح قرار دیا ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ طرفین میں سے کسی ایک کی گفتگو سے تعاظمی کا اتمام ہو جائے اور سپردگی مکمل ہو جائے، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ تعاظمی ہے، حنفیہ نے اس کو تعاظمی نہیں قرار دیا ہے (۲)۔

۴- ابن قدامہ بیع تعاظمی کی مشروعیت کے استدلال میں کہتے ہیں کہ

(۱) المفروق فی اللغۃ لابن ہلال احسکری۔

(۲) حاشیہ ابن ماجہ بن ۳۷ طبع عثمانیہ، حاشیہ الدرر السنی ۳۳۳، المغنی لابن قدامہ

۳۳۳، ۵۶۱، ۵۶۲، روایت لھائین ۳۳۳، حاشیہ بلعہ المساک لاقرب

المساک ۳۳۳، مجمع لا شہر علی مسلمی لا بحر ۲۲، نہایت المحتاج ۳۳۳، ۶۲

اللہ تعالیٰ نے بیع حلال کی اور اس کی کیفیت نہیں بیان کی، لہذا اس میں عرف کی طرف رجوع کرنا واجب ہوا جیسا کہ قبضہ، اِحراز اور تفرق میں اس کی طرف رجوع کیا گیا ہے، اور مسلمان اپنے بازاروں اور خرید و فروخت میں اسی عرف پر ہیں، اور اس لئے بھی کہ بیع ان کے درمیان موجود اور معلوم شئی تھی، شریعت نے تو اس پر صرف کچھ احکام معلق کئے ہیں اور گزشتہ حالت پر اس کو باقی رکھا ہے، لہذا خود رائی کے ذریعہ فیصلہ کر کے اس کو بدل دینا صحیح نہیں ہوگا، اور نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب سے ان کے درمیان بیع کے کثرت سے واقع ہونے کے باوجود، ایجاب و قبول کا استعمال منقول نہیں ہے، اور اگر ان حضرات نے اپنی بیوع میں اس کا استعمال کیا ہوتا تو شہرت کے ساتھ خوب منقول ہوا ہوتا، اور اگر وہ شرط ہوتے تو اس کا نقل کرنا واجب ہوتا، اور ان حضرات سے اس کو نقل کرنے میں اہمال اور غفلت برتنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اور اس لئے بھی کہ بیع ان چیزوں میں سے ہے جس میں ابتلائے عام ہے، تو اگر اس میں ایجاب و قبول مشروط ہوتے تو نبی کریم ﷺ اس کی عمومی وضاحت فرماتے اور اس کا حکم پوشیدہ نہ رکھتے، اس لئے کہ یہ کثرت سے فاسد عقود کے وقوع اور لوگوں کے غلط طریقہ سے مال کھانے کا سبب بن جاتا، اور ہمارے علم کے مطابق نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ ہر زمانہ میں لوگ تعاظمی سے بیع کرتے رہے ہیں۔

اور ہمارے مخالفین سے پہلے اس پر تکبیر کرنا منقول نہیں ہے، لہذا یہ اجماع ہوا، اسی طرح جبہ، ہدیہ اور صدقہ میں ایجاب و قبول کا حکم ہے، نبی کریم ﷺ اور آپ کے کسی صحابی سے اس کا اس میں استعمال منقول نہیں ہے، اور نبی کریم ﷺ کو حبشہ وغیرہ سے ہدیہ کیا گیا اور لوگ اپنے تحائف میں حضرت عائشہؓ کے دن کی تحری کیا

تعاظمی ۵-۶

تھا کہ جان لیں کہ آیا وہ صدقہ ہے، یا ہدیہ؟ اور اکثر احادیث میں ایجاب و قبول منقول نہیں ہے، اور تعاظمی کے سوا کچھ نہیں ہے، اور تراضی کے ساتھ تفرق (جد اہوجانا) اس کی صحت پر دلالت کر رہا ہے، اور ایجاب و قبول ان عقود میں اگر مشروط ہوتے تو بڑا دشوار ہوتا اور مسلمانوں کے اکثر عقود فاسد ہوتے اور اکثر اموال حرام ہوتے، اور اس لئے بھی کہ ایجاب و قبول کا مقصد تراضی (باہمی رضامندی) پر دلالت ہے، لہذا جب بھاؤ تاؤ اور تعاظمی جیسی اس پر دلالت کرنے والی چیز پائی جائے گی تو ایجاب و قبول کے قائم مقام ہوگی اور ان کی طرف سے کفایت کرے گی، کیونکہ یہ تعبدی معاملہ نہیں ہے (۱)۔

تعاظمی کے ذریعہ اِقالہ:

۵- حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے تعاظمی کے ذریعہ بیع سے اِقالہ کو جائز قرار دیا ہے، ان حضرات نے فرمایا صحیح قول کے مطابق اِقالہ بھی ایک جانب سے تعاظمی کے ذریعہ منعقد ہو جائے گا (۲)۔

تعاظمی سے اجارہ:

۶- حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ اجارہ تو بیع کی طرح ہے، وہ بجائے عین (سامان) کے منافع تک محدود رہتا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: جب بغیر کسی عقد، شرط یا اجرت کی پیشکش کے اپنا کپڑا کسی درزی یا دھوبی کو سینے یا دھونے کے لئے دے مثلاً کہے: اس کو لو اور کام کرو اور درزی اور دھوبی اسی کام کے لئے کھڑے ہوں، اور یہ کام کر ڈالیں تو دونوں کو اجرت ملے گی، اس لئے کہ اس کا

کرتے تھے (۱)، بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: ”کان رسول اللہ ﷺ إذا أتى بطعام سأل عنه: أهلية أم صدقة؟ فإن قيل: صدقة، قال لأصحابه: كلوا، ولم يأكل، وإن قيل: هدية ضرب بيده وأكل معهم“ (۲) (نبی کریم ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے بارے میں پوچھتے: ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے اصحاب سے فرماتے، تم لوگ کھا لو اور آپ ﷺ نہیں کھاتے، اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ بڑھاتے اور ان کے ساتھ نوش فرماتے)، اور حضرت سلمانؓ کی حدیث میں ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ کھجور لے کر آئے اور عرض کیا: یہ کچھ صدقہ ہے، میں نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”كلوا و لم يأكل، ثم أتاه ثمانية بتمر فقال: رأيتك لا تأكل الصدقة وهذا شيء أهديته لك، فقال النبي ﷺ: بسم الله، وأكل“ (۳) (تم لوگ کھا لو اور آپ نے نہیں تناول فرمایا، پھر دوسری بار وہ کچھ کھجور لے کر آئے، اور فرمایا: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے ہیں اور یہ چیز میں نے آپ کو ہدیہ میں دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ اور کھالیا) اور نہ قبول منقول ہے نہ ایجاب کا حکم، سوال تو آپ نے اس لئے کیا

(۱) حدیث: ”کان الناس يصحرون بهداياهم يوم عائشة“ کی روایت بخاری (فتح ۲۰۳/۵ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”کان رسول اللہ ﷺ إذا أتى بطعام سأل.....“ کی روایت بخاری (فتح ۲۰۳/۵ طبع استغیہ) اور مسلم (۵۶/۲) طبع الجلی نے کی ہے۔

(۳) حضرت سلمانؓ کی حدیث کی روایت احمد (۳۳۳/۵ طبع لمبیدیہ) اور حاکم (۱۶/۲) طبع درة المعارف العجمانیہ نے کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۱) المغنی ۳/۵۶۱، ۵۶۲ طبع مکتبہ الریاض۔

(۲) حاشیہ ابن ماجہ بن ۳/۱۲، ۳/۱۵، حاشیہ الدرستی ۳/۵۵، المغنی لابن قدامہ ۳/۱۳۷ ریاض۔

تعاطی، تعاویذ، تعبدی

عرف جاری ہے، اور امام شافعی کے اصحاب کہتے ہیں، دونوں کو کچھ بھی اجرت نہیں ملے گی، اس لئے کہ دونوں نے یہ کام بغیر ایسے عوض کے کیا ہے جو ان کے لئے مقرر کیا جاتا، لہذا یہ اسی طرح ہو گیا جب دونوں نے کام تبرعاً کیا ہوتا۔

تعبدی

تعریف:

۱- تعبدی باعتبار لغت تعبد کی طرف منسوب ہے۔

تعبد تعبد کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے، ”تعبد الرجل الرجل“: جب آدمی نے آدمی کو غلام بنا لیا ہو یا اس کو غلام کی طرح کر دیا ہو۔

اور ”تعبد الله العبد بالطاعة“: اللہ نے بندہ سے طاعت چاہی یعنی اس سے عبادت کا مطالبہ کیا۔

لغت میں عبادت کے معنی ہیں: طاعت اور خضوع (فروتنی)، اور اسی سے ”طریق معبد“ ہے جب کثرت سے چلنے کی وجہ سے راستہ پامال و ہموار ہو گیا ہو۔

اور لغت میں تعبد، تذلل (عاجزی) کے لئے بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے: ”تعبد فلان لفلان“، جب اس کے لئے فروتنی اور عاجزی اختیار کرے۔

تسک (عبادت کرنے) کے معنی میں بھی آتا ہے، کہا جاتا ہے: ”تعبد فلان لله تعالیٰ“، جب وہ اللہ کی عبادت کثرت سے کرے اور اس میں خشوع اور فروتنی ظاہر ہو جائے (۱)۔

اللہ کی طرف سے بندوں کے لئے تعبد: یہ ہے کہ ان کو عبادت وغیرہ امور کا مکلف بنائے، فقہاء اور اہل اصول اس معنی میں اس کو اکثر استعمال کرتے ہیں، جیسے ان کا قول: ہم خبر واحد اور قیاس پر

(۱) لسان العرب مادة ”عبد“۔

ابن عابدین کہتے ہیں تا تاریخانیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کشتی میں داخل ہوتا ہے یا پچھنایا فصد لگواتا ہے، یا حمام میں داخل ہوتا ہے یا مشک کا پانی پیتا ہے، پھر اجرت اور پانی کی قیمت دے دیتا ہے تو فرمایا: استحساناً جائز ہے اور اس سے پہلے عقد کی حاجت نہیں ہے (۱)۔

بحث کے مقامات:

۷- فقہاء تعاطی کے احکام کی تفصیل ہر مسئلہ کی مناسبت سے اس کے محل میں کرتے ہیں، اور ان مقامات میں بیوع، اقالہ اور اجارہ ہیں۔

تعاویذ

دیکھئے: ”تعاویذ“۔

(۱) جامعہ الدرسوتی ۳/۳، المغنی لابن قدامہ ۵/۵۶۱، ابن عابدین ۳/۱۲۔

تعبدی ۲-۵

ہیں جن کی جزئی مصلحتیں سمجھنے میں عقلوں کا کوئی حصہ نہیں ہے کہ ان پر دوسری چیزوں کو قیاس کیا جائے، اس لئے کہ ہم اتنا جانتے ہیں کہ نکاح کی معتبر شرائط یعنی ولی، مہر اور اس جیسی چیزیں نکاح کو حرام کاری سے الگ کرنے کے لئے ہیں، اور میراث کے متعینہ حصے میت کے قرابت داروں کی ترتیب پر مرتب ہوتے ہیں، اور عدتوں و استبراء ات سے مقصود اختلاط نسب کے خوف سے رحم (بچہ دانی) کی برائت کا معلوم کرنا ہے، لیکن یہ مجموعی امور ہیں، جیسے کہ فرقتی اور اللہ کی تعظیم عبادات کی مشروعیت کی نلت ہیں، اور صرف اتنی حکمت و نلت معلوم ہونے سے ان احکام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہوگا، مثلاً یہ کہا جائے کہ جب نکاح اور حرام کاری کے درمیان مثال کے طور پر کچھ دوسرے امور سے فرق پیدا ہو جائے تو یہ شرطیں مشروط نہیں ہوں گی، اور جب برائت رحم کا علم ہو جائے تو اُقرءاء (حیض یا طہر) اور مہینوں اور اس جیسی چیزوں سے عدت مشروع نہ ہوگی (۱)۔

۴- فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ تعبدیات ہمارے لئے کسی ایسی حکمت سے مشروع ہیں جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہم پر مخفی رکھی گئی ہے یا وہ سرے سے کسی حکمت کے بغیر مشروع کی گئی ہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مکلف کرنے اور ان سے طاعت چاہنے کے، تاکہ بندہ جو کچھ کر رہا ہے اس میں مصلحت کی صورت جانے بغیر مجرد امر و نہی سے اس کی طاعت کا امتحان لے، اس آقا کی طرح جو اپنے غلاموں کی جانچ کرنے کا ارادہ کرے کہ ان میں زیادہ مطیع کون ہے، اور ان کو کسی پتھر کے چھونے کے لئے دوڑگانے کا یا دائے بائیں تو چہ کرنے کا حکم دے جس میں مجرد طاعت کے علاوہ کوئی مصلحت نہ ہو۔

۵- ابن عابدین "الحلیہ" سے نقل کر کے لکھتے ہیں: اکثر علماء پہلے

عمل کرنے کے "متعبد" یعنی مکلف ہیں، اور کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ اپنے سے پہلے کی شریعتوں پر عمل کے متعبد یعنی مکلف تھے (۱)۔

۲- فقہاء اور اہل اصول کی اصطلاح میں تعبدیات کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے:

اول: عبادت و ریاضت کے اعمال (۲)، اس معنی میں اس کے احکام جاننے کے لئے "عبادت" کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

دوم: وہ احکام شرعیہ جن کی مشروعیت کی کوئی حکمت سوائے محض تعبد کے یعنی ان کا مکلف بنائے جانے کے بندہ پر ظاہر نہ ہوتا کہ بندہ کی بندگی کا امتحان ہو، چنانچہ اطاعت کرے تو ثواب پائے، نافرمانی کرے تو سزا پائے۔

اور یہاں حکمت سے مراد بندہ کا مفاد ہے یعنی اس کی جان، آبرو، دین، مال، یا عقل کی محافظت، رہا اخروی مفاد جیسے اللہ کی جنت میں داخل ہونا اور اس کے عذاب سے چھٹکارا پانا تو یہ ہر حکم یا ممانعت پر لیک کہنے کے ساتھ لازمی ہے، خواہ وہ تعبدی ہو یا غیر تعبدی۔

۳- تعبدیات کی تعریف میں مشہور یہی ہے، اور شاطبی نے اپنی "الموافقات" میں اس پر روشنی ڈالی ہے کہ حکم کی حکمت کبھی اجمالی طور سے معلوم ہوتی ہے، اور یہ چیز بعض وجوہ سے اس کے تعبدی ہونے سے اس کو اس وقت تک نہیں نکالتی جب تک خصوصی طور پر اس کی وجہ نہ سمجھ میں آجائے فرماتے ہیں: اسی میں سے: نکاح میں مہر کا مطالبہ، ماکول اللحم جانور کے مخصوص محل میں ذبح کرنا، میراث کے متعینہ حصے، اور طلاق و وفات کی عدت میں مہینوں کی تعداد اور اس جیسے وہ امور

(۱) مسلم الشیوخ مطبوعہ برہانہ، المستمسک، المفہر الی، القہر مطبوعہ بولاق۔

(۲) الموافقات للشاطبی (شیخ عبد اللہ دراز کی تحقیق کے ساتھ المکتبۃ التجاریہ قاہرہ کے ایڈیشن کا ٹیکسی ایڈیشن) ۲/۳۲۸۔

(۱) الموافقات ۲/۳۰۸، ۳۱۸۔

تعبدی ۵

اہل فہم! (قانون) قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ اور اسی طرح کی آیات کا ذکر کیا ہے (۱)۔

ابن القیم بھی یہی نقطہ نظر اختیار کرنے والوں میں ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایک جماعت کہتی ہے کہ عدت و نفاس محض تعبہ ہے، یہ غلط ہے، اس لئے کہ شریعت میں ایک بھی حکم ایسا نہیں ہے جس کی کوئی وجہ اور کوئی حکمت نہ ہو، سمجھنے والا اس کو سمجھتا ہے اور جس پر مخفی رہنا ہے اس پر مخفی رہتا ہے (۲)، اور اس بات کو اور وسعت سے ثابت کیا اور فرمایا: اللہ نے سزائیں مشروع کیں، اور جنس و مقدار میں انہیں ان کے اسباب پر مرتب کر دیا کہ وہ غائب و حاضر کا جاننے والا احکم الحاکمین اور اعلیٰ العالمین ہے، اور جو علم میں ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ماکان وما یکون (جو ہوا اور جو ہوگا) کو جانتا ہے اور جس کا علم دقیق و جلیل (مراد چھوٹی بڑی چیز) پوشیدہ و ظاہر نیز جس کی خبر بشر کو دینا ممکن ہے اور جس کی خبر ان کو دینا ممکن نہیں ہے سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور یہ تخصیصات اور تقدیرات حکم کی وجوہات اور پسندیدہ مقاصد سے خارج نہیں ہیں، اسی طرح اس کے خلق میں واقع ہونے والی تخصیصات اور تقدیرات کا بھی معاملہ ہے، چنانچہ یہ اس کی مخلوق میں ہے اور وہ اس کے امر میں، دونوں ہی کا سرچشمہ اس کے علم و حکمت کا کمال اور ہر چیز کو اس کی اس جگہ میں رکھنا ہے جس کے لائق اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے، اور جو صرف اسی محل کی متقاضی تھی، جیسے کہ قوت بصارت اور دیکھنے والی روشنی آنکھ میں، قوت سماعت کان میں، قوت شامہ ناک میں رکھی اور ہر حیوان اور غیر حیوان کو اس کے اعضاء، اشکال، صفات اور مقدار میں اسی چیز کے ساتھ مخصوص کیا جو اس کے لائق تھی اور جسے دینا بہتر تھا، چنانچہ اس کے اتقان اور مضبوطی کو عام

قول کی طرف گئے ہیں اور وہی قول قوی و راجح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا استقراء کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام مصالح کو حاصل کرنے والے اور مفاسد کو دور کرنے والے ہیں (۱)۔

اسی طرح شاطبی نے اپنی ”الموانقات“ میں استقراء کو اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ تمام احکام شرعیہ دنیا اور آخرت میں بندوں کی مصلحتوں سے معلل ہوتے ہیں، اور شاطبی نے فرمایا: معتزلہ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے احکام بندوں کی مصلحتوں کی رعایت سے معلل ہیں، اور اسی کو اکثر فقہاء متأخرین نے اختیار کیا ہے، فرمایا: جب رازی احکام شرعیہ کے لئے علل کے اثبات پر مجبور ہو گئے تو انہوں نے اس کو اس طرح ثابت کیا کہ علل احکام کا پتہ دینے والی علامات ہیں، اور شاطبی نے جن اولہ کا استقراء کیا ہے ان میں سے وضو اور غسل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بھی ذکر کیا ہے: ”مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ (۲) (اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالے، بلکہ وہ (تو یہ) چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک صاف رکھے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکرگزار (ری کرو) اور روزے کے بارے میں ہے: ”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (۳) (تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ) اور قصاص کے بارے میں ہے: ”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (۴) (اور تمہارے لئے اے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، ۳۰۱، طبع اول بلاق ۱۲۷۲ھ۔

(۲) سورہ مائدہ، ۵۔

(۳) سورہ بقرہ، ۱۸۳۔

(۴) سورہ بقرہ، ۱۷۹۔

(۱) الموانقات، ۶/۲، ۷۔

(۲) اعلام المؤمنین، ۸۶/۲۔

تعبیری ۶

کر دیا، اور جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو آخری درجہ میں مضبوط اور آخری درجہ میں محکم بنایا تو اس کے امر کا غایت درجہ مضبوط ہونا زیادہ اولیٰ اور لائق ہے، اور خلق و امر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت، اسی طرح اس کے اتقان اور حکمت و علم محض سے اس کے صدور سے ناواقف ہونا نفس الامر میں اس کے انکار کا جواز اہم نہیں کرتا (۱)۔

اور اسی روش پر ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں شاہ ولی اللہ دہلوی چلے ہیں، انہوں نے فرمایا: دوسرے (آنے والے) قول کی تکذیب سنت اور قرون مشہود لہا بالخیر کا اجماع کر رہے ہیں (۲)۔

۶- رہا دوسرا قول کہ کچھ احکام ایسے پائے جاتے ہیں اگرچہ بہت مادر ہی سہی، جن کا مقصد محض تعبد و امتثال ہوتا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”وَيُضَعُّ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ“ (۳) (اور ان پر سے بوجھ اور قیدیں جو ان پر اب تک تھیں اتار دیتا ہے) کہ اللہ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے تعنت اور گروہ بندیوں کی وجہ سے ”بوجھ“ اور ”قیدیں“ ڈال رکھا تھا، جیسے کہ بنو اسرائیل پر لازم کر دیا کہ جس گائے کی قربانی کا ان کو حکم دیا ہے نہ وہ بوڑھی ہو نہ بالکل نوعمر“ اور یہ کہ وہ زرد ہو، ایسے ہی بعض ابتلاءات، طلب طاعت، امتثال اور اس کا عادی بنانے میں بڑی مصلحت ہوتی ہے، حکام اپنے مددگاروں اور تابعین کو اس کا عادی بناتے رہتے ہیں، اور اس میں مال کثیر صرف کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ ضرورت کے وقت کسی تردد کے بغیر احکام کی فوری تعمیل کریں، احکام کی مصلحت سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ کریں، اس بات پر اکتفا اور اعتماد کریں کہ ان کا حاکم احکام اور ان کی مصلحتوں کو ان سے زیادہ جاننے والا ہے، بلکہ طاعت و امتثال اور ان کی طرف جلدی کرنے کی مصلحت ہی وہ اولین حکمت

ہے جو شریعت وضع کرنے سے بلکہ تخلیق (جن و انس) سے مقصود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (۱) (اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اس غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں)، اور فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُذْهِبَ اللَّهُ بَشِيئَةَ الَّذِينَ آمَنُوا أَلَّا يَدْرُسُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا لِيُذْهِبَ اللَّهُ بَشِيئَةَ الَّذِينَ آمَنُوا أَلَّا يَدْرُسُوا“ (۲) (اے ایمان والو! اللہ تمہیں آزمائے گا قدرے شکار سے جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں تاکہ اللہ معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بے دیکھے ڈرتا ہے) اور فرمایا: ”وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ أَلَّا يَكُونَ الْمُجَاهِدُونَ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَّا لِيُذْهِبَ اللَّهُ بَشِيئَةَ الَّذِينَ آمَنُوا أَلَّا يَدْرُسُوا“ (۳) (اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور تم میں سے ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کر لیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں) اور فرمایا: ”وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنُعَلِّمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَيَّ عَاقِبِيهِ“ (۴) (اور جس قبلہ پر آپ (اب تک) تھے اسے تو ہم نے اسی لئے رکھا تھا کہ ہم پہچان لیں رسول کا اتباع کرنے والوں کو اگلے پاؤں واپس چلے جانے والوں سے)۔

لیکن اللہ نے شریعت اسلام میں ہم پر یہ فضل فرمایا کہ اس نے ابتلاء کی مصلحت کے ساتھ ساتھ اکثر احکام بندوں کی مصلحت کی رعایت کرنے والے مقرر فرمائے، لیکن یہ ایسے احکام کے وجود سے مایوس نہیں ہے جن میں اس کی رعایت نہ ہو، بلکہ اس میں خاص طور سے ابتلاء مقصود ہو اور یہ بہت مادر ہے۔

(۱) سورۃ ذاریات ۵۶۔

(۲) سورۃ مائدہ ۹۳۔

(۳) سورۃ محمد ۳۱۔

(۴) سورۃ بقرہ ۱۲۳۔

(۱) اعلام المؤمنین ۲/۱۲۰۔

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ۱۱۔

(۳) سورۃ اعراف ۱۵۷۔

تعبدی ۷-۸

اور دوسرے قول کے مطابق ان کی آزمائش ایسی چیز سے کی ہے جس میں ثواب کے علاوہ سرے سے کوئی مصلحت نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

الف- عبادت:

۸- عبادت کی اصل طاعت اور خضوع ہے اور عبادات کی کئی قسمیں ہیں: انہیں میں نماز، زکاۃ، روزہ اور حج ہیں، ان میں سے بہت سی عبادات معقول المعنی ہیں جن کی حکمت شریعت نے بیان کر دی ہے یا فقہاء نے اس کا استنباط کر لیا ہے، اسی میں سے نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" (۱) (اور نماز کی پابندی رکھئے، بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے) اور حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِيَسْهَلُوا مَنَافِعَ لَهُمْ" (۲) (تاکہ اپنے فوائد کے لئے آمو جو ہوں)، اور رمضان کے درمیان سفر میں افطار کی رخصت کی حکمت میں فقہاء کا قول ہے کہ "وہ دفع مشقت ہے" لہذا ان میں سے کوئی چیز تعبدی نہیں ہے، اور عبادات کے بعض احکام غیر معقول المعنی ہیں، لہذا وہ تعبدی ہوں گے، جیسے رمی جمار کا سات سات ہونا۔

اور تعبدیات غیر عبادات میں بھی ہوتی ہیں مثلاً اس باندی کا استبراء (براءت رحم طلب کرنا) جس کو اس کے بیچنے والے نے مجلس بیع ہی میں خرید لیا ہو اور اس کے پاس قبل اس کے کہ خریدار باندی کو لے کر غائب ہوتا فتح یا قالہ کے ذریعہ لوٹ آئی ہو (۳)۔

(۱) سورۃ العنکبوت ۳۵۔

(۲) سورۃ حج ۲۸۔

(۳) المغنی شرح مختصر الخرقی ۷/۵۱۲، ۵۱۳ طبع سوم قاہرہ، دارالمنار ۱۳۶۷ھ، شرح جمع الجوامع ۲/۲۸۰ مصنفی المجلس ۱۳۵۶ھ، ۲/۲۸۰۔

اس کے بارے میں غزالی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ شریعت کی عادت بجائے جامد تحکیمات کے (حکم کو) مناسب معانی (علل) کے تابع بنانے کی ہے اور یہ شریعت کی غالب عادت ہے، فرماتے ہیں: شارع کے تصرفات کو حکم یا ایسے مجہول پر محمول کرنا جو غیر معروف ہو، ایک طرح کی ضرورت ہے جس کی طرف عاجزی کے وقت رجوع کیا جاتا ہے فرمایا: جو احکام مخلوق کے مصالح سے متعلق ہوتے ہیں جیسے شادیاں، معاملات، جنایات، ضمانات اور عبادات کے علاوہ بقیہ احکام تو ان میں حکم شاذ و نادر ہوتا ہے، رہیں عبادات اور تقدیرات (مقداروں کی تعیین) تو ان میں حکم (بغیر علت کے حکم دینا) غالب اور (حکم کو) معنی (علت) کے تابع بنانا نادر ہوتا ہے (۱)۔

اس کی صراحت شیخ عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام نے اپنے "قواعد" میں کی اور فرمایا: تعبدات کا جلب مصالح (تحصیل منافع) اور درء مفاسد (دفع مفاسد) سے خالی ہونا جائز ہے، پھر اس پر سوائے مصلحت ثواب کے کسی اور مصلحت کی تحصیل کے بغیر اور سوائے مانرمانی کے مفسدہ کے کسی اور مفسدہ کو دفع کئے بغیر طاعت اور اذعان (فرماں برداری، انقیاد) کی بنا پر ثواب واقع ہوگا۔

۷- پہلے قول کے مطابق تعبدی کی حکمت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو باخبر نہیں کیا ہے، اور نفس الامر میں اس میں مصلحت ثابت ہونے کے باوجود اس پر مطلع ہونے کا کوئی طریقہ نہیں بنایا ہے، اسے آزمائش اور امتحان کے لئے ان سے مخفی رکھا ہے کہ آیا مصلحت کا پہلو جانے بغیر امتثال اور اطاعت کرتے ہیں یا خود اپنی مصلحت کی اتباع میں مانرمانی کرتے ہیں؟

(۱) قواعد الاحکام فی مصالح الامم ۱۸/۱۸، القاہرہ، المکتبۃ التجاریہ۔

تعبدی ۹-۱۰

ب-حق اللہ:

سکتی ہے، بعض لوگ آتے ہیں اور ان کی حکمتیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ گمان کرتے ہوئے کہ ان اوضاع سے شارع کا مقصود وہی ہے، یہ سب ایسے ظن و تخمین پر مبنی ہوتی ہیں جو اپنے باب میں عام نہیں ہیں، نہ ہی اس پر کوئی عمل مبنی ہوتا ہے بلکہ یہ شاذ امور کے سننے کے بعد تغلیل کرنے کی طرح ہے، اس لئے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ میں جس کا ہمیں علم نہیں ہے، نہ اس پر ہماری کوئی دلیل ہے، شریعت پر ظلم کیا ہے (۱)۔

ج-نا تمام علت کے ذریعہ تغلیل:

۱۰- چونکہ تعبدیات کا حکم یہ ہے کہ اس پر قیاس نہیں کیا جاتا اسی لئے کبھی کبھار نا تمام علت کے ذریعہ جس حکم کی تغلیل کی گئی ہو وہ اس سے مشتبه ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس پر بھی قیاس نہیں کیا جاتا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ تعبدی کی کوئی علت ظاہر نہیں ہوتی، لہذا اس پر قیاس کرنا ممنوع ہوتا ہے، اس لئے کہ قیاس علت معلوم ہونے ہی پر ہو سکتا ہے، رہا علت قاصرہ سے معلل حکم تو اس کی علت معلوم ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے محل سے تجاوز نہیں کرتی ہے، کیونکہ اصل کے علاوہ کسی دوسری چیز میں اس کا وجود معلوم نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا (۲) اور یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص ہے، اور اس کی علت اور وصف یہ ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جن کو منہبہ ہوا تھا، اور انہوں نے اس متعین واقعہ میں آپ ﷺ کی عمومی تصدیق کے تقاضا کے تحت نبی کریم ﷺ کی تصدیق اور آپ ﷺ کے حق میں شہادت کے لئے سبقت کی تھی، اور اولیت ایسا وصف ہے جو بار

۹- بہت سے احکام کے متعلق کبھی کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہے جیسے نماز، روزہ اور تمام عبادات اور جیسے چوری کی سزا، زنا کی سزا، اور ان میں سے بہت سے احکام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کے حق کے لئے ہے، جیسے قصاص، حد قذف، دین اور ضمانات اور کبھی یہ گمان کر لیا جاتا ہے کہ ان میں سے وہ تمام جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہیں تعبدی ہیں، (یہ بات درست نہیں ہے) بلکہ (اللہ تعالیٰ کے حق سے) مراد یہ ہے کہ بندوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے، اور کسی کے لئے بھی ان کا ساتھ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ جب بھی اس کا سبب پایا جائے اور اس کے وجوب یا تحریم کی شرائط پائی جائیں، اس کا نفاذ کرنا بندوں کے لئے ضروری ہوگا (۱)، اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہیں وہ تمام ہی تعبدی نہیں ہیں، بلکہ تعبدی اس صورت میں ہوں گے جب اس میں حکمت کا پہلو مخفی ہو، اور غیر تعبدی (بھی) ہوں گے، اور یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کی حکمت ظاہر ہوگی۔

شاطبی کہتے ہیں: وہ حکمتیں جن کا استخراج غیر معقول المعنی خاص طور سے تعبدیات کے لئے کیا جاتا ہے جیسے وضو کا مخصوص اعضاء کے ساتھ مخصوص ہونا اور اس بیعت یعنی رفع یدین، قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز اور اس کا بجائے بعض شکلوں کے بعض شکلوں پر ہونا، روزہ کا بجائے رات کے دن سے مخصوص ہونا اور نماز کے اوقات کا دن اور رات کے دوسرے اوقات کو چھوڑ کر ان معینہ اوقات سے متعین کر دینا، حج کا مخصوص مسجد کی جانب متعین مقامات میں ان معروف اعمال کے ساتھ مخصوص ہونا اور اسی جیسے وہ اعمال جن کی طرف کسی بھی طرح عقل راہ نہیں پاسکتی، نہ ہی اس کے قریب پھٹک

(۱) الموافقات ۱/۸۰۔

(۲) حدیث: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ شَهَادَةَ خَزِيمَةَ بْنِ ثَابِتٍ....." کی روایت بخاری (۱/۶۶ طبع المستوفی) نے کی ہے۔

(۱) الموافقات ۲/۳۱۸۔

تعبدی ۱۱-۱۳

ہیں کہ احکام اسی کے لئے مشروع ہوئے ہیں۔

دوسری وہ جن کی طرف ان معبود راستوں سے پہنچنا ممکن ہے، اور وحی کے بغیر ان پر مطلع نہیں ہو جا سکتا ہے جیسے وہ احکام جن کے بارے میں شارع نے بتلایا ہے کہ وہ سرسبزی و شادابی، کشادگی اور عظمت اسلام کے قیام کے اسباب ہیں، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے سیاق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "فَقُلْتُ: اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا، وَ يُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مَاءً غَيْرَ مُسْفِرٍ، لِيغْشَى بِهَذَا الْغُيُوثَ، وَ يَمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَ بَنِينَ وَ يُجْعَلَ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَ يَجْعَلَ لَكُمْ أَنْهَارًا" (۱) (چنانچہ میں نے کہا: اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر کثرت سے بارش بھیجے گا اور تمہارے مال و اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے دریا بہا دے گا)، چنانچہ استغفار کے بارش اور سرسبزی کا سبب ہونے کی وجہ صرف وحی کے ذریعہ جانی جا سکتی ہے، اسی لئے اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، چنانچہ استغفار کا حصول علم اور جسموں کی قوت کا سبب ہونا نہیں جانا جا سکتا، لہذا اس علت کی بنا پر قیاس کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور وہ تعبید محض پر موقوف ہوگی، اسی لئے اس سے معطل حکم کو اختیار کرنا تعبیدی ہوگا، اور یہاں تعبید کا مفہوم شارع کی مقرر کردہ حد پر رک جانا ہے (۲)۔

تعبدیات کی مشروعیت کی حکمت:

۱۳- تعبیدی احکام کو مشروع کرنے کی حکمت امتثال کا مطالبہ کرنا اور طاعت و بندگی کا امتحان لینا ہے، اس کی تعبیری جہار کے اسرار کے بیان میں غزالی نے اپنے اس قول سے کی ہے: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر کچھ ایسے اعمال مقرر کئے ہیں جن سے نفوس مانوس نہیں ہیں، اور

(۱) سورہ نوح ۱۱۔

(۲) الموافقات ۲/۳۱۳۔

بار نہیں ہوتا، لہذا یہ انہیں کے ساتھ مخصوص ہو گیا (۱) تو یہ تعبیدی نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی علت معلوم ہے۔

د- قیاس کے طریقوں سے ہٹا ہوا معاملہ:

۱۱- جو حکم مخالف قیاس ہو کبھی وہ غیر معقول المعنی ہوتا ہے جیسے نو عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تخصیص اور ابو بردہ ہانی بن دینار کے حق میں قربانی میں بکری کے بچہ کا کافی ہونا (۲) اور جیسے تعداد رکعات کی تحدید۔ اور کبھی معقول المعنی ہوتا ہے جیسے اندازہ سے کھجور کی بیج کھجور سے کرنے کی ممانعت سے "بیج عریا" کا استثناء کرنا (۳)۔

۱۲- ایسا حکم جس کی علت کی صراحت کی گئی ہو:

۱۲- شاطبی نے ذکر کیا ہے کہ جن کی علت معلوم ہو ان میں سے بعض کبھی تعبیدی ہوتے ہیں، فرمایا: صاحب شریعت کی طرف سے ہمارے لئے ظاہر ہوا ہے کہ مکلف بنانے میں مصالح و موثرح کے ہیں:

ایک وہ جن کی معرفت استدلال کے معروف طریقوں جیسے اجماع، نص، سمر، اشارہ اور مناسبت وغیرہ کے ذریعہ ممکن ہو، اور یہی وہ غالب قسم ہے جس کے ذریعہ ہم علت بیان کرتے ہیں، اور کہتے

(۱) المستند لابی السعید البصری ۲/۸۰۲، دمشق، المصنف لقرنی ۱۳۸۳ھ، اعلام الموقعین لابن القیم ۲/۱۳۶، بیروت دار الفکر، شرح مسلم الشبوت ۲/۲۵۱، المستملی ۲/۳۳۵۔

(۲) حدیث: "جزاء العناق فی النضحہ فی حق ابي بردة....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۱۳ طبع التلخیص) نے اسی کے مثل تالیف کیا ہے اور مسلم (۳/۱۵۵۳ طبع دار عیسیٰ الخلیلی) اور نسائی (۷/۲۲۲ طبع دار الکتاب) نے اس کو موصولاً ذکر کیا ہے۔

(۳) المستملی للقرنی ۲/۳۲۹، ۳۲۷۔

تعبدی ۱۴

جب اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق کی نجات ان کی طبیعتوں کی خواہشات کے برخلاف اعمال سے مربوط ہو، اور ان کی لگام شریعت کے ہاتھ میں ہو، اور وہ اپنے اعمال میں اطاعت کے طریق اور بندگی کے مطالبہ کے تقاضا کے مطابق کام کرتے ہوں تو جن احکام کی حکمتیں معلوم نہیں ہوتیں وہ ترکیب نفوس، نیز طبائع اور اخلاق کو ان کے مقتضی سے مطالبہ عبودیت کی طرف پھیرنے میں دوسرے تعبدی احکام کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر ہیں (۱)۔

تعبدی کی معرفت کے راستے:

۱۴ - معتبر طرق میں سے کسی طریق سے علت بیان کرنے سے عجز کے علاوہ تعبدیات کو دوسرے معلل احکام سے تمیز کرنے کی کوئی اور صورت معروف نہیں ہے، جیسا کہ علم اصول کے مباحث قیاس میں جانا جاتا ہے، اسی لئے ابن عابدین کہتے ہیں: اللہ نے جو کچھ مشروع کیا ہے اگر ہم پر اس کی حکمت ظاہر ہو جائے تو کہیں گے کہ یہ معقول المعنی ہے، ورنہ کہیں گے کہ یہ تعبدی ہے (۲) اور امام غزالی کا وہ کلام جو ابھی ابھی گزر رہا ہے اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ تعبد کی طرف رجوع کرنا ایک طرح کی ضرورت ہے جس کی طرف عاجزی کے وقت رجوع کیا جاتا ہے (۳)۔

اسی وجہ سے بعض احکام کو تعبدی یا معقول المعنی قرار دینے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہو گئے ہیں، تو جس کو بعض فقہاء تعبدی سمجھتے ہیں دوسرے بعض اس کو ایسے مصالح سے معلل سمجھتے ہیں جن کے بارے میں ان کا ظن غالب ہے کہ شریعت نے ان احکام میں ان مصالح کو ملحوظ رکھا ہے، اسی میں سے یہ ہے کہ صاحب ”الدر المختار“

(۱) احیاء علوم الدین، المطبعة البخاریہ ۱/۲۷۴۔

(۲) رد المحتار ۱/۳۰۱۔

(۳) شفاء العلیل رض ۲۰۰۔

معتدلیں ان کے معانی کی طرف راہ نہیں پاتی ہیں، جیسے پتھروں سے رمی جمار کرنا اور بار بار رصفا اور مروہ کے درمیان آنا جانا، اور ان جیسے اعمال سے غلامی اور بندگی کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ زکاۃ ایک ارفاق (فائدہ پہنچانا) ہے اور اس کا سبب قابل فہم ہے اور عقل کا اس کی طرف رجحان ہے، روزہ اس شہوت کا توڑ ڈالنا ہے جو اللہ کے دشمن کا ہتھیار ہے اور مشغولیات سے رک کر عبادت کے لئے فارغ ہو جانا ہے، اور نماز میں رکوع اور سجدہ کرنا ایسے انفعال کے ذریعہ اللہ سے تواضع کرنا ہے جو تواضع والے انفعال ہیں اور قلوب اللہ عزوجل کی تعظیم سے مانوس ہیں، رہا سعی کا تعدد، رمی جمار اور اس جیسے اعمال تو اس میں نفوس کا کوئی حصہ ہے، نہ فطرت کو اس سے کوئی انصیت ہے، نہ ہی معتدلیں ان کی حکمتوں کو پاسکتی ہیں، لہذا اس کا اقدام کرنے کا اس کے سوا کوئی محرک نہیں ہے کہ اللہ یا اس کے رسول کا حکم ہے، لہذا اس کا بجالانا ضروری ہے، اور یہاں پر عقل کو اس کے تصرف سے علاحدہ کرنا اور نفس و طبیعت کو اس کے محل انصیت سے پھیرنا ہے، اس لئے کہ ہر وہ چیز جس کے معنی کا ادراک عقل کرے، طبیعت کا اس کی طرف کچھ میلان ہو جاتا ہے اور یہ میلان تعمیل حکم میں مدد کرنے والا اور امر کے ساتھ ساتھ فعل پر ابھارنے والا ہو جاتا ہے، چنانچہ اس سے غلامی اور انقیاد کا کمال ظاہر نہیں ہوتا، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے خصوصی طور پر حج کے متعلق فرمایا: ”لبیک بحجة حقاً، تعبداً ورفاقاً“ (۱) لبیک (حاضر ہوں) باعتبار تعبداً اور بندگی کے صحیح حج کے ساتھ) اور یہ بات نہ نماز کے متعلق فرمائی نہ غیر نماز کے متعلق۔

(۱) حدیث: ”لبیک حجاً حقاً، تعبداً ورفاقاً“ کی روایت بزار (کشف الاستار ۱۳/۴ طبع مؤسسۃ الرسالہ) نے کی ہے اور اس کا ذکر مرفوعاً اور منقولاً کیا ہے ابن حجر کہتے ہیں: دارقطنی نے ”احلیل“ میں اس کے متعلق اختلاف نقل کیا ہے اور اپنی سند کے ساتھ اسے مرفوعاً نقل کیا ہے اور وقف کو راجح قرار دیا ہے (المختار ۲۳۰/۲ طبع المکتبۃ الاشرفیہ)۔

تعبدی ۱۵

مشقّتوں کے برداشت کرنے میں وہ جس مقام پر تھے، اس کا حصول ہوتا ہے، اس کو یاد کرنے سے ہم میں اسی طرح کے اعمال کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور ہمارے دلوں میں پہلوں کی عظمت جا نہیں ہوتی ہے اور یہ ایک معقول معنی ہے، پھر بیان کیا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے فعل کی اقتداء ہے، اور رمی جمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کی اقتداء ہے، اس لئے کہ آپ نے اس جگہ اہلیس کو نکریاں ماری تھیں (۱)۔

اور ابن القیم نے ”اعلام المؤمنین“ میں اپنے شیخ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جیسا کہ گزر چکا ہے، یہ رائے اختیار کی ہے کہ شریعت میں محض تعبہ نہیں ہے۔ اور جس کے بارے میں بھی کہا گیا کہ وہ مخالف قیاس ہے، اس کا رد کیا جیسے بیع مصراۃ میں واپس کردہ جانور کے دودھ کے بدلے میں ایک صاع مقرر کرنا یا یہ کہا گیا ہے کہ شریعت نے مساوی صورتوں کے حکم میں فرق کر دیا ہے مثلاً بچی کے پیشاب میں دھلنے کا حکم دیا ہے اور بچے کے پیشاب میں پانی چھڑکنے کا حکم دیا ہے، یا یہ کہا گیا ہے کہ شریعت نے دو الگ الگ صورتوں کا حکم ایک کر دیا ہے مثلاً خطاً اور عمد میں برابری واجب کیا ہے تو جس میں بھی یہ بات کہی گئی اس کی انہوں نے علت بیان کی، اور اس میں حکمت کی وجہ نیز یہ بات بیان کی ہے کہ اس کی علت معقول ہے، موافق قیاس ہے، اس کے مخالف نہیں ہے اور اس پر طویل بحث کی ہے (۲)۔

تعبدیات کہاں ہوتی ہیں؟ اس کی کچھ مثالیں:

۱۵ - بعض اہل اصول نے بیان کیا ہے کہ تعبدیات زیادہ تر اصول عبادات میں ہوتی ہیں جیسے نماز، روزہ یا اعتکاف کی اصل کی مشروعیت

فرماتے ہیں: سجدہ کی تکرار تعبدی معاملہ ہے، یعنی ابتلاء کو محقق کرنے کے لئے اس کا سبب غیر معقول ہے، اور ابن عابدین کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ ان کو شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے دو کی تعداد میں مقرر کیا گیا ہے کہ اسے ایک مرتبہ سجدہ کا حکم ہوا، اور اس نے سجدہ نہیں کیا اور ہم دوسرے مرتبہ سجدہ کرتے ہیں (۱)۔

اور حائض کی طلاق کا بدئی ہونا کہا گیا کہ تعبدی ہے، درود کہتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ اس کی علت عدت کو طویل کرنا ہے، کیونکہ عدت کا آغاز حیض کے بعد کے طہر سے ہوگا (۲)۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار کو فقہاء غیر معقول المعنی کی مثال میں پیش کرتے ہیں، جیسا کہ غزالی کے حوالے سے گزر چکا ہے، لیکن بعض علماء اس کی نیز اس جیسے ان مناسک کی علت بیان کرتے ہیں جن کو بعض صالحین کے اعمال کے مطابق وضع کیا گیا ہے، جیسے کہ سعی جس کو کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان اسماعیل علیہ السلام کی ماں کے دوڑنے کے انداز پر کیا گیا ہے، تقی الدین بن دینق اعیاد فرماتے ہیں: اس میں اسلاف کرام کے گزشتہ واقعات کو یاد کرنے کی حکمت ہے، اور ان کو یاد کرنے کی تہہ میں کچھ دینی مسکتیں ہیں، اس لئے کہ ان میں سے بہت سے اعمال کے دوران واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ کس قدر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کرتے تھے، اس کی طرف سبقت کرتے تھے اور جانیں کھپا دیتے تھے، اس سے ہم پر ظاہر ہوتا ہے کہ حج میں واقع ہونے والے بہت سے اعمال جن کو ”تعبد“ کہا جاتا ہے، وہ ایسے نہیں ہیں جیسا کہ انہیں کہا جاتا ہے، کیا نہیں دیکھتے کہ جب ہم انہیں کرتے ہیں اور ان کے اسباب کو یاد کرتے ہیں، اس سے ہم کو پہلوں کی تعظیم کا اور اللہ کے حکم کی پیروی میں

(۱) الدرر وحاشیہ ابن عابدین ۱/ ۳۰۰۔

(۲) الشرح المصغر علی مختصر فہرست طویل ۲/ ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲۔

(۱) احکام الاصلیٰ شرح عمدة الاحکام لابن دینق العید ۲/ ۵۵۔

(۲) اعلام المؤمنین ۳/ ۵۰، ۵۱، ۵۲۔

تعبدی ۱۶

ایک: یہ کہ ناجائز ہے، تاقضی کا قول یہی ہے۔
دوسرا: یہ کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ یہ پانی عورت کو حدث اور نجاست سے پاک کرتا ہے، لہذا جب مرد نجاست کو دھوئے تو تمام پانیوں کی طرح یہ بھی نجاست کو زائل کر دے گا اور حدیث کی علت غیر معقول ہے، لہذا جس کے لئے اس کا لفظ وارد ہوا ہے (یعنی حدث سے پاکی حاصل کرنا، نہ کہ کچھ اور) اسی تک حکم محدود رہے گا (۱)۔

تعلیل اور تعبد کے اعتبار سے احکام میں اصل:

۱۶- اہل اصول کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا احکام میں اصل تعلیل ہے یا عدم تعلیل؟ چنانچہ بعض پہلے کی طرف گئے ہیں، لہذا دلیل کے بغیر احکام کو معطل نہیں کیا جائے گا، ان کا کہنا ہے کہ نص اپنے صیغہ سے حکم ثابت کرتی ہے، نہ کہ علت سے، امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے کہ اصل کسی وصف سے معطل کرنا ہے، لیکن کوئی ایسی دلیل ضروری ہوگی جو اس وصف کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہو، ”تلوٹح“ میں فرماتے ہیں: اصحاب شافعی کے درمیان مشہور یہ ہے کہ احکام میں اصل تعبد ہے نہ کہ تعلیل فرمایا: اور مختار یہ ہے کہ نصوص میں اصل تعلیل ہے اور صحت قیاس کے لئے ایسی دلیل ضروری ہے جو اس وصف کو جو کہ علت ہے، ممیز کر سکے، اور اس کے ساتھ ہی تعلیل اور تمیز سے پہلے کسی ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ یہ حکم جس کی علت نکالنے کا ارادہ ہے، فی الجملہ معطل ہے (۲)۔

اور شافعی اس طرف گئے ہیں کہ اس کے بارے میں عبادات اور معاملات کے درمیان معاملہ مختلف ہوتا ہے فرمایا: مکلف کے لئے

- (۱) المغنی ۲/۱۶۱ طبع سوم۔
(۲) شرح التلویح بحلی الخوارج، در الدین المتخارجاتی ۶/۲۷۳ ۳۷۳ مطبوعہ الخیر بستان
التعلیل للقرانی برص ۲۰۰۔

اور ان کے اسباب مقرر کرنے میں جیسے نماز ظہر کے لئے زوال شمس کو اور نماز مغرب کے لئے غروب شمس کو سبب مقرر کرنا اور حدود اور کفارات میں اور عددی تقدیرات میں عام طور پر تعبدیات ہوتی ہیں، جیسے تعداد رکعات کی تحدید، حدود میں کوڑوں کی تعداد کی تحدید اور کواہوں کی تعداد کی تحدید۔

شافعی نے عادات کے اندر اس کے وقوع کی مثالوں میں نکاح میں مہر طلب کرنے، ذبح کو مخصوص محل سے خاص کرنے، میراث میں مقررہ حصوں اور عدت طلاق اور عدت وفات میں مہینوں کی تعداد کو بیان کیا ہے (۱)۔

حنابلہ کے یہاں اس کی مثالوں میں سے یہ حدیث بھی ہے: ”نہی النبی ﷺ أن يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے)۔ صاحب ”المغنی“ کہتے ہیں: مرد کو عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے استعمال سے روکنا تعبدی اور غیر معقول ہے، امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے، اسی لئے اس عورت کے سوا دوسری عورت کے لئے حدث سے پاکی حاصل کرنے اور نجاست کو دھونے وغیرہ میں اس پانی سے پاکی حاصل کرنا مباح ہوگا، اس لئے کہ نبی مرد کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے معنی غیر معقول ہیں، لہذا اس کو محل نبی میں محدود رکھنا واجب ہوگا اور کیا مرد کے لئے اس سے نجاست کو دھونا جائز ہوگا؟ اس میں دو نقطہ نظر ہیں:

- (۱) الموافقات للشافعی ۲/۳۰۷، ۳۰۸، شرح جمع الجوامع ۲/۲۰۶۔
(۲) حدیث: ”نہی النبی ﷺ أن يتوضأ بفضل...“ کی روایت امام احمد (۶۶/۵ طبع المکتب الاسلامی) اور ابوداؤد (۶۳/۱ طبع عبید الدعاس) نے کی ہے ابن حجر کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے (سبل السلام ۲/۹۱ طبع دارالکتب العربی)۔

تعبدی ۱۷-۱۸

عبادات میں اصل تعبد ہے نہ کہ معافی کی طرف التفات اور عادات میں اصل معافی کی طرف التفات ہے۔

۱۷- عبادات میں تعبد کے اصل ہونے پر دلالت کرنے والے چند امور ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

استقراء، چنانچہ نمازیں مخصوص بینتوں پر مخصوص افعال کے ساتھ خاص ہیں، اگر ان سے نکل جائیں تو عبادات نہیں ہوں گی، اور ہم نے کسی ہیئت میں ذکر کو مطلوب اور دوسری ہیئت میں غیر مطلوب پایا، اور حدث سے طہارت پاک پانی کے ساتھ مخصوص ہے، اگرچہ دوسرے سے نظافت ممکن ہو، اور تیمم (حالانکہ اس میں حسی نظافت نہیں ہے) پاک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اور اسی طرح دوسری عبادات جیسے روزہ اور حج وغیرہ ہیں، اور تعبد کی عمومی حکمت ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت سمجھی ہے، اور اتنی ہی بات سے کوئی مخصوص علت نہیں معلوم ہو پاتی جس سے کوئی حکم خاص سمجھا جائے، تو ہم نے جان لیا کہ اس محدود سے اولین مقصود شرعی اللہ تعالیٰ کے لئے تعبد ہے، اور اس کے علاوہ شرعاً غیر مقصود ہے۔

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ محدود اور غیر محدود کے ساتھ تعبد میں اگر توسع کرنا مقصود ہوتا تو شریعت اس پر کوئی واضح دلیل ضرور مقرر کرتی، اور جب ہم نے اس کو اس طرح نہیں پایا، بلکہ اس کے خلاف پایا تو معلوم یہ ہوا کہ مقصود اسی محدود تک توقف کرنا ہے الا یہ کہ کسی نص یا اجماع کے ذریعہ بعض صورتوں کا معنی مقصود واضح ہو جائے تو اس کی اتباع کرنے والے پر کوئی ملامت نہ ہوگی، لیکن یہ کم ہے، لہذا اصل نہیں ہے، اصل تو وہ ہوتا ہے جو باب میں عام اور اس مقام میں غالب ہو۔

۱۸- پھر شاطبی کہتے ہیں: عادات میں معافی کی طرف التفات کا اصل ہونا چند وجوہ سے ہے:

اول: استقراء، چنانچہ ایک ہی چیز کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس حالت میں ممنوع ہوتی ہے جب اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، پھر جب مصلحت ہوتی ہے تو جائز ہو جاتی ہے جیسے کسی اجل (آئندہ کی کوئی مدت) تک کے لئے درہم کا درہم سے تبادلہ بیع میں ممنوع ہے اور قرض میں جائز ہے، اور جیسے ایک جنس کے ترکیبی بیع اس کے خشک سے کرنا، اس وقت ممنوع ہے جب اس میں بغیر کسی مصلحت کے صرف غرر اور سود ہو، اور جب اس میں کوئی راجح مصلحت ہو تو جائز ہے جیسا کہ عریا کے کھجور کی بیع کھجور سے کرنا، لوگوں پر توسع کرتے ہوئے جائز قرار دیا گیا اور اس لئے کہ نصوص نے عادات کے احکام کی تغلیل مصلحت سے کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ" (۱) (اور تمہارے لئے اے اہل فہم! (قانون) قصاص میں زندگی ہے) اور تحریم خمر (شراب کی حرمت) کی آیت میں ہے: "إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ" (۲) (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، سو اب بھی تم باز آؤ گے) اور ایک حدیث میں ہے: "لَا يَقْضِي الْقَاضِي بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانٌ" (۳) (قاضی دو آدمیوں کے درمیان اس حال میں فیصلہ نہ کرے کہ وہ غصہ میں ہو) اور اسی طرح کی مثالیں۔

(۱) سورۃ بقرہ ۹۷/۱۷۔

(۲) سورۃ مائدہ ۹۱/۹۱۔

(۳) حدیث: "لَا يَقْضِي الْقَاضِي بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانٌ" کی روایت امام بخاری (فتح الباری ۱۳۶/۱۳ طبع استنبی) نے "لا يقضي القاضی" (مہرگز فیصلہ نہ کرے) کے الفاظ کے ساتھ کی ہے اور اس باب کے الفاظ ابن ماجہ (۷۶۱/۳ طبع عیسیٰ الخلیف) کے ہیں۔

تعبدی ۱۹

میں واقفیت ہوئی، ابن حجر نے فرمایا: ابن عبد السلام کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ تعبدی افضل ہے، اس لئے کہ وہ محض انقیاد ہے، برخلاف اس کے جس کی علت ظاہر ہو، اس لئے کہ اس کا کرنے والا کبھی اسے فائدہ کے حصول کے لئے کرتا ہے، اور بلقیسی نے ان کی مخالفت کی اور فرمایا: ”اس میں کوئی شک نہیں کہ معقول المعنی من حیث الجملہ افضل ہے، اس لئے کہ شریعت کا اکثر حصہ اسی طرح ہے (۱)۔“

اور شاطبی کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس کے قول کو اختیار کیا جائے جو اس کا قائل ہے کہ تعبدی افضل ہے، اس لئے کہ انہوں نے فرمایا: تکالیف میں جب مصلحت کا قصد معلوم ہو جائے تو اس کے تحت مکلف کے دخول کی تین حالتیں ہیں:

اول: اس سے اسی چیز کا قصد کرنا جس کے بارے میں سمجھ میں آ رہا ہو کہ شارع کا اس کی مشروعیت کا مقصد ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن تعبد کے قصد سے اس کو خالی نہ کرنا چاہئے، کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے مصلحت سمجھی، اور غیر مصلحت پر توجہ نہیں دی، اور آمر کے اس کے حکم دینے سے غافل ہو گئے، اور یہ ایسی غفلت ہے جو بہت سی نیکیوں کو فوت کر دیتی ہے برخلاف اس صورت کے جب تعبد میں کوتاہی نہ کرے، پھر مصالح کے معلوم ہی میں منحصر ہونے پر شاذ و نادر ہی دلیل قائم ہوتی ہے، توجہ حصر ثابت نہیں ہوتا تو اس معینہ حکمت کا قصد بسا اوقات اس چیز کو ساقط کر دیتا ہے جو کہ اسی طرح حکم کی مشروعیت سے مقصود ہوتا ہے۔

دوم: اس سے وہی قصد کرنا جس کے بارے میں امید ہے کہ شارع نے اس کا قصد کیا ہوگا، چاہے وہ ان چیزوں میں ہو جس پر وہ مطلع ہو گیا ہو یا مطلع نہ ہو۔

یہ قصد اول کے مقابلہ زیادہ کامل ہے، البتہ بسا اوقات تعبد پر

دوم: یہ کہ عادات میں اللہ تعالیٰ نے جس (وصف) مناسب سے تغلیل کی ہے ان کے اکثر کو جب عقول پر پیش کیا جاتا ہے، تو اس کو عقولوں کے ذریعہ قبولیت حاصل ہو جاتی ہے، تو ہم نے اس سے سمجھ لیا کہ شارع کا مقصد معانی کا تابع بنانا ہے، نہ کہ نصوص پر توقف کرنا، برخلاف عبادات کے کہ اس میں اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے، اسی لئے امام مالک نے توسع اختیار کیا اور مصالح مرسلہ اور استحسان کے قائل ہوئے۔

سوم: یہ کہ عادات کے معاملات میں معانی کی طرف توجہ کرنا فترات (دوبنیوں کے درمیانی دور) میں بھی معلوم تھا اور عقلاً اس پر اعتماد کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے مصالح انہیں کے ذریعہ چلتے تھے، اس میں فلسفیانہ حکمت والے اور دوسرے برابر تھے، البتہ تفصیلات میں ان لوگوں نے فی الجملہ کوتاہی کی تو مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے شریعت آئی، اسی وجہ سے شریعت نے ان احکام کے ایک حصہ کو باقی رکھا جو جاہلیت میں تھے جیسے: دیت، قسامت، مضاربت، کعبہ کو غلاف چڑھانا، اور اسی طرح وہ چیزیں جو اچھی عادتوں اور مکارم اخلاق میں سے تھیں جنہیں عقلیں قبول کرتی ہیں (۱)۔

تعبدی اور معقول المعنی کے درمیان موازنہ؟

۱۹ - ابن عابدین نے صاحب ”الفتاویٰ ائمرنا شیعہ“ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس کے سلسلہ میں اپنے علماء سے اس میں سے کسی چیز کے متعلق مجھے واقفیت نہیں ہوئی، سوائے ان کے اس قول کے کہ نصوص میں اصل تغلیل ہے، اس لئے کہ یہ معقول المعنی کی افضلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، فرمایا: ”اس پر مجھے فتاویٰ ابن حجر

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۳۰۱/۱۔

(۱) الموائقات ۳۰۶، ۳۰۰، ۲۔

تعبدی ۲۰-۲۱

غور کرنا اس سے چھوٹ جاتا ہے۔

تعبدیات کی خصوصیات:

۲۰- تعبدیات کے احکام میں سے ہے:

سوم: اس سے صرف امتثال امر کا قصد کرے، مصلحت کا قصد سمجھا ہوا نہیں۔

الف۔ کہ اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ قیاس معرفت علت کی فرع ہے، اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ تعبدی کی علت غیر معلوم ہوتی ہے، لہذا اس پر قیاس ممتنع ہوگا، اور اس کا حکم اپنے محل سے تجاوز نہیں کرے گا، خواہ وہ عام قاعدہ سے مستثنی ہو، اور استثناء کے معنی غیر معقول ہوں، جیسے نبی کریم ﷺ کی نونکاح کرنے سے تخصیص، اور حضرت ابو بردہ کی بکری کے بچہ کی قربانی سے تخصیص یا اس طرح نہ ہو، بلکہ وہ ابتدائی حکم ہو جیسے رکعات کی تعداد کی تحدید، رمضان کے مہینہ کا وجوب، حدود کفارات اور اس کی ہم جنسوں کی تحدید اور وہ تمام ابتدائی حکمات (غیر معقول المعنی حکم) جس میں کوئی معنی سمجھ میں نہ آئے، لہذا ان پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جائے گا (۱)۔

فرمایا: یہ زیادہ مکمل اور محفوظ ہے۔

اس کا مکمل ہونا اس لئے ہے کہ اس نے اپنے کو حکم بردار بندے اور لبیک کہنے والے غلام کے طور پر کھڑا کر رکھا ہے، کیونکہ اس نے صرف امر کو معتبر مانا ہے اور مصلحت کے علم کو اجمالی اور تفصیلی طور پر اس کے جاننے والے یعنی اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیا۔

اور اس کا محفوظ ہونا اس لئے ہے کہ امتثال امر کی وجہ سے عمل کرنے والا بندگی کے تقاضے پر عمل کر رہا ہے، تو اگر اس کو غیر اللہ کا قصد پیش آئے گا تو تعبد کا قصد اس کو رد کر دے گا (۱)۔

تو انہوں نے یہ جو فرمایا ہے یہ معقول المعنی احکام کے مقابلہ میں تعبدیات میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔

اس میں غزالی کا بھی مسلک یہ ہے کہ تعبدی افضل ہے جیسا کہ وہ ان کے اس قول سے واضح ہے جو گزر چکا ہے کہ جن کے معافی کی طرف راہ نہ ملے وہ تڑکیہ نفوس میں تعبدات کی انواع میں سب سے زیادہ مؤثر ہیں (۲)۔

اور حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ افضلیت کے سلسلہ میں یہ دونوں قول اجمال کے طور پر ہیں، جہاں تک جزئیات کی طرف نگاہ ڈالنے کا تعلق ہے تو کبھی تو تعبدی افضل ہوتا ہے جیسے وضو اور غسل جنابت، ان میں وضو افضل ہے، اور کبھی معقول افضل ہوتا ہے جیسے طواف اور رمی کہ ان میں طواف افضل ہے (۳)۔

۲۱- اسی اصل کی بنا پر فقہاء کے درمیان کچھ فقہی جزئیات میں اختلاف واقع ہوا ہے، انہیں میں لواطت کرنے والے کو سنگ سار کرنا بھی ہے، حنفیہ نے اس کو رد کر دیا ہے، اور امام مالک، ایک روایت میں امام احمد، اور دو اقوال میں سے ایک کے مطابق امام شافعی نے اس کا اثبات کیا ہے، حنفیہ کہتے ہیں: ”حدود اور کفارات میں قیاس جاری نہیں ہوگا، اس لئے کہ حدود ایسی تحدیدات پر مشتمل ہیں جو غیر معروف ہیں، جیسے حد زنا میں سو کی تعداد اور قذف (زنا کا الزام لگانے) میں اسی کی تعداد، اس لئے کہ عقل خاص اس عدد کو معتبر ماننے کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتی اور فرماتے ہیں: ”اور ان میں (یعنی حدود کے احکام میں) جو معقول ہوں بھی تو قیاس میں شبہ خطاً ہونے

(۱) المواثقات ۲/۳۷۳، ۳۷۴۔

(۲) احیاء علوم الدین بحاشیہ شرح الرییدی ۳/۳۳۳۔

(۳) رد المحتار ۱/۳۰۰۔

(۱) شرح جمع الجوامع وحاشیہ البنانی ۲/۲۱۸، المستصحب ۲/۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶۔

شرح مسلم الشبوت ۲/۳۵۰، المستدرک لابن الہیثم ۱/۹۵، اوطا د لہول

للہوکانی رص ۲۲۲، ۲۲۳۔

تعبدی ۲۱

اعتبار کیا جائے گا، اور ہاتھوں کو دھونے کی طرف سے وضو یا غسل کی نیت کافی نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ دونوں الگ عبادت ہیں (۱)۔

کے احتمال کی وجہ سے قیاس کے ذریعہ حدود کے عدم اثبات کا موجب ہے، اور اس کی مثال جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، اس لئے ہے کہ جرم اسی نے کیا تھا، لہذا اسی کو کاٹ ڈالا گیا، اور کفار کی تحدیدات کا اختلاف بھی اسی طرح ہے، اس لئے کہ وہ بھی غیر معقول ہیں جیسے رکعات کی تعداد غیر معقول ہیں۔

اور غیر حنفیہ نے حدود اور کفار کی قیاس کو جائز قرار دیا ہے، لیکن جن کے احکام کے معنی معقول ہیں ان میں، جن کے معنی غیر معقول ہوں ان میں نہیں، جیسا کہ حدود اور کفار کے علاوہ میں ہے (۱)۔



ب۔ شاطہی کہتے ہیں: تعبدیات میں جو عبادات میں سے ہوں ان میں نیت ضروری ہے جیسے: طہارت، نماز اور روزہ، اور جس نے ان میں سے بعض میں نیت کو شرط نہیں قرار دیا ہے تو وہ اس بعض کے معقول المعنی ہونے پر بنا رکھتا ہے، لہذا اس کا حکم اسی طرح ہے جیسے کہ اس وقت ہوتا جب وہ امور عبادات میں سے ہوتا، رمضان اور نذر معین کے روزہ میں حنفیہ نے رات سے نیت کرنے یا تعیین کرنے کو شرط نہیں قرار دیا ہے، اور ان کے یہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان دونوں چیزوں کے وقت دوسرے کی نیت کرے بھی تو وہ انہیں کی طرف پھر آئے گا، اس بنا پر کہ مفطرات (روزہ توڑنے والی چیزوں) سے روکنے کا استحقاق خود اس وقت کو تھا، لہذا وہ دوسرے کی طرف نہیں پھرے گا، اور دوسری چیز کا قصد اس کو اس سے نہیں پھیرے گا۔

اور اسی میں سے وہ ہے جو حنابلہ نے رات کی نیند سے اٹھنے والے کے لئے برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے ان کے دھونے سے متعلق کہا ہے کہ وہ تعبدی ہے، لہذا اس کے لئے خاص نیت کا

(۱) کشاف القناع، ۹۱، ریح، المکتبۃ المدینہ۔

(۱) الموافقات ۳۲۹/۲۔

تعبیر ۱-۴

اول: قول سے تعبیر:

۳- ارادہ کی وضاحت کرنے میں اصل یہ ہے کہ وہ قول (زبانی گفتگو) سے ہو، اس لئے کہ وہ اس ارادہ کو سب سے زیادہ واضح کرنے والی دلالت ہے، اور اس لئے کہ رضا مندی یا عدم رضا ایک پوشیدہ قلبی معاملہ ہے جس کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے، لہذا حکم کا مدار ایک ظاہری سبب یعنی قول پر رکھ دیا گیا، اسی لئے صیغہ یا ایجاب و قبول تمام عقود میں رکن ہے، خواہ یہ عقود معاوضہ والے ہوں جیسے بیع اور اجارہ، یا تبرعات ہوں، جیسے ہبہ اور عاریت یا وثیقہ والے (حصول اعتماد والے) ہوں جیسے رہن یا جو ابتداء کے اعتبار سے تبرع اور آخر کے اعتبار سے معاوضہ ہوں جیسے قرض یا اس کے علاوہ دوسرے عقود ہوں، جیسے شرکت، وکالت، نکاح اور طلاق (۱)۔

تفصیل کے لئے ”صیغہ“ کی اصطلاح دیکھئے۔

دوم: فعل سے تعبیر:

۴- فعل سے وضاحت کرنے کی شکل واضح انداز میں معاہدہ میں ظاہر ہوتی ہے، اور یہ بیع معاہدہ یا تعاطی میں ہوتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ خریدار قیمت دے، اور زبانی ایجاب و قبول کے بغیر فروخت ہونے والی چیز لے لے اور یہ فقہاء کے درمیان محل اختلاف ہے۔

چنانچہ جمہور (حنفی، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ میں سے متولی اور

(۱) ابن ماجہ ۲۶۲/۲ اور اس کے بعد کے صفحات، ۳۱۵، ۳۱۶ اور اس کے بعد کے صفحات ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶

تعبیر ۴

ضعیف ہے۔

مالکیہ نے معاظاۃ میں تقابض کو لازم ہونے کی شرط مانا ہے تو جو کسی شخص سے چپاتی لے اور اس کو اس کی قیمت دے دے تو اس کے لئے اس کا لوٹنا اور اس کا بدل لینا مماثلت میں شک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا، برخلاف اس کے جب اس نے روٹی لے لی ہو اور قیمت نہ دی ہو تو اس کے لئے اس کا لوٹنا اور اس کا بدل لینا بیع کے عدم لزوم کی وجہ سے جائز ہوگا اور حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ اِقالہ، اجارہ (جب اجرت معلوم ہو) صرف، ہبہ اور ہدیہ وغیرہ تعاطی سے صحیح اور منعقد ہو جاتے ہیں، اسی طرح انہوں نے صراحت کی ہے کہ عاریت میں قبول فعل جیسے تعاطی سے صحیح ہو جاتا ہے، رہا ایجاب تو اس سے صحیح نہیں ہوتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک وہ اشارہ جس سے ایجاب و قبول مفہوم ہوتا ہو اس سے بیع اور تمام عقود لازم ہوں گے، اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ شرکت اس پر دلالت کرنے والے فعل سے منعقد ہو جاتی ہے جیسے دونوں اپنے مال ملا دیں اور بیع کریں۔

شافعیہ عاریت کے علاوہ بقیہ تمام عقود میں اپنی اصل یعنی معاظاۃ سے عقد صحیح نہ ہونے پر قائم ہیں، ہاں عاریت ان کے نزدیک دونوں میں سے ایک کے الفاظ اور دوسرے کے فعل سے صحیح ہو جاتی ہے، اور بعض صورتوں کو چھوڑ کر بقیہ میں دونوں طرف سے فعل کافی نہ ہوگا، جیسے کسی نے کچھ خرید اور بائع نے اس کو کسی ظرف میں حوالہ کیا تو ظرف قول اصح میں عاریت ہوگا اور نووی نے تعاطی سے ہبہ صحیح ہونے کو مختار قرار دیا ہے۔

حنابلہ نے فعل مثلاً تعاطی سے اجارہ، مضاربت، اِقالہ، عاریت، وکالت اور ہبہ منعقد ہو جانے کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ مقصود معنی

بغوی) اس کے صحیح ہونے اور اس صورت کے ساتھ اس کے منعقد ہو جانے کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ عرف میں فعل رضامندی پر دلالت کرتا ہے، اور بیع سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ دوسرے کے قبضہ میں جو چیز ہے اس کو ایسا عوض دے کر لے لیا جائے جس سے وہ راضی ہو، لہذا قول (زبانی اظہار) شرط نہیں ہوگا اور عملی طور پر لین دین کر لینا کافی ہوگا۔

اکثر شافعیہ کے نزدیک ”تعاطی“ سے بیع منعقد نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ اپنی وضع سے فعل باہمی رضامندی پر دلالت نہیں کرتا ہے، لہذا جس پر اس کے ذریعہ قبضہ کیا جائے وہ بیع فاسد کے ذریعہ قبضہ کئے ہوئے سامان کی طرح ہوگا، لہذا ہر ایک اپنے دوسرے فریق سے باقی رہ جانے کی صورت میں جو کچھ دیا تھا اسی کا اور تلف ہو جانے کی صورت میں اس کے بدل کا مطالبہ کرے گا۔

بعض فقہاء (جیسے شافعیہ میں ابن سرتج اور رویانی اور حنفیہ میں سے کرنی) نے بیع بالتعاطی کے جواز کو حقیر سمجھی جانے والی چیزوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اور یہ وہ ہیں جن میں معاظاۃ کی عادت جاری ہو، جیسے ایک رطل روٹی اور ایک گٹھا سبزی۔

حنابلہ بیع تعاطی کی صحت کے قائل ہیں: اس شرط کے ساتھ کہ ”اس کو ایک درہم میں لے لو“ جیسی مثالوں میں طالب کے لئے قبضہ کرنے میں اور ”اس درہم کے بدلہ ایک روٹی دے دو“ جیسی مثالوں میں طلب پر قبضہ دلانے میں تاخیر نہ ہو، اس لئے کہ جب لفظی ایجاب و قبول میں عدم تاخیر کا اعتبار کیا گیا ہے تو معاظاۃ میں بدرجہ اولیٰ عدم تاخیر کا اعتبار ہوگا۔

بہوتی کہتے ہیں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ معاظاۃ میں تاخیر بیع کو باطل کر دے گی اگرچہ وہ مجلس ہی میں ہو اور دونوں اس کو ختم کرنے والی کسی چیز میں مشغول نہ ہوئے ہوں، اس لئے کہ وہ قولی صیغہ سے

تعبیر ۶-۷

پنجم: خاموشی کے ذریعہ تعبیر:

۷- فقہاء نے عاقلہ، بالغہ، باکرہ کی خاموشی کو نکاح سے اس کی رضامندی کی وضاحت کے طور پر معتبر مانا ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ، إن البکر تستحیی، قال: رضاها صماتها“^(۱) (اے اللہ کے رسول! کنواری شرماتی ہے، فرمایا: اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے)، اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے: ”الایم أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأمر وإذنها سکوتها“^(۲) (بے خاوند عورت (مطلقہ ہو یا بیوہ) اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، اور کنواری سے مشورہ لیا جائے گا اور اس کی اجازت اس کا سکوت ہوگا)۔

فقہاء نے ہنسنے اور رونے کو خاموشی سے ملحق کیا ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الیتیمۃ تستأمر فی نفسها، فإن صمتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز علیها“^(۳) (یتیم لڑکی سے اس کے بارے میں مشورہ لیا جائے گا، اگر خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور اگر انکار کرے تو اس پر کوئی جواز نہیں ہوگا)، اور اس لئے بھی کہ وہ طلب اجازت کو سننے کے باوجود امتناع (انکار، عدم رضامندی) کے بارے میں نہیں بول رہی ہے، لہذا یہ اس کی جانب سے اجازت ہوگی۔

(۱) حدیث: ”رضاها صماتها“ کی روایت بخاری (فتح ۹/۱۹۱ طبع استغریہ)

نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”الایم أحق بنفسها.....“ کی روایت مسلم (۳/۳۷۲ طبع الجلیلی)

نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”الیتیمۃ تستأمر فی نفسها، فإن صمتت.....“ کی روایت

ترمذی (۳/۳۰۸ طبع الجلیلی) نے کی ہے اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

نہیں، اور اگر طلاق لکھے اور تحریر سے اس وقت سرے سے اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو تو نخی کے برخلاف ابن رشد کے نزدیک اس کو عزم پر محمول کرنے کی وجہ سے طلاق لازم ہوگی (۱)۔

چہارم: اشارہ کے ذریعہ تعبیر:

۶- اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کونگے کا تھمبھی اشارہ ضرورت کی وجہ سے تمام عقود میں لفظ کے قائم مقام ہوگا، اس لئے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے اشارہ اس پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ بولنے والے کا نطق اس پر دلالت کرتا ہے۔

غیر آخرس (جو کونگانہ ہو) کے اشارہ کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ جمہور فقہاء (حنفی، شافعی، حنبلیہ) عقود میں اس کے عدم اعتبار کی طرف گئے ہیں، اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ بولنے والے کا اشارہ اس کے بولنے کی طرح معتبر ہوگا، ان کا کہنا ہے کہ یہ تعاطی کے جواز سے اولیٰ ہے، اس لئے کہ اس پر کلام ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”أیتک ألا تکلم الناس ثلاثة ایام إلا رمزا“^(۲) (ارشاد ہوا کہ تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے بات نہ کر سکو گے تین دن تک بجز اشارہ کے) اور ”رمز“ اشارہ ہی ہے (۳)؛ تفصیل کے لئے ”اشارہ“ کی اصطلاح دیکھئے۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۸۸، حاشیہ الدسوقی ۲/۳۸۳، مواہب الجلیلی

۵۸/۳، معنی المحتاج ۳/۲۸۳، کشاف القناع ۵/۲۳۸۔

(۲) سورہ آل عمران ۱/۳۱۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۲/۹۲، حاشیہ الدسوقی ۲/۳۸۳، مواہب الجلیلی ۵۸/۳،

۲۲۹، معنی المحتاج ۲/۷۷، حاشیہ الجمل ۳/۱۱، کشاف القناع

۳/۳۶۳، ۶/۵۳، لأشباہ والنظائر للسیوطی ص ۳۱۲، لأشباہ والنظائر

لابن کثیر ص ۱۳۲۳ اور اس کے بعد کے صفحات۔

تعبیر الروایا، تعجیز ۱-۲

اور رونا اگر چیخ اور آواز کے ساتھ ہو تو حنفیہ اور شافعیہ اس کو معتبر نہیں مانتے، اس لئے کہ یہ عدم رضا کو بتلاتا ہے۔

اور مالکیہ کہتے ہیں: اگر اس کے رونے سے معلوم ہو کہ یہ روکنا ہے تو اس کی شادی نہیں کی جائے گی۔

اور ہنسی اگر استہزاء کے طور پر ہو تو حنفیہ نے اس کو معتبر نہ ماننے کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ ہنسی کو اجازت اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ وہ رضا مندی پر دلالت کرتی ہے، لہذا جب رضا مندی پر دلالت نہ کرے تو وہ اجازت نہ ہوگی۔

ابن عابدین "الفتح" سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: "رونے اور ہنسنے میں مدارقہ ان احوال کے اعتبار کا ہے اور اگر قرآن میں تعارض ہو جائے یا مشکل ہو جائے تو احتیاط کی جائے گی (۱)۔"

یہاں کچھ تفصیلات اور استثناءات ہیں جن کی تفصیل اصطلاح "نکاح" میں ہے۔

تعجیز

تعریف:

۱- لغت میں تعجیز عجز کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: عجزتہ

تعجیزاً، جب تم نے اس کو عاجز کر دیا ہو، وعجز فلان رأی فلان: جب اس نے اس کی نسبت حزم (رائے کی پختگی) کے خلاف امر کی طرف کی ہو گیا کہ اس نے اس کی نسبت عاجزی کی طرف کی۔

اور فقہی اصطلاح میں تعجیز اس معنی سے باہر نہیں ہے، یعنی آدمی کی نسبت عجز کی طرف کرنا (۱)، لیکن فقہاء نے اس لفظ کا استعمال صرف دو حالتوں میں کیا ہے:

اول: مکاتب کی تعجیز۔

دوم: قاضی کا دو فریقوں میں سے کسی کو بیٹہ قائم کرنے سے عاجز قرار دینا۔

ذیل میں ان دو حالتوں کا اجمالی بیان ہے:

اول: مکاتب کی تعجیز:

۲- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ کتابت (مکاتب بنانا) آقا کی طرف سے ایک لازم عقد ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام یا باندی سے معاہدہ کرے کہ وہ تعجیزی (فوری) یا مؤجل طور سے اسے اتنا مال ادا کرے اور آزاد ہو جائے، چنانچہ وہ اس کے فسخ کرنے کا مالک نہیں

(۱) لسان العرب مادة "عجز"؛ تہذیب اللغات، ص ۱۳۳۔

تعبیر الروایا

دیکھئے: "روایا"۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۹۹، حاشیہ الدرستی ۲/۲۳۷ اور اس کے بعد کے صفحات، معنی الاحتجاج ۳/۱۵۰، کشاف القناع ۵/۶۷، ۷/۳، الأشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۱۵۳ اور اس کے بعد کے صفحات، الأشباہ والنظائر للسیوطی ۱۳۲، ۱۳۳۔

تعمیر ۳-۴

اور تفصیل ”کتابت“ کی اصطلاح میں ہے۔

دوم: مدعی یا مدعا علیہ کی عاجزی:

۴- فقہاء میں لفظ تعمیر کو زیادہ استعمال کرنے والے مالکیہ ہیں، اس لئے کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ جب وہ مدعی اور اتظار کی وہ مہلت گزر جائے جس کو تاضی نے مدعی کے لئے اپنے بینہ کو حاضر کر دینے کی غرض سے مقرر کیا تھا، اور جس شخص کو مہلت دی گئی تھی وہ تاخیر ثابت کرنے کی کوئی چیز نہ لائے تو تاضی اس کو عاجز قرار دے گا اور فیصلہ کو اس پر نافذ کر دے گا اور ریکارڈ کر لے گا، اور اس طرح اس کے فریق مخالف کا پیچھا کرنے کو ختم کر دے گا، پھر اس کے بعد نہ تو اس کی کوئی دلیل سنی جائے گی، اور نہ ہی اگر وہ کوئی بینہ لائے تو وہ قبول کیا جائے گا، خواہ وہ مدعی ہو یا مدعا علیہ (۱)۔

اور شافیہ اور حنابلہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مدعی جب بینہ حاضر کرنے کے لئے مہلت طلب کرے تو اسے مہلت دی جائے گی اور جو چھوڑا اسے چھوڑ دیا جائے گا، اس لئے کہ حق کا طلب گار وہی ہے۔

رہا مدعا علیہ تو اسے تین دن سے زیادہ کی مہلت نہیں دی جائے گی، پھر اس کی عاجزی کا حکم لگا دیا جائے گا اور قسم کھانے کا اس کا حق ساقط ہو جائے گا، پھر مدعی سے حلف لیا جائے گا اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تاضی مدعی کے حق میں مدعا علیہ کے خلاف اس پر تین مرتبہ بیین کی تکرار (قسم کھانے کی پیشکش کرنے) کے بعد نفس نکول (انکار) سے فیصلہ کر دے گا (۲)۔

ہوگا اور مکاتب پر جو مال واجب تھا اس کی ادائیگی سے اس کے عاجز ہو جانے سے مالک کی طرف سے اس کو عاجز قرار دینا جائز نہ ہوگا۔

اور جب قسط کا زمانہ آجائے تو اقساط میں سے جن کا وقت ہو چکا ہے آقا کو ان کے مطالبہ کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کا حق ہے۔

اور اگر مکاتب ان سے عاجز ہو جائے تو کیا آقا کو کتابت کے فسخ کرنے اور مکاتب کو عاجز قرار دینے کا حق ہوگا یا نہیں؟۔

جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، شافیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ حاکم یا سلطان کی طرف رجوع کئے بغیر آقا کو خود سے اس صورت میں کتابت فسخ کرنے کا حق ہوگا جب قسط کا وقت آجانے کے بعد مکاتب اپنے ذمہ کو ادا کرنے سے عاجز ہو جائے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا تھا۔

اور مالکیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ وہ حاکم یا سلطان کے ذریعہ ہی کتابت کو فسخ کر سکتا ہے (۱)۔

۳- اسی طرح جمہور (حنفیہ، مالکیہ اور شافیہ) اس طرف گئے ہیں کہ مکاتب کے لئے اپنے کو عاجز قرار دینا جائز ہے، جیسے کہ کہے میں اپنی کتابت سے عاجز ہوں، اس وقت آقا کے لئے صبر کرنا یا حاکم کے ذریعہ یا خود سے فسخ کرنا جائز ہوگا، اسی طرح قسط کا وقت آجانے اور جس مال پر مکاتب کی گئی ہے اس کے ادا نہ کرنے کے بعد تاضی کو اس صورت میں اس کو عاجز قرار دینے کا اختیار ہوگا جب آقا یا اس کے ورثاء اس کا مطالبہ کریں، جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے تو ان کا خیال ہے کہ غلام اگر قادر ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کو عاجز قرار دے، کیونکہ ان کے نزدیک عقد کتابت طرفین سے لازم ہوتا ہے۔

(۱) تہذیب النکاح، ۱/۱۳۱، القوانین الفقہیہ ۳۰۸۔

(۲) البدائع، ۶/۲۲۳، المجموع المتکلمہ، ۱۵۸/۲۰، المغنی لابن قدامہ، ۹/۷۹۔

(۱) البدائع، ۳/۵۹، جوہر لا کلیل، ۳/۹۰، مغنی المحتاج، ۳/۵۳۰، المغنی لابن قدامہ، ۹/۷۹۔

تعمیل ۱-۲

اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”البینة علی من ادعی، والیمین علی من انکر“^(۱) (بینہ دعویٰ کرنے والے کے ذمہ ہے، اور یمین انکار کرنے والے کے ذمہ ہے)۔
تفصیلات ”دعویٰ“ کی اصطلاح میں ہیں۔

تعمیل

تعریف:

۱- تعمیل: عجل کا مصدر ہے، اور لغت میں اس کے معنی ہیں: براہِ عجلت کرنا اور جلدی یعنی سرعت کا مطالبہ کرنا، کہا جاتا ہے ”عجلت إلیہ المال“ میں اس کے پاس جلدی سے مال لے گیا ”فتعجلہ“ تو اس نے اسے جلدی سے لے لیا۔

اور شریعت میں تعمیل کے معنی ہیں: عمل کو شرعی طور پر اس کے لئے مقرر وقت سے پہلے ادا کر دینا جیسے تعمیل زکاۃ (زکاۃ کی جلدی ادا کیگی) یا اس کو اس کے اول وقت میں ادا کر دینا، جیسے صدقہ فطر کو جلدی ادا کر دینا^(۱)۔

متعلقہ الفاظ:

إسراع:

۲- إسراع اسرع کا مصدر ہے، اور سرعت اس کا اسم ہے اور وہ ببطء (سستی) کی ضد ہے، اور بقول عسکری إسراع اور تعمیل میں فرق یہ ہے کہ سرعت اس چیز میں پہل کرنے کو کہتے ہیں جس میں پہل کرنا چاہئے اور وہ پسندیدہ ہوتی ہے، اور اس کی ضد یعنی سستی کرنا قابل مذمت ہوتا ہے، اور عجلت ایسی چیز میں پہل کرنے کو کہتے ہیں جس میں پہل نہ کرنی چاہئے اور وہ قابل مذمت ہوتی ہے، اور اس کی



(۱) حدیث: ”البینة علی من ادعی و الیمین علی من انکر“ ایک حدیث کا جزء ہے جس کی روایت امام بخاری (۱۰/۲۵۲ طبع دارالمعارف) نے کی ہے اس کے شروع کا حصہ یہ ہے ”لو یعطی الناس بدعولہم لادعی رجال أموال قوم و دعاءہم، ولكن البینة..... الخ“ (فتح الباری ۵/۲۸۳ طبع الاستقیر) اور ابن حجر نے حدیث کی سند کو مستقر اندیا ہے

(۱) لسان العرب، الصحاح الممیر مادہ ”عجل“، دیکھئے اصطلاح ”تاخیر“۔

تعمیل ۳-۵

لوگوں کی ہے جو بری حرکت نادانی سے کر بیٹھتے ہیں اور پھر قریب ہی (وقت میں) توبہ کر لیتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّ الْإِنْسَانَ اتَّقُوا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ" (۱) (یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب انہیں کوئی خطرہ شیطان لائق ہوتا ہے تو وہ یاد (الہی) میں لگ جاتے ہیں جس سے یکا یک انہیں سوچا جاتی ہے) اور قرطبی وغیرہ نے تعمیل توبہ کے وجوب نیز اس کے علی الفور ہونے پر اجماع نقل کیا ہے (۲)۔

ب- میت کی تجہیز میں تعمیل:

۵- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب موت کا یقین ہو جائے تو میت کی تجہیز میں جلدی کرنا مندوب ہوگا، اس لئے کہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب طلحہ بن براء کی عیادت کی تو فرمایا: "إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ فِيهِ الْمَوْتَ، فَأَذْنُونِي بِهِ، وَعَجَلُوا، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَجِيْفَةَ مُسْلِمٍ أَنْ تَحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانِي أَهْلَةٍ" (۳) (مجھے تو یہی لگ رہا ہے کہ طلحہ کی موت ہو چکی ہے تو تم لوگ مجھے اس کی اطلاع دو اور جلدی کرو، اس لئے کہ مسلمان کے مردہ جسم کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکنا نہیں چاہئے) اور

(۱) سورة اعراف ۲۰۱۔

(۲) جامع الصغرى ۶۸، الفواكر الدواني ۸۹، تفسير القرطبي ۵/ ۹۰، ۱۸، ۱۹، طبع دار الكتب المصرية، احيا علم الدين ۳۷، طبع مطبعة الاستقامة بالقاهرة، دليل الفقهاء ۸۱، ۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۳) حديثه "إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ فِيهِ الْمَوْتَ " کی

روایت ابو داؤد (۳/ ۵۱۱ تحقیق عزت عید دھاس) نے کی ہے اور بغوی نے اس کو غیر متبر اردیا ہے جیسا کہ مختصر احمدی (۳/ ۳۰۳ طبع دار احیاء السنن النبویہ) میں ہے اور یہ اس کے بعض روایوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے۔

ضد أناة (وقار، انتظار) پسندیدہ ہے، رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "وَعَجَلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى" (۱) (اور میں تو تیرے پاس اے میرے پروردگار! اس لئے جلدی چلا آیا کہ تو خوش ہو جائے گا) تو وہ "عجلت" اسرعت کے معنی میں ہے (۲)۔

اجمالی حکم:

۳- تعمیل کئی مقامات میں شروع ہے، وہ کبھی تو واجب ہوتی ہے جیسے گناہ سے توبہ کرنے میں عجلت کرنا اور کبھی مندوب ہوتی ہے جیسے رمضان میں افطار میں جلدی کرنا، اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے کفارات میں تعمیل کرنا، اور کبھی مکروہ یا خلاف اولی ہوتی ہے جیسے حول (سال) سے پہلے زکاۃ نکالنے میں جلدی کرنا۔

اور غیر مشروع میں بعض باطل ہوتی ہیں جیسے وقت سے پہلے ہی نماز ادا کرنا۔

تعمیل کی اقسام

اول: وجود سبب کے وقت عمل میں تعمیل

الف- گناہ سے توبہ کرنے میں تعمیل:

۴- گناہ کے معا بعد مکلف پر فی الفور توبہ واجب ہوتی ہے، اس پر کتاب و سنت کی نصوص اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ" (۳) (توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے وہ توبہ جس انہیں

(۱) سورة طه ۸۳۔

(۲) لسان العرب، المصباح المبرور مادة "سرع"، الفروق فی اللغة لابن ہلال الحنکری ص ۱۹۸۔

(۳) سورة نساء ۷۷۔

تعمیل ۶-۸

کیا ہے، اور یہاں نال منول سے مراد یہ ہے کہ جس کی ادائیگی کا استحقاق ہو چکا ہو اس میں بلاعذر تاخیر کی جائے (۱)۔

د- اجیر کی اجرت دینے میں تعجیل:

۷- نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه“ (۲) (پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدور کو اس کی مزدوری دے دو)۔

اور پسینہ سوکنے سے پہلے اس کو دے دینے کا حکم عمل سے فراغت کے بعد جلدی کرنے کے وجوب کا کننا یہ ہے اگرچہ پسینہ نہ آیا ہو یا آیا ہو اور سوکھ گیا ہو، اور یہ اس لئے کہ اس کی اجرت اس کے جسم کی مزدوری ہے، اور اس نے اپنی منفعت میں عجلت کر دی ہے، لہذا جب اس میں جلدی کی ہے تو وہ تعجیل (اجرت) کا مستحق ہے، اور تاجروں کا حال یہ ہے کہ جب وہ مال حوالہ کر دیتے ہیں تو حوالگی کے وقت شمن پر قبضہ کرتے ہیں تو مزدور زیادہ حق دار اور اولیٰ ہوگا، کیونکہ یہ اس کے سامان کی قیمت نہیں اس کی جان کی قیمت ہے، لہذا قدرت کے باوجود اس میں نال منول کرنا حرام ہوگا (۳)۔

۸- کنواری کی شادی کرنے میں تعجیل:

۸- بعض علماء نے بالغ ہو جانے کی صورت میں باکرہ کا نکاح کر دینے میں عجلت کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اس لئے کہ حدیث

(۱) فتح الباری ۳/۶۵۷ طبع راسمہ ادارة الجوت بالسعودیہ، تحتہ الاحوذی بشرح جامع الترمذی ۵۳/۵۳ طبع المکتبۃ الشریعہ۔

(۲) حدیث: ”أعطوا الأجير أجره.....“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۸۱۷) طبع الحلیمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے اور مناوی نے فیض القدییر میں اس کو حسن قرار دیا ہے (۱/۵۶۳) طبع المکتبۃ التجاریہ۔

(۳) فیض القدییر شرح الجامع الصغیر ۱/۶۲ طبع المکتبۃ التجاریہ لکھنؤ۔

و جوب تعجیل سے پھیرنے والی چیز روح کے لئے احتیاط ہے، اس لئے کہ اس میں بیہوشی وغیرہ کا احتمال ہے اور حدیث میں ہے: ”أسرعوا بالجنازة، فإن تک صالحه فخير تقدمونها إليه، وإن یک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم“ (۱) (جنازہ میں جلدی کرو، تو اگر جنازہ صالح ہے تو خیر کی طرف اس کو بڑھا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہے تو اپنی گردنوں سے برائی اتار رہے ہو)۔

اور جو دفعۃً یا ڈوب کر مر جائے اس کے سلسلہ میں تاخیر کرنا مستحب ہے (۲)۔

ج- دین کی ادائیگی میں تعجیل:

۶- استحقاق کے وقت دین کے پورا کرنے میں تعجیل واجب ہوتی ہے، اور قدرت رکھنے والے پر اس میں نال منول حرام ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مطل الغنی ظلم فإن أتبع أحدکم علی مليء فلیتبع“ (۳) (مال دار کی نال منول ظلم ہے تو اگر تم میں سے کسی کو مال دار کے پیچھے لگایا جائے تو اسے لگ جانا چاہئے) یعنی اگر خوشحال کا محال بنایا جائے تو اسے حوالہ قبول کر لینا چاہئے۔

ابن حجر ”فتح“ میں کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ وہ ظلم میں سے ہے اور اس کا اطلاق نال منول سے نفرت دلانے میں مبالغہ کے لئے

(۱) حدیث: ”أسرعوا بالجنازة فإن تک صالحه.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۱۸۳ طبع الشریعہ) اور مسلم (۳/۶۵۲ طبع الحلیمی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۱/۵۷۲، الفواکر الدوائی ۱/۳۳۰، معنی المحتاج ۱/۳۳۲، شرح روض الطالب ۱/۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، کشاف القناع ۲/۸۳۔

(۳) حدیث: ”مطل الغنی ظلم، فإذا أتبع.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۶۲ طبع الشریعہ) نے کی ہے۔

تعمیل ۱۱-۱۲

کا نام ہے، لہذا جس کورات نے پایا اس نے دو دن میں تعمیل نہیں کی، اور حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”جس پر سورج اس حال میں غروب ہو جائے کہ وہ منیٰ میں ہو تو وہ ہرگز کوچ نہ کرے یہاں تک کہ یام تشریق کے درمیانی دن میں رمی جمار کرے“ (۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ نے اس شرط میں کمی اور آفاقی کے درمیان تفریق نہیں کی ہے، اور مالکیہ دونوں کے درمیان تفریق کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے تعمیل کی شرط کو اہل مکہ میں سے جلدی کرنے والے کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اور اگر وہ مکہ والوں میں سے نہ ہو تو اس کے لئے دوسرے دن غروب سے پہلے نکلنے کی نیت شرط ہوگی۔

اور حنفیہ نے اس کو شرط نہیں قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو غروب کے بعد کراہت کے ساتھ کوچ کرنے کا اختیار ہوگا جب تک کہ تیسرے دن کی فجر طلوع نہ ہو جائے، اس لئے کہ دوسرا دن داخل نہیں ہوا ہے، لہذا اس کے لئے کوچ کرنا اسی طرح جائز ہے جیسے غروب سے پہلے۔

اور اہل مکہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کیا وہ پہلے مرحلہ میں کوچ کریں گے؟ تو ایک قول یہ ہے کہ ان کے لئے یہ نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”تمام لوگوں میں سے جو بھی چاہے پہلے مرحلے میں کوچ کرے سوائے آل خزیمہ کے کہ وہ آخری مرحلہ میں کوچ کریں گے“ اور امام احمد بن حنبلؓ فرماتے تھے: ”جو پہلے کوچ کرے اس کے لئے مکہ میں قیام کرنا مجھے پسند نہیں ہے“ اور فرمایا: ”اہل مکہ ہلکے پھلکے ہیں“ اور امام احمد نے حضرت عمر کے قول ”(سوائے آل خزیمہ کے) کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ وہ حرم والے ہیں، اور ”المغنی“ میں عموم کی پابندی

(۱) حضرت ابن عمر کے اثر کی روایت امام مالک (۱/۳۰۷ طبع مجلس) نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

کرتے ہوئے اس کو احتیاب پر محمول کیا ہے، اور امام مالک اہل مکہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ”جس کو کوئی عذر ہو تو اس کے لئے دو دنوں میں عجلت کرنا جائز ہے، اور اگر وہ چاہے کہ جس معاملہ میں ہے یعنی حج کے کام اس سے اپنے آپ کی تخفیف کرے تو (اجازت) نہیں ہے، تو ان کی رائے ہے کہ تعمیل اس کے لئے ہے جس کا علاقہ دور ہو، اور اکثر اہل علم فرماتے ہیں: ”آیت عموم پر ہے اور رخصت تمام لوگوں اہل مکہ اور غیر اہل مکہ کے لئے ہے، خواہ منیٰ سے نکلنے والے کا ارادہ مکہ میں قیام کا ہو یا اپنے شہر کی طرف واپسی کا۔“

۱۱- تعمیل اور تاخیر کے درمیان افضلیت میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ جمہور (حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ) اس طرف گئے ہیں کہ تیسرے دن تک کوچ کرنے کو مؤخر رکھنا نبی کریم ﷺ کی اقتداء کی وجہ سے افضل ہے، اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ تعمیل اور تاخیر میں کوئی افضلیت نہیں ہے بلکہ دونوں برابر ہیں۔

اور فقہاء نے تاخیر کرنے والوں کی خاطر امام کے لئے تعمیل کی کراہت کی صراحت کی ہے، تعمیل کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تیسرے دن کی رمی اور اس کی رات گزارنا اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے (۱)۔

دوم: وجوب سے پہلے ہی فعل کی تعمیل:
الف- وقت سے پہلے نماز کی تعمیل:

۱۲- علماء کا اس پر اجماع ہے کہ پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کا ایک مقررہ وقت ہے جس سے نماز کو نکالنا ناجائز ہے، اس لئے کہ اللہ

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۱۸۵/۲، حاشیہ الدسوقی ۳۹۲/۳، مغنی المحتاج ۵۰۶/۱، کشاف القناع ۵۱۱/۲، المغنی لابن قدامہ ۳۳۳/۳، ۳۵۵/۳، الإصناف ۳۹۲/۳، المبدع فی شرح المقصود ۳۳۳/۳، ۳۵۵/۳، تفسیر القرطبی ۳۳/۱۲، ۱۳ طبع دار الکتب المصریہ۔

تعمیل ۱۳

قراردیا ہے^(۱)۔

ب- سال سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تعجیل:

۱۳- جمہور فقہاء فی الجملہ سال سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تعجیل

کرنے کے جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ حدیث ہے: ”ان

العباس رضی اللہ عنہ سأل النبی ﷺ فی تعجیل صدقته

قبل أن تحل، فرخص له فی ذلك“^(۲) (حضرت عباسؓ نے

نبی کریم ﷺ سے وقت آنے سے پہلے اپنے صدقہ میں تعجیل کے

بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ان کو اس کی رخصت دی) اور

اس لئے بھی کہ وہ ایک مالی حق ہے جس میں آسانی کے لئے ایک

مدت مقرر دی گئی ہے، لہذا دین کی طرح اس مدت سے پہلے ہی اس

کی تعجیل جائز ہوگی۔

اور اس لئے کہ زکاۃ بقول شافعیہ دو سببوں سے واجب ہے یعنی

نصاب اور سال، لہذا ان میں سے ایک پر اس کو مقدم کرنا جائز ہوگا

جس طرح کفارہ یمین کو حانث ہونے پر مقدم کرنا جائز ہے۔

اور شافعیہ میں سے ابن المنذر اور ابن خزمیہ اور مالکیہ میں

سے شہب نے اس سے روکا ہے فرمایا: اپنے وقت سے پہلے نمازی

کی طرح کنایت نہیں کرے گی، اور انہوں نے اس کی روایت

امام مالک سے کی ہے، اسی طرح ابن وہب نے بھی روایت کی ہے،

(۱) ابن ماجہ ۱/۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵

تعمیل ۱۳

قراردیتے ہیں، اس لئے کہ پہلے سال کی زکاۃ کے علاوہ کا سال منعقد نہیں ہوا ہے، اور انعقاد سال سے پہلے تعمیل ناجائز ہے، جیسے کہ عینی زکاۃ میں نصاب مکمل ہونے سے پہلے تعمیل کرنا۔

مالکیہ نے قول معتمد کے مطابق سال سے پہلے ایک مہینہ سے زیادہ کی تعمیل کی اجازت نہیں دی ہے، اور ایک مہینہ کی تعمیل بھی ان کے یہاں مکروہ ہے۔

اور مسئلہ میں کچھ تفصیلات ہیں جن کو ”زکاۃ“ کی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

ج۔ کفاروں میں تعمیل:

قسم کے کفارہ کی حث (قسم توڑنے) سے پہلے ہی تعمیل: ۱۴۔ جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ یمین کی تعمیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت ہے: ”أن النبي ﷺ قال: يا عبد الرحمن، إذا حلفت على يمين غيرها خيرا منها فكفر عن يمينك، ثم أنت الذي هو خير“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن! جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ اور اس کے علاوہ کو اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو، پھر اس چیز کے پاس جاؤ جو بہتر ہے)۔

اور شافعیہ نے کفارہ کے اعمال میں سے روزہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور حث سے پہلے روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ وہ ایک بدنی عبادت ہے، لہذا نماز اور رمضان

(۱) حدیث: ”یا عبد الرحمن: إذا حلفت على يمين غيرها خيرا منها“ کی روایت بخاری (الفتح ۶۰۸/۱ طبع السنہ) اور مسلم (۳/۳۷۳ طبع الجلی) نے کی ہے۔

ابن یونس کہتے ہیں: یہی اقرب ہے اور اس کے علاوہ استحسان ہے۔ اور حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے اس کا ترک کرنا افضل ہوگا۔

اور کتنی مدت کی زکاۃ پیشگی نکالنا جائز ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ نے سبب وجوب یعنی نامی نصاب کی ملکیت کی وجہ سے کئی سالوں کی زکاۃ پیشگی نکالنے کو جائز قرار دیا ہے، اور حنابلہ نے حدیث میں آئی ہوئی مدت پر اکتفا کرتے ہوئے صرف دو سالوں کی زکاۃ پیشگی نکالنے کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ حضرت علیؓ کی روایت ہے: ”أن النبي ﷺ تعجل من العباس صدقة سنتين“ (۱) (نبی کریم ص نے حضرت عباسؓ سے دو سالوں کا صدقہ پہلے لے لیا) اور اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”أما العباس فتهي علي ومثلها معها“ (۲) (جہاں تک عباس کا تعلق ہے تو (ان کا) صدقہ میرے ذمہ ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل بھی ہے) اور اس لئے کہ ابو داؤد کی روایت ہے: ”أن النبي ﷺ تسلف من العباس صدقة عامين“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس سے دو سالوں کا صدقہ قرض لے لیا)، اور شافعیہ کے یہاں بھی ایک قول یہی ہے جس کو اسنوی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے اور نص کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔

اور شافعیہ ایک سال سے زیادہ کی زکاۃ پیشگی نکالنے کو ناجائز

(۱) حضرت علیؓ کی حدیث کی روایت مسلم (۶۷۷/۲ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”أن النبي ﷺ تسلف من العباس صدقة عامين“ کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

(۳) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۷۲، جامعۃ الدوسقی ۱/۳۳۱، ۵۰۲، مواہب الجلیل ۳/۶۰، شرح روض الطالب ۱/۳۶۱، معنی المحتاج ۱/۳۶۱، جامعۃ الجلیل ۲/۲۶۵، ۲۶۶۔

تعمیل ۱۵-۱۷

کے روزہ ہی کی طرح بغیر ضرورت اس کے وقت و وجہ سے اس کی تعمیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اس لئے بھی کہ اس سے کفارہ ادا کرنا تمام مالی اعمال کفارہ سے عاجزی کے وقت ہوتا ہے، اور عاجزی تو وجہ کے بعد ہی محقق ہوتی ہے، حنا بلہ کے یہاں بھی ایک روایت یہی ہے۔

اور حنفیہ حث (حادث ہونے) سے پہلے کفارہ یمین کی تعمیل کے عدم جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ کفارہ جرم کی پردہ پوشی کے لئے ہوتا ہے، اور حث سے پہلے کوئی جرم ہوا نہیں (۱)۔

۱۵- پھر تعمیل کے جواز کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں افضل کون ہے: حث سے پہلے کفارہ ادا کرنا یا بعد میں؟

چنانچہ مالکیہ، شافعیہ، ایک روایت میں امام احمد اور ابن ابی موسیٰ اس طرف گئے ہیں کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے اس کو حث سے مؤخر رکھنا افضل ہے، حنا بلہ میں سے مرداوی نے اسی کی تصویب کی ہے، اور امام احمد کے مذہب کے صحیح قول کے مطابق دوسری روایت یہ ہے کہ حث سے پہلے اور بعد میں کفارہ ادا کرنا فضیلت میں برابر ہے، اور یہ روزہ کے علاوہ میں ہوگا فقراء کے لئے نفع میں عجلت کرنے کے مقصد سے (۲)۔

کفارہ ظہار کی تعمیل:

۱۶- ”عود“ (لوٹنے) سے پہلے کفارہ ظہار کی تعمیل کے جواز کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ اور حنا بلہ اس کا سبب

پائے جانے کی وجہ سے اس کی تعمیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور یہ مال سے پہلے نصاب پورا ہونے کے بعد زکاۃ کی تعمیل کی طرح ہے، اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ ”عود“ سے پہلے کفارہ کفایت نہیں کرے گا، اور شافعیہ ”عود“ سے پہلے کفارہ ظہار کی تعمیل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اور یہ مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی یعنی غلام آزاد کرنے اور کھانا کھلانے میں ہوگا، روزے کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی میں نہیں، اور ان کے نزدیک ”عود“ سے مراد ظہار کرنے والے کو طلاق پر قدرت کے ساتھ عورت سے اتنی مدت تک روکے رکھنا ہے جس میں ظہار کرنے والے کے لئے اس کو طلاق دینا ممکن ہو، اور کفارہ ظہار میں تعمیل کی صورت یہ ہے کہ اپنی مطلقہ زوجیہ سے ظہار کرے، پھر کفارہ دے پھر اس سے رجوع کرے۔

اور ان کے یہاں دوسری شکلیں بھی ہیں اور حنفیہ کے یہاں ”عود“ سے مراد وطی کا پختہ ارادہ کرنا ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک بقول ابن رشد و عصمت کا دوام چاہنے کے ساتھ وطی کا ارادہ کرنا ہے (۱)۔

کفارہ قتل کی تعمیل:

۱۷- زخم کے بعد جان نکلنے سے پہلے کفارہ قتل کی تعمیل جائز ہے اور یہ اس کی طرف سے کفایت کرے گا، اور یہ اس کے سبب کے مقدم ہونے کی وجہ سے ہے جیسے کہ حث سے پہلے زکاۃ نکالنے میں تعمیل (جائز ہے)۔

اور شافعیہ نے روزہ کے ذریعہ کفارہ کی تعمیل کا استثناء کیا ہے، اس لئے کہ وہ ایک بدنی عبادت ہے، لہذا نماز اور رمضان کے روزہ (۱) شرح العنایہ علی الہدایہ بہامش فتح القدیر ۳/۹۳، مواہب الجلیل ۳/۱۲۳، الدسوتی ۶/۳۲، معنی المحتاج ۳/۵۶، کشاف القناع ۵/۳۷۳، شرح روض الطالب ۲/۲۳۶۔

(۱) الہدایہ اور اس کی شرح کچھ تصرف کے ساتھ (۳/۲ طبع اول بلاق)۔
(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۳/۶۰ اور اس کے بعد کے صفحات، مواہب الجلیل ۳/۵۷۳، حاشیہ الدسوتی ۲/۳۳، شرح روض الطالب ۳/۵۷۳، کشاف القناع ۶/۲۳۳ اور اس کے بعد کے صفحات، الانصاف ۱/۳۲ اور اس کے بعد کے صفحات۔

تجیل ۱۸-۱۹

کی طرح بغیر ضرورت وقت وجوب پر اس کو مقدم کرنا ناجائز ہوگا (۱)۔

د- دین مَوْجَل (مؤخر مالی مطالبہ) کی ادائیگی میں تجیل: ۱۸- اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حلول اجل (ادائیگی کا وقت آنے) سے پہلے دین مَوْجَل کا ادا کرنا واجب نہیں ہوتا، لیکن اگر اس سے پہلے ادا کر دے تو صحیح ہوگا اور مدیون کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، اور یہ اس لئے کہ اجل (مؤخر مدت) مدیون کا حق ہے، لہذا اسے اس کے ساقط کرنے کا حق ہوگا اور دائن (صاحب دین) کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا (۲)۔

ھ- معاملہ واضح ہونے سے پہلے فیصلہ میں تجیل:

۱۹- حضرت ابو موسیٰ اشعرئی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قاضی کو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا چاہئے جب تک اس کے لئے حق اس طرح واضح نہ ہو جائے جیسے رات دن سے واضح ہو جاتی ہے، اور ان کی یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔ اور یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یا ابن عباس! لا تشہد إلا علی امریضیء لک کضیاء ہذہ الشمس“ (۳)

(اے ابن عباس! تم صرف ایسے ہی معاملہ کی گواہی دو جو تمہارے

(۱) بدائع الصنائع ۱۰۹/۵، شرح روض الطالب ۳۶۸، کشاف القناع ۳۸۹/۵۔

(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۱۱۶/۲، حاشیہ ابن ماجہ ۱۱۶/۲، حاشیہ ابن ماجہ ۱۱۶/۲، حاشیہ ابن ماجہ ۱۱۶/۲۔

(۳) حدیث: ”یا ابن عباس! لا تشہد إلا علی امریضیء لک کضیاء ہذہ الشمس“ کی روایت ابن عدی نے ’الکامل‘ (۲۲۱۳/۶) طبع دار الفکر) میں اور حاکم (۳۸۹/۵) طبع دائرة المعارف العثمانیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے اور ذہبی نے اس کے ایک راوی کے ضعف کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

لئے اس طرح روشن ہو جیسے سورج روشن ہے) اور ولایت قضاء (قضاء کی ذمہ داری) ولایت شہادت (شہادت کی ذمہ داری) سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ فیصلہ خود سے لازم کرنے والی چیز ہے، اور شہادت خود سے لازم کرنے والی چیز نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے ساتھ فیصلہ نہ شامل ہو جائے، تو جب گواہ پر اس کی پابندی لگائی گئی تو قاضی پر تو وہ بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

الصدر المشہد ”ادب القاضی“ کی شرح میں کہتے ہیں: یہ اس معاملہ میں ہوگا جس میں نص موجود ہو، جس معاملہ میں نص موجود نہ ہو اس میں ایسا نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے گا اور اجتہاد دلیل قطعی نہیں ہے، لہذا اس کے لئے اجتہاد کے ذریعہ حق اس طرح واضح نہیں ہوگا جیسے رات دن سے واضح ہوتی ہے (۱)۔



(۱) روایت الطائین ۱۱/۵۶، التوائین الکبریٰ ۳۲۹/۳۰۰، شرح ادب القاضی للصدر المشہد ۱۱/۵۶ اور اس کے بعد کے صفحات۔

تفصیل ”اذان“ کی اصطلاح میں ہے۔

ب- ایک ہی مسجد میں جماعت کا تعدد:

۴- حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ اس طرف گئے ہیں کہ جب محلہ کا امام نماز پڑھ چکے پھر دوسری جماعت آجائے تو قول اصح کے مطابق مسجد میں جماعت قائم کرنا مکروہ ہوگا، الا یہ کہ وہ راستہ کی مسجد ہو اور اس کا کوئی نہ امام ہو اور نہ مؤذن تو اس وقت اس میں (دوسری) جماعت قائم کرنا مکروہ نہیں ہوگا (۱)، ان حضرات کا استدلال اس روایت سے ہے جو حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرہ نے اپنے والد سے کی ہے: ”ان رسول اللہ ﷺ خرج من بیتہ لیصلح بین الأنصار فرجع وقد صلی فی المسجد بجماعة، فدخل منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة“ (۲) (نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے انصار کے درمیان صلح کرانے کے لئے نکلے، اور آپ اس حال میں لوٹے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی جا چکی تھی تو آپ اپنی بعض ازواج کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کو جمع کیا اور ان کو جماعت سے نماز پڑھائی)، ان حضرات نے فرمایا کہ اگر مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ نہ ہوتی تو آپ ﷺ اسی میں نماز پڑھتے۔

اسی طرح ان حضرات نے حضرت انسؓ کے ایک اثر سے بھی استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی جماعت جب مسجد میں چھوٹ جاتی تھی تو وہ مسجد میں منفرداً نماز

(۱) ابن ماجہ ۱/۲۶۵، ۳۷۱، روضۃ الطالبین ۱/۱۹۶، سواہب الجلیل ۲/۸۵۔

(۲) حدیث: ”ان رسول اللہ ﷺ خرج من بیتہ لیصلح بین الأنصار.....“ کی روایت طبرانی نے کی ہے جیسا کہ مجمع الزوائد (۲/۳۵۲ طبع القدسی) میں ہے، اور ذہبی نے ”المیزان“ (۳/۱۳۰ طبع مجلسی) میں اس کے ایک راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اسے منکر قرار دیا ہے۔

تعدد

تعریف:

۱- لغت میں تعدد کثرت کو کہتے ہیں، اور یہ عدد یعنی اکائیوں سے مرکب کیمیت سے ماخوذ ہے، لہذا تعدد اس کے ساتھ خاص ہے جو ایک سے زیادہ ہو، اس لئے کہ واحد میں تعدد نہیں ہوتا (۱)۔ اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

شرعی حکم:

۲- تعدد کا حکم اس کے متعلق کے مختلف ہونے سے بدل جاتا ہے، چنانچہ وہ کچھ حالات میں جائز اور چند دوسرے حالات میں ناجائز ہوتا ہے۔

الف- مؤذنون کا تعدد:

۳- ایک ہی مسجد کے کئی مؤذن ہوں یہ جائز ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں متعدد مؤذن ہوا کرتے تھے، اور شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ مستحب ہے، اور دو سے زیادہ ہونا جائز ہے، اور مستحب یہ ہے کہ چار سے زیادہ نہ ہوں، اور روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے چار مؤذن تھے اور اگر حاجت زیادہ کی متقاضی ہو تو جائز ہوگا (۲)۔

(۱) محیط الحیط، لسان العرب مادة ”عد“۔

(۲) سواہب الجلیل ۱/۵۲، روضۃ الطالبین ۱/۲۰۶، المغنی ۱/۳۲۹۔

تعدد ۵-۶

اس کے لئے اسی طرح مستحب ہے جیسا کہ اس وقت ہوتا جب لوگوں کی گزرگاہ میں مسجد ہوتی۔
تفصیل ”جماعت“ یا ”صلاة جماعت“ کی اصطلاحات میں ہے۔

ج- جمعہ کا تعدد:

۵- جمہور فقہاء کے نزدیک ایک شہر میں دو جمعے کو قائم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ مسجد کی تنگی جیسی کوئی ضرورت ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء نے ایک جمعہ کے علاوہ قائم نہیں فرمایا (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک ایک ہی شہر میں جمعہ کا تعدد مطلقاً جائز ہے، خواہ وہاں ضرورت ہو یا نہ ہو، شہر کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی دریا حائل ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ وارد ہونے والا اثر: ”لا جمعة إلا في مصر جامع“ (۲) (سوائے مصر جامع کے کہیں جمعہ نہیں ہے) مطلق ہے اور شہر میں ہونے کے علاوہ کوئی شرط نہیں لگائی ہے (دیکھئے: ”صلاة الجمعة“۔)

د- روزہ کے کفارہ کا تعدد:

۶- فقہاء کے درمیان اس شخص پر کفارہ واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو رمضان کے کسی دن کا روزہ جماع سے فاسد کر دے، اور اس بارے میں بھی کہ ایک دن میں جماع کے مکرر ہونے سے اس میں تعدد نہیں ہوتا ہے، اسی طرح اس صورت میں

(۱) اسنی المطالب ۱/ ۲۳۸، شرح الترغاتی ۳/ ۵۳، المغنی ۲/ ۳۳۳، ۳۳۵۔

(۲) حدیث: ”لا جمعة إلا في مصر“ کی روایت عبد الرزاق (۳/ ۱۶۷) طبع

مکتب الاسلامی (اور بیچٹی (۳/ ۱۷۹) طبع دار المعرفہ) نے کی ہے اور ابن حجر

نے ”المصنف المبرور“ (۲/ ۵۳) طبع لاثریہ) میں، اور الزیلعی نے نصب الراية

(۲/ ۱۵۵) طبع مجلس العظمیٰ) میں اس کی تصحیف کی ہے۔

پڑھتے تھے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تکرار تکلیف جماعت کا سبب بنے گی، اس لئے کہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ان کی جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ جلدی کریں گے اور جماعت کثیر ہو جائے گی۔

اور حنابلہ کہتے ہیں: مسجد میں جماعت کا اعادہ مکروہ نہیں ہے (۱)، ان کا استدلال نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے عموم سے ہے: ”صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرين درجة“ (۲) (جماعت کی نماز انفرادی نماز سے پچیس درجہ افضل ہے)، نیز حضرت ابو سعید کی حدیث سے ہے: ”جاء رجل وقد صلى الرسول ﷺ فقال: أيكم يتجر على ههنا؟ فقام رجل فصلى معه“ (۳) (ایک شخص اس حال میں آیا کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ چکے تھے تو آپ نے فرمایا: اس پر کون تجارت کرے گا (یعنی اس کا ثواب کون بڑھائے گا) چنانچہ ایک شخص کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ نماز پڑھی) اور ایک روایت میں آتا ہے: ”فلما صليا قال: “وهذان جماعة“ (۴) (جب دونوں نے نماز پڑھ لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں ایک جماعت ہیں)، نیز اس لئے بھی کہ وہ جماعت پر قادر ہے، لہذا جماعت کرنا

(۱) المغنی ۲/ ۱۸۰۔

(۲) حدیث: ”صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرين درجة“ کی روایت بخاری (۲/ ۱۳۱) طبع المستقر) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”أيكم يتجر على ههنا؟ فقام رجل فصلى معه“ کی روایت بیچٹی (۳/ ۱۶۷) طبع دار المعرفہ) اور بیچٹی (۱/ ۳۲۷) طبع عینی العظمیٰ) نے کی ہے۔

ہے الفاظ بیچٹی کے ہیں اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

(۴) حدیث: ”فلما صليا قال: “وهذان جماعة“ کی روایت بیچٹی (۳/ ۱۶۷) طبع دار المعرفہ) نے

”انسان لما فو لهما جماعة“ (یا اس سے زیادہ

جماعت ہیں) کے الفاظ سے کی ہے بیچٹی فرماتے ہیں: اس کی روایت ایک

جماعت نے اس طرح علیہ یعنی رفیع بن بدر سے کی ہے اور وہ ضعیف ہیں،

واللہ اعلم، اور یہ ایک دوسرے ضعیف طریق سے بھی مروی ہے۔

تعدد ۷-۹

و- صفتہ (عقد بیع) میں تعدد:

۸۔ ضرورت کنندہ کے تعدد، خریدار کے تعدد، ثمن کی تفصیل اور معقود علیہ (جس مال کی بیع کی جارہی ہے) کے مختلف ہونے سے صفتہ (عقد بیع) کا تعدد ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اگر ایک عقد میں دو سے زیادہ سامانوں کو جمع کرے تو جائز ہوگا اور مثلی میں ثمن تقسیم کر دی جائے گی، اور دو کے درمیان مشترک سامان میں اجزاء کے اعتبار سے تقسیم کی جائے گی اور ان دونوں کے علاوہ دوسری متقوم چیزوں میں قیمت کا اعتبار کر کے روؤں پر تقسیم کی جائے گی، تو اگر دونوں میں سے ایک میں ابتداءً عقد باطل ہو جائے تو دوسرے میں صحیح ہوگا، بایں طور کہ ان دونوں سامانوں میں سے ایک عقد کے لائق ہو اور دوسرا سامان عقد بیع کے لائق نہ ہو (۱)۔

(دیکھئے: ”عقد“ اور ”تفریق الصفتہ“)

ز- رہن یا مرہن کا تعدد:

۹- اگر دین کی کسی مقدار کے بدلہ اپنے دو گھر رہن رکھے، اور دین کے دو گھروں میں سے ایک کے حصہ کے بقدر دین ادا کر دے تو جب تک باقی دین ادا نہ کر دے اسے واپس نہیں لے گا، اس لئے کہ رہن کل دین کے بدلہ محبوب ہے، اسی طرح (اس وقت بھی ہوگا) جب ایک سامان دو آدمیوں کے پاس اپنے اوپر دونوں کے دین کے بدلہ میں رہن رکھے اور دونوں میں سے ایک کا دین ادا کر دے، اس لئے کہ کل سامان دونوں دانوں کے پاس رہن ہے اور رہن کی نسبت ایک ہی عقد میں پورے سامان کی طرف کی گئی ہے (۲)۔

کفارہ کے متعدد ہونے پر ان کا اتفاق ہے جب پہلے کا کفارہ ادا کرنے کے بعد اس کی جانب سے جماع کے ذریعہ روزہ کو فاسد کرنا پایا جائے۔

اور اس صورت میں ان کا اختلاف ہے جب پہلے کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے چند ایام (کے روزے) جماع سے فاسد کر دے، چنانچہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کفارہ کے تعدد کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ ہر دن (کا روزہ) مستقل عبادت ہے اور اس کی طرف سے روزہ کو فاسد کرنا مکرر ہے، لہذا یہ دو حج کی طرح ہو گیا (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس کے لئے ایک کفارہ کافی ہے، مسلک حنفی کا قول معتمد یہی ہے اور بعض حنفیہ نے اس کو مختار قرار دیا ہے کہ یہ جماع کے علاوہ کے ذریعہ فاسد کرنے سے خاص ہے، رہا جماع کے ذریعہ فاسد کرنا تو اس میں جنائیت بڑی ہونے کی وجہ سے کفارہ میں تعدد ہوگا (۲) (دیکھئے: کفارہ)۔

ھ- احرام میں ممنوع کے ارتکاب کے تعدد کی وجہ سے فدیہ کا تعدد:

۷- جب حالت احرام میں ایسی کئی جنائیات کا ارتکاب کرے جن میں سے ہر ایک موجب فدیہ ہو، تو جنائیت اگر شکار کرنا ہو تو ان میں سے ہر ایک میں اس کی جزاء ہوگی، خواہ ان کو ایک ساتھ کیا ہو یا الگ الگ، پہلے کا کفارہ دے چکا ہو یا نہیں، اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق ہے (۳) اور اس کے علاوہ میں اختلاف اور تفصیل ہے جس کے لئے ”فدیہ“ اور ”احرام“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱) آسنی الطالب ۱/ ۲۵۵، کشاف القناع ۲/ ۳۲۶، الررکانی ۲/ ۲۰۸۔

(۲) ابن ماجہ ۱۱۰/ ۲، بدائع الصنائع ۲/ ۱۰۱۔

(۳) آسنی الطالب ۱/ ۵۲۳، المغنی ۳/ ۹۶، یہاں امام احمد کا ایک قول متداخل

= (کئی کفاروں کا باہم ہونا) کا بھی ہے۔

(۱) آسنی الطالب ۲/ ۳۳، ابن ماجہ ۳/ ۱۰۳۔

(۲) آسنی الطالب ۲/ ۱۷، البہاریہ ۳/ ۱۰۳۔

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ“ (۱) (تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو دو سے، خواہ تین تین سے، خواہ چار چار سے لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کر دیا جو کیز تمہاری ملک میں ہو)، اور تعدد ازدواج کی مشروعیت، اس کی شرائط اور بیویوں کے درمیان عدل واجب ہونے کی تفصیل کے متعلق ”نکاح“، ”قسم“ اور ”نقحہ“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

ک- اولیاء نکاح کا تعدد:

۱۳- جب عورت کے اولیاء قریب کے درجہ میں برابر ہوں جیسے بھائی اور چچا تو ان میں بڑے اور افضل کو مقدم کرنا مندوب ہے، اور اگر سب دلچسپی دکھائیں اور بڑے و افضل کو مقدم نہ کریں تو ان کے درمیان قریب اندازی ہوگی، اور اگر قریب اندازی سے پہلے ہی ان میں سے کوئی عورت کی اجازت سے شادی کرادے، یا جس کا قریب نکلا تھا اس کے علاوہ کوئی اور شادی کرادے تو صحیح ہوگی (۲)، اس لئے کہ اس کا صدور اہل کی جانب سے محل میں ہوا ہے، یہ شافیہ کی رائے ہے، اور موضوع کی تفصیل اور فقہاء کی آراء کے لئے ”نکاح“ اور ”ولی“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

ل- طلاق کا تعدد:

۱۴- آزاد شوہر اپنی آزاد بیوی پر تین طلاق کا مالک ہے، ان کے بعد بیوی اس سے بیہونت کبری (مغلظہ) کے طور پر بائن ہو جائے گی اور اس کے لئے حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے جو اس سے دخول کرے، پھر اسے طلاق دے یا مرجائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ“ (طلاق

ح- جائداد میں حق شفعہ رکھنے والوں کا تعدد:

۱۰- فقہاء کا شفعہ کے حکم میں اس صورت میں اختلاف ہے جب ایک جماعت اس کی مستحق ہو، چنانچہ شافیہ کہتے ہیں کہ وہ سب حصوں کے بقدر لیں گے، اس لئے کہ حق شفعہ ملک کے مرافق (فوائد) میں سے ہے، لہذا ملکیت ہی کے بقدر حصہ متعین ہوگا (۱)۔

اور حنفیہ کے نزدیک ان کے عدد و رؤوس (انفرادی تعداد) پر تقسیم کیا جائے گا (۲)، یہ شافیہ کا بھی ایک قول ہے، اس لئے کہ وہ سب سب استحقاق میں برابر ہیں، لہذا استحقاق میں بھی برابر ہوں گے، (دیکھئے: ”شفعہ“)

ط- وصیتوں کا تعدد:

۱۱- جب اللہ کے حقوق سے متعلق کچھ وصیتیں کی ہوں تو ان میں فرائض کو مقدم رکھا جائے گا، خواہ وصیت کرنے والے نے ان کو مقدم رکھا ہو یا مؤخر، اس لئے کہ فرض نفل سے زیادہ اہم ہے، اور اگر سب مساوی ہوں اور وصیت کرنے والے نے بعض کو بعض پر ان چیزوں میں مقدم رکھا ہو جس میں ترتیب مفید ہوتی ہے تو جس کو وصیت کرنے والے نے مقدم رکھا ہو اسی سے ابتداء کی جائے گی، (دیکھئے: ”وصیت“)

ی- بیویوں کا تعدد:

۱۲- بیویوں کا چار تک تعدد مشروع ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد قرآنی میں اس کی اجازت ہے: ”فَأَنكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّنِّي وَتِلْكَ وَرُبْعٌ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

(۱) اقلیو بی ۳۸/۳۔

(۲) الہدایہ ۲۵/۳۔

(۱) سورہ نساء ۳۔

(۲) اسنی المطالب ۱۳۱/۳۔

تعدد ۱۵-۱۷

تائید کی ہے کہ ان میں سے ہر لفظ شتم پر اس کی الگ تعزیر ہوگی، اس لئے کہ حقوق العباد میں تدخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس وقت ہوگا جب ایک لفظ سے کسی پوری جماعت کو گالی دے (۱)۔
(دیکھئے: اصطلاح ”تعزیر“)

س- ایک ہی شہر میں قاضیوں کا تعدد:
۱۷- امام کے لئے ایک شہر میں دو اور اس سے زیادہ قاضیوں کا متعین کرنا جائز ہے، الا یہ کہ یہ شرط لگا دے کہ وہ لوگ ایک ہی مقدمہ میں باہمی اتفاق رائے سے فیصلہ کریں (تو متعدد قاضی مقرر کرنا درست نہ ہوگا)، کیونکہ اجتہادی مسائل میں ان میں اختلاف ہوگا (۲) (دیکھئے: ”قضاء“)

ع- ائمہ کا تعدد:
جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے ایک ہی زمانہ میں دو اور اس سے زیادہ ائمہ (خلفاء) کا مقرر کرنا جائز نہیں ہوگا، اگرچہ ان کی سلطنتیں دور دور ہوں (۳)۔
دیکھئے: ”امامت عظمیٰ“

(۱) ابن عابدین ۱۸۶/۳۔
(۲) قلیوبی ۲۹۸/۳، حاشیہ الدسوقی ۳/۱۳۳، یہ مسائل عدلیہ کے طریقہ کار (عدالتی پروسیجر) سے متعلق ہیں جن میں زمانہ کی تبدیلی سے تغیر ہو گیا ہے (کمپنی)۔
(۳) روشہ الطائین ۱۰/۷۷، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۱/۹، حاشیہ الدسوقی ۳/۱۳۳۔

تو دو ہی بار ہے) تا ”فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُلْمَؤَ اللَّهِ“ (۱) (پھر اگر کوئی اپنی عورت کو طلاق دے ہی دے تو وہ عورت اس کے لئے اس کے بعد جائز نہ رہے گی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے پھر اگر وہ (بھی) اسے طلاق دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ پھر مل جائیں، بشرطیکہ دونوں گمان غالب رکھتے ہوں کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم رکھیں گے)۔

اور اس میں تفصیل اور اختلاف ہے جس کی طرف ”طلاق“ کی اصطلاح میں رجوع کیا جائے۔

م- مجنی علیہ (جس پر جنایت ہوئی ہے) یا جانی (جنایت کرنے والا) کا تعدد:
۱۵- جب کوئی جماعت ایک شخص کو قتل کرے تو بطور قصاص سب کو قتل کیا جائے گا (اگرچہ تعداد میں ان کے لگائے ہوئے زخموں میں کمی بیشی ہو) بشرطیکہ ہر زخم جان لینے میں مؤثر ہو، اور اگر کسی جماعت کو ایک شخص قتل کر دے تو اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (۲)۔
تفصیل ”قصاص“ اور ”جنایت“ کی اصطلاح میں ہے۔

ن- الفاظ کے تعدد سے تعزیر کا تعدد:

۱۶- جو شخص تعزیر واجب کرنے والے متعدد الفاظ سے کسی شخص کو گالی دے تو بعض حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے اور ابن عابدین نے اس کی

(۱) سورہ بقرہ ۲۲۹، ۲۳۰۔
(۲) مواہب الجلیل ۱/۲۳۱، اسنی الطالب ۱/۷۷، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۲/۲۷۰۔

تعدی ۱-۳

اموال پر تعدی:

غصب کرنا، ضائع کرنا، اور چوری اور غبن کے ذریعہ تعدی کرنا:

۳- جو دوسروں کے مال پر تعدی کرے اور اس کو غصب کرے، یا ایسے مال کو تلف کر دے جس کے تلف کرنے کی شرعا اس کو اجازت نہیں تھی یا چوری کر لے یا اچک لے تو اس پر دو احکام مرتب ہوں گے:

ایک اثر وی یعنی گناہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" (۱) (اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ)، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه" (۲) (کسی مسلمان شخص کا مال اس کی دلی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں ہے)۔

دوسرا دنیوی حکم: یعنی اس پر ضمان واجب ہونے کے ساتھ ساتھ حد یا تعزیر، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ" (۳) (جو کچھ ہاتھ نے لیا وہ اس کے ذمہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو ادا کر دے) اور اس لئے کہ حضرت عبداللہ

(۱) سورہ بقرہ ۱۸۸۔

(۲) حدیث: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه" کی روایت دارقطنی (۳۶/۳ طبع دارالمحاسن) نے ابو حریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے اور اس کی سند میں کلام ہے ابن حجر نے انھیں میں اس کو تقویہ دینے والے کچھ شواہد نقل کئے ہیں (انھیں ۳۶/۳، ۳۷/۳ طبع شرکت المطابع الغنیہ)۔

(۳) حدیث: "علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ" کی روایت ابو داؤد (۳/۸۲۲ تحقیق عزت عید دہاس) نے حضرت سمرہ بن جندب سے کی ہے اور ابن حجر نے سنن کے حضرت سمرہ سے سماع میں اختلاف کی وجہ سے "انھیں" میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (انھیں ۳/۵۳ طبع شرکت المطابع الغنیہ)۔

تعدی

تعریف:

۱- لغت میں تعدی ظلم کو کہتے ہیں، اور اس کی اصل حد، مقدار اور حق کو تجاوز کرنا ہے، کہا جاتا ہے: "تعلمت الحق و اعتدیتہ و عدوتہ" (۱) یعنی میں حق سے تجاوز کر گیا۔

اور فقہاء کے ذریعہ اس لفظ کا استعمال اس کے لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، چنانچہ اس کا استعمال: غیر کے حق پر زیادتی کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے، اور حکم کے دوسرے محل کی طرف منتقل ہونے پر بھی، جیسے نلت کی تعدی اور حرمت میں تعدی وغیرہ۔

شرعی حکم:

۲- گزر چکا ہے کہ تعدی کے دو اطلاقات (استعمالات) ہیں، کبھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے دوسرے پر زیادتی کرنا مراد لیا جاتا ہے، اور اس بحث میں اس کی تفصیل آئے گی، اور کبھی اطلاق کیا جاتا ہے اور اس سے حکم کا دوسری طرف منتقل ہو جانا مراد لیا جاتا ہے۔ جہاں تک پہلے اطلاق کے اعتبار سے تعدی کا تعلق ہے تو وہ اپنی تمام اقسام سمیت حرام ہے اور تعدی کے مخصوص احکام ہیں: جیسے جان اور اطراف (اعضاء) میں قصاص اور عوض دلانا، قید کرنا اور اس جیسی چیزیں جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

(۱) اللسان، المصباح، المغرب۔

تعدی ۴

گیا ہے اسے چاہئے کہ دوسرے کی امانت (کا حق) ادا کر دے اور ودیعت میں مودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی) پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من أودع ودیعة فلا ضمان علیہ“ (۱) (جس کے پاس کوئی ودیعت رکھی جائے اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا) اور اس لئے بھی کہ مستودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے) مالک ودیعت کے لئے ودیعت کی حفاظت کرتا ہے، اور اگر اسے ضامن قرار دیا جائے تو لوگ ودیعت قبول کرنے سے رک جائیں گے، اور یہ مضر ہے، اس لئے کہ اس کی سخت حاجت ہوتی ہے۔

اور دو حالتوں میں ودیعت رکھنے والا ضامن ہوگا:

اول: جب ودیعت کی حفاظت میں کوتاہی کرے، اس لئے کہ کوتاہی کرنے والا اس چیز کے ترک کرنے کی وجہ سے ودیعت کی ہلاکت کا سبب بن رہا ہے جو ودیعت کی حفاظت کے متعلق اس پر واجب تھی۔

دوم: ودیعت رکھنے والا ودیعت پر تعدی کرے، اس لئے کہ تعدی کرنے والا دوسرے کے مال کو تلف کرنے والا ہے، لہذا اس کا اسی طرح ضامن ہوگا جیسے ایداع (ودیعت کا معاملہ) کے بغیر تلف کرنا تو ضامن ہوتا۔

اور تعدی کی صورتوں میں سے اس سے نفع اٹھانا بھی ہے مثلاً ودیعت رکھے ہوئے جانور پر اس جانور کے نفع کے بغیر سوار ہو یا ودیعت رکھے ہوئے کپڑے کو پہنے اور پرانا کر دے، اور تعدی کی صورتوں میں

(۱) حدیث: ”من أودع ودیعة فلا ضمان علیہ“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۸۰۲ طبع الجلیسی) نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کی ہے اور ابن حجر المصنی (۳/۵ طبع شرکت الطباعة الفنیة) میں فرماتے ہیں: اس میں شیخ ابن صباغ ہے جو متروک ہے اور جو کچھ صحیحی نے ذکر کیا ہے اس کے مطابق ابن ابی عمیر نے ان کی متابعت کی ہے۔

بن سائب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا سامان کھلو اڑیا سنجیدگی سے نہ لے اور جو اپنے بھائی کا عصابھی لے وہ اس کو واپس کر دے (۱)، چنانچہ تعدی کرنے والے پر مضموبہ سامان کو لوٹانا اس صورت میں واجب ہوگا جب وہ سامان بعینہ اس کے ہاتھ میں موجود ہو، اور اگر اس کے قبضہ میں ہوتے ہوئے ہلاک ہو جائے، یا سامان پر تعدی کرے اور غصب کے بغیر ہی اسے تلف کر دے تو اگر وہ مثلی ہو تو اس کے مثل کا لوٹانا واجب ہوگا، اور اگر اس کا مثل دستیاب نہ ہو یا سامان مثلی نہ ہو تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی (۲)۔

اور یہی حکم اس باغی کا ہے جو زمانہ جنگ کے علاوہ میں بغاوت کرے، کہ وہ ان اموال کا ضامن ہوگا جن کو اس نے تلف کیا ہے یا لے لیا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے اصطلاح: ”غصب“، ”ارتاف“، ”ضمان“، ”سرقۃ“، ”اختلاس“ اور ”بغاۃ“۔

عقود میں تعدی:

اول: ودیعت میں تعدی:

۴- ودیعت میں اصل یہ ہے کہ وہ امانت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أُؤْتِمِنَ أَمَانَتَهُ“ (۳) (اور تم سے کوئی کسی پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا

(۱) حدیث: ”لا یأخذ من أحدکم مناع أخیه لا عبا أو جادا.....“ کی روایت ابوداؤد (۲/۳۷۳ تحقیق عزت عبید دماس) اور ترمذی (۲/۲۶۲ طبع الجلیسی) نے کی ہے اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) ابن ماجہ (۲/۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴

تعدی ۵-۸

میں اس کا (وہیعت رکھے جانے سے) انکار کر دینا بھی ہے (۱)۔

کے مثل یا قیمت کا ضامن ہونا جیسا کہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی اجنبی نے اس کو ہلاک کیا ہوتا، اور یہ مثل یا قیمت ہلاک شدہ مال کی جگہ پر رہن ہو جائے گی۔

دوم: رہن میں تعدی:

۵- رہن میں تعدی راہن کی طرف سے ہوگی یا مرتہن کی طرف سے ہوگی۔

اور مالکیہ نے جن کو غائب کیا جاسکتا ہے، یعنی جن کو چھپانا ممکن ہے جیسے بعض منقولات اور جن کو غائب نہیں کیا جاسکتا ہے، جیسے جاندار، کشتی اور حیوان کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ انہوں نے دوسرے میں نہیں بلکہ پہلے میں دو شرطوں کے ساتھ ضمان واجب کیا ہے:

الف- راہن کی تعدی:

اول: یہ کہ وہ اس کے قبضہ میں ہونہ کہ کسی امین کے ہاتھ میں۔
دوم: یہ کہ مرتہن کے پاس ایسا بینہ نہ ہو جو کوئی دے کہ مرتہن کی طرف سے کسی سبب یا کوتاہی کے بغیر رہن رکھا ہو مال تلف یا ضائع ہوا ہے (۱)۔

۶- جب راہن (رہن رکھنے والا) رہن پر تعدی کرے اور اس کو تلف کر دے یا اس کے کسی جزء کو تلف کر دے تو جو کچھ اس نے تلف کیا ہے اس کی قیمت ادا کرنے کا اس کو حکم دیا جائے گا تاکہ دین کی ادائیگی کی مدت آنے تک وہ (قیمت) رہن ہو جائے۔

ثالثیہ اور حنا بلہ اس طرف گئے ہیں کہ رہن مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے اور اگر اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا الا یہ کہ اس پر تعدی کرے یا اس کی حفاظت میں کوتاہی کرے۔

راہن کے وہ تصرفات جو رہن رکھے ہوئے سامان کی ملکیت منتقل کر دیتے ہیں جیسے فروختگی اور ہبہ تو وہ مرتہن (جس کے دین کے سلسلے میں رہن رکھا گیا ہے) کی اجازت یا دین کی ادائیگی پر موقوف ہوں گے (۲)۔

اس تفصیل کے مطابق فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مرتہن رہن پر تعدی کرنے یا اس کی حفاظت میں کوتاہی کرنے سے اس کا ضامن ہوگا۔

ب- مرتہن کی تعدی:

سوم: عاریت میں تعدی:

۸- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مستعیر (عاریت لینے والا) کی طرف سے تعدی اور کوتاہی ہونے پر عاریت کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

۷- حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ رہن اگر خود سے ہلاک ہو جائے تو وہ دین کے بدلہ مضمون ہو کر ہلاک ہوگا، اسی طرح اس وقت ہوگا اگر اسے مرتہن ہلاک کر دے، اس لئے کہ اگر اس نے مالک کی اجازت کے بغیر ایک منقوم (قیمت والی) مملوکہ چیز کو ہلاک کر دیا ہوتا تو اس

(۱) ابن ماجہ ۳/۳۹۳، ۳۹۸، السنن ۳/۱۹۳ اور اس کے بعد کے صفحات، معنی الحجاج ۳/۹۳ اور اس کے بعد کے صفحات، کشاف القباہ ۳/۱۶۶ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۲) ابن ماجہ ۳/۵۷۵، ۳۲۸، السنن ۳/۲۲۳، القوائین المکھیہ ۳/۳۲۹، روہتہ الطائین ۳/۷۲، ۸۲، کشاف القباہ ۳/۳۳۶۔

(۱) بدائع الصنائع ۳/۵۹۷، ۳۷۸، ابن ماجہ ۳/۲۶۷، السنن ۳/۲۵۳، ۲۵۳، الفواکیر الدوائی ۳/۲۳۳، ۲۳۳، روہتہ الطائین ۳/۹۶، کشاف القباہ ۳/۳۳۱۔

تعدی ۹

فرمایا: ”علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ“ (۱) (ہاتھ جو کچھ لے وہ اس کے ذمہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو ادا کر دے)۔

ربی وہ صورت جب وہ تعدی اور تفریط کے بغیر بلاک ہو جائے تو اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ عاریت اگر اس کی جانب سے تعدی اور کوتاہی کے بغیر بلاک ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان“ (۲) (خیانت نہ کرنے والے مستعیر پر ضمان نہیں ہے) اور اس لئے بھی کہ اس نے عاریت پر اس کے مالک کی اجازت سے قبضہ کیا ہے، لہذا وہ ودیعت کی طرح ہی امانت ہوگی، یہ حضرت حسن، نخعی، شععی، عمر بن عبدالعزیز، ثوری، اوزاعی اور ابن شبرمہ کا قول ہے۔

اور مالکیہ نے مستعیر کو ضامن قرار دینے میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ عاریت کے بلاک ہونے کا سبب ظاہر نہ ہو اور وہ ان چیزوں میں سے ہو جن کو غائب کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اگر اس کے سبب کے بغیر اس کے تلف یا ضائع ہونے پر بیہ قائم ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ عاریت مطلقاً قابل ضمان ہے، مستعیر تعدی کرے یا نہ کرے، اس لئے کہ حضرت سمرہ کی حدیث ہے: ”علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ“ (۳) (ہاتھ نے

(۱) حدیث: ”علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ“ کی تخریج فقہ رقمبر ۳۳ میں گذر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان“ کی روایت دارقطنی (۳۱/۳ طبع دارالاحسن) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے اور اس کی سند میں دو ضعیف روایوں کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) حدیث: ”علی الید ما أخذت حتی تؤدیہ“ کی روایت فقہ رقمبر ۳۳ پر گذر چکی ہے۔

جو کچھ لیا ہے وہ اس کے اوپر ہوگا یہاں تک کہ اس کو ادا کر دے) اور حضرت صفوان سے مروی ہے: ”أنه صلى الله عليه وسلم استعار منه يوم حنين أدراعا، فقال: أغصبا يا محمد؟ قال: بل عارية مضمونة“ (۱) (آنحضرت ﷺ نے حنین کے دن ان سے کچھ زرہیں عاریت پر لیں، تو انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا غصب کے طور پر لے رہے ہیں؟ فرمایا: نہیں بلکہ مضمون عاریت کے طور پر)، یہی قول حضرت عطاء، اسحاق اور مالکیہ میں سے اہلب کا ہے، اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے (۲)۔

چہارم: وکالت میں تعدی:

۹ - فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ وکیل امین ہوتا ہے، اور بغیر کوتاہی اور تعدی کے اس کے ہاتھ میں جو کچھ تلف ہو جائے اس میں اس پر ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ ”ید“ (قبضہ) اور تصرف میں وہ مالک کا نائب ہے، تو اس کے ہاتھ میں بلاکت مالک کے ہاتھ میں بلاکت کی طرح ہے، لہذا وہ مودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی) کی طرح ہو گیا۔

اور اس لئے بھی کہ وکالت عقد رفاق و معونت (مہربانی و مدد کرنے کا عقد) ہے اور ضمان اس کے منافی اور اس سے نفرت دلانے والا ہے، اور اگر وکیل تعدی کرے تو وہ ضامن ہوگا (۳)۔ تفصیل کے

(۱) حدیث: ”بل عارية مضمونة“ کی روایت احمد (۳۰۱/۳ طبع الحدیث) نے کی ہے اور ابن حزم نے لکھی (۱۷۳/۹ طبع المصیر) میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) ابن عابدین ۵۰۳/۲، جامعہ الدوسقی ۳۶۱/۳، القوائین القویہ ۲۷۸/۳، معنی المحتاج ۲۶۷/۲، کشاف القناع ۷۰/۲، المغنی ۲۲۰/۵۔

(۳) ابن عابدین ۳۱۶/۳، فتح القدير ۷/۲، القوائین القویہ ۲۷۸/۳، معنی المحتاج ۲۳۰/۲، روضة الطالبین ۲۵/۳، کشاف القناع

تعدی ۱۰-۱۴

لئے دیکھئے: ”وکالت“ کی اصطلاح۔

یہ ہے کہ آدمی کو ناحق قتل کر دیا جائے اس طور پر کہ وہ مرتد، مجنون زانی، اپنے برادر کا قاتل یا حربی نہ ہو (اسی کے مثل حملہ آور کا قتل کرنا ہے) اور جان اور جان سے کم درجہ کے اعضاء وغیرہ پر تعدی مباشرت کے ذریعہ (یعنی خود کر کے) یا سبب بن کر ہوتی ہے جیسے کوئی اپنی ملکیت کے باہر کنواں یا گڈھا کھودے اور اس میں کوئی انسان گر جائے، یا ذریعہ بن کر ہوتی ہے جیسے تعدی پر مجبور کرنا۔

پنجم: اجارہ میں تعدی:

اور تعدی کی تمام قسمیں موجب ضمان ہیں، اس لئے کہ ہر تعدی دوسرے کو ضرر پہنچا رہی ہے۔

رہا تعدی کے بغیر قتل کرنا یعنی کسی حق کے بدلہ قتل کرنا تو اس میں ضمان نہیں ہے، جیسے زانی کو سنگ سار کرنا۔

اور جان پر تعدی عمد کے طور پر (دانستہ) یا جمہور کے نزدیک شبہ عمد کے طور پر قتل کرنے سے یا نخطاً کے طور پر قتل کرنے سے ہوتی ہے، اور قتل عمد سے قصاص یا دیت واجب ہوتی ہے اور شبہ عمد اور نخطاً سے صرف دیت واجب ہوتی ہے، اس تفصیل کے ساتھ جس کو ”جنایت“، ”قتل“ اور ”قصاص“ کی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

جان سے کم درجہ کے اعضاء وغیرہ پر تعدی اگر عمداً ہو تو اس میں قصاص یا دیت ہوگی، اور نخطاً ہو تو اس میں دیت ہوگی، اس اختلاف اور تفصیل کے ساتھ جس کو ”جنایت“، ”جراح“ اور ”قصاص“ کی اصطلاحات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اور عضو کو تلف کر کے تعدی کرنے کی طرح ہی عضو کی منفعت تلف کر کے تعدی کرنا بھی ہے، چنانچہ اس میں ضمان ہوگا (۱)۔

۱۴- سزاؤں، قصاص اور تعزیر میں تعدی کرنے سے متعلق بحث

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۶۹ اور اس کے بعد کے صفحات، الدسوقی ۳/۲۷۲ اور اس کے بعد کے صفحات معنی المحتاج ۳/۶۸ اور اس کے بعد کے صفحات، کشاف القناع ۶/۳۳۲ اور اس کے بعد کے صفحات۔

۱۰- اجارہ میں تعدی کرنے سے متعلق بحث ”اجارہ“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے۔

ششم: مضاربت میں تعدی:

۱۱- مضاربت ایک جانب سے مال اور دوسری جانب سے عمل کے ساتھ نفع میں شرکت کو کہتے ہیں، ان دونوں کے بغیر مضاربت نہیں ہے۔

پھر مضارب کو دیا ہوا مال اس کے ہاتھ میں امانت ہے، اس لئے

کہ وہ اس میں مالک کی اجازت سے تصرف کر رہا ہے، بدل یا وثیقہ (اعتماد) کے طور پر نہیں ہے، اور وہ اس میں اس کا وکیل ہے اگر نفع

ہو تو اس میں شریک ہوگا، اور اگر مضاربت فاسد ہو جائے تو اجارہ سے بدل جائے گی اور کام کرنے والے کے لئے اجرت مثل واجب ہوگی،

اور اگر (شرائط مضاربت کی) مخالفت کرے گا تو دوسرے کے مال پر اس کی طرف سے تعدی پائے جانے کی وجہ سے غاصب ہوگا (۱)

تفصیل کے لئے (دیکھئے: ”قرض“ اور ”شرکت“ کی اصطلاحات)۔

۱۲- صدقہ، وصیت اور کھانے پینے میں تعدی کرنے سے متعلق بحث ”اسراف“ کی اصطلاح کے تحت گزر چکی ہے۔

ہفتم: جان اور جان سے کم (اعضاء وغیرہ) پر تعدی:

۱۳- ابدان پر قصاص یا اس کے علاوہ کسی حد قصاص کی موجب تعدی

= ۳۶۹، ۳۷۵، ۳۸۳، الدسوقی ۳/۲۸۲، ۳۹۰۔
(۱) مجمع الصحاح ۳/۳۰۳، معنی المحتاج ۲/۳۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات، الدسوقی ۳/۵۱۷ اور اس کے بعد کے صفحات، کشاف القناع ۳/۵۰۷ اور اس کے بعد کے صفحات۔

تعدی ۱۵-۱۸

وہم: جنگوں میں تعدی:

۱۷- مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگوں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنا واجب ہے، چنانچہ ان لوگوں سے قتال کرنا جائز نہیں ہوگا جن کو دعوت نہ پہنچی ہو یہاں تک کہ ہم ان کو اسلام کی دعوت دیں، اس اختلاف اور تفصیل کے ساتھ جس کو ”دعوت“ کی اصطلاح میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بچوں، پاگلوں، عورتوں، بہت بوڑھے شخص، راہب، معذور، اور اندھے میں سے جو ہتھیار نہ اٹھائے ہوں جنگوں میں اس کو قتل کرنا علماء کے درمیان کسی اختلاف کے بغیر ناجائز ہے، الا یہ کہ وہ قتال میں شریک ہوں یا جنگ میں وہ صاحب رائے، صاحب تدبیر و حیلہ ہوں یا کسی بھی طریقہ سے کفار کی اعانت کریں، اسی طرح قیدیوں پر زیادتی کرنا ناجائز ہے بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے۔

تفصیل کے لئے ”جہاد“، ”جزیہ“ اور ”اسری“ کی اصطلاحات دیکھی جاسکتی ہیں۔

دوسرے اطلاق بمعنی انتقال کے اعتبار سے تعدی:

الف- علت کی تعدی:

علت: وہ وصف ہے جس کے پائے جانے کی صورت میں مصلحت حاصل کرنے کے لئے حکم مشروع ہوا ہو (۱)۔

۱۸- اور علت یا تو متعدی ہوتی ہے یا قاصرہ ہوتی ہے جس کو ”ماقصہ“ کہا جاتا ہے۔

متعدی: وہ علت ہے جس کا وجود اصل اور فروعات (دونوں) میں ثابت ہو، یعنی محل نص سے غیر نص کی طرف تجاوز کر جائے جیسے علت اسکار (نشہ پیدا کرنے کی علت)۔

اور قاصرہ وہ علت ہے جو اصل کے محل سے تجاوز نہ کرے جیسے (۱) فوائج الرحموت بشرح مسلم الشبوت ۲/۲۶۰۔

”اسراف“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے۔

ہشتم: آبرو پر تعدی:

۱۵- آبرو پر تعدی کرنا حرام ہے، اس لئے کہ آبرو کو عیب سے محفوظ رکھنا واجب ہے، اسلام نے عزت پر تعدی کرنے والے کے خون کو مباح قرار دیا ہے، اس لئے کہ عزت و آبرو کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”من قتل دون اہلہ فہو شہید“ (۱) (جو اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے) اس حدیث شریف سے استدلال اس طرح ہے کہ جب آپ نے اس کو شہید قرار دیا تو معلوم ہوا کہ اس کو قتل کرنے اور لڑنے کا حق ہے اور آبرو کا دفاع کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس کو مباح کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس میں اس کی بیوی کی شرمگاہ وغیرہ برابر ہے، اور شرمگاہ کی جانب سے دفاع ہی کی طرح اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ کی طرف سے دفاع کرنا بھی ہے (۲)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”صیال“۔

نہم- باغیوں کی تعدی:

۱۶- جب باغیوں میں شرائط پائی جائیں تو وہ جس جان یا مال کا ایتلاف کریں گے اس پر غور کیا جائے گا: اگر قتال کے درمیان ہوا ہو تو کوئی ضمان نہیں ہوگا، اور اگر غیر قتال میں ہوا ہو تو ان کو جان و مال کا ضامن بنایا جائے گا، یہ وہ مقدمہ ہے جس پر جمہور علماء ہیں (۳)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”بغاة“۔

(۱) حدیث: ”من قتل دون اہلہ فہو شہید“ کی روایت ترمذی (۳۰/۳) طبع الحللی نے کی ہے اور ملایا حسن صحیح ہے۔

(۲) معنی المحتاج ۳/۱۹۳، ۱۹۵۔

(۳) معنی المحتاج ۳/۱۲۵، ۱۲۶، ۱۶۵۔

تعدی ۱۹-۲۰

جن کو ذیل میں ہم مختصر بیان کر رہے ہیں:

طواف کے پہلے تین شوطوں (چکروں) میں مشرکین پر بہادری اور طاقت کا اظہار کرنے کے لئے رمل کرنا۔

اس بات پر اہل اصول کا اتفاق ہے کہ متعدی علت سے تغلیل صحیح ہے، اس لئے کہ قیاس اسی علت سے مکمل ہوتا ہے جو فرع کی طرف متعدی ہو، تا کہ وہ فرع اصل سے لاحق ہو جائے (۱)۔

اور علت قاصرہ سے تغلیل کرنے میں اہل اصول کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل کا محل اصولی ضمیمہ ہے۔

(۱) ضمان: ضمان اس میں ہوتا ہے جو غصب، اتلاف اور اس کے علاوہ سے مال کے ساتھ مخصوص ہو، یا اس میں ہوتا ہے جو تمام قسموں سمیت قتل سے مخصوص ہو جبکہ قتل عمد میں کسی مال پر صلح کر لی جائے یا اولیاء میں سے کوئی قصاص معاف کر دے، اور اسی کے مثل جان سے کم درجہ کے اعضاء پر جنایت میں ہوتا ہے۔

تفصیل کے لئے ہر ایک کو اس کے باب میں دیکھا جائے۔

(۲) قصاص: قصاص قتل عمد (دانستہ قتل) میں ہوتا ہے یا ایسے عضو کو کاٹ ڈالنے یا تلف کر دینے میں جس میں قصاص ہو، اور اسے "قتل" اور "قصاص" کی اصطلاحات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) حد: یہ چوری، زنا، قذف اور اس جیسے جرائم میں تعدی کے اثرات میں سے ایک اثر ہے اور اس کو "حد" کی اصطلاح میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۴) تعزیر: یہ امام کا ایک حق ہے جس کے ذریعہ وہ جرم کرنے والوں کو سزا دیتا ہے، اور تعزیر جس (قید کرنے)، کوڑا لگانے یا ایسی چیز کے ذریعہ ہوتا ہے جس کو حاکم مناسب سمجھے، دیکھئے: اصطلاح "تعزیر"۔

(۵) میراث سے رکاوٹ: جیسے وارث کا اپنے مورث کو قتل کر دینا، عمد اور غیر عمد میں فقہاء کے درمیان کچھ اختلاف کے ساتھ۔ دیکھئے: اصطلاح "ارث"۔



تعدی کے اثرات:

۲۰- یہ گزر چکا ہے کہ تعدی مال، جان، جان سے کم درجہ اعضاء اور آبرو پر ہوتی ہے اور تعدی کی تمام قسموں کے کچھ اثرات ہوتے ہیں

(۱) المستمعی ۳/۳۳۵، ارشاد لاجول رص ۲۰۸، ۲۰۹، جمع الجوامع بحاویہ البزازی ۲۳۱/۲، فتاویٰ الرحموت ۲۸۶/۲۔

(۲) الفتاویٰ البندیہ ۳/۳۵۹، مواہب الجلیل ۶/۳۲۱، روضۃ الطالبین ۲۸۵/۲، کشاف القناع ۲/۳۶۷، مجمع البصائر ۱/۶۱۔

تعدیل ۱-۴

شرعی حکم:

الف- گواہوں کی تعدیل:

۳- شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اس طرف گئے ہیں کہ قاضی کو جب گواہوں کی عدالت کا علم نہ ہو تو وہ ان کی تعدیل طلب کرے، خواہ فریق طعن کرے یا نہ کرے اور تعدیل کے بغیر اس کے لئے ان کی کوئی قبول کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم ایسے مسلمان گواہ کی کوئی قبول کرے گا جو بہ ظاہر عادل ہو اور گواہوں کی حالت کے بارے میں اس وقت تک سوال نہیں کرے گا جب تک فریق مخالف طعن نہ کرے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "المسلمون عدول بعضهم علی بعض، إلا محدودا فی فریة" (۲) (مسلمان ایک دوسرے کے خلاف (کوئی میں) عادل ہیں، سوائے اس کے جس پر بہتان میں حد لگی ہو)۔

اور اس سے حدود اور قصاص کے گواہ مستثنیٰ ہیں، چنانچہ امام ابو حنیفہ کے یہاں حدود و قصاص کے گواہوں میں استقصاء (گواہوں کی عدالت کی پوری تحقیق کر لینا) لازم ہوگا، اس لئے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جایا کرتی ہیں (۳)۔

گواہوں اور حدیث کے راویوں کی تعدیل میں کچھ تفصیل اور اختلاف ہے جسے "ترکیہ" میں دیکھا جائے۔

ب- نماز میں ارکان کی تعدیل:

۴- نماز میں تعدیل ارکان کے وجوب پر، اس میں یعنی رکوع، سجود

(۱) روہتہ الطائین ۱/۱۶۶، ۱۶۷، معین لؤلؤا مہ ص ۱۰۵، ابن عابدین ۳/۳۷۲، ۳۷۳، مواہب الجلیل ۶/۱۵۱، کشاف القناع ۶/۳۳۸۔

(۲) حدیثہ "المسلمون عدول بعضهم علی بعض....." کی روایت ابن ابی شیبہ (۶/۱۷۲) طبع دار السنۃ ممبئی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کی ہے۔

(۳) فتح القدیر ۶/۵۷۷، ابن عابدین ۳/۳۷۲، معین لؤلؤا مہ ص ۱۰۵۔

تعدیل

تعریف:

۱- تعدیل کے لغت میں دو معانی ہیں:

الف- برابر کرنا اور سیدھا کرنا، کہا جاتا ہے: "عدل الحکم والشیء تعدیلاً": اس نے فیصلہ یا معاملہ درست کیا، "والمیزان": ترازو کو برابر کیا "فاعتدل" (تو وہ برابر ہو گئی)۔

ب- ترکیہ- کہا جاتا ہے: "عدل الشاہد أو الراوی تعدیلاً" (۱): اس نے گواہ یا راوی کی نسبت عدالت کی طرف کی اور اس کو عدالت سے متصف کیا۔

اور شرعی اصطلاح میں اس کا معنی اس کے لغوی معنی سے باہر نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

تجرح:

۲- لغت میں تجرح جرح کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: "جرح الشاہد": جب تم نے شاہد میں ایسی چیز ظاہر کر دی ہو جس سے اس کی شہادت رد ہو جاتی ہے۔

اور اصطلاحی معنی اس سے مختلف نہیں ہے (۲)۔

(۱) لسان العرب، تاج العروس، المصباح المہر مادہ "عدل"، روہتہ الطائین ۳/۳۷۳، فتح القدیر ۶/۳۱۰۔

(۲) تاج العروس مادہ "جرح"، جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر ۶/۳۶۱۔

تعدیل ۵-۶

ایک حصہ اور دو ٹکٹ کو ایک حصہ مانا جائے گا، اور تفصیل ”قسمت“ کی اصطلاح میں دیکھی جائے۔

۵- مناسک میں جزاء صید کے دم میں تعدیل:
۶- جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ مثلی شکار (جس شکار کئے گئے حیوان کا مثل پالتو حیوانات میں موجود ہو) کی جزا اختیار اور برابری پر ہوگی اور اس میں مثل سے مثل کی قیمت یا شکار کی قیمت کی طرف عدول کرنا جائز ہوگا، اس میں فقہاء کا کچھ اختلاف بھی ہے جس کے لئے اس کے محل کی طرف رجوع کیا جائے۔

ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ“ (۱) (اے ایمان والو! شکار کو مت مارو جبکہ تم حالت احرام میں ہو) غیر مثلی شکار میں اس کی قیمت نلہ کی شکل میں صدقہ کرے یا ہر ”مد“ کے بدلہ ایک دن روزہ رکھے (۲)۔

رہے کسی واجب کے ترک یا کسی ممنوع کے ارتکاب سے واجب ہونے والے باقی دم تو اس میں تعدیل کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اور اس کی تفصیل ”احرام“ میں ہے۔

اور دو سجدوں کے درمیان جلوں میں طہائیت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد کھڑے ہونے میں اطمینان کے بارے میں فقہاء متفق ہیں، البتہ حنفیہ اپنی اصطلاح کے مطابق تعدیل ارکان کو فرض نہیں بلکہ واجب کہتے ہیں، اس معنی میں کہ عہد واجب کے ترک پر گنہگار ہوگا اور نماز صحیح ہونے کے باوجود گناہ کو ختم کرنے کے لئے اس کا اعادہ واجب ہوگا، فرض (کے ترک) میں ایسا نہیں ہوگا (نماز کسی طرح درست نہیں ہوگی)۔

اور جمہور کا کہنا ہے کہ مذکورہ چیزوں میں تعدیل اس معنی میں واجب ہے کہ وہ فرض اور رکن ہے جس کے عہد ایسا سہو ترک سے نماز باطل ہو جائے گی (۱)۔

مسئلہ کی دلیل اپنی نماز صحیح طور پر نہ پڑھنے والے کی مشہور حدیث ہے (۲)۔

ج- برابری کے ذریعہ تقسیم:

۵- اس کا مطلب ہے کہ مشترک سامان کو اجزاء کی تعداد سے نہیں (بلکہ) قیمت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے مثلاً ایسی زمین جس کے اجزاء کی قیمت اگانے کی قوت یا پانی سے قرب کے اعتبار سے یا بعض حصوں کے دریا کے ذریعہ سینچے جانے اور بعض کے اونٹ سے پانی لاکر سینچنے یا کسی اور اعتبار سے مختلف ہو۔

مثلاً اس زمین کا ایک تہائی حصہ قیمت میں اس کے دو تہائی کے برابر ہو تو اسے تعدیل کی تقسیم کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا، قیمت کے ذریعہ برابری کو اجزاء میں برابری سے ملحق کرتے ہوئے ٹکٹ کو

(۱) مرقی الفلاح بھاریہ الطحاوی (۱۳۶، ۱۳۵)، مواہب الجلیل ۱/ ۱۲۵، مغنی

الاحتجاج ۱/ ۱۶۳ اور اس کے بعد کے صفحات، المغنی ۱/ ۵۰۸۔

(۲) حدیث: ”المسیرۃ صلاۃ.....“ کی روایت بخاری (فتح ۹۹، ۳ طبع السنویہ) اور مسلم (۱/ ۲۰۳ طبع الجلیلی) نے کی ہے۔

(۱) سورہ مائدہ ۹۵۔

(۲) ابن ماجہ ۲/ ۲۱۳، ۲۱۵، القوائین المصنوعہ ۹۳، مغنی الاحتجاج ۱/ ۵۲۹، المغنی ۱/ ۵۱۹۔

تعذیب ۱-۴

ہوتی ہے۔

تعذیب من وجہ تعزیر سے عام ہے، اس لئے کہ تعزیر صرف کسی شرعی حق کے بدلہ میں ہوتی ہے، اس کے برخلاف تعذیب کبھی ظلماً و عدواناً بھی ہوتی ہے۔

اور جس سے تعزیر کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے تعزیر تعذیب سے زیادہ عام ہے۔

تعذیب

تعریف:

ب-تأدیب: ۳-تأدیب: آذیب کا مصدر ہے (تشدید کے ساتھ) اور ثلاثی باب ضرب سے ”أوب“ ہے، کہا جاتا ہے: ”أدبته أدبا“، یعنی میں نے اس کو نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کی تعلیم دی، اور مبالغہ اور تکثیر کے طور پر کہا جاتا ہے: ”أدبته تأديبا“، یعنی اس کی بد عملی پر میں نے اس کو سزا دی، اس لئے کہ تأدیب ادب کی حقیقت کی طرف بلانے والا ایک سبب ہے (۱)۔

تعذیب وتأدیب کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے، یہ دونوں تعزیر میں جمع ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ اس میں تعذیب اور تأدیب دونوں ہیں۔

تعذیب شرعی طور پر ممنوع تعذیب میں تأدیب سے جدا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ وہ تعذیب ہے، تأدیب نہیں ہے، اور تأدیب بغیر مارے قول اور نصیحت کے ذریعہ تأدیب کرنے میں تعذیب سے جدا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ وہ تأدیب ہے اور اس پر تعذیب کا اطلاق نہیں ہوگا۔

ج-تمثیل:

۴-تمثیل ”مثل“ کا مصدر ہے، اور اس کی ثلاثی اصل ”مثل“ (۱) لسان العرب الحیظ، المصباح الحمیر مادہ ”أوب“۔

۱-تعذیب: عذّب کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”عذبه تعذیبا“: جب اس کو منع کرے اور معاملہ سے روک دے، ابن فارس کہتے ہیں: عذاب کی اصل ضرب لگانا ہے، پھر اس سے ہر سختی کے لئے استعارہ کیا جانے لگا، اسی سے کہا جاتا ہے: ”عذب تعذیبا“، اور عذاب: سزا اور عقوبت کے معنی میں آم ہے (۱)، اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ“ (۲) (تو اس سے دوہری سزا دی جائے گی)۔

اصطلاحی معنی لغوی معنی سے الگ نہیں ہے۔

متعلقہ الفاظ:

الف-تعزیر:

۲-”تعزیر“ العزرد سے روکنے اور معاملہ پر مجبور کرنے کے معنی میں تفعیل کے وزن پر ہے (۳)، اور اس کی اصل نصرت اور تعظیم ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس سے ”حد“ سے کم درجہ کی سزا مراد ہے، ہر وہ جرم جس میں شرعاً کوئی حد متعین نہ ہو اس میں تعزیر واجب ہے۔

(۱) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/۱۹۲، لسان العرب، المصباح الحمیر مادہ

”عذب“، بحم نقاشی، المدخل لابن فارس ۲/۲۶۰۔

(۲) سورۃ احزاب ۳۰۔

(۳) القاموس، المصباح مادہ ”عزرد“۔

تعذیب ۵-۷

(تکلیف دینے) سے اطمینان نہیں ہے، رہا جان سے متعلق (قصص) تو تعذیب سے احتراز کے لئے حنا بلہ امام یا اس کے نائب کی موجودگی کو شرط قرار دیتے ہیں (۱)۔

تعذیب کی قسمیں:

۶- تعذیب کی دو قسمیں ہیں:

- اول: انسان کی تعذیب، دوم: حیوان کی تعذیب۔
 اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: مشروع اور غیر مشروع، تو قسمیں چار ہوں گی یعنی:
- (۱) انسان کی مشروع تعذیب۔
 - (۲) انسان کی غیر مشروع تعذیب۔
 - (۳) حیوان کی مشروع تعذیب۔
 - (۴) حیوان کی غیر مشروع تعذیب۔

۷- رعی قسم اول: تو وہ ایسی تعذیب ہے جس کا شارع نے فرضیت کے طور پر حکم دیا ہو، جیسے حدود، قصاص اور تمام اقسام کی تعزیرات یا انتخاب کے طور پر جیسے اولاد کی تادیب، یا اباحت کے طور پر جیسے معالجہ میں اس صورت میں داغنا جب وہ بطور علاج متعین ہو گیا ہو، اس لئے کہ وہ مباح ہے، اور جب تداوی کے طور پر ضرورت نہ ہو تو حرام ہے، اس لئے کہ وہ آگ سے عذاب دینا ہے اور آگ سے صرف آگ کا خالق ہی عذاب دے گا (۲)۔

دشمنوں پر آگ پھینکنا مشروع ہے اگرچہ اس سے ان کی تعذیب ہو جائے اور یہ اس وقت ہے جب جائے بغیر ان کو پکڑنا

(۱) البدائع ۲/۲۲۲، نہایۃ المحتاج ۷/۳۸۶، الدرر النوری ۳/۵۹، البحر الرائق ۳/۳۳۹۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۶/۳۸۸، المغنی لابن قدامہ ۶/۱۷۱، نیل الاوطار ۸/۲۱۳، ۲۱۵، نہایۃ المحتاج ۸/۳۰۔

ہے، کہا جاتا ہے: ”مثلت بالقتیل“ جب تم نے بہ طور سزا مقتول کے ناک کان کاٹ دیئے ہوں اور اس پر تمہارے کئے ہوئے فعل کے آثار ظاہر ہو جائیں، اور تشدید مبالغہ کے طور پر ہے اور اسم ”غوفۃ“ کے وزن پر ”مُثَلَّة“ ہے، اور میم کے زبر اور ثاء کے پیش سے ”مُثَلَّة“ کے معنی سزا کے ہیں (۱)۔

تعذیب اور تمثیل کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے تو تعذیب تمثیل سے عام ہے اور ہر تمثیل تعذیب ہے، اور ہر تعذیب تمثیل (مثلاً کرنا) نہیں ہے، اور اس میں زندہ اور مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جس سے زندہ کو ہوتی ہے۔

شرعی حکم:

۵- حالات اور اسباب کے اختلاف سے تعذیب کا حکم مختلف ہو جاتا ہے اور تعذیب کے بعض دواعی کا تعلق عذاب دینے والے کے قصد و ارادہ سے ہے، خواہ تعذیب براہ راست ہو یا براہ راست نہ ہو۔

شریعت میں اصلاً تعذیب ممنوع ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إن الله يعذب يوم القيامة الذين يعذبون الناس في الدنيا“ (۲) (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں)۔

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جان سے کم درجہ کے اعضاء میں قصاص کی ذمہ داری سنبھالنے والا امام ہے اور اولیاء کو اس کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ ان سے (قصاص میں) تجاوز کر جانے یا تعذیب

(۱) المصباح الحمیر، المعرب فی ترتیب المعرب، تہذیب لاسماء واللغات، المنجد فی اللغۃ مادہ ”مثل“، محکم الفقہ السنن علی ۲/۸۷۳۔

(۲) حدیث: ”إن الله يعذب اللعين يعلمون الناس في الدنيا“ کی روایت مسلم (۳۰۱۷ طبع الحلی) نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام سے کی ہے۔

تعذیب ۸

کے وصف سے مقید ہے، اور کمیت، کیفیت اور محل کے اعتبار سے اس کا محل ضرب معناد میں ہے، چنانچہ اگر چہرہ یا اعضاء تناسل پر مارا ہو تو بغیر کسی اختلاف کے ضمان ہوگا، خواہ ایک ہی کوڑا مارا ہو، اس لئے کہ یہ تلف کرنا ہے (۱)۔

انسان کی مشروع تعذیب میں سے بچیوں کے کان میں سوراخ کرنا بھی ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بغیر کسی تکبیر کے صحابہ اس کو کیا کرتے تھے۔

مہتمم کی تعذیب:

۸ - فقہاء نے چوری وغیرہ کے مہتمم کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے: یا تو مہتمم صلاح میں معروف ہوگا تو بالاتفاق اس کو سزا دینا ناجائز ہوگا۔

یا مہتمم مجہول الحال ہوگا، نہ نیکی سے معروف ہوگا نہ بدی سے تو اس کو حال منکشف ہونے تک قید کر دیا جائے گا، اور یہ جمہور فقہاء کے نزدیک ہے، اور اکثر ائمہ کے یہاں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ اس کو قاضی اور حاکم قید کرے گا، اس لئے کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور احمد نے بہر بن حکیم عن ابی عن جدہ کی سند سے روایت کی ہے: "أن النبی ﷺ حبس فی تہمة" (۲) (نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تہمت میں قید کر دیا)۔

یا مہتمم شخص فجور جیسے چوری، رہزنی اور قتل وغیرہ میں معروف ہوگا تو اس کو قید کرنا اور مارنا جائز ہوگا، جیسا کہ حدیث ہے: "أمر النبی ﷺ الزبیر رضی اللہ عنہ بتعذیب المتہم الذی

ممکن نہ ہو، اس لئے کہ صحابہ اور تابعین نے اپنے غزوات میں ایسا کیا ہے، جہاں تک ان پر قدرت پالینے کے بعد ان کو آگ سے عذاب دینے کا تعلق ہے تو وہ ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت حمزہ سلمیٰ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سر یہ میں ان کو امیر بنایا اور ان سے فرمایا: "إن وجدتم فلانا فأحرقوه بالنار" (اگر تم فلاں کو پانا تو اسے آگ سے جلا ڈالنا)، چنانچہ میں رخ پھیر کر چل دیا تو آپ نے مجھے پکارا اور میں آپ کے پاس لوٹ آیا، تو آپ نے فرمایا: "إن وجدتم فلانا فاقتلوه، ولا تحرقوه، فإنه لا یعذب بالنار إلا رب النار" (۱) (اگر تم فلاں کو پانا تو اسے قتل کر ڈالنا اور اسے مت جانا، اس لئے کہ آگ سے صرف آگ کا رب ہی عذاب دے گا) اور اس کی تفصیل اصطلاح "أحرق" فقرہ نمبر ۳۱ میں ہے۔

مشروع تعذیب میں باپ یا ماں کا تادیب کے طور پر اپنی اولاد کو مارنا ہے، اسی طرح وصی کا یا باپ کی اجازت سے معلم کا تعلیم کے لئے مارنا بھی شامل ہے، "التذیہ" میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

اسے (باپ کو) قرآن، ادب اور علم سکھنے پر اپنے بچے کو مجبور کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ والدین پر یہ فرض ہے اور اسے ان چیزوں میں یتیم کو مارنے کا اختیار ہے جس میں وہ اپنے بچے کو مار سکتا ہے، اور تعلیم کے بارے میں ماں باپ کی ہی طرح ہے برخلاف تادیب کے، اس لئے کہ اگر ماں کے بطور تادیب مارنے سے لڑکا مرجائے تو اس پر ضمان ہوگا۔

قابل ذکر چیزوں میں یہ بھی ہے کہ تادیب کی ضرب سلامتی

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۶۳۔

(۲) حدیث: "حبس النبی ﷺ فی تہمة" کی روایت ترمذی (۲۸/۳) طبع اعلیٰ نے کی ہے سفر ملیہ بیحدہک سن ہے۔

(۱) حدیث: "إن وجدتم فلانا فأحرقوه بالنار" کی روایت ابو داؤد (۲/۱۳۳) تحقیق عزت عید دماس نے کی ہے اور ابن حجر نے (المختار ۱۳۹/۶) طبع اعلیٰ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

تغذیب ۹

جائے گا (۱)۔

۹- دوسری قسم: یعنی انسان کی غیر مشروع تغذیب تو اس میں قیدیوں کی تغذیب بھی ہے، چنانچہ فقہاء نے ان کی تغذیب کے عدم جواز کا ذکر کیا ہے، اس لئے کہ اسلام قیدیوں کے ساتھ نرمی کرنے اور انہیں کھانا کھلانے کی دعوت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا" (۲) (اور کھانا کھلاتے رہتے ہیں، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اللہ کی محبت سے)، اور حدیث شریف میں ہے: "لا تجمعوا علیہم حر الشمس وحر السلاح، قبلوہم حتی یبردوا" (۳) (ان پر سورج اور ہتھیار کی گرمی اکٹھا نہ کرو، ان کو دوپہر میں خوب سیراب کرو یہاں تک کہ وہ ٹھنڈے ہو جائیں)، یہ کلام بنظرِ غلطہ کے قیدیوں کے متعلق ہے جب کہ وہ دھوپ میں تھے (۴)۔

اور جب بھاگ جانے کا ڈر ہو تو تغذیب کے بغیر قیدی کو محبوس کر دینا صحیح ہوگا اور جب امید ہو کہ دشمن کے بھید بتا دے گا تو اس کو دھمکانا اور بقدر ضرورت تغذیب کرنا اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جائز ہوگا، اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن العوام کو اس شخص کی تغذیب کا حکم دیا جس نے اس مال کی خبر چھپائی تھی جس پر آپ نے ان سے معاہدہ کیا تھا،

(۱) ارسطو ۹۵/۱۹۵، ۵۱/۲۳، ۷۰، ابن ماجہ ۱۹۵/۳، المدونہ ۶۱/۲۹۳، الدسوقی ۳۳۵/۳، الترمذی ۱۰۶/۸، ۱۰۷، الطرق الحکمیہ ۱۰۰، ۱۰۳، حامیۃ البیہر ۳۳/۳، نہایت المحتاج ۵/۷۱۔

(۲) سورہ انسان ۸۔

(۳) حدیث: "لا تجمعوا علیہم حر الشمس وحر السلاح" کی روایت واقفی نے کتاب الامتازی (۲/۵۱۳) شائع کردہ مؤسسۃ الاطلسی میں کی ہے۔

(۴) شرح السیر الکبیر ۱۰۲/۳، فتح الباری ۵۵۵/۱، اتحاج وواکلیل بہامش مواہب الجلیل ۳۳/۳۵۳، النووی شرح صحیح مسلم ۸۷/۱۳۔

غیب مالہ حتی اقر بہ" (۱) (نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو اس مہم کی تغذیب کا حکم دیا تھا جس نے ان کا مال غائب کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے اتر کر لیا)، ابن تیمیہ کہتے ہیں: "مجھے ائمہ میں سے کسی کے اس بات کے قائل ہونے کا علم نہیں ہے کہ ان تمام دعویٰ میں مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی اور قید کرنے یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کے بغیر اسے چھوڑ دیا جائے گا، بحیر می کہتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ دونوں شقوں میں یعنی خواہ اس کے اتر کرنے کے لئے مارے یا بچ بولنے کے لئے ضرب حرام ہوگی، اس کے برخلاف جو کہا گیا ہے کہ بچ بلوانے کے لئے اسے مارنا جائز ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس کو بجائے قاضی کے حاکم مارے گا یا دونوں یا اس کا مارنا جائز نہیں ہے؟ اس کے بارے میں ان کا اختلاف ہے اور تین اقوال ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ اس کو حاکم اور قاضی مارے گا، یہ امام مالک اور امام احمد کے اصحاب کی ایک جماعت کا قول ہے جن میں اشہب بن عبدالعزیز بھی ہیں، اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قید کر کے اور ضرب لگا کے اس کی جانچ کی جائے گی اور کپڑے اتار کر کوڑے لگائے جائیں گے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کو حاکم مارے گا، قاضی نہیں، یہ امام احمد اور امام شافعی کے بعض اصحاب کا قول ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے گا اور مارا نہیں جائے گا، یہ اصح کا قول ہے، پھر ایک جماعت جس میں عمر بن عبدالعزیز، مطرف اور ابن المہشون بھی ہیں، کا کہنا ہے کہ اسے موت تک قید رکھا

(۱) حدیث: "أمر النبي ﷺ الزبير بن العبد بن عبدالمطلب المصعب المدي غيب مالہ" کو ابن ماجہ نے اپنے حاشیہ (۱۹۵/۳) میں نقل کیا ہے اور ہمارے سامنے حدیث کی جو کتابیں ہیں ان میں ہم نے اس کو نہیں پایا۔

تعذیب ۱۰

کے ساتھ مثلہ اور کھلوڑ نہیں کیا جائے گا، امام مالک سے پوچھا گیا: کیا اس کی کمر میں ضرب لگائی جائے گی؟ فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: "فَضْرِبَ الرَّقَابَ" (۱) ((توان کی) گردنیں مار چلو)، کھیل کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے (۲)۔

۱۰- رعی تیسری قسم: یعنی حیوان کی مشروع تعذیب تو فقہاء نے اس کی کچھ مثالیں بیان کی ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف- زکاۃ اور جزیہ کے مویشیوں کو داغ کر تعذیب دینا، چنانچہ فقہاء اس کے جواز کی طرف گئے ہیں، اس لئے کہ زکاۃ اور جزیہ کے مویشیوں کے ساتھ صحابہ کا ایسا کرنا مروی ہے۔

حفیہ کہتے ہیں: علامت کے لئے جانوروں کے داغنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بغیر نکیر کے صحابہ ایسا کرتے تھے (۳)۔

ب- زندہ مچھلی کو آگ میں ڈالنا تاکہ وہ بھن جائے، مالکیہ اس کو جائز کہتے ہیں، اور امام احمد بن حنبل اس طرف گئے ہیں کہ یہ عمل مکروہ ہے، اور اس کے باوجود وہ اس کے کھانے کے جواز کی رائے رکھتے ہیں، یہ بیڈی کے زندہ بھوننے کے برخلاف ہے، اس لئے کہ وہ بغیر کراہت اس کو جائز ٹھہراتے ہیں، اس لئے کہ منقول ہے کہ صحابہ نے بغیر نکیر کے ایسا کیا ہے (۴)۔

ج- اسی جائز تعذیب میں سے حیوان کا اسی مقدار میں مارنا بھی ہے جس سے تعلیم اور سدھارنے کا عمل ہو جائے، اور مارنے

آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا: "این کنز حی بن أخطب؟ فقال: یا محمد! أفانته النفقات والحروب فقال: المال كثير والمسألة أقرب، وقال للزبير: دونك هذا. فمسه الزبير بشيء من العذاب، فملاهم على المال" (۱) (حی ابن اخطب کا خزانہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اے محمد! مصارف اور جنگوں نے اس کو ختم کر دیا تو آپ نے فرمایا: یہ مال زیادہ ہے، اور سوال بہت قریب کا ہے، اور حضرت زبیرؓ سے فرمایا: اسے لے جاؤ، چنانچہ حضرت زبیر نے اسے تعذیب کا کچھ مزا چکھایا اور اس نے ان کو مال کی خبر دے دی)۔

لیکن جب وہ مسلمانوں کے قیدیوں کی تعذیب کرتے ہوں تو ان کے ساتھ جیسے کو تیسرا والا معاملہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "وَ إِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عَوْ قَبْتُمْ بِهِ" (۲) (اور اگر تم لوگ بدلہ لینا چاہو تو انہیں اتنا ہی دکھ پہنچاؤ جتنا دکھ تمہیں پہنچایا گیا ہے)، اور اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے: "وَالْحُرْمَتُ قِصَاصٌ فَمَنْ اِغْتَدَىٰ عَلَیْكُمْ فَاغْتَدُوا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اِغْتَدَىٰ عَلَیْكُمْ" (۳) (اور حرمتیں معاوضہ کی چیزیں ہیں تو جو کوئی تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے)۔

علامہ باجی فرماتے ہیں: قیدی کو مثلہ نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کا مثلہ کیا ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں: قیدی کا قتل اس کی گردن مار کر ہوگا، اس

(۱) سورہ محمد ۳۔

(۲) شرح السیر الکبیر ۳/۱۰۲۹، فتح الباری ۱/۵۵۵، التاج والاطیل ۳/۳۵۳۔

(۳) حاشیہ ابن ماجہ ۶/۳۸۸، طبع النسخی ۱۹۶۶، المغنی لابن قدامہ ۳/۵۷۳، نیل الاوطار ۸/۹۰، ۹۳۔

(۴) المغنی ۱۱/۳۱، الخرشبی ۱/۹۳، طبع دار صادر بیروت، حاشیہ ابن ماجہ ۶/۳۵۳، نہایۃ المحتاج ۱/۱۳۲۔

(۱) حدیث: "أمر بنعاصب من کم خبر المال" کو ابن ماجہ نے اپنے حاشیہ میں بیان کیا ہے (۳/۱۹۵) اور ہمارے پاس حدیث کی جو کتابیں ہیں ان میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی۔

(۲) سورہ نحل ۱۲۶۔

(۳) سورہ بقرہ ۱۹۳۔

تعذیب ۱۱-۱۲، تعریض ۱-۲

والے سے اس (ضرب) میں مخاصمہ کیا جائے گا جو قدر حاجت سے بڑھ جائے، جیسا کہ ”البحر الرائق“ میں ہے (۱)۔

۱۱- ربی چوتھی قسم یعنی حیوان کی غیر مشروع تعذیب:

تو اس میں سے کھانے پینے سے روک کر حیوان کی تعذیب کرنا ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دخلت امرأة النار في هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأكل من خشاش الأرض“ (۲) (ایک عورت ایک بلی کے سلسلہ میں جہنم میں گئی جس کو اس نے باندھ رکھا تھا تو اس نے اس کو نہ تو کھلایا اور نہ اسے زمین کے کیڑے مکوڑے کھانے کے لئے چھوڑا)۔

اسی میں سے ذی روح کو تیر اندازی کا نشانہ بنانا بھی ہے (۳)۔ اسی میں سے مذبوح جانور کا سر کاٹنا اور اس کی کھال نکالنا بھی ہے قبل اس کے کہ وہ ٹھنڈا پڑ جائے اور زہنا بند کر دے (۴)۔

بحث کے مقامات:

۱۲- فقہاء تعذیب کا ذکر مختلف مقامات پر کرتے ہیں جن میں چند ایک کا ذکر بحث کے درمیان گزر چکا ہے، اور اسی میں جنایات، تعزیرات، تادیب، تذکیہ، اسر، سیارۃ شرعیہ اور جہاد (سیر) بھی ہے۔

تعریض

تعریف:

۱- تعریض لغت میں صراحت کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے: ”عوض لفلان و بفلان“ جب عام بات کہے اور نفاں کو مراد لے۔ اور اسی میں سے ہے: ”المعارض في الكلام“ (بات چیت میں توریہ)، کہا جاتا ہے: ”إن في المعارض لمنلوحة عن الكذب“ (۱) (توریہ میں جھوٹ بولنے سے بچاؤ ہے)۔ اور اصطلاح میں تعریض وہ ہے جس سے سننے والا بات کرنے والے کا مقصد صراحت کے بغیر سمجھ لے (۲)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- کنایہ:

۲- کنایہ کا مطلب ہے: لازم کا ذکر کرنا اور ملزوم کو مراد لینا، کنایہ اور تعریض کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعریض کلام میں ایسی دلالت کو شامل کر دینا ہے جس کا ذکر نہ ہو، جیسے محتاج کا کہنا: میں آپ کے پاس آپ سے سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں، چنانچہ لفظ سے سلام مراد ہے اور سیاق سے طلب حاجت مراد ہے (۳)۔

(۱) ابن ماجہ ۲۳/۵

(۲) حدیث: ”دخلت امرأة النار في هرة.....“ کی روایت بخاری (الفتح

۳۵۶/۱ طبع السنہ) نے کی ہے نیز دیکھئے نیل الاوطار ۱۳۲/۷

(۳) نیل الاوطار ۲۳۹/۸

(۴) ابن ماجہ ۱۸۸/۵

(۱) مختار الصحاح مادۃ ”عرض“۔

(۲) تعریضات البحر جانی۔

(۳) حاشیہ الطحاوی ۲۲۹/۲، شرح الررکانی ۱۶۷/۳، المغرب مادۃ ”عرض“۔

تعریض ۳-۵

(آدی اپنے بھائی کے پیغام کے اوپر پیغام نہ دے، یہاں تک کہ پیغام دینے والا اس سے پہلے ہی چھوڑ دے یا پیغام دینے والا اس کو اجازت دے دے) دیکھئے: اصطلاح ”خطبہ“۔

دوم: غیر رجعی معتدہ سے پیغام نکاح کی تعریض کرنا:
 ۵- جمہور فقہاء معتدہ وفات سے پیغام نکاح کی تعریض کرنے کے جواز کی طرف گئے ہیں اور اس کے بارے میں ہم کسی اختلاف سے واقف نہیں ہیں، سوائے شافعیہ کے ایک قول کے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر معتدہ وفات حمل سے ہو تو اسے تعریضاً پیغام نکاح دینا درست نہیں ہے، کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ حمل کو ساقط نہ کرالے، یہ ان کے یہاں ضعیف قول ہے (۱) اور جمہور کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: ”وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ“ (۲) (اور تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارہ کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں ہی میں پوشیدہ رکھو)۔
 اس لئے کہ بقول جمہور مفسرین یہ آیت عدت وفات کے متعلق وارد ہوئی ہے۔

اور طلاق بائن یا فسخ نکاح کی عدت گزارنے والی سے تعریض کے جواز میں ان کا اختلاف ہے، چنانچہ مالکیہ، قول انظر میں شافعیہ، اور ایک قول میں حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ اقراء (حیض رطہر) یا مہینوں سے عدت گزارنے والی بائن سے تعریض کرنا آیت کے عموم کی وجہ سے، نیز شوہر کا اختیار اس کے اوپر سے ساقط ہو جانے کے

= الخاطب.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۹۸/۹ طبع المستقیم) اور مسلم (۱۰۲۹/۳) نے حضرت ابن عمر سے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) سورہ بقرہ ۲۳۵۔

ب- توریہ:

۳- توریہ یہ ہے کہ کسی لفظ کو بول کر اس کے ظاہری (نزدیکی) معنی کے بجائے دوسرے اور والا معنی مراد لوجس کو وہ لفظ شامل ہو لیکن وہ معنی خلاف ظاہر ہو (۱)، اور اس کے اور تعریض کے درمیان فرق یہ ہے کہ توریہ کا فائدہ لفظ سے مقصود ہوتا ہے، لہذا وہ اس تعریض سے خاص ہے جس کی مراد کبھی سیاق اور قرآن سے یا لفظ سے مفہوم ہوتی ہے، لہذا وہ توریہ سے عام ہے۔

شرعی حکم:

اپنے موضوع کے اعتبار سے تعریض کا حکم حسب ذیل انداز میں مختلف ہوتا ہے:

اول: پیغام نکاح میں تعریض:

۴- غیر منکوحہ اور طلاق رجعی کی معتدہ کو تعریضاً پیغام نکاح دینے کی حرمت میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ طلاق رجعی کی عدت گزارنے والی عورت بھی منکوحہ کے حکم میں ہے، اسی طرح فقہاء ایسی عورت کو تعریضاً پیغام نکاح دینے کی حرمت پر بھی متفق ہیں جسے کسی شخص نے نکاح کا پیغام دے رکھا ہو اور اس کا پیغام نکاح دینا معلوم ہو، اور نہ تو مخاطب (پیغام نکاح دینے والا) نے اس دوسرے شخص کو اجازت دی ہو، نہ اس عورت سے اعراض کیا ہو (۲)، اس لئے کہ حدیث ہے: ”لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَيَّ خِطْبَةَ أُخِيهِ، حَتَّى يَتْرَكَ الْخَاطِبَ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ“ (۳)

(۱) المصباح الحامد۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۶۱۹/۲، روضہ المطالبین ۳۰۷/۳، المغنی ۶۵۸/۱، جامع الدسوقی ۲۱۹/۲، شرح روض الطالب ۱۱۵/۳، شرح الترقائی ۱۶۷۔

(۳) حدیث ۵۷۵۷، ”لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَيَّ خِطْبَةَ أُخِيهِ حَتَّى يَتْرَكَ“

تعریض ۶-۷

پیغام نکاح کی تعریض کرنے کے الفاظ:

۶- تعریض ہر وہ لفظ ہے جس میں پیغام نکاح کا بھی احتمال ہو اور کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو، لیکن فقہاء بہ طور مثال اس کے لئے کچھ الفاظ ذکر کرتے ہیں جیسے تم خوبصورت ہو، تمہارے جیسا کون پائے گا؟ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر لے آیا ہے اور تم میں کچھ لوگ رغبت رکھنے والے ہیں وغیرہ (۱)۔

سوم: قذف کی تعریض کرنا:

۷- قذف کی تعریض کرنے سے حد واجب ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، چنانچہ امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ جب باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قذف کی تعریض کرے تو اگر قرآن کے ذریعہ اس کی تعریض سے قذف سمجھ میں آتا ہو تو اس پر حد واجب ہوگی، مثلاً دونوں کے درمیان جھگڑے کے موقع پر وہ الفاظ کہے گئے اور اس میں نظم و نثر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر باپ اپنی اولاد سے تعریض کرے تو تہمت سے اس کے دور ہونے کی وجہ سے اس کو حد نہیں لگائی جائے گی (۲)۔

اور امام احمد کے دو اقوال میں سے ایک یہی ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے بعض صحابہ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس نے دوسرے سے کہا: نہ میں زانی ہوں نہ میری ماں زانیہ ہے، تو صحابہ نے کہا، اس نے اپنے ماں باپ کی مدح کی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس نے اپنے ساتھی کی تعریض کی ہے اور اس کو حد کے کوڑے لگوائے (۳)۔

سبب حلال ہے، اور شافیہ کے یہاں قول اظہر میں اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ بائنہ، بیئونت صغریٰ یا کبریٰ (معلظہ) سے ہو یا فسخ سے یا لعان یا رضاعت کی بنیاد پر علاحدگی سے ہو (۱)۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے (۲)۔

شافیہ کا غیر اظہر قول اور امام احمد کے دو اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ طلاق رجعی سے بائن ہونے والی عورت کو تعریضاً پیغام نکاح دینا حلال نہیں ہے، اس لئے کہ ختم ہونے والی عدت کے صاحب (جس کی عدت گزار رہی ہے) کو اس سے نیا نکاح کرنے کا حق ہے، لہذا یہ طلاق رجعی کی مدت گزارنے والی کی طرح ہے (۳)۔

حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ طلاق کی دونوں انواع کی معتدہ کو تعریضاً پیغام نکاح دینا طلاق دینے والے کی دشمنی کا سبب ہونے کی وجہ سے حلال نہیں ہے، اور ابن عابدین نے ”فتح“ سے طلاق کی معتدہ سے تعریض کرنے کی مطلق حرمت پر فقہاء حنفیہ کا اجماع نقل کیا ہے (۴) اور ان کے نزدیک نکاح فاسد اور ”وطی بالشبہ“ کی معتدہ سے تعریض کرنا جائز ہے۔

اور عدت گزارنے والی عورت کو پیغام نکاح کی تعریض کا جواز معتدہ کے گھر سے باہر نکلنے کے جواز سے جڑا ہوا ہے، چنانچہ جس کے لئے عدت کے گھر سے نکلنے کا جواز ہے اس سے پیغام نکاح کی تعریض بھی جائز ہے اور جس کے لئے گھر سے نکلنا جائز نہیں حنفیہ کے یہاں اس سے پیغام نکاح کی تعریض بھی جائز نہیں ہے (۵)۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۶/۲۰۳، تلبیو بی ۳/۲۱۳، ۲۱۴، روحۃ الطالین ۷/۳۰۷

(۲) المغنی ۶/۶۰۸، حاشیۃ الدرستی ۲/۲۱۹۔

(۳) المغنی ۶/۶۱۸، روحۃ الطالین ۷/۳۰۷، ۳۱۰۔

(۴) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۱۹۔

(۵) ساہتہ مراجع۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۶/۲۰۳، حاشیۃ الدرستی ۲/۱۱۹، المغنی ۶/۶۰۸۔

(۲) شرح الترکاتی ۸/۸۷۔

(۳) المغنی ۸/۲۲۲۔

تعریض ۸-۹

مشرک ہیں اور ان کے کسی بھی شخص کا خون کتے کے خون کی طرح ہے (۱)، آپ ان سے ان کے باپ کے قتل کی تعریض کر رہے تھے۔

پنجم: خالص حد کا اقرار کرنے والے سے رجوع کرنے کی تعریض کرنا:

۹- شافعیہ اپنے صحیح قول میں اس طرف گئے ہیں کہ قاضی کے لئے اس سے رجوع کی تعریض کرنا جائز ہے جیسے کہ چوری میں اس سے کہے: شاید تم نے غیر حرز (غیر محفوظ) سے لیا ہوگا، اور زنا میں کہے گا: شاید تم نے مفاخذت (ران سے لطف اندوزی) کی ہے یا چھوا ہے، اور شراب نوشی میں کہے: شاید تم نہیں جانتے تھے کہ جو کچھ تم نے پیا ہے وہ نشہ آور ہے (۲)، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے جس نے آپ کے پاس چوری کا اقرار کیا تھا، فرمایا تھا: ”ما أخالک سرقت“ (۳) (میرا خیال تو نہیں ہے کہ تم نے چوری کی ہوگی) اور آپ نے دو یا تین مرتبہ اس کو دہرایا، اور حضرت معز سے فرمایا: ”لعلک قبلت، أو غمزت أو نظرت“ (۴) (شاید تم نے بوسہ لیا تھا یا چھوئی بھری تھی یا دیکھا تھا)۔

ان کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ اس سے رجوع کی تعریض

(۱) حضرت عمرؓ کے قول: ”اصبر ابا جندل.....“ کی روایت احمد (۲/۳۲۵ طبع لیبیہ) اور بخاری نے اپنی سنن (۲/۲۲۷ طبع دارالعارف اعمانیہ) میں حضرت مسور بن مخزومؓ کی روایت سے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) معنی الحجاج ۱/۲۶۷۔

(۳) حدیث: ”ما أخالک سرقت“ کی روایت ابوداؤد (۳/۵۳۳، تحقیق عزت عبیدرہاس) نے حضرت ابوامیر غزوی سے کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے (المختصر لابن حجر ۶/۶۶۳ طبع شرکت الطباعة الغزویہ)۔

(۴) حدیث: ”لعلک قبلت“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۳/۱۳۵ طبع استنبیہ) نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک قذف کی تعریض بھی قذف ہے، جیسے اس کا کہنا: میں زانی نہیں ہوں اور میری ماں زنا کار نہیں ہے لیکن اس کو حد نہیں لگائی جائے گی، اس لئے کہ حدشہ سے ساقط ہو جاتی ہے بلکہ اسے تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ بلکہ تم زانی ہو (۱)۔

اور شافعیہ کے نزدیک قذف کی تعریض کرنا جیسے اس کا کہنا: ”اے حلال کی اولاد! رہا میں تو زانی نہیں ہوں، میری ماں زانی نہیں ہے“ تو یہ سب قذف نہیں ہیں اگرچہ قذف کی نیت کرے، اس لئے کہ نیت اسی وقت مؤثر ہوتی ہے جب لفظ میں نیت کئے ہوئے معنی کا احتمال ہو، اور یہاں لفظ میں نہ دلالت ہے نہ احتمال، اور اس سے جو سمجھا جا رہا ہے اس کی بنیاد اُن احوال ہیں، یہی قول اصح ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قذف سمجھے جانے اور تکلیف ہونے کی وجہ سے وہ قذف کا کنایہ ہے، تو اگر زنا کی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کرے تو قذف ہوگا ورنہ نہیں۔

اور اس میں غضب اور غیر غضب کی حالت برابر ہے (۲) اور امام احمد کے دو اقوال میں سے بھی ایک یہی ہے۔

چہارم: مسلمان سے اس کافر کے قتل کی تعریض کرنا جو اسے طلب کرنے آیا ہو:

۸- مسلمان سے اس شخص کے قتل کی تعریض کرنا جائز ہے جو اس کو دارالکفر واپس لے جانے کی خاطر طلب کرنے کے لئے آیا ہو (۳)، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو جندلؓ سے اس وقت فرمایا جب وہ اپنے والد کو لوٹا دیئے گئے کہ اے ابو جندل! صبر کرو، اس لئے کہ وہ تو

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ۱/۱۹۱۔

(۲) روضۃ الطالین ۸/۳۱۲۔

(۳) معنی الحجاج ۳/۲۶۳، المغنی ۸/۶۵، ۶۶، ۶۷۔

تعریض ۱۰، تعریف ۱

اسی طرح نہیں کرے گا جیسے کہ صراحت نہیں کرے گا۔

اور ایک قول یہ ہے اگر وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اسے رجوع کا حق ہے تو اس کی تعریض کرے گا اور اگر جانتا ہو تو تعریض نہیں کرے گا (۱)۔

حنفیہ اور امام احمد حضرت ماعز کی حدیث کی وجہ سے اس طرف گئے ہیں کہ تعریض مستحب ہے، اور اس کی تفصیل حدود میں ہے (۲)۔

تعریف

تعریف:

۱- تعریف: عَرَفَ کا مصدر ہے، اس کے معانی ہیں: خبر دینا، توضیح کرنا، (جس کا مقابل تجھیل ہے) گم شدہ کا اعلان کرنا، اور تطہیب (عطر لگانا) بھی ہے، یہ ”عَرَفَ“ یعنی خوشبو سے ماخوذ ہے (۱) جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ (۲) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق فرماتے ہیں: ”وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ“ (۳) (اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں (خوب) پہچان کر اے گا) (ابن عباس نے بجائے معلوم کرانے کے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں) یعنی ان کے لئے اسے خوشبو دار کر دیا ہے، اور تعریف کے معنی عرفات میں قوف کے بھی ہیں، اور اس سے اس کو بھی مراد لیا جاتا ہے جس کو بعض لوگ عرفہ کے دن اپنے شہروں میں کرتے ہیں، یعنی حاجیوں سے تشبہ اختیار کرتے ہوئے جمع ہونا اور دعا کرنا اور اس سے ہدی کے ساتھ حاجیوں کا عرفات جانا بھی مراد لیا جاتا ہے، تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ ہدی ہے (۴)۔

جہاں تک اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو مختلف علوم میں تعریف

بحث کے مقامات:

۱۰- تعریض کا ذکر فقہاء مندرجہ ذیل ابواب میں کرتے ہیں: کتاب النکاح اور عدت میں، اور حدود کے متعلق قذف اور اقرار سے رجوع میں، ہد نہ میں، اور ایمان سے متعلق صرف قضاء میں۔



(۱) مختار الصحاح، لسان العرب، الحیط مادہ ”عرف“۔

(۲) تفسیر القرطبی، ۱۶/۲۳۱۔

(۳) سورہ محمد، ۶۔

(۴) لسان العرب، الحیط، مختار الصحاح، الصحاح فی اللغہ و العلوم مادہ ”عرف“،

دستور العلماء، ۱/۳۱۵۔

(۱) معنی المحتاج، ۳/۱۷۶۔

(۲) المعنی، ۸/۲۱۲، حاشیہ ابن عابدین، ۳/۱۲۵۔

تعریف ۲-۶

الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ“ (بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم کھلی ہوئی نشانیوں اور ہدایت میں سے نازل کر چکے ہیں) یعنی اس کے ذکر سے سکوت کرتے ہیں، لہذا تعریف اخفاء اور کتمان کا مقابل ہے (۱)۔

شرعی حکم:

تعریف کا حکم معرف (جس کی تعریف کی جارہی ہے) کے اختلاف سے بدل جاتا ہے:

اول: شہروں میں تعریف:

۶- یہ عرفہ کے دن آدمی کا دعا اور ذکر کے لئے اپنے شہر کی مسجد کا قصد کرنا ہے، تو شہروں میں تعریف کرنا یہی ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ صحابہ میں سے اس کو حضرت ابن عباس اور حضرت عمر و بن حریث نے اور اہل بصرہ اور اہل مدینہ کی ایک جماعت نے کیا ہے، اور امام احمد نے اس کی رخصت دی ہے اگرچہ اس کے باوجود وہ اسے مستحب نہیں قرار دیتے، ان کا مشہور قول یہی ہے، اور کوفہ میں اور مدینہ کی ایک جماعت جیسے ابراہیم نخعی، امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے، اور جس نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اس نے کہا ہے کہ وہ بدعات میں سے ہے، لہذا لفظی اور معنوی طور پر عموم میں مندرج ہے، اور جس نے اس کی رخصت دی ہے اس نے کہا کہ اس کو حضرت ابن عباس نے بصرہ میں اس وقت کیا تھا جب وہ حضرت علیؑ کے نائب تھے اور ان پر نکیر نہیں کی گئی، اور جو کام خلفاء راشدین کے زمانہ میں بغیر نکیر کے کیا جائے وہ بدعت نہیں ہوگا۔

کے متعدد اطلاقات (استعمالات) ہیں۔

الف- اصولیین کے نزدیک:

۲- وہ خصائص اور تمیزات بیان کر کے مفہوم کلی کی تحدید کرنا ہے، اور کامل تعریف وہ ہے جو جامع اور مانع ہونے کے اعتبار سے پوری طرح معرف سے مساوی ہو، اور اصولیوں کے یہاں حد اور تعریف ایک معنی میں ہیں، یعنی وہ جو جامع اور مانع ہو، خواہ ذاتیات کے ذریعہ یا عرضیات کے ذریعہ (۱)۔

ب- فقہاء کے نزدیک:

۳- ہم تعریف سے متعلق فقہاء کی کسی خاص تعریف سے واقف نہیں ہو سکے اور فقہی جزئیات سے مستفاد ہونے والی چیز یہ ہے کہ ان کا اس لفظ کا استعمال کرنا لغوی معنوں سے باہر نہیں ہے لیکن مطلق بولنے کی صورت میں وہ اصولیین کے اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں۔

متعلقہ الفاظ:

الف- اعلان

۴- اعلان کتمان (چھپانے) کی ضد ہے، اور تعریف اس اعتبار سے عام ہے کہ وہ کبھی سری ہوتی ہے اور کبھی علانیہ ہوتی ہے (۲)۔

ب- کتمان یا اخفاء:

۵- کتمان: کسی معنی سے سکوت کرنا یا شی کا اخفاء کرنا اور اس کو چھپانا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنَّ الْإِنَّمَانِ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنْ“

(۱) مختار الصحاح مادة ”خفی“، ”کتّم“، الفروق فی اللغة ص ۲۸، اور آیت سورۃ بقرہ ۱۵۹، ۱۶۰ کی ہے۔

(۱) الصحاح فی اللغة والعلوم ”عرف“، لہذا جوری علی السلام ص ۷۲۔

(۲) الفروق فی اللغة ص ۲۸۱۔

تعزیر ۱-۵

طور پر متعین وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے جیسے سزا کی حد یا بندہ کے حق کے لئے جیسے حد قذف واجب ہو۔

ب- قصاص:

۳- قصاص لغت میں: نشان قدم کو تلاش کرنا ہے، اور اصطلاحی طور پر وہ یہ ہے کہ جرم کرنے والے کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے جیسا اس نے کیا تھا۔

ج- کفارہ:

۴- کفارہ لغت میں: تکفیر یعنی مٹانے سے ماخوذ ہے، اور کفارہ گناہ کو مٹانے کے لئے شریعت کی جانب سے متعین بدلہ ہے (۱)۔

۵- تعزیر حد، قصاص اور کفارہ سے کئی وجوہ سے مختلف ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الف - حدود اور قصاص میں جب تاضی کے نزدیک شرعی طور پر ان کا موجب جرم ثابت ہو جائے تو اس پر حالات کے مطابق حد یا قصاص کا حکم لگانا واجب ہے، اور سزا میں اس کو کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ کسی زیادتی یا کمی کے بغیر وہ شرعی طور پر مخصوص سزا کی تطبیق کرے گا، اور جب قصاص معاف کر دیا جائے تو قصاص کا فیصلہ نہیں کرے گا، اور اس صورت میں اس کو تعزیر کا اختیار ہوگا اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حد کے برخلاف قصاص امر اوکال حق ہے۔

اور تعزیر میں شرعی سزائوں میں سے اس کو اختیار کرے گا جو مناسب حال ہو، لہذا جن لوگوں کو تعزیر کا اختیار ہے ان پر زیادہ بہتر سزا کو منتخب کرنے کے لئے اجتہاد کرنا واجب ہوگا، اس لئے کہ لوگوں کے مراتب کے مختلف ہونے نیز گناہوں کے مختلف ہونے سے

(۱) اشرفیات البحر جانی، بدائع الصنائع ۳/۳۳، حاشیہ ابن عابدین ۲/۵۷۸۔

تعزیر

تعریف:

۱- لغت میں ”تعزیر“ عَزَرَ کا مصدر ”العزْر“ سے ماخوذ ہے جس کا معنی روکنا اور روکنا ہے، کہا جاتا ہے: ”عَزَرَ أَخَاهُ“ یعنی اس نے اپنے بھائی کی مدد کی، اس لئے کہ اس نے اس کے دشمن کو اذیت دینے سے روک دیا، اور کہا جاتا ہے: ”عَزَرْتَهُ“ میں نے اس کی توقیر کی، اور میں نے اس کی تادیب کی دونوں معانی میں آتا ہے، لہذا وہ اسماء اضداد میں سے ہے، اور سزا کو تعزیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ سزا کی شان یہ ہے کہ وہ مجرم کو دفع کرتی ہے اور جرائم کے ارتکاب یا دوبارہ جرم کرنے سے روک دیتی ہے۔

اور اصطلاح میں وہ شرعی طور پر غیر متعین ایسی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ یا کسی آدمی کے حق کے لئے عام طور سے ہر اس معصیت میں واجب ہوتی ہے جس میں کوئی حد یا کفارہ نہ ہو (۱)۔

متعلقہ الفاظ:

الف- حد:

۲- حد لغت میں: منع (روکنا) کو کہتے ہیں، اور اصطلاحی طور پر یہ شرعی (۱) الوسوط للسرہنی ۳۶۹، فتح القدیر ۷/۱۱۹، طبع المیمیہ، کشاف القناع ۲/۲۳، طبع المطبعة المشرقیہ بالقاہرہ، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۳، مطبعة لرحادہ، نہایتہ المختار ۷/۲۷، قلیوبی ۳/۲۵، قلیوبی کہتے ہیں یہ ضابطہ تقلیبی ہے، چنانچہ کبھی تعزیر شروع ہوتی ہے جب کہ کوئی معصیت نہیں ہوتی ہے جیسے بچہ اور کافر کی تادیب اور جیسے اس شخص کی تادیب جو ایسے آلہ ہوسے کمانی کرے جس میں کوئی معصیت نہ ہو۔

تعزیر ۵

ہے، چنانچہ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک تعزیر میں بھی حکم اسی طرح ہے، شافیہ کے نزدیک تعزیر موجب ضمان ہوگی۔

شافیہ نے اس پر حضرت عمرؓ کے عمل سے استدلال کیا ہے جبکہ انہوں نے ایک خاتون کو دھمکایا وہ بہت ڈر گئی اور خوف رحم (بچہ دانی) میں پہنچ گیا، چنانچہ اس کے لڑکے میں حرکت ہوئی وہ نکل گئی اور اسے دروزہ شروع ہو گیا، اور اس نے ایک جنین (لڑکے) کو ساقط کر دیا اور حضرت عمرؓ کے پاس یہ معاملہ لایا گیا، تو آپ نے مہاجرین کو بلا بھیجا اور ان سے عورت کا واقعہ بیان کیا اور پوچھا: ”آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہماری رائے میں آپ پر کچھ نہیں ہوگا، آپ تو معلم اور تادیب کرنے والے ہیں، جماعت میں حضرت علیؓ بھی تھے اور حضرت علیؓ خاموش تھے پوچھا! اے ابو الحسن: آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: اگر ان لوگوں نے ہوائے نفس میں آپ سے خوش کلامی کی ہے تو گنہ گار ہوئے، اور اگر یہ ان کی اجتہادی رائے ہے تو انہوں نے غلطی کی ہے، اے امیر المؤمنین! میری رائے میں تو آپ پر دیت ہے: فرمایا: تم نے سچ کہا، جاؤ اور اسے اپنی قوم پر تقسیم کر دو (۱)۔

جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ آخر میں کون برداشت کرے گا تو ایک قول یہ ہے کہ وہ ولی امر کے عاقلہ پر ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المال سے ادا کی جائے گی (۲)۔

۵۔ حدود شہادت سے دفع ہو جاتی ہیں، اس کے برخلاف تعزیر شبہ کے باوجود ثابت ہو جاتی ہے (۳)۔

(۱) حضرت عمر کے اثر کی روایت صحیح (۶/۱۲۳ طبع دار الفکر المعارف الشیخانیہ) نے حضرت حسن بصری کے طریق سے حضرت عمرؓ کے قصہ سے کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ بن ۳/۱۸۳، واقعات المغنیین ۶۰، حاشیہ الشریذی علی ہامش درر لکھنؤ ۲/۹۳، ۹۵، سبل السلام ۳/۵۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی، ۲۲۶۔

(۳) اشباہ ابن کثیر مع حاشیہ الجوی ۱/۱۶۳۔

تعزیری سزا بدل جاتی ہے (۱)۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے واجب حد کے قائم کرنے میں اس صورت میں نہ معافی ہوگی نہ سفارش، نہ ہی ساقط کرنا جبکہ معاملہ حاکم کے پاس پہنچ جائے اور بینہ سے ثابت ہو جائے، اسی طرح اس صورت میں قصاص کے اندر بھی ہوگا جب صاحب حق اس کو معاف نہ کرے اور تعزیر جب حقوق اللہ میں سے ہو تو اس کا قائم کرنا واجب ہوگا، اور اگر کوئی مصلحت ہو یا مجرم اس کے بغیر ہی باز آ جائے تو اس میں معافی اور سفارش جائز ہوگی، اور جب وہ فرد کا حق ہو تو اسے معاف کرنے یا کسی اور چیز سے اس کے ترک کرنے کا اختیار ہوگا اور یہ دعویٰ پر موقوف ہوگا، اور جب صاحب حق مطالبہ کرے تو ولی امر کو نہ معاف کرنے کا اختیار ہوگا، نہ سفارش کرنے کا، نہ سقاط کا (۲)۔

ج۔ جمہور کے نزدیک حدود اور قصاص کا اثبات خاص شرائط کے ساتھ صرف بینہ یا اعتراف سے ثابت ہوگا، مثال کے طور پر اس میں جہمی علیہ (مظلوم) کے قوال کو شہد کی طرح نہیں لیا جائے گا، اور نہ سماع پر مبنی شہادت (سنی سنائی بات پر کو ایسی) قبول ہوگی، نہ مدعی کی قسم اور عورتوں کی کو ایسی معتبر ہوگی، اس کے برخلاف تعزیر ان تمام چیزوں سے بھی ثابت ہوگی اور اس کے علاوہ سے بھی (۳)۔

د۔ اس میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کو امام حد لگائے اور وہ اس سے مرجائے تو اس کا خون ہدر (رایگاں) ہوگا، اس لئے کہ امام حد قائم کرنے پر مامور ہے، اور مامور کا فعل سلامتی کی شرط سے مقید نہیں ہوتا، رہی تعزیر تو اس میں ان کا اختلاف

(۱) سبل السلام ۳/۵۳ طبع مصنفی الجلی، ابن ماجہ بن ۳/۱۸۳ طبع بلاق۔

(۲) سبل السلام ۳/۵۳، حاشیہ الشریذی علی درر لکھنؤ ۲/۹۳، ۹۵ طبع مطبوعہ البوسریہ، ابن ماجہ بن ۳/۱۸۳، واقعات المغنیین ۶۰، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۶۷۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۶۷۔

تعزیر ۶-۷

سے ہیں، زبیلی نے اس کو اپنے اس قول سے بیان کیا ہے: تعزیر تاؤ دیب کے لئے ہوتی ہے اور اسی کے مثل ماوردی اور ابن فرحون کی یہ صراحت ہے کہ تعزیر صلاح چاہنے اور زجر کرنے کی تاؤ دیب ہے (۱)۔

فقہاء کہتے ہیں: غیر متعینہ مدت کی قید کی حد توبہ اور مجرم کے حال کی درستگی ہے (۲)۔

اور فقہاء نے فرمایا: تعزیر تطہیر (مجرم کو پاک کرنے) کے لئے مشروع ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ مجرم کی اصلاح کا ایک طریقہ ہے (۳) اور فرماتے ہیں کہ غیر متعین زواجر کی حاجت حدودی کی طرح دفع فساد کے لئے ہوتی ہے (۴)۔

اور تعزیر عذاب دینے، آدمیت کو بے وقعت کرنے یا اتلاف کے لئے نہیں ہوتی، جہاں پر کہ یہ ضروری نہ ہو، اس کے متعلق الزبیلی کہتے ہیں: تعزیر تاؤ دیب کے لئے ہوتی ہے، اور اتلاف جائز نہیں ہے، اور تعزیر کرنا سلامتی کی شرط سے مقید ہے، ابن فرحون کہتے ہیں: تعزیر میں وہی سزا دینا جائز ہے جس کے انجام پر عموماً اطمینان ہو (کہ مجرم ہلاک نہیں ہوگا) ورنہ ناجائز ہے۔ بہوتی کہتے ہیں: جس پر تعزیر واجب ہے اس کے کسی حصہ کا کاٹنا یا اس کو زخمی کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ شریعت میں ایسی کوئی چیز کسی ایسی ہستی کے حوالہ سے وارد نہیں ہوئی ہے جس کی اقتداء کی جائے، اور اس لئے کہ واجب تو ادب ہے اور ادب اتلاف سے نہیں ہوتا (۵)، اور ہر ایسی ضرب جو اتلاف کا

وحدود اگر اقرار سے ثابت ہوں تو ان میں رجوع کرنا جائز ہے، رہی تعزیر تو اس میں رجوع اثر انداز نہیں ہوگا۔

ز۔ صغیر پر حد واجب نہیں ہوتی، اور اس کی تعزیر کرنا جائز ہے۔
ح۔ تعزیر کے برخلاف بعض فقہاء کے نزدیک حد کبھی کبھی تقادم (پرانی ہونے) سے ساقط ہو جاتی ہے (۱)۔

شرعی حکم:

۶۔ جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیر میں اصل یہ ہے کہ وہ ہر ایسی معصیت میں مشروع ہے جس میں کوئی حد یا کفارہ نہ ہو۔
اور اس کا حکم اس کے حال اور اس کے فاعل کے حال کے مختلف ہونے سے بدل جاتا ہے (۲)۔

تعزیر کے مشروع ہونے کی حکمت:

۷۔ تعزیر مجرم کو باز رکھنے، اس کی توبیح اور اصلاح و تہذیب کے لئے مشروع ہے، الزبیلی فرماتے ہیں: تعزیر کا مقصد زجر کرنا ہے، اور تعزیرات کو ”غیر متعین زواجر“ کہا جاتا ہے (۳)۔
اور زجر کے معنی ہیں: مجرم کو دوبارہ جرم کرنے سے منع کرنا اور دوسرے کو اس کے ارتکاب سے روکنا اور واجبات ترک کرنے سے روکنا: جیسے نماز ترک کرنا اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں نال منول کرنا (۴)۔

رہی اصلاح اور تہذیب تو یہ دونوں تعزیر کے مقاصد میں

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۳/ ۱۷۷۔

(۲) الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۳۶۔

(۳) الزبیلی ۳/ ۲۱۰۔

(۴) تہذیب لکھنؤ ص ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۰، نہایت المحتاج ۷/ ۷۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۳۳، کشاف القناع ۳/ ۷۳، ۷۵، ۷۶۔

(۱) الزبیلی ۳/ ۲۱۱، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۳۳، اقتصر ۱۵/ ۳۶۶۔

(۲) ابن ماجہ ص ۱۸۷۔

(۳) ابن ماجہ ص ۱۸۳، السنن ص ۵۹۹۔

(۴) الزبیلی ۳/ ۲۱۰، ابن ماجہ ص ۱۸۲، کشاف القناع ۳/ ۷۳، ۷۶، ۷۷۔

لابن تیمیہ ص ۳۹۔

(۵) الزبیلی ۳/ ۲۱۱، تہذیب لکھنؤ ص ۳۶۹، کشاف القناع ص ۷۳، طبع المطبعہ

المشرقیہ بالقاہرہ، المغنی ۱۰/ ۳۳۸۔

تعزیر ۸

شخص کو اپنی چھری تیز کر لیا چاہنے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دینا چاہنے) اور اس حدیث میں قتل میں احسان (خوبی اور عمدگی سے کرنے) اور اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں سے جن کا ذبح کرنا حلال قرار دیا ہے ان کو راحت پہنچانے کا حکم ہے، تو آدمی میں بدرجہ اولیٰ احسان ہوگا (۱)۔

وہ معاصی جن میں تعزیر مشروع ہے:

۸ - معصیت: حرام کو کرنا اور فرض کو ترک کرنا ہے، اس میں سزا کا دنیوی یا اخروی ہونا برابر ہے۔

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ واجب کا ترک کرنا یا حرام کا کرنا ایسی معصیت ہے جس میں اس صورت میں تعزیر ہوگی جب وہاں کوئی مقرر حد نہ ہو (۲)۔

اور ان کے یہاں واجب چھوڑنے کی مثال ہے: زکاۃ (کی ادائیگی) ترک کر دینا اور دین کی ادائیگی اس پر قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا، امانت کا ادا نہ کرنا، غصب کئے ہوئے سامان کا نہ لوٹانا، فروخت کنندہ کا وہ بات چھپایا جس کی وضاحت ضروری تھی جیسے کہ بیع میں کسی مخفی عیب وغیرہ کو چھپالے، اور گواہ، مفتی اور حاکم کی واجب چھوڑنے پر تعزیر ہوگی (۳)۔

اور حرام کے کرنے کی مثال ہے ایسی چیز چرانا جس میں مثلاً

(۱) الریاضی ۳/۲۱۰، السندي ۵۹۸، ۵۹۹، ابن ماجہ ۳/۱۸۲، ۱۸۷، فضول الاستریشی ۲/۳۰، تہذیب لؤلؤ ۲/۳۶۶، نہایت المختار ۷/۷۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۳، کشاف القناع ۳/۷۲، ۷۶، الخیر لابن تیمیہ ۳/۳۹، المغنی ۱۰/۳۳۸۔

(۲) تہذیب لؤلؤ ۲/۳۶۶، ۳۶۷، معین الحکام ۳/۱۸۹، کشاف القناع ۳/۷۵،

سیاسة الشريعة لابن تیمیہ ۵/۵۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۱۰۔

(۳) تہذیب لؤلؤ ۲/۳۶۶، معین الحکام ۳/۱۸۹، طبع بولا، کشاف القناع ۳/۷۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۲۱۰۔

سبب ہو جائے ممنوع ہوگی، خواہ یہ احتمال ضرب کے آلہ سے پیدا ہو رہا ہو یا خود مجرم کی حالت سے یا محل ضرب (مارنے کی جگہ) سے، اور اسی پر تفریح کرتے ہوئے فقہاء نے ان مقامات پر ضرب لگانے سے منع کر دیا ہے جن میں ضرب لگانا کبھی کبھی اتلاف کا سبب بن جاتا ہے، اسی لئے راجح یہ ہے کہ چہرہ، شرمگاہ، پیٹ اور سینہ پر ضرب لگانا ممنوع ہے (۱)۔

اور گذشتہ بنیاد پر جمہور فقہاء نے تعزیر میں چہرہ پر مارنے، داڑھی مونڈنے اور چہرہ پر کالک پوتنے کو ممنوع قرار دیا ہے، اگرچہ جھوٹی گواہی میں بعض اس کے قائل ہیں۔ استریشی کہتے ہیں: تھپڑ مار کر تعزیر مباح نہیں ہے، اس لئے کہ حقیر سمجھنے کی یہ اعلیٰ شکل ہے، اور فرمایا: جھوٹی گواہی میں چہرہ سیاہ کر دینا بالاجماع یعنی خفیہ کے درمیان، ممنوع ہے (۲)۔ بہوتی کہتے ہیں: داڑھی مونڈ کر تعزیر حرام ہے، اس لئے کہ اس میں مثلہ (چہرہ بگاڑنا) ہے، اور اسی طرح چہرہ کو سیاہ کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور قتل سے تعزیر کی جو حضرات رائے رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس کے آلہ میں یہ شرط ہے کہ وہ تیز ہو، اس کا حال یہ ہو کہ اس طرح سہولت سے قتل کر دیتا ہو کہ قتل کا اس سے تخلف نہ ہوتا ہو، اور یہ کہ وہ کند نہ ہو، کند آلہ سے قتل کرنا مثلہ کرنا ہے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "إن الله عز وجل كتب الإحسان على

كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة، وليحد أحدكم شفرته، وليبوح ذبيحته" (۳) (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان واجب کیا ہے، لہذا جب قتل کرو تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اور تم میں سے ہر

(۱) فضول الاستریشی فی تعزیر ۲/۲۲، ۲۱۔

(۲) فضول الاستریشی فی تعزیر ۳۰۔

(۳) حدیث: "إن الله كتب الإحسان على كل شيء....." کی روایت مسلم (۳/۱۵۳۸، طبع الریاضی) نے حضرت شداد بن اوسؓ سے کی ہے۔

تعزیر ۹

فقہاء کا ایک گروہ تعزیر کو ناجائز کہتا ہے، کیونکہ انسان مندوب کو کرنے اور مکروہ کو ترک کرنے کا مکلف نہیں ہے اور مکلف ہوئے بغیر تعزیر نہیں ہو سکتی، اور ایک گروہ نے حضرت عمرؓ کے فعل کو سند بنا کر اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو تعزیر کی جس نے ذبح کرنے کے لئے بکری کو پہلو کے بل لٹایا اور اسی حال میں اپنی چھری تیز کرنے لگا، اور یہ فعل صرف مکروہ ہی ہے اور مندوب چھوڑنے والے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

قلیوبی کہتے ہیں: کبھی تعزیر مشروع ہوتی ہے حالانکہ کوئی معصیت نہیں ہوتی، جیسے کسی بچہ یا کافر کی تادیب اور جیسے اس شخص کی تعزیر جو ایسے آلہ لہو سے کمائی کرے جس میں کوئی معصیت نہ ہو (۱)۔

تعزیر کا حد، قصاص یا کنارہ کے ساتھ جمع ہونا:

۹۔ کبھی کبھی تعزیر حد کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، چنانچہ حنفیہ غیر مہسن زانی کی جلا وطنی کو حد زنا میں سے نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک اس کی حد سو کوڑے ہیں کوئی اور چیز نہیں ہے، لیکن کوڑے لگانے کے بعد وہ اس کی شہر بدری کو جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ تعزیر کے طور پر ہے (۲) اور شراب پینے والے کو زبانی تعزیر کرنا اس پر شراب نوشی کی حد قائم کرنے کے بعد جائز ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ”ان النبی ﷺ أمر بتبکیت شارب الخمر بعد الضرب“ (۳)

(۱) معین الحکام ۱۸۹۷، فتح القدیر ۱۱۷۳، تہذیب الاحکام ۳/۳۶۶، ۳۶۷، مواہب الجلیل ۶/۳۲۰، نہایت المستخرج ۷/۷۳، ۷۴، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۱۰، کشف القناع ۳/۵۵، ۵۶، سیاست الشریعہ لابن تیمیہ ۵/۵۵، الاحکام السلطانیہ لابن علی ۲/۲۳۳، المستعمی للقرنی ۱/۷۵، ۷۶، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۶۰، العلوی ۳/۲۰۵۔

(۲) معین الحکام ۱۸۳، بدلیۃ المحدث ۲/۳۶۳، ۳۶۵، طبع الجالیہ۔

(۳) حدیث: ”أمر نبي الله ﷺ بتبکیت شارب الخمر بعد الضرب“ کی روایت

نصاب یا حرز (حفاظت) کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، احتیہ کا بوسہ لینا، اس سے خلوت اختیار کرنا، بازاروں میں دھوک بھری کرنا، سود کا معاملہ کرنا اور حوصٹی شہادت دینا (۱)۔

اور کبھی فعل فی ذاته مباح ہوتا ہے، لیکن وہ کسی مفسدہ کا سبب ہوتا ہے، اس کا حکم بہت سے فقہاء خاص طور سے مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ وہ ”سد ذرائع“ کے قاعدہ پر بنا رکھ کر حرام ہوگا، اس بنیاد پر اس طرح کے فعل کے ارتکاب میں تعزیر ہوگی جب تک کہ اس میں کوئی متعین سزا نہ ہو۔

جو کچھ بیان کیا گیا وہ واجب اور حرام کے متعلق ہے، رہا مندوب اور مکروہ کے متعلق تو بعض اصولیین کے نزدیک مندوب مامور بہ ہے اور اس کا کرنا مطلوب ہے، اور مکروہ ممنوع ہے اور اس کا ترک مطلوب ہے، اور مندوب کو واجب سے یہ بات ممیز کرتی ہے کہ مندوب کے تارک سے مذمت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن واجب کے تارک سے مذمت لاحق ہو جاتی ہے اور مکروہ کو حرام سے یہ بات ممیز کرتی ہے کہ مذمت مکروہ کے مرتکب سے ساقط ہو جاتی ہے، لیکن حرام کے مرتکب پر ثابت ہو جاتی ہے، اس بنیاد پر مندوب کا تارک اور مکروہ کا فاعل عاصی نہیں ہے، اس لئے کہ عصیان ذم کا نام ہے، اور مذمت ان دونوں سے ساقط ہے، لیکن یہ حضرات مندوب چھوڑنے والے یا مکروہ کرنے والے کو مخالفت کرنے والا اور غیر مطیع سمجھتے ہیں۔

اور کچھ دوسرے حضرات کے نزدیک مندوب امر کے تحت اور مکروہ نہی کے تحت داخل نہیں ہے، تو مندوب کے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مکروہ سے اعراض کی ترغیب دی گئی ہے، ان کے یہاں مندوب کے تارک اور مکروہ کے عامل کو عاصی نہیں سمجھا جائے گا، اور مندوب کے تارک اور مکروہ کے عامل کی تعزیر میں اختلاف ہے، تو

(۱) تہذیب الاحکام ۲/۳۶۷۔

تعزیر ۹

اور تعزیر کبھی کبھی کفارہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، چنانچہ بعض معاصی میں تا دیب کے ساتھ کفارہ ہے، جیسے احرام کی حالت میں اور رمضان کے دن میں جماع کرنا، اور جس بیوی سے ظہار کیا ہو، کفارہ سے پہلے اس سے وطی کرنا جبکہ ان تمام میں فعل عمدہ ہو۔

اور حنفیہ کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک یمین غموس (جان بوجھ کر جھوٹی قسم) میں بھی تعزیر کا قول ہے، اس لئے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے اور اس میں تعزیر ہے، اور امام مالک کے نزدیک اس قتل میں جس میں قصاص نہ ہو جیسے وہ قتل جس میں قصاص معاف کر دیا گیا ہو، قاتل پر دیت واجب ہوگی، اور اس کے لئے کفارہ مستحب ہوگا، اور اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور ایک سال قید رکھا جائے گا، یہ تعزیر ہے جو کفارہ کے ساتھ جمع ہوگئی ہے (۱)۔

اور بعض حضرات قتل شبہ عمدہ میں کفارہ کے ساتھ تعزیر واجب ہونے کے قائل ہیں، اس لئے کہ یہ خطا میں کفارہ کے مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور فعل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ اس جان کا بدل ہے جو جنایت سے فوت ہوگئی ہے، اور خود فعل حرام یعنی قتل شبہ عمدہ کی جنایت میں کوئی کفارہ نہیں ہے، اس پر انہوں نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے پر کچھ تلف کئے بغیر جنایت کرے تو وہ تعزیر کا مستحق ہوتا ہے اور اس جنایت میں کوئی کفارہ نہیں ہوتا، برخلاف اس صورت کے جب بغیر کسی حرام جنایت کے ایصال کر دے تو کفارہ ہوگا، تعزیر نہ ہوگی، اور شبہ عمدہ میں کفارہ روزہ اور احرام میں جماع کرنے والے کے کفارہ کی طرح ہے (۲)۔

(۱) تہذیب الفقہ ۱/۲۳۶، ۲۳۷، نہایۃ المحتاج ۱/۲۷۲، ۲۷۳، جوہر لا طلیل ۲/۲۷۲۔

(۲) کشاف القناع ۳/۲۷۲، ۲۷۳۔

(نبی کریم ﷺ نے ضرب کے بعد شراب پینے والے کی تہکیت (ملامت کرنے) کا حکم دیا)۔

اور تہکیت (ملامت کرنا) زبانی تعزیر ہے، اس کے قائل لوگوں میں حنفیہ اور مالکیہ ہیں (۱)۔

مالکیہ کہتے ہیں: عمدہ زخمی کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اس کی تا دیب کی جائے گی، اس طرح تعزیر کبھی عمدہ مادون انفس (جان سے کم) پر زیادتی کرنے میں قصاص کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے، اور امام شافعی بدن کی مادون انفس والی جنایات میں قصاص کے ساتھ تعزیر کے اکٹھا ہو جانے کو جائزتر اردیتے ہیں، اور وہ بھی حد کے ساتھ تعزیر کے جمع ہو جانے کے جواز کے قائل ہیں، مثلاً سزا میں اضافہ کرنے کے لئے دن کے ایک حصہ میں چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اسے اس کی گردن میں لٹکا دینا، امام احمد اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ حضرت فضالہ بن عبید کی روایت ہے: ”قطع ید سارق، ثم امر بها فعلقت فی عنقه“ (۲) (رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹا پھر اس کے بارے میں حکم دیا، چنانچہ اسے اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا) اور یہ حضرت علیؑ نے کیا، اور مثلاً شراب نوشی کی حد میں چالیس (کوڑوں) پر اضافہ کرنا، اس لئے کہ امام شافعی کے یہاں حد شرب چالیس (کوڑے) ہیں (۳)۔

= ابوداؤد (۳/۶۲۰، ۶۲۱) تحقیق عزت عبید (ع) نے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۱) معین لؤکام ۱/۱۸۹، تہذیب الفقہ ۱/۲۶۶، ۲۶۷، مواہب الجلیل ۱/۲۷۲۔

(۲) حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث: ”أن الرسول ﷺ قطع ید سارق“ کی روایت نسائی (۸/۹۲) و اکثہرہ (۱/۲۶۶) نے کی ہے اور اس کے بعد نسائی نے کہا: حجاج بن ارطاة ضعیف ہیں، ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

(۳) نہایۃ المحتاج ۱/۲۷۲، ۲۷۳، المغنی لابن قدامہ ۱۰/۲۶۶، ۲۶۷۔

تعزیر ۱۰

ایک یہ کہ وہ تعزیر جو فرد کے حق کے طور پر واجب ہو یا اس میں اس کا حق غالب ہو (یہ دعویٰ پر موقوف ہوتی ہے) اس میں جب صاحب حق تعزیر کا مطالبہ کرے تو اس کی بات ماننا ضروری ہے، اور قاضی کو اسے ساقط کرنے کا حق نہیں ہے اور ولی امر کی طرف سے اس میں معافی اور سفارش جائز نہیں ہے، رہی وہ تعزیر جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے تو اس میں ولی امر کی طرف سے معافی جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی مصلحت ہو تو سفارش (جائز ہے) یا تعزیر کے بغیر ہی مجرم کا جرم سے رک جانا پایا جائے، اور نبی کریم ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد منقول ہے (۱): "اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما یشاء" (۲) (تم سفارش کرو اجر پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گافیلہ کرے گا)۔

اور تعزیر کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا ہے کہ آیا وہ حاکم پر واجب ہے یا نہیں؟ چنانچہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد جن چیزوں میں تعزیر مشروع ہے، ان میں اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ واجب نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میں ایک خاتون سے ملا اور وہی سے کم درجہ کا اس سے گناہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (۳)

(۱) حدیث: "اشفعوا توجروا....." کی روایت بخاری (الفتح ۳۹۹/۳ طبع استغیثہ) اور مسلم (۳۰۲۶/۳ طبع الحلیم) نے کی ہے۔
(۲) حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۹۲، الفصول الخمسة عشر فی التعزیر ص ۳، الماوردی ص ۲۲۵۔

(۳) حدیث: "عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أن رجلاً أصاب من امرأة قبله، فأنزلت عليه (و) ألم الصلاة طرفي النهار وزلفا من الليل، إن الحسنات يلمهن السيئات ذلك ذكرى للذاكرين) قال الرجل: ألي هذه؟ قال: لمن عمل بها من أمي" حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے بیان کیا تو آپ

تعزیر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور بندہ کا حق ہے:

۱۰- تعزیر منقسم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حق اور بندہ کے حق میں اور پہلے (اللہ کے حق سے) سے عام طور پر وہ مراد ہوا کرتا ہے جس سے کسی کے ساتھ اختصاص کے بغیر عام لوگوں کا نفع متعلق ہو اور جس کے ذریعہ لوگوں سے عام ضرر کو دور کیا جائے اور یہاں پر تعزیر حق اللہ میں سے ہے، اس لئے کہ ملک کو نفاذ سے خالی کرنا واجب اور مشروع ہے، اور اس میں امت سے ضرر دور کرنا اور عام نفع کو بروئے کار لانا ہے، اور دوسرے (بندوں کا حق) سے مراد وہ ہے جس سے افراد میں سے کسی کی خاص مصلحت متعلق ہو۔

اور تعزیر کبھی خالص اللہ کا حق ہوتی ہے، جیسے نماز چھوڑنے والے اور بغیر کسی عذر کے رمضان میں دانستہ روزہ توڑنے والے کی تعزیر اور اس شخص کی تعزیر جو شراب نوشی کی مجلس میں حاضر ہو۔

اور کبھی تعزیر اللہ کے حق اور فرد کے حق دونوں کے لئے ہوتی ہے، لیکن اس میں اللہ کا حق غالب ہوتا ہے جیسے دوسرے کی بیوی کا بوسہ لیا اور اس سے معانقہ کرنا۔

اور کبھی فرد کے حق کو غلبہ ہوتا ہے جیسے گالی گلوچ اور ٹوٹ پڑنے میں، اور ایسے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں تعزیر صرف فرد کے حق کے لئے ہوتی ہے، جیسے کہ بچہ کسی شخص کو گالی دے، اس لئے کہ وہ حقوق اللہ کا مکلف نہیں ہے، لہذا اس کی تعزیر محض گالی کھانے والے کے حق کے لئے باقی رہے گی (۱)۔

اور تعزیر کی دونوں قسموں میں تفریق کی اہمیت چند امور میں ظاہر ہوتی ہے:

(۱) شرح طوابع الانوار المستدری علی الدر المختار ۷/۶۳۶، ۶۳۶، (مخطوط) الفصول الخمسة عشر فیما یوجب التعزیر وما لا یوجب وغیر ذلک، للاستزواشی ص ۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۵، الاحکام السلطانیہ لابن علی ص ۲۶۵۔

تعزیر ۱۱

کرنے والے سے درگزر کر دو، اور اس بات کو بھی سند بناتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے ایک فیصلہ کے سلسلہ میں (جو آپ نے حضرت زبیر کے حق میں کیا تھا اور اسے ناپسند تھا) کہا: وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں تو آپ غصہ ہو گئے اور یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے اس کی تعزیر کی ہو (۱)۔

اور دوسرے حضرات جن میں حنا بلہ بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ تعزیر میں سے جو مخصوص علیہ ہیں جیسے مشترکہ لوٹنی سے وٹنی کرنا تو اس میں امتثال امر واجب ہے، رہیں وہ تعزیرات جن میں کوئی نص وارد نہیں ہے تو وہ اس صورت میں واجب ہوں گی جب ان میں کوئی مصلحت ہو یا مجرم تعزیر کے بغیر باز نہ آئے تو وہ حدی کی طرح واجب ہوں گی، رہی وہ صورت جب معلوم ہو کہ مجرم تعزیر کے بغیر ہی باز آجائے گا تو تعزیر واجب نہیں ہوگی، اور امام کے لئے اس میں معافی جائز ہوگی بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں سے ہو، برخلاف اس کے جو فراد کے حق میں سے ہو (۲)۔

تعزیر ایک تفویض کردہ سزا ہے:

تفویض کا مطلب اور اس کے احکام:

۱۱- مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ تعزیر حاکم کی رائے کی طرف تفویض کردہ سزا ہے، حنفیہ کے یہاں بھی یہی رائج ہے اور تعزیر میں پائی جانے والی یہ تفویض ہی اس کے اور اس حد کے درمیان اختلاف کی سب سے اہم وجہ ہے جو کہ شارع کی طرف سے

(۱) حدیث: "أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلرَّسُولِ ﷺ فِي حَكْمٍ....." کی روایت بخاری (الفتح ۲۵۳/۸ طبع استقصیہ) اور مسلم (۱۸۲۹/۳ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ بن ۱۹۲/۳، الاحکام السلطانیہ للساوردی ۲۴۵۔

"أصلیت معنا" (کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟) اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے اس پر اس آیت کی تلاوت فرمائی: "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُلْهَبْنَ السَّيِّئَاتِ" (۱) (اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیکیاں منافیاتی ہیں بدیوں کو)، اور انصاریوں سے متعلق آپ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کرتے ہیں: "اقبلوا من محسنهم، وتجاوزوا عن مسيئهم" (۲) (ان کے بھائی کرنے والے سے قبول کرو اور برائی

= پر سزا مت نازل ہوئی: (اور قائم کرو نماز کو دونوں طرف دن کے اور رات کے کچھ حصوں میں البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو اور یہ ایک نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے)، آدمی نے کہا: کیا یہ میرے لئے ہے فرمایا: میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے اس کے لئے ہے) کی روایت بخاری (الفتح ۳۵۵/۸ طبع استقصیہ) اور مسلم (۲۱۱۶، ۲۱۱۵ طبع الحلبي) نے کی ہے اور مسلم (۳۱۱۷ طبع الحلبي) نے حضرت انس سے اس کی روایت کی ہے فرماتے ہیں: "جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله أصبت حدا، فأقمه علي، قال: وحضرت الصلاة فصلني مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما قضى الصلاة قال: يا رسول الله، إلى أصبت حدا فأقمه لي كتاب الله، قال: هل حضرت الصلاة معنا؟ قال: نعم، قال: لقد غفروا لك" (ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے حد لازم ہونے والا کام کر لیا ہے لہذا آپ مجھ پر اسے قائم کر دیں فرماتے ہیں: اور نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب نماز پڑھ لی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے حد لازم ہونے والا کام کر لیا ہے لہذا میرے لیے اللہ کا فیض قائم کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ نماز میں موجود تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صاف کر دیا گیا۔

(۱) سورہ ہود ۱۱۳۔

(۲) حدیث: "اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم" کی روایت بخاری (الفتح ۱۲۱/۸ طبع استقصیہ) اور مسلم (۱۹۳۹/۳ طبع الحلبي) نے حضرت انس بن مالک سے کی ہے۔

تعزیر ۱۱

متعین ایک سزا ہے اور تعزیر کی سزا متعین کرنے میں حاکم پر جرم اور مجرم کے حال کی رعایت ضروری ہے، جرم کی حالت کی رعایت کرنے کے بارے میں فقہاء کی بہت سی صراحتیں ہیں، اسی میں سے استروٹینی کا یہ قول ہے کہ تاقضی کو اس کے سبب پر غور کرنا چاہئے تو اگر وہ اس چیز کی جنس سے ہو جس سے حد واجب ہوتی ہے اور کسی مانع اور عارض کی وجہ سے واجب نہ ہوئی تو آخری درجہ کی تعزیر یعنی انتہائی سخت تعزیر کرے گا، اور اگر اس چیز کی جنس سے ہو جس میں حد واجب نہیں ہوتی تو آخری درجہ کی تعزیر نہیں کرے گا، لیکن امام کی رائے کی طرف تفویض کر دی جائے گی (۱)، رہا مجرم کے حال کی رعایت کرنا تو ذیلی فرماتے ہیں کہ تعزیر کی تعیین میں وہ مجرموں کے حالات پر غور کرے گا، اس لئے کہ لوگوں میں سے کچھ معمولی (سزا) سے ہی باز آ جاتے ہیں، اور کچھ صرف زیادہ (سزا) سے باز آتے ہیں، ابن عابدین کہتے ہیں: تعزیر اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے، لہذا تعیین کے بغیر مقصود حاصل ہو جانے پر اس کو متعین کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں، لہذا وہ تاقضی کی رائے کی طرف مفوض ہوگی، جس قدر اس کے اندر مصلحت سمجھے گا اسی کے بقدر قائم کرے گا (۲)۔

سندھی کہتے ہیں: کم از کم تعزیر مجرم کے بارے میں امام کے اجتہاد کے مطابق اسی کے بقدر ہوگی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ مجرم اس سے باز آ جائے گا، اس لئے کہ تعزیر سے زجر مراد ہے اور زجر حاصل کرنے میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں، ان میں سے کچھ کو کم مار سے ہی زجر حاصل ہو جاتا ہے، اور اسی سے اس میں تبدیلی آ جاتی ہے اور کسی کو زیادہ ضرب سے بھی زجر حاصل نہیں ہوتا (۳)، امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ تعزیر مضروب (مارے جانے والے) کی

(۱) فصول الاستروٹینی رص ۱۳۔

(۲) ابن عابدین ۱۸۳/۳۔

(۳) مطالعہ انوار السنہ ۶۰۵، الاستروٹینی رص ۱۸۔

قوت برداشت کے اعتبار سے مختلف ہو جائے گی۔ اور بعض حنفیہ نے کہا ہے کہ تعزیر کو تاقضی کے حوالہ نہیں کیا جائے گا، تاقضیوں کے حالات مختلف ہونے کے سبب وہ اس کو تاقضی کے سپرد نہ کرنے کے قائل ہیں، طرسوسی نے ”شرح منظومۃ الکنز“ میں یہی بات کہی ہے، اور اس رائے کی تائید ان حضرات نے اس بات سے کی ہے کہ تعزیر کو تاقضی کی رائے پر تفویض کر دینے سے مراد مطلقاً اس کی رائے کی طرف تفویض کرنا نہیں ہے بلکہ مقصود تاقضی مجتہد ہے، اور سندھی نے بیان کیا ہے کہ عدم تفویض حنفیہ کے یہاں ضعیف رائے ہے (۱)۔

اور ابو بکر طرسوسی ”اخبار اہل علماء المتحدین“ میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ مجرم کے درجہ اور جرم کی مقدار کا لحاظ (تعزیر میں) کرتے تھے، چنانچہ مجرموں میں سے بعض کو مارا جائے گا، بعض کو قید کیا جائے گا، بعض کو محفلوں کے اندر اپنے قدموں کے بل کھڑا کر دیا جائے گا، بعض کا عمامہ اتار دیا جائے گا، اور ان میں سے بعض کا کمر بند (پٹکا) کھول دیا جائے گا۔

اور مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ تعزیر مقادیر اجناس اور اوصاف کے اعتبار سے جرائم کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی بنا پر مختلف ہوگی، اسی طرح خود مجرم کے حال کے اعتبار سے اور کہنے والے، جس کے بارے میں کہا گیا اور قول (جو بات کہی گئی) کے اعتبار سے بھی تعزیر مختلف ہو جائے گی اور وہ امام کے اجتہاد کے حوالہ ہوگی۔

قرآنی کہتے ہیں: تعزیر زمان اور مکان کے بدلنے سے بدل جاتی ہے، اس کی تطبیق کرتے ہوئے ابن فرحون کہتے ہیں کہ بعض اوقات کسی شہر کی تعزیر کسی دوسرے شہر میں اعزاز ہوتی ہے، جیسے

(۱) السنہ ۶۰۳، ۶۰۵۔

تعزیر ۱۲-۱۳

جسمانی سزائیں:

الف- قتل کے ذریعہ تعزیر:

۱۳- اصل یہ ہے کہ تعزیر کے ذریعہ قتل تک نہیں پہنچا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ" (۱) (اور جس جان کو اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے اسے قتل مت کرو بجز حق (شرعی) کے) اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے: "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة" (۲) (کسی مسلمان شخص کا قتل صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک سے حلال ہوتا ہے: مخصن زانی، جان کے بدلہ جان اور اپنے دین کو ترک کرنے والا، جماعت سے علاحدگی اختیار کرنے والا) اور بعض فقہاء معین جہنم میں کچھ مخصوص شرائط کے ساتھ تعزیری طور پر قتل کے جواز کی طرف گئے ہیں، اسی میں مسلمان جاسوس کا قتل کرنا ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے اور قتل کے ذریعہ اس کی تعزیر کے جواز کی طرف امام مالک، نیز امام احمد کے بعض اصحاب گئے ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور حنابلہ میں سے ابو یعلیٰ نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

اور امام احمد نے اس میں توقف اختیار کیا ہے اور اسی میں سے کتاب و سنت کے مخالف، بدعات کے داعی جیسے جہمیہ کا قتل کرنا ہے، امام مالک کے بہت سے اصحاب اور امام احمد کے اصحاب کی ایک جماعت اسی طرف (قتل جائز ہونے کی طرف) گئی ہے، اور امام

طیلسان (۱) (ایک مخصوص چادر) کا کاٹنا شام میں تعزیر نہیں بلکہ اعزاز ہے، اور اہل اندلس کے یہاں سر کھولنا ذلت نہیں ہے جبکہ وہ مصر اور عراق میں ذلت ہے، فرمایا: اس میں خود شخص کا بھی لحاظ کیا جائے گا، اس لئے کہ مثلاً شام میں مالکیہ وغیرہ میں سے جن کی عادت طیلسان کی ہے اور وہ اس کے عادی ہیں، اس کا کاٹنا ان کے یہاں تعزیر سمجھا جاتا ہے۔

تو جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ فعل کے تعزیر کا محل ہونے کے باوجود معاملہ زمان و مکان اور اشخاص کے اختلاف تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ اختلاف کبھی خود فعل کو غیر معاقب علیہ (جس پر سزا نہ ہو) کر دیتا ہے، بلکہ کبھی وہ اعزاز ہوتا ہے (۲)۔

تعزیر کی سزائیں جائز اقسام:

۱۲- تعزیر کے میدان میں مختلف سزائوں کا واقع کرنا جائز ہے، ہر حال میں حاکم ان میں سے اسی کو منتخب کرے گا جس کو مناسب اور تعزیر کے مقاصد پورا کرنے والی سمجھے گا۔

اور یہ سزائیں کبھی بدن پر قائم کی جاتی ہیں اور کبھی آزادی کو مقید کرنے والی ہوتی ہیں اور کبھی مال کو لاحق ہوتی ہیں، اور ذیل میں اس اجمال کا بیان ہے۔

(۱) طیلسان "باریک بوڑھنی سے مشابہ ایک سبز چادر ہے جسے سوڈھوں پر ڈال لیا جاتا ہے یا اس کے ایک حصہ کو عمامہ پر لپیٹ لیا جاتا ہے پھر سوڈھوں پر اسے لٹکا دیا جاتا ہے اس کو صرف بڑے لوگ اور قاضی حضرات ہی پہنتے ہیں اور اس کو اتار لیتا یا اس کے ہنیر چلنا فروتنی اور ذلت ظاہر کرنے کی علامت تھی، (اصباح، المعجم المفصل بآساء الملائس عند العرب، للمصنف شرق دوزی ص ۲۲۹)۔

(۲) جو کچھ گذر چکا ہے اس کے لئے ملاحظہ ہو: فصول الاستروشنی ص ۱۳، ۲۰، ابن ماجہ ص ۱۸۳، السنذی ص ۶۰۳، ۶۰۵، تہذیب الامم ص ۳۶۶، نہایت المحتاج ص ۱۷۳، ۱۷۵، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۲۲۳، سیاست الشریعہ ص ۵۳، الحسبہ ص ۳۸۔

(۱) سورة النعام / ۱۵۱۔

(۲) حدیث: "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث....." کی روایت بخاری (المعجم ۱/۲۰۱ طبع المستقیم) اور مسلم (۳/۱۳۰۲، ۱۳۰۳ طبع المجلسی)، نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کی ہے۔

تعزیر ۱۳

ابوحنیفہ نے جرم بار بار ہونے کی صورت میں اس وقت قتل کے ذریعہ تعزیر کی اجازت دی ہے جب اس جنس کا جرم موجب قتل ہوتا ہو جیسے اس شخص کو قتل کیا جائے گا جس سے لواطت یا قتل بالمشغل (بھاری چیز سے قتل) بار بار سرزد ہو (۱)۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں: (۲) اس بات پر استدلال کہ مفسد کا شر جب اس کے قتل کے بغیر ختم نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اس روایت سے کیا جاتا ہے جو مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عرفہ اشجعیؓ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”من اتاكم و امرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یسق عصاکم، او یفرق جماعتکم فاقتلوه“ (۳) (جو تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تمہارا معاملہ ایک شخص پر متحد ہو، یہ چاہتے ہوئے کہ وہ تمہارے اندر پھوٹ ڈالے یا تمہاری جماعت میں تفرق ڈالے تو اسے مار ڈالو)۔

ب- کوڑے لگا کر تعزیر:

۱۳- تعزیر میں کوڑے لگانا شروع ہے، اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا فی حد من حدود اللہ تعالیٰ“ (۴) (کسی کو سوائے حدود اللہ

(۱) احکام القرآن للجصاص ۶۱/۱، ابن ماجہ ۳/۱۸۳، ۱۸۵، القرطبی ۱/۱۵۱، ۱۵۲، تہذیب ۱۹۳، ۲۰۶، المہذب ۲/۲۶۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۲/۲۱۲، ۲۱۳، کشاف القناع ۳/۷۳، ۷۴۔

(۲) سیاست الشریعہ لابن تیمیہ ۱/۹۹۔

(۳) حدیث: ”من اتاكم و امرکم جمیع علی رجل واحد.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۳۸۰ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۴) حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط.....“ کی روایت بخاری (فتح ۱۷/۶۱۲ طبع المکتب) اور مسلم (۳/۳۳۳ طبع مجلس) نے حضرت ابو بردہ انصاریؓ سے کی ہے۔

میں سے کسی حد کے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارا جائے گا)۔

اور اس حریمہ (۱) (مسرودہ بکری) میں جسے اس کی چراگا ہوں

سے لے لیا جائے اس کی دگنی قیمت کا تاوان ہوگا اور عبرتناک ضرب ہوگی، یہی حکم کھجور کی چوری کا ہے جو اس کے گچھوں سے کی جائے،

اس لئے کہ حضرت عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث ہے، وہ

فرماتے ہیں: ”سئل رسول اللہ ﷺ عن التمر المعلق،

فقال: من أصاب منه بفیہ من ذی حاجة غیر متخذ خبنة

فلا شیء علیہ، ومن خرج بشیء منه فعلیہ غرامة مثلیہ

والعقوبة، ومن سرق منه شیئا بعد ان یؤویہ الجریں فبلغ

ثمن المجن فعلیہ القطع“ (نبی کریم ﷺ سے لگی ہوئی کھجور

کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حاجت مندوں

میں سے جو شخص اپنے منہ سے استعمال کر لے اور اس میں چھپا کر نہ

لے جائے تو اس کی کوئی سزا نہیں ہے، اور جو شخص اس میں سے کچھ

لے کر نکلے گا اس پر دو مثل تاوان اور سزا ہوگی، اور جو شخص اس کی

بور یوں وغیرہ سے چوری کر لے جائے اور اس کی قیمت ڈھال تک

پہنچتی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا)، اس کی روایت نسائی اور ابو داؤد

نے کی ہے، اور ایک روایت میں ہے، فرماتے ہیں: ”سمعت رجلا

من مزینة یسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن

الحریسة التي توجد فی مراتعها، قال: فیہا ثمنها مرتین

وضرب نکال، وما أخذ من عطنه ففیہ القطع إذا بلغ ما

یؤخذ من ذلك ثمن المجن، قال: یا رسول اللہ! فالشمار

وما أخذ منها فی اکمامها؟ قال: من أخذ بقمه ولم یتخذ

خبنة فلیس علیہ شیء، ومن احتمل فعلیہ ثمنه مرتین

(۱) حریمہ وہ بکری ہے جس کو اپنے باڑہ میں لوتنے سے پہلے پہاڑ میں رات

ہو جائے اور چور کی ہو جائے۔

تعزیر ۱۵

تعزیر میں کوڑے لگانے کی مقدار:

۱۵ - حنفیہ کے یہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تعزیر حد تک نہیں پہنچے گی، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین“^(۱) (جو غیر حد میں حد تک پہنچ جائے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے) اور تعزیر میں کوڑے لگانے کی آخری حد کے بارے میں حنفیہ میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ شععی سے اخذ کر کے، کیونکہ انہوں نے حدیث میں حد کے لفظ کو غلاموں کی حد کی طرف پھیرا ہے، اور وہ چالیس ہے، یہ رائے رکھتے ہیں کہ قذف اور شراب نوشی کے انتالیس کوڑوں پر اضافہ نہیں کرے گا اور پہلے امام ابو یوسف بھی اسی کے قائل تھے، پھر اس سے احرار (آزاد لوگوں) کی کم سے کم حدوں کی طرف پھر گئے اور وہ اسی کوڑے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ حدیث میں حد کو نکرہ استعمال کیا گیا ہے اور چالیس کوڑے قذف اور شراب نوشی میں حنفیہ کے نزدیک غلاموں کی کامل حد ہے، لہذا تعزیر اس سے کم ہوگی، اور امام ابو یوسف نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ انسان میں اصل آزادی ہے اور غلام کی حد آزادی کی حد سے نصف ہے، لہذا وہ کامل حد نہیں ہے، اور مطلق اسم ہر باب میں کامل کی طرف راجع ہوتا ہے^(۲)۔

اور کوڑوں کی تعداد میں امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں:

ایک: یہ کہ تعزیر ۷۹ کوڑوں تک پہنچے گی اور یہ ان سے ہشام کی روایت ہے اور اسی کو امام زفر نے اختیار کیا ہے، اور یہی عبدالرحمن بن ابی لیلی کا قول ہے اور قیاس (کا تقاضا) یہی ہے، اس لئے کہ وہ

(۱) حدیث: ”من بلغ حدا فی غیر حد.....“ کی روایت بیہقی نے السنن (۳۲۷/۸) طبع دار المعارف العلمانیہ (میں حضرت نعمان بن بشیرؓ سے کی ہے اور زفر ملیا محفوظ یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

(۲) الکاسانی ۶۳/۷۔

وضرب نکال، وما أخذ من أجرانہ ففیہ القطع، إذا بلغ ما یؤخذ من ذلک ثمن المجن“ (میں نے مزینہ کے ایک شخص کو اس حریہ (مسروقہ بکری) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے سنا جس کو اس کی چراگاہ سے لے لیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں اس کی دگنی قیمت ہوگی اور عبرتناک ضرب ہوگی، اور جس کو اس کے باڑے سے لیا جائے اس میں اس صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا جب لئے گئے جانور کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچ رہی ہو، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھل اور جو کچھ اس میں سے شگنوں کے ساتھ لیا جائے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: جو اپنے منہ سے استعمال کر لے اور دامن میں چھپا کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ نہ ہوگا اور جو لاد لے جائے تو اس پر دگنی قیمت اور عبرتناک سزا ہوگی اور جو اس کے کھلیانوں سے لے گا اس میں اس صورت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ہوگی جب لئے ہوئے مال کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچ رہی ہو)، اس کی روایت احمد اور نسائی نے کی ہے، اور ابن ماجہ کی اس کے ہم معنی روایت ہے، اور نسائی نے اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے: ”و ما لم یبلغ ثمن المجن ففیہ غرامة مثلیہ، و جلدات نکال“^(۱) (اور جو ڈھال کی قیمت تک نہ پہنچے تو اس میں اس کے دو مثل کا تاوان اور سزاکے کوڑے ہوں گے)۔

اور تعزیر کے بارے میں خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے حکام اسی سزا پر چلے ہیں اور ان پر کسی نے تکمیر نہیں کی ہے^(۲)۔

(۱) حدیث: ”عبداللہ بن عمرو: من أصاب بفیہ.....“ کی روایت ابوداؤد (۳۳۶، ۳۳۵) تحقیق عزت حیدر دھاس (اور نسائی (۸۵/۸) طبع المکتبۃ التجاریہ) نے کی ہے اور الفاظ ابوداؤد کے ہیں نیل لاوطار ۷/۳۰۰، ۳۰۱ طبع دار الفکر۔

(۲) المغنی ۱۰/۳۳۸، تہذیبۃ الاحکام ۲/۲۰۰، الحسبہ ۳۹۔

تعزیر ۱۵

تو یہ اجماع ہوا، اسی طرح انہوں نے صبیح بن عسل کو حد سے زیادہ ضرب لگائی (۱) اور احمد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس نجاشی لایا گیا اس حال میں کہ اس نے رمضان میں شراب پی تھی تو آپ نے اس کو اسی کوڑے حد لگائی اور بیس کوڑے رمضان میں روزہ توڑنے پر لگائے۔

اسی طرح روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے ابولاً سود کو بصرہ کی قضاء میں اپنا نائب بنایا اور ان کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے گھر میں سامان اکٹھا کر لیا تھا اور اسے نکال نہیں تھا تو اس کو پچیس کوڑے مارے اور چھوڑ دیا (۲) اور حضرت ابو بردہؓ کی حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا فی حد من حدود اللہ“ (۳) (کسی کو سوائے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارے جائیں گے) کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں: یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے لئے محدود تھا، اس لئے کہ ان کے جرم کرنے والے کے لئے یہ مقدار کافی تھی اور اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ”کسی حد“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کوئی حق ہے اگرچہ ان معاصی میں سے نہ ہو جن کی حدود متعین کی گئی ہیں، اس لئے کہ معاصی سب کی سب اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ہیں (۴)۔

اور شافعیہ کے نزدیک تعزیر اگر کوڑے لگانے سے ہو تو جس پر تعزیر واقع ہو رہی ہے اس کی کم از کم حد سے اس کا کم ہونا ضروری

(۱) یہ مشکل چیزوں اور سوالات سے فوجیوں پر سختی کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان پر ضرب لگائی اور بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔

(۲) تہجد لؤلؤکام ۲/ ۲۰۳، المغنی ۱۰/ ۳۳۸، فتح القدر ۵/ ۱۱۵، ۱۱۶۔

(۳) حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا فی حد من حدود اللہ“ کی تخریج کذریچکی ہے۔

(۴) تہجد لؤلؤکام ۲/ ۲۰۵۔

حد نہیں ہے، لہذا حدیث: ”من بلغ حدا فی غیر حد.....“ (۱) (جو غیر حد میں حد تک پہنچ جائے.....) میں جس کی ممانعت سے سکوت کیا گیا ہے وہ اس کے افراد میں سے ہوگی۔

دوسری روایت: جو کہ امام ابو یوسف سے ظاہر اور وہی ہے، یہ ہے کہ تعزیر ۵۷ کوڑوں سے تجاوز نہیں کرے گی اور اس کی روایت حضرت عمرؓ کے اثر کے طور پر کی گئی ہے، اسی طرح حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے، اور ان دونوں حضرات نے فرمایا: تعزیر میں ۷۵ (کوڑے) ہوں گے اور پانچ کی کمی میں امام ابو یوسف نے ان حضرات کے قول کو اختیار کیا اور ان کے عمل کو حدود کی کم از کم مقدار قرار دیا (۲)۔

اور مالکیہ کے یہاں مازری کہتے ہیں کہ اہل مذہب میں سے کسی کے نزدیک سزا کی تحدید کا کوئی راستہ نہیں ہے، فرمایا: امام مالک کا مذہب سزاؤں میں حد سے زیادہ سزاؤں کی اجازت دیتا ہے، اور اہلبے سے منقول ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کبھی حد پر اضافہ کیا جائے گا (۳) اس بنیاد پر مالکیہ کے یہاں راجح یہ ہے کہ امام کو مصلحت کی رعایت کے ساتھ جس میں ہوائے نفس کا شائبہ نہ ہو حد پر تعزیر کے اضافہ کا اختیار ہے۔

اور جن چیزوں سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے ان میں معن بن زیاد کے سلسلہ میں حضرت عمر کا عمل ہے جبکہ اس نے حضرت عمر کی جھوٹی تحریر تیار کی تھی، اور اس کے ذریعہ بیت المال کے ذمہ دار سے مال لے لیا تھا تو آپ نے اس کو سو کوڑے لگوائے، پھر سولگوائے پھر تیسری بار پھر لگوائے اور صحابہ میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی

(۱) حدیث: ”من بلغ حدا فی غیر حد.....“ کی تخریج کذریچکی ہے۔

(۲) الاستریشنی ۱/ ۱۶، الکاسانی ۷/ ۶۳، الجومیہ ۲/ ۲۵۳، اللباب للمیدانی ۶۵/ ۳۔

(۳) تہجد لؤلؤکام ۲/ ۲۰۳۔

تعزیر ۱۵

چالیس غلام کی حد ہے اور اس قول کو اختیار کر کے کہ شراب کی حد چالیس کوڑے ہے، آزاد میں اتالیس کوڑوں سے اور غلام میں انیس کوڑوں سے تجاوز نہیں کریں گے۔

اور امام احمد کے مسلک کی صراحت ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں پر اضافہ نہیں کریں گے، اس لئے کہ اثر ہے: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد.....“ (سوائے کسی حد کے کسی کو دس سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے)، سوائے ان آثار کے جو اس حدیث کی تخصیص میں وارد ہوئے ہیں جیسے اپنی بیوی کی باندی سے بیوی کی اجازت سے وطی کرنا اور مشترکہ باندی سے وطی کرنا جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: امام احمد اور خرقی کے کلام میں اس کا احتمال ہے کہ تعزیر ہر جرم میں اس کی جنس میں مشروع حد تک نہیں پہنچے گی، اور غیر جنس کی حد سے اس کا بڑھ جانا جائز ہوگا، اور امام احمد سے اس پر دلالت کرنے والی روایت نقل کی گئی ہے، اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے جو اپنی بیوی کی باندی سے بیوی کی اجازت سے وطی کرنے کے متعلق حضرت نعمان بن بشیرؓ سے ہے کہ ”اے سو کوڑے مارے جائیں گے“ اور یہ تعزیر ہے، اس لئے کہ ٹھن کے لئے اس جرم کی سزا سنگ سار کرنا ہے، اور اس روایت سے ہے جو حضرت سعید بن المسیب نے حضرت عمرؓ سے اس شخص کے متعلق نقل کی ہے جس نے اپنے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترکہ باندی سے وطی کی تھی کہ ”سوائے ایک کوڑے کے اسے حد کے کوڑے لگائے جائیں گے“ اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن تیمیہ اور ابن القیم نے ایک چوتھی رائے کا اضافہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ تعزیر مصلحت اور جرم کی مقدار کے اعتبار سے ہوگی، لہذا اولیٰ امر اس کے بارے میں اجتہاد کرے گا، البتہ جس میں کوئی متعین حد ہو

ہے، لہذا غلام میں بیس سے اور آزاد میں چالیس سے کم ہوگی اور ان کے نزدیک یہ حد شراب ہے، اور ایک قول دونوں (آزاد، غلام) میں اس کے چالیس سے کم ہونے کا ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين“^(۱) (جو غیر حد میں حد تک پہنچ جائے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے) اور ان کے یہاں زیادہ صحیح قول کے مطابق مذکورہ (حد) سے کم ہونے میں تمام جرائم برآمد ہوں گے، اور ایک قول ہر جرم کو اسی کے مناسب اس حد پر قیاس کرنے کا ہے جو اس میں یا اس کی جنس میں ہو، چنانچہ مثال کے طور پر زنا کے مقدمات کی تعزیر زنا کی حد سے (اگرچہ وہ حد قذف سے بڑھ جائے) اور گالی دینے کی تعزیر حد قذف سے (اگرچہ وہ حد شراب سے بڑھ جائے) کم رکھی جائے گی اور شافعیہ کے مسلک کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ کی حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد من حدود الله“ (سوائے حدود اللہ میں سے کسی حد کے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں لگائے جائیں گے) کو اختیار کرتے ہوئے تعزیر کے اکثر کوڑوں کو دس سے نہیں بڑھایا جائے گا، اس لئے کہ امام شافعی کا قول مشہور ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مسلک ہے^(۲) اور یہ حدیث صحیح ہے^(۳)۔

اور حنابلہ کے یہاں تعزیر کے کوڑے کی مقدار کے متعلق امام احمد سے روایات مختلف ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ حد تک نہیں پہنچے گی، اس روایت کو خرقی نے بیان کیا ہے اور اس کے مقتضا کا مقصود یہ ہے کہ تعزیر کو مشروع حد کی ادنیٰ مقدار تک نہیں لے جائیں گے، لہذا تعزیر کو چالیس تک نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ شراب اور قذف میں

(۱) حدیث: ”من بلغ حدا في غير حد.....“ کی تخریج گذر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”لا یجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا في حد.....“ کی تخریج گذر چکی ہے۔

(۳) نہایہ المحتاج ۷/ ۱۷۵، امہدب ۲/ ۲۲۸، مغنی المحتاج ۳/ ۱۹۳۔

تعزیر ۱۶

رکھتی ہے کہ تعزیری کوڑے کی کم سے کم مقدار کا معاملہ حاکم کے حوالہ ہے، جتنے کوڑوں کے بارے میں یہ سمجھتا ہو کہ زجر کے لئے کافی ہیں اتنے ہی لگائے گا۔

اور ”الخلاصہ“ میں فرماتے ہیں: ایک سے لے کر انتالیس تک کی تعزیر کا اختیار تاقضی کے پاس ہے اور اسی کے قریب قریب ابن قدامہ کی صراحت ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اقل تعزیر متعین نہیں ہے۔

لہذا اس کے متعلق امام یا حاکم کے اجتہاد کی طرف جس کو وہ مناسب سمجھے اور آدمی کا حال جس کا متقاضی ہو، رجوع کیا جائے گا (۱)۔

ج- قید کر کے تعزیر:

۱۶- قید کرنا قرآن و سنت اور اجماع سے مشروع ہے:

جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّهِنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا“ (۲) (اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں، ان پر چار (آدمی) اپنے میں سے گواہ کر لو، سوا گروہ کو ابھی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے، یا اللہ ان کے

(۱) کوڑے لگا کر تعزیر کرنے سے متعلق عمومی طور سے مراجعت کی جائے: الکاسانی ۶۳/۷، السنن ص ۳۶/۲۳، السنن ص ۵۹۹/۷، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، الجوزی ۲/۵۳۳، اللباب للمیدانی ص ۶۵، فتح القدير ص ۱۱۵، ۱۱۶، البریلی والعلمی ص ۲۱۰، الاستریشنی ص ۱۶، تہذیب لولکام ص ۲۰۰، ۲۰۲، نہایت المحتاج ص ۷۵، المہذب ص ۲۲۸، کشاف القناع ص ۳۳، ۷۳، السیاسة الشرعیہ ص ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳،

تعزیر ۱۷

کرنا تعزیر میں سزا کے طور پر مناسب ہے، اور اس بارے میں آنے والی چیزوں میں سے چند یہ ہیں: حضرت عمرؓ نے خطیہ کو جو کرنے پر قید کر دیا تھا، اور صبیغ کو ذاریات (بکھیرنے والی ہوائیں)، مرسلات (چلتی ہوائیں)، مازعات (گھسیٹ لانے والے)، اور اس جیسی چیزوں سے متعلق سوال کرنے پر قید کر دیا تھا، اور حضرت عثمانؓ نے ضابی بن الخارث کو قید کر دیا تھا اور وہ بنی تمیم کے چوروں اور گھات لگا کر قتل کرنے والے لوگوں میں سے تھا، اور حضرت علی بن ابی طالب نے کوفہ میں قید کیا، اور حضرت عبداللہ بن الزبیر نے مکہ میں قید کیا اور محمد بن الحنفیہ نے جب ان کی بیعت سے انکار کیا تو انہیں دارم میں قید کر دیا (۱)۔

تعزیر میں قید کرنے کی مدت:

۱۷- اصل یہ ہے کہ شخص، جرم اور زمان و مکان کی رعایت کے ساتھ مدت جس کی تحدید حاکم کرے گا۔

اور الزیلعی نے یہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قید کی کوئی متعین مدت نہیں ہے۔

ماوردی کہتے ہیں: تعزیر کے طور پر قید کرنا مجرم اور جرم کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے، چنانچہ مجرموں میں سے بعض کو ایک دن قید کیا جائے گا اور بعض کو اس سے زیادہ غیر متعین مدت تک قید کیا جائے گا۔

لیکن شافعیہ میں سے شربنی نے بیان کیا ہے کہ جس کی شرط ایک سال سے (اس کا) کم ہونا ہے جیسا کہ امام شافعی نے ”لام“

(۱) اقصیۃ الرسول ﷺ ابو عبد اللہ محمد بن فرج لماکی المقرطی رص ۵، ۶، تھرة الکام ۴/ ۳۷۳، الزیلعی ۳/ ۲۰۷، ۲۰۹، ابن ماجہ ۳۲۶/ ۳، فتح القدیر ۶/ ۳۷۵، المغنی ۱۰/ ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۸، مسیباۃ الشریعہ رص ۵۲، کشاف القناع ۴/ ۷۳، لماوردی رص ۲۲۲۔

لئے کوئی (اور) راہ نکال دے)، نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ“ (۱) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں، یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں)۔

چنانچہ زیلعی فرماتے ہیں کہ ”نفسی“ (دور کرنے) سے یہاں جس (قید کرنا) مراد ہے۔

اور جہاں تک سنت سے شروع ہونے کا تعلق ہے تو ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں خون کی تہمت (قتل کرنے کی تہمت) میں کچھ لوگوں کو قید کر دیا اور ضرب لگانے اور جیل کا حکم دیا، اور آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے دوسرے کے لئے ایک آدمی کو روک لیا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے قتل کر دیا، فرمایا: ”اقتلوا القتاتل، واصبروا الصابر“ (۲) (قاتل کو قتل کر دو اور روکنے والے کو روک لو)، اور ”اصبروا الصابر“ (روکنے والے کو روک لو) کی عبارت کی تفسیر موت تک اس کو قید کرنے سے کی گئی ہے، اس لئے کہ اس نے مقتول کو روک کر اسے موت کے لئے مجبور کر لیا تھا۔

رہا اجماع سے شروع ہونا تو صحابہؓ اور ان کے بعد کے لوگوں کا جس کے ذریعہ سزا دینے پر اجماع ہے، اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قید

(۱) سورہ مائدہ ۳۳۔

(۲) حدیث: ”اقتلوا القتاتل واصبروا الصابر“ کی روایت صحیح (۸/ ۵۱ طبع دار الفکر العربیہ) نے اسماعیل بن امیہ سے مرسل کی ہے اور اس سے پہلے اس سے متقارب الفاظ سے اس کو نقل کیا ہے لیکن انہوں نے دوران سے پہلے دارقطنی (۳/ ۱۳۰ طبع دار البیروت) نے ارسال کو راجح قرار دیا ہے۔

تعزیر ۱۸-۱۹

میں صراحت کی ہے اور اکثر اصحاب نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔
اور حنابلہ نے مدت کی تحدید کو مطلق رکھا ہے (۱)۔

د- شہر بدر کر کے تعزیر:

جلا وطنی کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت:

۱۸- جلا وطنی کے ذریعہ تعزیر فقہاء کے درمیان کسی اختلاف کے بغیر مشروع ہے اور اس کی مشروعیت کی دلیل کتاب و سنت اور اجماع ہے۔

جہاں تک کتاب کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أَوْ يُنْفَوْا
مِنَ الْأَرْضِ" (۲) اسی وجہ سے وہ حدود میں ایک مشروع سزا ہے۔

اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو نبی کریم ﷺ نے بطور تعزیر
مخنتوں کی جلا وطنی کا فیصلہ فرمایا، کیونکہ آپ نے ان کو مدینہ سے شہر بدر
کر دیا تھا (۳)۔

(۱) فتح القدیر ۱/۳۷۵، الزیلعی ۳/۱۸۰، ۱۸۱/۳، ۲۰۸، ابن ماجہ
۳/۳۲۶، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۸۸، التاج والاکلیل ۵/۳۸، المدونہ
۱۳/۵۳، ۵۵، تہذیب الفقہ ۲/۳۷۳، نہایت المحتاج ۷/۱۵۵، الأحکام
اسلامیہ للماوردی ۲/۲۲۳، معنی المحتاج ۳/۱۹۲، کشاف القناع ۳/۷۳،
۷۵، المغنی ۱۰/۳۱۳، ۳۱۴۔

(۲) سورہ مائدہ ۳۳۔

(۳) ابوداؤد نے حضرت ابومیرہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس
ایک مخنت لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگا رکھی تھی تو نبی
کریم ﷺ نے فرمایا: "ما بال ہذا؟ فقبل: یا رسول اللہ، ینسبہ
بالنساء، فامر بہ فنفی الی السبیح" (اس کا کیا معاملہ ہے کہا گیا: یا رسول
اللہ! یہ عورتوں سے مشابہت اختیار کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے اس کے
بارے میں حکم دیا اور اس کو تھپتھپ کی طرف جلا وطن کر دیا گیا) اس کی روایت
ابوداؤد (۵/۲۲۳) تحقیق عزت ہمدان نے کی ہے اور منذری نے اس
کے ایک راوی کی جہالت کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے (مختصر سنن ابی
داؤد ۷/۲۳۰) صحیح کردہ دار المعرفہ۔

اور جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو حضرت عمرؓ نے نصر بن حجاج
کو عورتوں کے اس کے ذریعہ فتنہ میں مبتلا ہو جانے کے سبب شہر
بدر کر دیا، اور صحابہ میں سے کسی نے ان پر نکیر نہیں کی (۱)۔

اور جلا وطنی کا مسافت قصر سے زیادہ ہونا جائز ہے، اس لئے کہ
حضرت عمر نے نصر بن حجاج کو مدینہ سے بصرہ جلا وطن کیا اور حضرت
عثمان نے مصر جلا وطن کیا اور حضرت علیؓ نے بصرہ جلا وطن کیا، اور یہ
شرط ہے کہ جلا وطنی کسی متعین شہر کے لئے ہو، چنانچہ محکوم علیہ (جس
کے خلاف فیصلہ سنایا گیا) کو بالکل ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا، اور اس کو
یہ اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی جلا وطنی کے لئے متعین شہر کے علاوہ کو منتخب
کرے، اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ مجرم کی جلا وطنی خود اپنے شہر کے
لئے ہو (۲)۔

اور شافعیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مجرم کے شہر اور جس شہر کی
طرف اسے جلا وطن کیا گیا ہے، دونوں کے درمیان ایک دن ایک
رات سے کم مسافت نہ ہو (۳) اور ابن ابی لیلیٰ یہ رائے رکھتے ہیں کہ
مجرم نے جس شہر میں جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کو اس کے علاوہ کسی
اور شہر کی طرف اس طرح جلا وطن کیا جائے گا کہ جس شہر کی طرف
جلا وطن کیا گیا ہے اس کے اور جرم کے شہر کے درمیان مسافت سفر
سے کم ہو (۴)۔

جلا وطنی کی مدت:

۱۹- امام ابوحنیفہؒ زنا میں جلا وطنی کو حد نہیں مانتے بلکہ اس کو تعزیر میں
سے مانتے ہیں، اور اس پر یہ بات نکلتی ہے کہ وہ مدت کے اعتبار سے

(۱) السیوطی لیسرخصی ۵/۳۵، الزیلعی ۳/۱۷۳۔

(۲) حاشیہ الجیری ۳/۱۳۵۔

(۳) الأحکام اسلامیہ للماوردی ۲/۲۱۴۔

(۴) السیوطی لیسرخصی ۵/۳۵۔

تعزیر ۲۰

۵- مال کے ذریعہ تعزیر:

مال کے ذریعہ تعزیر کی مشروعیت:

۲۰- امام ابو حنیفہ کے مسلک میں اصل یہ ہے کہ مال لے کر تعزیر جائز نہیں ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد اس کی اجازت نہیں دیتے (۱) بلکہ امام محمد نے اپنی کتابوں میں سے کسی میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے (۲) کہ امام ابو یوسف تو ان سے روایت ہے کہ اگر مصلحت کی رعایت کی جائے تو مجرم سے مال لے کر تعزیر کرنا جائز ہے (۳)۔

شبراہمسی کہتے ہیں: قول جدید کے مطابق مال لے کر تعزیر جائز نہیں ہے یعنی امام شافعی کے جدید مسلک میں مال لے کر تعزیر کرنا جائز نہیں ہے (۴) اور قدیم مسلک میں جائز ہے۔

رہا مشہور قول میں امام مالک کا مسلک تو ابن فرحون کہتے ہیں: مالکیہ مال لے کر تعزیر کے قائل ہیں (۵)۔

اور انہوں نے کچھ مخصوص مقامات کا ذکر کیا ہے جن میں مالی تعزیر ہوگی، ان کی عبارت ہے: امام مالک سے غیر خالص دودھ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اسے بہا دیا جائے گا؟ فرمایا: نہیں، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں اس کو صدقہ کر دے جب ملاوٹ اسی نے کی ہو، اور غیر خالص زعفران اور مشک کے بارے میں بھی اسی کے مثل بات فرمائی، خواہ کم ہو یا زیادہ اور ابن القاسم نے زیادہ مقدار کے بارے میں ان کی مخالفت کی ہے اور فرمایا: مشک اور زعفران اس چیز کے نرخ پر بیچ دیئے جائیں گے جس کی اس میں

اس کے ایک سال سے زائد ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں (۱)۔

اور امام مالک کے نزدیک تعزیر میں جلا وطنی کا ایک سال سے زیادہ ہونا جائز ہے، باوجودیکہ زمانہ جلا وطنی ان کے نزدیک حد میں شامل ہے، اس لئے کہ وہ حدیث: ”من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین“ (جو غیر حد میں حد تک پہنچے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے) کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ہوائے نفس کے شائبہ کے بغیر مصلحت کی رعایت کرنے کے ساتھ امام کو اختیار ہے کہ تعزیر میں ”حد“ سے اضافہ کر دے (۲)۔

اور بعض فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے، شافعیہ اور حنابلہ میں سے بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ تعزیر میں جلا وطنی کی مدت کا ایک سال تک پہنچنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ زنا کے جرم میں جلا وطنی کو حد مانتے ہیں، اور چونکہ اس میں مدت ایک سال ہے، لہذا ان کے یہاں تعزیر میں یہ جائز نہیں ہوگا کہ جلا وطنی ایک سال تک پہنچے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین“ (۳) (جو غیر حد میں حد تک پہنچے وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے)۔

اس کی تفصیل نفی (جلا وطنی) میں ہے۔

(۱) معین الحکام ص ۱۸۲، بدلیۃ الجہد ۲/ ۳۶۲، ۳۵۰۔

(۲) تہذیب الحکام ص ۲۰۳، المشرع ص ۵۰۳۔

(۳) جلاوطنی سے متعلق عام طور سے مراجعت کی جائے اسر حسی ص ۵۵، الزیلعی ص ۱۷۳، معین الحکام ص ۱۸۲، بدلیۃ الجہد ۲/ ۳۸۱، ۳۶۲، ۳۶۵، تہذیب الحکام ص ۲۰۳، آفتاب الرسل ص ۵، نہایت المحتاج ص ۷۷، ۷۵، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵

تعزیر ۲۱

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اس قصر کو جانے کا حکم دینا جس کو انہوں نے لوگوں سے چھپے رہنے کے مقصد سے تعمیر کر لیا تھا، اور اس حکم کا نفاذ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کیا تھا (۱)۔

تعزیر بالمال کے اقسام:

تعزیر بالمال مال کو روک لینے یا تلف کر دینے یا اس کی شکل تبدیل کر دینے یا غیر کو اس کا مالک بنا دینے سے ہوتی ہے۔

الف- مال کو اس کے مالک سے روک دینا:

۲۱- وہ یہ ہے کہ تاقضی مجرم کے مال میں سے کچھ کو زجر کے طور پر کچھ دن تک کے لئے لے لے، پھر جب اس کی توبہ ظاہر ہو جائے تو اسے واپس کر دے، اور اس کا مطلب اسے بیت المال کے لئے لینا نہیں ہے، اس لئے کہ کسی شخص کے مال کو کسی ایسے شرعی سبب کے بغیر لینا جائز نہیں ہے جو اس کا متقاضی ہو (۲) اور اس کی تشریح ابو یوسفی خوارزمی نے بھی اسی طرح کی ہے اور اس کی نظیر باغیوں کے گھوڑوں اور ہتھیاروں میں کیا جانے والا عمل ہے، اس لئے کہ انہیں ایک مدت تک روک رکھا جاتا ہے اور جب وہ توبہ کر لیتے ہیں تو ان کو واپس کر دیا جاتا ہے، اور امام ظہیر الدین ترمذی خوارزمی نے اس رائے کی تصویب کی ہے۔

رہی وہ صورت جب اس کی توبہ سے مایوسی ہو جائے تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اس مال کو جس میں مصلحت دیکھے اس میں صرف کرے (۳)۔

ملاوٹ کی ہے اور ملاوٹ کرنے والے کی تادیب کے لئے قیمت کو صدقہ کر دیا جائے گا، اور ابن القطان نے گھٹیا بنے ہوئے جانوں کے بارے میں جلا دینے جانے کا فتویٰ دیا ہے، اور ابن عتاب نے اس کو نکلے نکلے کر کے اور پھاڑ کر صدقہ کر دینے کا فتویٰ دیا ہے (۱)۔

اور حنابلہ کے نزدیک مال لے کر یا اسے تلف کر کے تعزیر کرنا حرام ہے، اس لئے کہ جس کی اقتداء ہو سکتی ہے ان سے اس کے سلسلے میں شریعت میں کوئی چیز نہیں آئی ہے۔

اور ابن تیمیہ اور ابن القیم نے مخالفت کی اور فرمایا: تلف کر دینے اور لے لینے دونوں اعتبار سے تعزیر بالمال جائز ہے (۲)۔

ان دونوں حضرات نے اس کے لئے رسول اکرم ﷺ کے فیصلوں سے استدلال کیا ہے، جیسے حرم مدینہ میں شکار کرنے والے شخص کے سلب (مذبوہہ جانور کی کھال، پائے اور آنتیں) کو اس کو پکڑنے والے شخص کے لئے آپ کا مباح کر دینا، اور آپ کا شراب کے مشکوں کو توڑنے اور اس کے برتنوں کو چاک کرنے کا حکم دینا، اور آپ کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو عصفور سے رنگے ہوئے دونوں کپڑوں کے جلا ڈالنے کا حکم دینا، اور جو غیر حرز (غیر محفوظ) سے چوری کرے اور پھل اور کھجور کے شگوفہ میں سے ایسی چیز چوری کرے جس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے، اور گرم شدہ کو چھپائے اس پر آپ کا تاوان دگنا کر دینا۔

اور انہیں میں خلفاء راشدین کے بھی فیصلے ہیں، جیسے حضرت عمر اور حضرت علیؓ کا اس گھر کو جلا ڈالنے کا حکم دینا جس میں شراب پینے جاری تھی اور مانع زکاۃ کا نصف مال لے لیا، اور حضرت عمرؓ کا

(۱) السندي ۲/۶۰۳، ۶۰۵/۱، ۶۰۵/۲، ۵۷۲/۳، ابن ماجہ ۳/۱۸۳۔

(۲) فصول الاستریشی ۲/۷۸، ۷۹، البر ازب ۲/۵۷۲۔

(۳) السندي ۲/۶۰۳، ۶۰۵/۱، فصول الاستریشی ۲/۷۸۔

(۱) تبصرة لوكا ۲/۶۸، الطرق الحکمیه ۲/۵۰۔

(۲) كشاف القناع ۳/۷۳، ۷۴، ۷۵، شرح المنتهى على بهر ۱۱۰، الجسد ۳۰۰،

الاحكام السلطانية لابن عيسى ۲/۲۹۵۔

تعزیر ۲۲

ب- اِتلاف:

۲۲- ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اعیان اور صفات میں سے جو منکر (برائی کی چیزیں) ہوں ان کے محل کو ان کی تبعیت میں تلف کر دینا جائز ہے، چنانچہ بتوں کی تصویریں منکر ہیں، لہذا اس کی اصل کا تلف کرنا جائز ہوگا اور اکثر فقہاء کے نزدیک آلاتِ لہو کا تلف کرنا جائز ہے، امام مالک نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام احمد سے دور ولتوں میں مشہور روایت یہی ہے، اور اسی قبیل سے شراب کے ظروف بھی ہیں، ان کا توڑنا اور جلا دینا جائز ہے، اور جس جگہ شراب پتھی جاری ہو اس کا جلا دینا جائز ہے، اور اس کے لئے شراب کی دکان جلائے سے متعلق حضرت عمرؓ کے فعل سے نیز جس بستی میں شراب پتھی جاری تھی اس کے جلائے کے بارے میں حضرت علیؓ کے فیصلہ سے استدلال کیا جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ فر وخت کی جگہ ظروف کی طرح ہے، فرمایا: امام احمد اور امام مالک وغیرہ کے مذہب میں قول مشہور یہی ہے (۱)، اسی قبیل سے حضرت عمر کا فر وخت کے لئے پانی کی ملاوٹ کئے ہوئے دودھ کا بہا دینا ہے، اور اسی میں سے وہ بھی ہے جس کی بعض فقہاء رائے رکھتے ہیں یعنی مصنوعات میں غیر خالص کو تلف کر دینے جانے کا جواز جیسے گھٹیا بنائی والے کپڑوں میں ان کو پھاڑ کر اور جلا کر، اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے عبد اللہ بن عمر کا اپنے عصیر سے رنگے ہوئے کپڑوں کو جلا ڈالنا (۲)۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: جس محل کے ذریعہ معصیت انجام پائی ہو اس کے اس اِتلاف کی نظیر جسم کے اس محل کا اِتلاف ہے جس سے معصیت واقع ہوئی ہو، جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا اور یہ اِتلاف ہر حالت

میں واجب نہیں ہے، چنانچہ جب محل میں کوئی مفسدہ نہ ہو تو اس کا باقی رکھنا اپنے لئے یا اس کو صدقہ کرتے ہوئے جائز ہوگا، اسی بنا پر علماء کی ایک جماعت نے فتویٰ دیا ہے کہ ملاوٹ کئے ہوئے غلہ کو صدقہ کر دیا جائے گا اور اس میں اس کا اِتلاف ہو جائے گا۔

اور ایک فریق نے اِتلاف کو مکروہ قرار دیا ہے، وہ اس کو صدقہ کرنے کے قائل ہیں، اور ابن القاسم کی روایت میں امام مالک بھی انہیں میں ہیں اور یہی مسلک کی مشہور روایت ہے اور امام مالک نے ملاوٹ کیا ہو اور دودھ صدقہ کر دینے کو مستحسن قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کو مجرم سے تلف کر دینے سے مجرم کی سزا ہے اور مسکینوں کو دینے سے ان کا نفع ہے، اور امام مالک اس صورت میں زعفران اور مشک کے بارے میں اپنے دودھ والے قول ہی کے مثل کے قائل ہیں جب مجرم نے ان میں ملاوٹ کی ہو، اور ابن القاسم ان مالوں کے قلیل میں اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ ان قیمتی مالوں کے کثیر میں ملاوٹ کردہ کو صدقہ کر دینے سے مالکوں کے مالِ عظیم کا ضیاع ہو جائے گا، لہذا ان جیسے حالات میں ان کی تعزیر دوسری سزاؤں سے ہوگی اور بعض کے نزدیک امام مالک کا مذہب قلیل و کثیر میں برابر ہی کا ہے۔

اور شہب نے امام مالک سے مالی سزاؤں کی ممانعت کی روایت کی ہے اور مسلک کے فقہاء میں سے مطرف اور ابن اہل مشون میں سے ہر ایک نے اس روایت کو اختیار کیا ہے، اور ان دونوں کے نزدیک جو ملاوٹ کرے یا وزن کم کر دے، اس کو ضرب، قید اور بازار سے نکال کر سزا دی جائے گی، اور جس روٹی اور دودھ یا مشک اور زعفران میں ملاوٹ کی گئی ہو اسے نہ بکھیرا جائے گا نہ چھینا جائے گا (۱)۔

(۱) الحسبہ رص ۳۳، الطرق الحکمیہ رص ۲۳۱، بھرة الحکام ۲/۲۰۲، ۲۰۳۔

(۱) الحسبہ رص ۳۳، ۳۶، الطرق الحکمیہ رص ۲۳۵، ۲۵۸، بھرة الحکام ۲/۲۰۲، ۲۰۳۔

(۲) حدیث: "نحوی بنی عبد اللہ بن عمرو لثوبہ المعصفر" کی روایت مسلم (۳/۱۶۲ طبع اعلیٰ) نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کی ہے۔

تعزیر ۲۳-۲۵

ج-تغییر (تبدیلی کر دینا):

۲۳- تبدیلی کر کے تعزیر کرنے کی صورتوں میں سے نبی کریم ﷺ کی مسلمانوں کے درمیان جائز سانچوں جیسے دراہم و دینار کے توڑنے سے ممانعت ہے، الا یہ کہ ان سے کوئی حرج ہو، چنانچہ اگر ایسا ہو تو ان کو توڑ دیا جائے گا (۱) اور اس تصویر کے سلسلہ میں جو آپ ﷺ کے گھر میں تھی (۲) اور اس پر وہ کے سلسلہ میں جس میں تصاویر تھیں (۳) رسول اللہ ﷺ کا عمل، کیونکہ آپ ﷺ نے تصویر کا سرکاٹ دیا اور وہ درخت کی طرح ہو گئی، اور پر وہ کوکاٹ کر دو ڈال دیئے جانے والے تکیے کی صورت میں بدل لیا جنہیں روند اجاتا ہے۔ اور اسی میں سے لہو کے آلات کو کھڑے کھڑے کرنا اور بنائی ہوئی تصاویر کا تبدیل کر دینا بھی ہے۔

د-تملیک (مالک بنا دینا):

۲۴- تملیک کے ذریعہ تعزیر کی صورتوں میں سے اس شخص کے بارے میں جس نے درخت میں لٹکے ہوئے پھل کو اسے کھلیان میں لے جانے سے پہلے چر لیا تھا، سزا کے کوڑے لگانے اور جو کچھ لیا تھا اس کا دگنا تاوان دینے (۳) اور اس شخص کے متعلق جس نے باڑے

(۱) حدیث: "لہی السبی ﷺ عن کسر....." کی روایت خلیب بغدادی نے اپنی تاریخ (۶/۶۳۳ طبع اسعادہ) میں حضرت عاتقہ بن عبد اللہ المروزی سے کی ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔

(۲) حدیث: "قطع رأس السمائل فصار كالشجرة" کی روایت ابو داؤد (۳/۳۸۸ تحقیق عزت عبیدہ ماس) اور ترمذی (۵/۱۱۵ طبع مجلسی) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے اور ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) حدیث: "قطع السر إلى وسادين مسلمين يوطان....." کی روایت احمد (۳/۳۰۸ طبع لمبیرہ) نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے اور اس کی روایت ترمذی (۵/۱۱۵ طبع مجلسی) نے بھی کی اور فرمایا: یہ حسن صحیح ہے۔

(۴) حدیث: "لقضاء الرسول ﷺ فبمن سرق من الغنم المعلق....." کی تخریج کذریجی ہے۔

میں جانے سے پہلے مویشی چرائے تھے، سزا کے کوڑے لگانے اور دگنا تاوان دینے کا نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ہے (۳) نیز گم شدہ کو چھپا دینے والے پر تاوان دگنا کر دینے کا حضرت عمر کا فیصلہ ہے، علماء کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے، ان میں امام احمد وغیرہ ہیں، اور اسی میں سے حضرت عمر کا اعرابی کی اس اونٹنی کا تاوان دگنا کر دینا ہے جس کو بھوکے غلاموں نے لے لیا تھا، کیونکہ آپ نے ان کے آقا پر تاوان دگنا کر دیا تھا (۲) اور قطع ید کو ختم کر دیا تھا۔

تعزیر کی دوسری قسمیں:

جوگز رچکی ہیں ان کے علاوہ تعزیر کی کچھ دوسری قسمیں بھی ہیں، ان میں مجرد اعلام (مطلع کرنا) مجلس قضاء میں حاضر کرنا، ڈانٹنا اور ترک تعلق (بایکٹ کرنا) بھی ہے۔

الف- مجرد اعلام (صرف آگاہ کرنا):

۲۵- اعلام کی صورت یہ ہے کہ قاضی مجرم سے کہے: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایسا ایسا کیا یا قاضی مجرم کے پاس یہی کہنے کے لئے اپنا معتمد شخص بھیجے۔

اور بعض نے اعلام کے ذریعہ تعزیر میں یہ قید لگائی کہ وہ ترش روئی سے دیکھنے کے ساتھ ہو (۳)۔

(۱) حدیث: "لقضاء الرسول ﷺ فبمن سرق من الماشية قبل....." کی تخریج کذریجی ہے۔

(۲) تعزیر بالمال کے لئے عمومی طور پر مراجعت کی جائے: الزیلعی ۳/۲۰۸، السندی ۷/۶۰۳، ۶۰۵، ابن ماجہ ۳/۱۸۳، فصول الاستریشی رص ۷، فتاویٰ ابوزید ۲/۵۲، نہایت المحتاج شرح المنہاج ۷/۱۷۳، لؤبہ رص ۳۰، ۳۲، ۳۵، ۳۶، ۳۷، المطرق الحکمیہ ۷/۲۳، ۲۵۸، کشاف اقتناع ۳/۷۳، ۷۵، شرح المنتقى علی ہدایہ رص ۱۱۰۔

(۳) الکاسانی ۷/۶۳، الزیلعی ۳/۲۰۸، الجوزی ۵/۲۵۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۸۸، درر لؤلؤ کا م ۲/۷۵۔

تعزیر ۲۶-۲۷

أباذر، أعيرته بأمه!! إنك امرؤ فیک جاهلیة“ (۱) (۱) اے ابو ذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلانی؟ تم ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (۲) ”لی الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ“ (۳) (مال رکھنے والے کی مال منول اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتی ہے)، اور آبرو لینے کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ مثلاً اس سے کہا جائے: اے ظالم! اے تجاوز کرنے والے! اور یہ تعزیر بالقول کی ایک قسم ہے، اور ابن فرحون کی ”تبصرة الحکام“ میں آیا ہے کہ قول سے تعزیر کی دلیل وہ حدیث ہے جو ”سنن ابی داؤد“ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اضربوه“ (اس کو مارو)، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: تو ہم میں اپنے ہاتھ سے مارنے والے بھی تھے، جوتے سے مارنے والے بھی تھے، اور اپنے کپڑے سے مارنے والے بھی تھے اور انہیں کی سند سے ایک روایت میں ہے: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”بکٹوہ“ (اس کو جھڑکو) تو وہ حضرات یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے: تم اللہ سے نہیں ڈرے، اللہ کا خوف نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ سے حیا نہیں آتی اور یہ سزاؤں تعزیر بالقول میں سے ہے (۴)۔

(۱) حدیث: ”یا أباذر، أعیرته بأمه؟.....“ کی روایت بخاری (فتح ۱/ ۸۳، طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۲) لی الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ والے کی مال منول۔

(۳) حدیث: ”لی الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ“ کی روایت احمد (۳/ ۲۲۲، طبع المیزان) نے کی ہے اور ابن حجر (فتح ۵/ ۶۳، طبع المستقیم) میں کہتے ہیں: اس کی سند حسن ہے۔

(۴) حدیث: ”بکٹوہ“ اور آخر میں فرمایا: ”ولکن قولوا: اللهم اغفر له، اللهم ارحمه“ (اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما) کی روایت ابو داؤد (۳/ ۶۳۰، ۶۳۱، تحقیق عزت ہمدان) نے کی ہے اور اس کی سند

ب۔ مجلس قضاء میں حاضر کرنا:

۲۶- کاسانی کہتے ہیں کہ تعزیر کی یہ قسم اعلام، قاضی کے دروازے کے پاس جانے اور مواجہت (مخاطب کرنے) سے ہوتی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اعلام، قاضی کے دروازے کے لئے کھینچنے اور مجرم کی طرف جس چیز کی نسبت کی جارہی ہے اس کا مقدمہ قائم کر کے ہوتی ہے۔

اور اس سزا اور مجرم در اعلام میں فرق یہ ہے کہ اس سزا میں اعلام پر اضافہ کرتے ہوئے مجرم کو قاضی کے پاس پکڑ کر لایا جاتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ قاضی مواجہت اس سے مخاطب ہو، اور کمال ابن الہمام کی ذکر کردہ تفصیل پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ تعزیر مجرم کی طرف جو کچھ منسوب کیا جا رہا ہے اس میں خصومت کرنے میں اعلام مجرم سے جدا ہو جاتی ہے۔

اور ان دونوں قسموں کو یا ایک قسم کو قاضی زیادہ تر اس کے زاہر ہونے کی شکل میں اس وقت اختیار کرتا ہے جب مجرم نے جرم کا ارتکاب ابتداء لغرض کے طور پر یا نامدرطور پر کیا ہو بشرطیکہ جرم سنگین نہ ہو (۱)۔

ج۔ توبیح (ڈانٹ ڈپٹ):

توبیح (ڈانٹ ڈپٹ) کی مشروعیت:

۲۷- توبیح کے ذریعہ تعزیر کرنا باتفاق فقہاء مشروع ہے، چنانچہ حضرت ابو ذر نے روایت کی ہے کہ انہوں نے آدمی کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں سے اس کو عار دلایا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یا

(۱) اعلام اور حاضر کرنے کے متعلق عمومی طور پر رجوع کریں: اکاسانی ۷/ ۶۳، الزیلعی ۳/ ۲۰۸، الجومہ ۲/ ۵۳، درر الحکام ۲/ ۵۷، فتح القدر ۵/ ۱۱۳، ابن طاہرین ۳/ ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، السندی ۷/ ۶۶۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲/ ۱۸۸، قاضی خاں ۲/ ۲۹۳، ۲۹۴۔

تعزیر ۳۱-۳۵

چنانچہ ان شرائط میں سے اگر کسی شرط کی کمی ہو تو قصاص ممنوع ہوگا اور اس میں تعزیر ہوگی۔
اور اس سلسلہ میں کچھ اختلاف اور تفصیل ہے جس کو ”قتل“ اور ”قتصاص“ کی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

قتل شبہ عمد (دانستہ قتل کے مشابہ):
۳۳- بہوتی ”المبدع“ سے نقل کر کے فرماتے ہیں: قتل شبہ عمد میں وجوب تعزیر کا قول بھی اختیار کیا جاتا ہے، اس لئے کہ کفارہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور مجرمانہ عمل کے لئے نہیں ہے، بلکہ فوت ہونے والی جان کا بدلہ ہے، رہا خود فعل حرام جو کہ جرم ہے تو اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔

۳۴- اور حنفیہ کے یہاں ثابت شدہ اصولوں میں سے یہ ہے کہ ان کے یہاں قتل کے جن واقعات میں قصاص نہیں ہے، جیسے قتل بالمشکل (بھاری چیز سے قتل) یعنی بڑے پتھر یا بھاری لکڑی جیسی چیز سے قتل کرنا ان میں امام اگر مصلحت سمجھے تو قتل تک پہنچ جانے والی سزاؤں کے ذریعہ تعزیر کرنا اس صورت میں جائز ہوگا جب اس کا بار بار ارتکاب ہو، اور اسی اصل کی بنا پر حنفیہ قتل کے ذریعہ اس شخص کی تعزیر کے قائل ہیں جس کی جانب سے گلا گھونٹنا، ڈبونا اور بلند جگہ سے پھینک دینا بار بار پایا جاتا ہو جبکہ قتل کے بغیر اس کا فساد نہ رکے (۱)۔

مادون النفس (جان سے کم) پر زیادتی:
۳۵- جب مادون النفس پر جنایت دانستہ ہو تو قصاص کے لئے جنایت علی النفس کی شرطوں کے علاوہ مماثلت (برابری) اور برابری

(۱) الکاسانی ۷/ ۲۳۳، ابن ماجہ بن ۳۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۵، کشاف القناع ۳/ ۷۳،

ہے، لیکن اس سزا کی تنفیذ اس کی تنفیذ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نہیں ہو پاتی اور کچھ وہ بھی ہیں جن میں متعین سزا ہے لیکن اس سزا کی تنفیذ کسی مانع کی وجہ سے اس پر نہیں ہو پاتی جیسے کسی ایسے شبہ کا پایا جانا جو حد دفع کرنے کا مستوجب ہو، یا صاحب حق کا اپنا مطالبہ معاف کر دینا۔

اور کبھی تعزیری جرائم مذکورہ جرائم کے علاوہ ہوتے ہیں اور اس میں اصلاً تعزیر ہی ہوتی ہے، اور اس میں وہ جرائم داخل ہوتے ہیں جو سابقہ صورتوں میں داخل نہیں ہوتے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

وہ جرائم جن میں حدود کے بدلہ میں تعزیر مشروع ہوتی ہے:
نفس اور مادون النفس پر زیادتی کرنے کے جرائم:

۳۱- اس موضوع میں نفس پر زیادتی کرنے کے جرائم کے متعلق بحث یعنی جس سے جان نکل جاتی ہے، اور مادون النفس پر زیادتی کے جرائم سے متعلق بحث، یعنی جو بدن پر جان نکل جانے کا سبب بنے بغیر واقع ہوتے ہیں، دونوں داخل ہیں۔

قتل کے جرائم (نفس پر جنایت)
قتل عمد (دانستہ قتل):

۳۲- قتل عمد وہ زیادتی ہے جس کا تقاضا قصاص ہے، اور اس کے لئے چند شرائط کا پورا ہونا شرط ہے، ان میں سب سے اہم ہے: قائل کا اس کو اس طرح محض عمداً (دانستہ) قتل کرنا کہ اس میں کوئی شبہ نہ ہو، اور اس کا مختار ہونا اور بلا واسطہ قتل کرنا اور مقتول کا قائل کا جزء (فرع) نہ ہونا، مقتول کا مطلقاً معصوم الدم ہونا، اس کے علاوہ قصاص کے لئے یہ بھی واجب ہے کہ ولی دم (جس ولی کو مطالبہ خون کا اختیار ہے) کی طرف سے اس کا مطالبہ ہو (۱)۔

(۱) الکاسانی ۷/ ۲۳۳۔

تعزیر ۳۶

زخم چھوڑے۔

اور امام مالک سے مروی ہے کہ اس سلسلہ میں کوڑے مارنا تھپڑ مارنے کی طرح ہے، اس میں تاویب ہوگی، ابن عرفہ نے اشہب سے بھی اسی کو نقل کیا ہے۔
اور ابن القیم اور بعض حنابلہ تھپڑ اور کوڑے لگانے میں قصاص کی رائے رکھتے ہیں (۱)۔

وہ زنا جس میں حد نہ ہو، اور زنا کے مقدمات:

۳۶- زنا میں اس کے ثبوت کی شرعی شرائط جب پوری ہو رہی ہوں تو اس میں حد زنا ہوگی، اور جب کسی شبہ کے پائے جانے کی وجہ سے (۲) یا ثبوت حد کی شرعی شرائط میں سے کسی شرط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے متعین حد کی تنفیذ نہ ہو پائے تو یہ فعل ایسا جرم ہو جائے گا جس میں یا جس کی جنس میں حکم مشروع تو ہے لیکن تنفیذ نہیں ہو پائی ہے، اور ہر وہ جرم جس میں حد اور قصاص نہ ہو اس میں تعزیر ہوتی ہے۔

اسی پر بناء رکھتے ہوئے جب وہاں حد کو دفع کرنے والا کوئی شبہ

(۱) اکا سانی ۷/۲۹۹، معین الامکا مہ ص ۷۷، سواہب الجلیل ۶/۲۳۷، کشاف القناع ۳/۲۳، ۷۳، اعلام المتوہب ص ۲۴۔

(۲) شہر سے حد کو دفع کر دینے کی بنیاد یہ حدیث ہے "در زوا الحدود بالنسبہات، فان كان له مخرج فخلوا سبيله، فان الإمام أن یخطیء فی العفو خیر من أن یخطیء فی العقوبة" (شہادت سے حد کو دفع کر دو، ورنہ اگر اس کے لئے نکلنے کی کوئی گنجائش ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، اس لئے کہ امام کا ساقی میں غلطی کر جانا سزا میں غلطی کر جانے سے بہتر ہے) جمہور نے شہر کے اثبات میں اسی حدیث کو لیا ہے۔

اور حدیث مذکور کو تندی نے اس کے فقرہ بہتر بہب الفاظ سے نقل کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس کی روایت موثقاً بھی کی گئی ہے اور وقت ہی صحیح ہے اور فرمایا: ایک سے زیادہ صحابہ کرام سے منقول ہے کہ وہ اسی طرح کی رائے رکھتے تھے (نیل الاوطار ۷/۱۱۰، ۱۱۱)۔

سے قصاص لینے کا ممکن ہونا بھی شرط ہے (۱)۔

اور مالکیہ مادون انفس پر عمد جنایت میں بھی اس صورت میں تعزیر کی رائے رکھتے ہیں جب قصاص ساقط ہو جائے یا کسی سبب یا دوسری وجہ سے ممتنع ہو جائے تو حالات کے اعتبار سے جرم میں دیت یا اُرش کے ساتھ یا اس کے بغیر ہی تعزیر ہوگی، اور اس کی مثال یہ ہے کہ جنایت مازک ہڈی پر ہو، اس لئے کہ مازک (اہم) ہڈیوں میں ان کے یہاں قصاص نہیں ہونا جیسے ریراھ، ران، گردن کی ہڈی، اور اسی طرح منقلہ (وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہو)، ماسومہ (دماغ تک پہنچنے والا زخم) اور جائفہ (جوف تک پہنچنے والا زخم) کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ان میں قصاص ممکن نہیں ہے (۲) اور یہ ہر اس عضو کے بارے میں بھی (کہا جاتا ہے) جس کے جسم میں قائم رہنے اور خوبصورتی باقی رہنے کے باوجود جنایت سے اس کی اصل منفعت ختم ہوگئی ہو، چنانچہ جب آنکھ پر ضرب لگائی ہو جس سے اس کی روشنی چلی گئی ہو اور خوبصورتی باقی رہ گئی ہو تو اس میں قصاص نہیں ہوگا، اسی طرح جب (کسی کے مارنے سے) ہاتھ لٹخ ہو جائے اور جسم سے علاحدہ نہ ہو تو اس میں اور ان جیسے جرائم میں مجرم سے عقل (یعنی دیت) لینے کے ساتھ ہی اس کی تعزیر بھی کی جائے گی (۳)۔

اور زیادتی جب جسم میں کوئی اثر نہ چھوڑے تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس میں تعزیر ہوگی نہ کہ قصاص، اور بعض مالکیہ کے نزدیک کوڑے مارنے میں قصاص ہوگا اگر چہ (جسم میں) کوئی زخم (اور سر میں) کوئی پھٹن نہ پیدا کرے، باوجودیکہ تھپڑ لگانے اور ڈنڈا مارنے میں ان کے یہاں قصاص نہیں ہوگا، الا یہ کہ اپنے پیچھے جسم یا سر میں

(۱) تہرۃ لوکا م علی ہاشم فتح العلی لما تک ۳/۳۶۶، ۳۶۷، سواہب الجلیل ۶/۲۳۷۔

(۲) سواہب الجلیل ۶/۲۳۷، التاج والاکلیل علی ہاشم، المدونہ ۶/۱۱۳۔

(۳) سواہب الجلیل ۶/۲۳۷، ۲۳۹۔

تعزیر ۳

کرے تو بالاجماع حد نہیں ہوگی، اور جمہور کے نزدیک اس پر تعزیر لازم ہوگی۔

اور اس سلسلہ میں تعزیر کے مستوجب افعال میں سے ہر وہ فعل ہے جو جماع سے کم درجہ کا ہو، جیسے شرمگاہ کے علاوہ میں وطی کرنا، اور اس میں مسلمان، کافر اور مخلص و غیر مخلص برابر ہوں گے، اور اسی میں سے عورت سے جماع کے علاوہ کسی بھی حرام فعل کا ارتکاب کرنا ہے، جیسے احتیہ سے معانقہ کرنا یا اس کا بوسہ لینا۔

اور قاتل تعزیر افعال میں سے دوسرے کے لئے ستر کھولنا، عورتوں کو دھوکہ دینا، اور قیادت یعنی مردوں اور عورتوں کو زنا کرنے کے لئے یا مردوں اور مردوں کو لو اطم کے لئے جمع کرنا ہے (۱)۔

وہ قذف جس میں حد نہیں ہوتی اور برا بھلا کہنا:

۳- تہمت لگانے والے پر حد قذف کی شرائط کے بغیر حد نہیں لگائی جاتی، چنانچہ جب ان میں سے کوئی نہ پائی جائے یا ناقص ہو تو مجرم پر حد نہیں لگائی جائے گی، اور جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس کے مطالبہ پر اس کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے ایک ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس میں حد نہیں ہے۔

اور اس قذف کی شرائط میں سے جس میں حد ہے مقذوف

(۱) زنا اور اس کے متعلقات کے سلسلہ میں تعزیر کے متعلق رجوع کریں: السنن ص ۷۷، ۷۹، ۸۵، ۸۸، ۲۳/۳۶، الکا سانی ۷/۳۳، ۳۵، فتح القدیر ۳/۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، الخراج لأبی یوسف ص ۶۶، الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۵۷، عدۃ ارباب الفتاویٰ ص ۷۸، واقعات المصنفین ص ۵۹، الفتاویٰ لأحمدیہ ۱/۱۵۹، الفتاویٰ لأقریبیہ ۱/۱۵۹، المدونہ ۱۶/۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، الخ

ہو، خواہ شبہ فعل کا ہو (۱) کیا ملک کا ہو یا عقد کا ہو تو حد کی تہذیب نہیں ہوگی، لیکن مجرم کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں متعین سزا نہیں ہے۔

اور شبہ کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ جو ثابت کے مشابہ ہو اور ثابت نہ ہو، یا شبہ مباح کرنے والی چیز کا حکم یا حقیقت نہ پائے جانے کے باوجود صورت مباح کرنے والی چیز کے پائے جانے کا نام ہے اور اس کی تفصیل ”اشتباہ“ میں ہے۔

اور جس عورت سے زنا کیا گیا اگر وہ مردہ ہو تو اس عمل میں تعزیر ہوگی، اس لئے کہ اسے زنا نہیں مانا جائے گا، کیونکہ جس عورت سے زنا کیا جا رہا ہے اس کی حیات حد میں شرط ہے۔

اور یہ فعل جب کسی مرد کی جانب سے نہ ہو تو حد نہیں قائم کی جائے گی، بلکہ تعزیر ہوگی، اور اسی میں سے مساحقہ (عورتوں کا باہم ہم جنسی کرنا) بھی ہے۔

اور جب فعل عورت کی سامنے والی شرمگاہ میں نہ ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک حد جاری نہ ہوگی، لیکن اس میں تعزیر ہوگی، اور اسی میں یہ بھی ہے کہ فعل دبر (پچھلی شرمگاہ) میں ہو، اور یہی امام شافعی کا بھی ایک قول ہے، اور ہر حال میں قتل کا قول حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، اور شافعیہ کا دوسرا قول بھی یہی ہے اور شافعیہ کا مسلک مختار یہ ہے کہ یہ زنا ہے اور اس میں حد ہوگی۔

اور ایک جماعت کا قول ہے کہ لو اطم زنا ہے اور اس میں حد زنا ہوگی، ان میں امام مالک بھی ہیں، اور امام شافعی کے یہاں بھی یہی قول مشہور ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کے تلمیذ امام ابو یوسف کی رائے ہے اور امام احمد سے روایات مختلف ہیں، چنانچہ ان سے یہ بھی روایت ہے کہ اس میں حد زنا ہوگی، اور یہ فعل جب فاعل اپنی بیوی کے ساتھ

(۱) السنن ص ۷۷، ۷۹، الکا سانی ۷/۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، الخ

تعزیر ۳

اور یہی حکم اس وقت ہوگا جب اس کو ایسی چیز کا الزام لگائے جس کو زنا نہیں سمجھا جاتا ہے جیسے دوسرے پر منث (بجڑے پن) کا الزام لگائے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی طرح اس شخص کی بھی تعزیر کی جائے گی جو دوسرے پر الزام لگائے کہ وہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ فعل حد زنا کا موجب نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد اس میں حد کے قائل ہیں، اس وجہ سے اس میں تعزیر نہیں ہوگی، بلکہ ان حضرات کے نزدیک اس میں حد قذف ہوگی، اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ لواطت زنا ہے یا نہیں؟

تو جو حضرات کہتے ہیں کہ لواطت زنا ہے انہوں نے اس کی تہمت لگانے میں حد قذف مقرر کی ہے، اور جو اس کے علاوہ کے قائل ہیں انہوں نے اس کی تہمت لگانے پر تعزیر مقرر کی ہے، اور جو شخص کسی پر کسی شرط یا اجل سے مقید تہمت لگائے تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور حد نہیں لگائی جائے گی۔

اور جب قول تہمت نہ ہو بلکہ صرف گالی گلوچ ہو تو وہ ایسا گناہ ہوگا جن میں حد نہیں ہوگی اور اس میں تعزیر ہوگی، اور اسی میں سے اس کا اے نصرانی! اے زندیق! یا اے کافر! اس وقت کہنا ہے جبکہ وہ مسلمان ہو، اور اسی طرح جو دوسرے سے کہے: اے منث! اے منافق! جب تک کہ جُنّی علیہ (جس پر جنایت کی جارہی ہے) اس سے متصف نہ ہو، اسی طرح اے سوخور! اے شراب پینے والے! اے خائن! اے چور! جیسی چیزوں میں اس کی تعزیر کی جائے گی، اور یہ سب اس شرط کے ساتھ ہے کہ جُنّی علیہ کی طرف جس چیز کی نسبت کی جارہی ہے اس سے وہ معروف نہ ہو، اسی طرح جو دوسرے سے گالی کے طور پر کہے: اے احمق! اے گندے! اے بے وقوف! اے ظالم!

(جس پر تہمت لگائی گئی) کا مخصن (۱) ہونا بھی ہے، چنانچہ جب وہ ایسا نہ ہو تو قذف پر حد نہیں ہوگی لیکن اس کی تعزیر کی جائے گی، اسی میں سے یہ ہے کہ کسی مجنون یا نابالغ پر زنا کی تہمت لگائے یا ایسی مسلمان عورت پر جو زنا کر چکی تھی یا ایسے مسلمان پر جو زنا کر چکا تھا، یا ایسی عورت پر جس کے ساتھ کچھ ایسے بچے ہوں جن کا کوئی باپ معروف نہ ہو، اور آخر کی تین صورتوں میں یہ عفت (پاکدامنی) نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور انہیں میں سے مقذوف (جس پر تہمت لگائی گئی ہے) کا معلوم ہونا بھی ہے، چنانچہ اگر ایسا نہ ہو تو حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی، اس لئے کہ یہ فعل ایسی معصیت ہے جس میں کوئی حد نہیں ہے، اور اسی کی بنیاد پر جس نے دوسرے کے جد (دادا مانا) پر جد کی وضاحت کے بغیر یا اسی طرح بھائی پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور اس کے ایک سے زیادہ بھائی ہوں تو اس کی تعزیر کی جائے گی اور حد نہیں لگائی جائے گی۔

اور غیر صریح (لفظ) سے قذف میں حد نہیں ہوگی، اور اس میں سے کنایہ یا تعریض سے قذف کرنا ہے، چنانچہ حنفیہ کے یہاں اس میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی، اور شافعیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے، اور امام مالک تعریض یا کنایہ سے قذف کرنے میں حد کی رائے رکھتے ہیں۔

اور جن حضرات نے حد سے منع کیا ہے وہ تعزیر کے قائل ہیں، اس لئے کہ یہ فعل ایسا جرم ہے جس میں حد نہیں ہے، اور اس صورت میں کوئی حد نہ ہوگی جب ایسے الفاظ سے الزام لگائے جو صراحتاً زنا کا معنی نہ ادا کریں جیسے اس کا کہنا: اے فاجر! بلکہ اس کی تعزیر ہوگی۔

(۱) جمہور کے نزدیک قذف میں احسان کی شرائط ہیں: عقل، بلوغ، حریت، (آزادی) اسلام اور زنا سے پاکدامن ہونا ہے (الکاسانی ۷/۳۰۹، المغنی ۲/۲۰۲)۔

تعزیر ۳۸-۴۰

وہ رہزنی جس میں حد نہیں ہے:

۳۹- رہزنی حدود کے دوسرے جرائم کی طرح ہے، اس میں حد ہونے کے لئے کچھ معین شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے، ورنہ حد قائم نہیں کی جائے گی، اور مجرم نے جب بھی کسی ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو جس میں حد نہیں ہوتی ہے تو اس کی تعزیر کی جاتی ہے۔

اور شرائط میں یہ ہے کہ جرم کرنے والا بالغ اور مرد ہو اور حُشّی علیہ (جس کے خلاف جرم کیا گیا) مسلمان یا ذمی ہو اور مال پر اس کا قبضہ صحیح ہو اور رہزنوں میں ان لوگوں میں سے کسی کا کوئی ذورم محرم (قریبی رشتہ دار) نہ ہو جن پر رہزنی کی گئی ہے، اور جس (مال) میں رہزنی کی گئی ہے وہ مال منقوم، معصوم اور مملوک ہو، رہزن کی نہ اس میں ملکیت ہو، نہ ملکیت کا شبہ ہو، محفوظ اور نصاب کے بقدر رہو اور رہزنی شہر کے علاوہ میں ہو۔

اس کی تفصیل ”حراہ“ میں ہے۔

وہ جرائم جو اصلاً تعزیر کے موجب ہیں:
بعض وہ جرائم جو افراد پر واقع ہوتے ہیں:
جھوٹی گواہی:

۴۰- قرآن کریم میں قول زور (جھوٹی بات) کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں حرام قرار دیا گیا ہے: ”وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ“ (۱) اور بچے رہو جھوٹی بات سے)۔

اور اس حدیث سے بھی جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات کی حرمت ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑا شمار کیا ہے (۲)، اور جب بھی

اے کانے! جبکہ وہ تندرست ہو، اے اپنا بیچ! جبکہ وہ تندرست ہو۔

اور عمومی طور پر جو دوسرے کو برا بھلا کہے تو گالی کیسی ہی ہو اس کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ یہ معصیت ہے۔

اور تعزیر ثابت کرنے والے فعل کی تحدید میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا، چنانچہ مجنی علیہ کی طرف منسوب کیا جانے والا فعل جب ان چیزوں میں سے نہ ہو جس کی وجہ سے عرف میں عار، اذیت، اور عیب لاحق ہوتا ہو تو کہنے والے کو کوئی سزا نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہاں جرم ہے ہی نہیں (۱)۔

وہ چوری جس میں حد نہیں ہے:

۳۸- چوری جب اپنی شرعی شرائط پوری کرے تو وہ حدود کے جرائم میں سے ہوگی اور ان میں سب سے اہم شرط پوشیدہ ہونا اور چوری کی ہوئی چیز کا مال ہونا، غیر چور کی ملکیت ہونا، حرز میں ہونا، نصاب کے بقدر ہونا ہے، چنانچہ حد کی شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حد نہیں قائم کی جائے گی لیکن چور کی تعزیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں کوئی متعین حد نہیں ہے، اور اس کی تفصیل ”سرت“ کی اصطلاح میں ہے۔

(۱) فذوف اور اس گالی کے سلسلہ میں جس میں تعزیر ہوتی ہے رجوع کیا جائے: السنن ص ۱۹/۱۰۲، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۳۶/۳۷، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵

تعزیر ۴۱-۴۴

اس طرح کے جرائم میں سے جانور کی دم کاٹ لینا ہے، چنانچہ فقہاء حنفیہ نے ذکر کیا ہے کہ موجب تعزیر چیزوں میں سے وہ بھی ہے جس کا ذکر ابن رستم نے گھوڑے کی دم کاٹ لینے والے کے بارے میں کیا ہے (۱)۔

دوسرے کی ملکیت کی بے حرمتی کرنا: ۴۳- بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل ہونا شرعاً ممنوع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا" (۲) (تم اپنے (خاص) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو)۔ اور اسی اصل کی بنیاد پر اس شخص کی تعزیر کے بارے میں کہا گیا ہے جو دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت یا علم کے بغیر نیز اس دخول کا سبب مشروع واضح ہوئے بغیر پایا جائے (۳)۔

مصلحت عامہ کو ضرر پہنچانے والے جرائم: ۴۴- مصلحت عامہ کو ضرر پہنچانے والے کچھ ایسے جرائم پائے جاتے ہیں جن میں متعین سزائیں نہیں ہیں اور ان میں تعزیر ہے۔

انہیں جرائم میں مسلمانوں کے خلاف دشمن کے حق میں جاسوسی کرنا ہے، چنانچہ ایسا کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَجَسَّسُوا" (۴) (اور جھید نہ ٹولو کسی کا)، اور اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے: "لَا تَتَخَلَّفُوا عِلْمِي وَعَلِمُوْكُمْ أَوْلِيَاءَ تَلْقَوْنَ

اس میں کوئی متعین سزا نہ ہو تو اس میں تعزیر ہوگی (۱)۔

ناحق شکایت:

۴۱- صاحب "تبصرة الاحكام" نے بیان کیا ہے کہ جو ناحق شکایت لائے اس کی تا دیب ہوگی، اور بہوتی کہتے ہیں کہ جب مدعی کا اس کے دعویٰ میں جھوٹ ظاہر ہو جائے جس سے وہ مدعا علیہ کو اذیت دے رہا ہو، تو جھوٹ اور مدعا علیہ کو اذیت دینے کی وجہ سے اس کی تعزیر کی جائے گی (۲)۔

غیر موذی جانور کو مار ڈالنا یا اس کو ضرر پہنچانا:

۴۲- نبی کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں جانور کو تکلیف دینے کی ممانعت فرمائی ہے: "إِنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ النَّارَ فِي هَرَّةٍ حَبَسْتَهَا، فَلَا هِيَ أَطْعَمْتَهَا وَسَقَمْتَهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَّاشِ (۳) الْأَرْضِ" (۴) (ایک عورت اس بلی کے سلسلہ میں جہنم میں داخل ہو گئی جس کو اس نے بند کر رکھا تھا، چنانچہ نہ تو اس نے اس کو کھلایا پلایا، نہ ہی زمین کے کیڑوں مکوڑوں کے کھانے کے لئے چھوڑا) تو یہ فعل معصیت ہے اور اس میں کوئی حد متعین نہ ہو تو ناعقل کی تعزیر کی جائے گی۔

= بخاری (فتح ۲۶۱/۵ طبع استقصیہ) اور مسلم (۱/۹۱ طبع مجلسی) نے حضرت ابو بکر سے کی ہے۔

(۱) السنن ص ۱۶/۵، ۱۳۶، الخراج ص ۷۰، مختصر القدوری ص ۶۱، المجموعہ ۲/۳۳۸، الملباب ۳/۱۳۸، الفتاویٰ الامعديہ ۱/۱۶۶۔

(۲) کشاف القناع ۶/۷۶، تبصرة الاحكام ۲/۳۷۰۔

(۳) الخشاش (خ پرزیر کے ساتھ) حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے)، اور رخ کے فتح کے ساتھ بھی آتا ہے (المختار)۔

(۴) حدیث: "دخلت امرأة في النار....." کی روایت بخاری (فتح ۳۵۶/۶ طبع استقصیہ) اور مسلم (۳/۲۱۰ طبع مجلسی) نے حضرت ابو بکر سے کی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲/۱۶۹۔

(۲) سورہ نور ۲۷۔

(۳) الفتاویٰ الامعديہ ۱/۱۷۱، ۱۷۱۔

(۴) سورہ حجرات ۱۲۔

تعزیر ۴۵-۴۷

ملا زمین کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور کوتاہی کرنا:
یہ ایسی معصیت ہے جس میں کوئی متعین سزا نہیں ہے، اور اس
کی چند صورتیں ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

الف- قاضی کا نا انصافی کرنا:

۴۶- جب قاضی فیصلہ میں دانستہ نا انصافی کرے تو اس کی تعزیر کی
جائے گی، معزول کر دیا جائے گا اور اس کے مال میں اس کو ضامن
قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ جس معاملہ میں اس نے نا انصافی کی ہے
اس میں وہ قاضی نہیں ہے بلکہ وہ ناحق برباد کرنا ہے، لہذا اس کے مال
میں ضمان واجب کرنے کے سلسلہ میں وہ دوسروں کی طرح ہوگا، اور
جب غلطی سے نا انصافی کرے تو اس پر اس کے فیصلہ سے تاوان نہیں
ہوگا، اس لئے کہ وہ ”معصوم عن الخطا“ (۱) (غلطیوں سے مبرا)
نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ“ (۲) (تمہارے اوپر اس کا کوئی گناہ نہیں
جو تم سے بھول چوک ہو جائے)۔

ب- عمل ترک کر دینا یا عمداً واجب کی ادائیگی سے رک جانا:

۴۷- سہر ایسا عمل جس سے عام ذمہ داریوں کو معطل کر دینے یا ان کا
نظم ختم کر دینے کی صورت پیدا ہو جاتی ہو تو وہ مستوجب تعزیر جرم
ہے، اور اس کا مقصد خوبی سے کام چلنے کو یقینی بنانا ہے، تا کہ حکومت
مکمل طریقہ سے اپنے فرائض انجام دیتی رہے، اس بنا پر ہر اس شخص
کی تعزیر کی جائے گی جو اپنا کام چھوڑ دے، یا کام جاری رہنے میں
دشواری پیدا کر کے یا اس کے نظم میں خلل ڈالنے کا قصد کرتے ہوئے

إليهم بالموذبة“ (۱) (تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ
بنائیں کہ ان سے محبت کا اظہار کرنے لگو)۔

اور چونکہ ان جرائم میں متعین سزا نہیں ہے، لہذا اس میں تعزیر
ہوگی (۲)۔

اس کی تفصیل ”تجسس“ میں ہے۔

رشوت:

۴۵- ستر آن کے مطابق رشوت حرام اور جرم ہے، اس لئے کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّخْتِ“ (۳)
(جھوٹ کے بڑے سنے والے ہیں، حرام کے بڑے کھانے والے
ہیں) یہ آیت یہود کے سلسلہ میں ہے جو حرام کمائی یعنی رشوت کھاتے
تھے، اور یہ سنت کے ذریعہ بھی حرام کردہ ہے، اس لئے کہ حدیث ہے:
”لعن الله الراشي والمرتشي والرائش“ (۴) (اللہ تعالیٰ نے
رشوت لینے والے، دینے والے اور رشوت کا دلال بننے والے پر
لعنت فرمائی ہے)، اور چونکہ اس جرم میں کوئی متعین سزا نہیں ہے لہذا
اس میں تعزیر ہوگی (۵)۔

(۱) سورہ بقرہ ۱۷۷۔

(۲) الخراج ۱۷، تہمة الحکام ۱۳۸/۲، ۲۰۶، اسیاتہ الشریعہ ۱۷۳، ۵۳،
الحسبہ ۲۰، کشف القناع ۶۱۳۔

(۳) سورہ مائدہ ۲۲۔

(۴) حدیث: ”لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي.....“ کی روایت
ترمذی (۳/۶۱۳، تلمیح) اور حاکم (۳/۱۰۲، ۱۰۳ طبع دائرة المعارف
العثمانیہ) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے، اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے
اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۵) اسیاتہ الشریعہ ۱۷۹، ۲۰، ۳۰، اور رائش رشوت دینے اور لینے والے کے
درمیان واسطہ بننے والے کو کہتے ہیں، اور رشوت کے سلسلہ میں ”جامع
المفصولین ۱/۱۸، ۱۷“ کی طرف بھی رجوع کریں۔

(۱) جامع المفصولین ۱/۱۶، ۱۷، الذی الدرر علی ہدیہ، اسرخصی ۸۰۔

(۲) سورہ اہزاب ۵۔

تعزیر ۴۸-۵۲

سے انکار کرے تو قید کر دیا جائے گا اور بات مان لینے تک اس پر بار بار ضرب لگائی جائے گی (۱)۔

کھوٹے اور جعلی سکوں کی نقل کرنا:

۵۰- ان سکوں کی نقل تیار کرنا جو رائج ہیں، اور خراب نقدی سے تبادلہ کرنے اور پھیلائے پر اعانت کرنا ایسا جرم ہے جس پر تعزیر ہوگی، چنانچہ ”عدۃ ارباب الفتویٰ“ میں اس شخص کے بارے میں جو جعلی سکے ریال، سونے اور روپیہ کی شکل میں بناتا ہے، اور اس شخص کے بارے میں جو ان کھوٹے سکوں کو پھیلاتا اور رائج کرتا ہے آیا ہے کہ دونوں کی تعزیر کی جائے گی (۲)۔

تزویر (جعل سازی):

۵۱- اس جرم میں تعزیر ہوگی، چنانچہ روایت ہے کہ معنی بن زیاد نے بیت المال کی مہر کے نقش کے مطابق مہر بنائی اور کچھ مال لے لیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو سوکوڑے لگائے اور قید کر دیا، پھر دوسرے سو کوڑے لگائے، پھر تیسرے سو کوڑے لگائے اور اس کو جلا وطن کر دیا اور تعزیر کے موجبات میں سے جعلی خطوط اور دستاویزات کا لکھنا بھی ہے (۳)۔

لازم کردہ قیمت سے زیادہ پرفروخت کرنا:

۵۲- کبھی حالات کا تقاضا اشیاء ضروریہ میں بھاؤ مقرر کرنے کا ہو جاتا ہے، تو اگر ایسا ہو جائے تو مقرر کردہ بھاؤ سے زیادہ پرفروخت کرنے سے تعزیر ہوگی، اسی میں سے بیچنے سے رک جانا بھی ہے، چنانچہ اس

اپنی ذمہ داری کے کسی کام سے رک جائے اور عمومی طور سے ہر اس شخص کی تعزیر کی جائے گی جو اپنے عہدے میں سرکشی کرے، یا اپنے انصران کے ساتھ طاقت یا شدت کا معاملہ کرے اور اپنا کام چھوڑ دے، اور اسی میں سے کسی سول یا فوجی اہل کار کا اپنے عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے پر زیادتی کرنا ہے (۱)۔

حکومت کے کارندوں کا مقابلہ کرنا اور ان پر زیادتی کرنا:

۴۸- عام کارندوں اور عام خدمت پر مامور لوگوں پر زیادتی کرنا تعزیر کا مستحق بنا دیتا ہے، اور اسی سلسلہ میں فقہاء نے جو مثالیں بیان کی ہیں ان میں علماء اور حکومت کے کارکنان کی نامناسب اہانت کرنا بھی ہے، خواہ یہ اشارہ سے ہو یا قول سے یا کسی اور چیز سے، اور کسی فوجی پر دست درازی کرنا یا اس کے کپڑے پھاڑ دینا، اسے برا بھلا کہنا اس میں تعزیر ہوگی، اور تلف ہونے والی چیز کا ضمان دینا ہوگا، اور اسی میں عدالت کی اہانت بھی ہے اور یہی معاملہ نشست کے جرائم کا بھی ہے، چنانچہ ان میں قاضی کو تعزیر کا اختیار ہے، اور اگر معاف کر دے تو بہتر ہوگا (۲)۔

قیدیوں کا فرار ہونا اور مجرموں کا چھپانا:

۴۹- اسی میں وہ بھی ہے جو محارب (ڈاکو) چور یا ان جیسے لوگوں کو پناہ دے جس پر اللہ تعالیٰ یا کسی آدمی کا کوئی حق ہو، اور اس حق کے وصول کئے جانے سے مانع ہو، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کے جرم میں شریک ہے، اس کی تعزیر ہوگی، اس سے اس کو حاضر کرنے یا اس کی جگہ کی اطلاع دینے کا مطالبہ کیا جائے گا، اور اگر ایسا کرنے

(۱) ایسیۃ الشریعہ ص ۳۰ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۲) عدۃ ارباب الفتویٰ ص ۸۱، ۸۲، الفتاویٰ لا معذیرہ ص ۱۵۷، ۱۵۸۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ ص ۲، ۱۹۰، المغنی ص ۳۳۸۔

(۱) الفتاویٰ لا معذیرہ ص ۱۶۷، ۱۶۸۔

(۲) الفتاویٰ لا معذیرہ ص ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، الفتاویٰ لا معذیرہ ص ۱۵۷، ۱۵۸۔

ارباب الفتویٰ ص ۷۷، واقعات المغنی ص ۵۹۔

تعزیر ۵۳-۵۷

تعزیر کا ساقط ہو جانا:

۵۵- تعزیری سزا متعدد اسباب سے ساقط ہو جاتی ہے، اس میں مجرم کی موت، اس کو معاف کر دینا اور اس کا توبہ کر لینا بھی ہے۔

الف- موت سے تعزیر کا سقوط:

۵۶- سزا جب جسمانی ہو یا آزادی کو محدود کرنے والی ہو تو مجرم کی موت اس کو بدہمتہ ساقط کر دے گی، اس لئے کہ سزا اس کی ذات سے متعلق ہے، اس میں ترک تعلق، توبیح، قید کرنا اور مارنا ہے۔ اور اگر سزا مجرم کی ذات سے متعلق نہ ہو بلکہ اس کے مال پر لاکو کی گئی ہو جیسے تاوان اور ترقی، تو فیصلہ کے بعد مجرم کی موت اس کو ساقط نہیں کرے گی، اس لئے کہ مال پر اس کو نافذ کرنا ممکن ہے، اور فیصلہ کی وجہ سے وہ ذمہ میں دین ہو جائے گا، اور اس کے تابع ہو کر وہ محکوم علیہ (جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے) مجرم کے ترکہ سے متعلق ہو جائے گا۔

ب- معافی سے تعزیر کا سقوط:

۵۷- اس صورت میں تعزیر معاف کرنا جائز ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "تجافروا عن عقوبة ذوی المروءة، إلا فی حد من حدود اللہ" (۱) (اللہ کی طے کردہ حدود کے علاوہ دیگر امور میں اہل شرافت و مروت کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا کرو)، نیز آپ کا ارشاد ہے:

= ۱۸۹/۲، ۱۹۰، عدد۱ باب الفتویٰ ص ۸۰، ۸۱۔

(۱) حدیث: "تجافروا عن عقوبة....." کی روایت طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ انہی کہتے ہیں اس کی سند میں محمد بن کثیر بن مروان لکھری ہیں جو ضعیف ہیں، (مجمع الزوائد ۶/۲۸۲ طبع القدسی)۔

میں واجب کا حکم ہوگا اور واجب کے ترک کرنے پر سزا ہوگی، اور اسی میں سے بھاؤ میں من مانی کرنے کے مقصد سے اشیاء ضروریہ کی ذخیرہ اندوزی کرنا بھی ہے (۱)، اس لئے کہ حدیث ہے: "لا یحتکر إلا خاطی" (۲) (ذخیرہ اندوزی صرف خطا کار ہی کرے گا)۔

ناپ تول کے پیانوں میں دھوکہ دینا:

۵۳- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ، وَزِنُوا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ" (۳) (تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو اور صحیح ترازو سے تولاد کرو) اور حدیث میں ہے: "من غشنا فلیس منا" (۴) (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں)، اس بنا پر ناپ تول میں دھوکا دینا معصیت ہے اور اس میں کوئی متعمین حد نہیں ہے، لہذا اس میں تعزیر ہوگی۔

مشتبہ افراد:

۵۴- کبھی کبھی تعزیر کسی معین فعل کے ارتکاب سے نہیں بلکہ مجرم کی سنگین حالت کے پیش نظر ہوتی ہے، اور بعض فقہاء اس شخص کی تعزیر کے قائل ہیں جس پر چوری کی تہمت ہو اگرچہ اس نے نئی چوری نہ کی ہو، اور جو جان کے خلاف جرائم جیسے قتل کرنے، مارنے اور زخمی کرنے سے معروف یا متہم ہو (۵)۔

(۱) الفتاویٰ لا تقویہ ۱۵۹/۱، الحبیہ فی الاسلام ص ۲۳، ۲۸۔

(۲) حدیث: "لا یحتکر إلا خاطی" کی روایت احمد (۳/۵۳۳ طبع المیمیہ) اور مسلم (۳/۱۲۲ طبع المجلدی) نے حضرت سعید بن عبد اللہ عدوی سے کی ہے اور مسلم کے الفاظ ہیں: "من احتکر فہو خاطی" (جو ذخیرہ اندوزی کرے وہ خطا کار ہے)۔

(۳) سورہ شعراء ۱۸۱، ۱۸۳۔

(۴) حدیث: "من غشنا فلیس منا" کی روایت مسلم (۱/۹۹ طبع المجلدی) نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔

(۵) السنن ص ۲۳/۳۶، حاشیہ الشربذالی علی الدرر ۲/۸۱، الفتاویٰ الہندیہ

تعزیر ۵

تو اس میں حکم ماننا واجب ہوگا اور ان کے نزدیک یہاں معافی جائز نہیں ہوگی بلکہ حد کی تنفیذ ممنوع ہونے کی وجہ سے تعزیر واجب ہوگی۔

اور بعض کہتے ہیں کہ معافی اس شخص کے لئے ہوتی ہے جس سے چوک اور لغزش ہو جائے، نیز اہل شرف اور پاک دامن لوگوں میں ہوتی ہے، اس بنیاد پر معافی میں مجرم کی شخصیت کا اعتبار ہوگا۔

اور تعزیر جب کسی آدمی کے حق کے لئے ہو تو ایک قول اسی طرح ہے کہ ولی امر کے لئے اس کو چھوڑ دینا اور معاف کرنا جائز ہوگا، حتیٰ کہ صاحب حق مطالبہ کرے تب بھی اس سلسلہ میں اس کا حال اس تعزیر کی طرح ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قصاص کی طرح ہی صاحب حق کے مطالبہ کے وقت اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ یہاں ولی امر کو معافی یا اس جیسی چیز سے اس کے ترک کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے۔

حاکم جب مصلحت عامہ سے تعلق رکھنے والی چیز میں تعزیر سے معافی دے دے اور تعزیر سے کسی آدمی کا حق متعلق ہو جیسے گالی دینا تو آدمی کا حق ساقط نہیں ہوگا بلکہ حاکم کے لئے اس شخص کا حق وصول کرنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ قول راجح کے مطابق امام کفر کی جانب سے معافی کا حق نہیں ہے۔

آدمی جب اپنے حق سے معافی دے دے تو اس کا معاف کرنا جائز ہوگا لیکن اس سے حکومت کا حق متاثر نہیں ہوگا، ماوردی نے اس سلسلہ میں دو حالتوں کے درمیان فرق کیا ہے:

الف۔ جب آدمی ترفع (معاملہ عدالت وغیرہ میں لے جانے) سے پہلے ہی معاف کر دے تو حاکم کو تعزیر یا معافی کے درمیان اختیار ہوگا۔

ب۔ اور جب معاملہ عدالت میں لے جانے کے بعد معافی پائی جائے تو حکومت کے حق کی طرف سے سزا دینے کے سلسلہ میں دو

”اقبلوا ذوی الہینات عشر اتھم“ (۱) (سوائے حدود کے ذی وجاہت لوگوں کی لغزشیں معاف کر دو)، اور انصاریوں کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے: ”اقبلوا من محسنہم، وتجاوزوا عن مسینہم“ (۲) (ان کے بھلائی کرنے والے سے قبول کر لو اور برائی کرنے والے سے درگزر کر دو)، نیز جس نے آپ سے کہا تھا: میں نے ایک خاتون سے ملاقات کی اور وہی سے کم درجہ کا اس سے گناہ کیا، اس سے آپ کا ارشاد: ”أصلیت معنا“ (۳) (کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟)، اس نے جواب ہاں سے دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت فرمائی: ”إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُؤْتِيَنَّ السَّيِّئَاتِ“ (۴) (بیشک نیکیاں منادیتی ہیں بدیوں کو)، لہذا امام کو معافی کا اختیار ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ تعزیر جب اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو تو معاف کرنا جائز نہیں ہے، جیسے نماز چھوڑنے والے سے متعلق، اور اصطخری اپنے رسالہ میں کہتے ہیں: جو شخص صحابہ میں سے کسی پر طعن کرے اس کی تادیب کرنا سلطان پر واجب ہے اور اس کو اس کے معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور بعض کہتے ہیں: تعزیر میں سے جو منصوص علیہ ہیں جیسے اپنی بیوی کی باندی یا مشترک باندی سے وطی کرنا

(۱) حدیث: ”اقبلوا ذوی الہینات عشر اتھم إلا الحدود.....“ کی روایت احمد (۱۸۱/۶ طبع المصنوع) نے حضرت عائشہ سے کی ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں: ابن عدی نے اس کو باب واصل بن عبد الرحمن الرقاشی میں بیان کیا ہے اور کسی علت کا ذکر نہیں کیا ہے، حافظ کہتے ہیں: واصل یعنی ابو جرحہ ضعیف ہیں، اور ابن جریر کی سند میں ابو بکر بن مافع ہیں اور ابو زر نے اس حدیث میں ان کے ضعف کی صراحت کی ہے (ئیل الاوطار ۱۳۳، ۱۳۴)۔

(۲) حدیث: ”اقبلوا من محسنہم وتجاوزوا عن مسینہم.....“ کی تخریج فقرہ نمبر ۱۰ پر کذرا چکی ہے۔

(۳) حدیث: ”أصلیت معنا“ کی تخریج فقرہ نمبر ۱۰ پر کذرا چکی ہے۔

(۴) سورہ ہود ۱۱۳۔

تعزیر ۵۸

اقوال ہیں:

اول: ابو عبد اللہ زبیری کے قول میں معافی سے اسقاط ہو جائے گا اور اس میں تعزیر کرنے کا اختیار حاکم کو نہیں ہوگا، اس لئے کہ حد قذف زیادہ سخت ہوتی ہے، اور معاف کرنے سے اس کا حکم ساقط ہو جاتا ہے تو حکومت کے حق کے لئے تعزیر کا حکم بدرجہ اولیٰ ساقط ہو جائے گا۔

دوم: دوسرے قول جو زیادہ قوی ہے، وہ یہ ہے کہ صاحب حق کے معاف کرنے کے باوجود حاکم کو تعزیر کا اختیار ہے، خواہ اس کے یہاں مقدمہ آچکا ہو یا نہ آیا ہو حد قذف میں معافی کے برخلاف دونوں صورتوں میں، اس لئے کہ سدھار کرنا حقوق عامہ میں سے ہے (۱)۔

توبہ سے تعزیر کا سقوط:

۵۸- تعزیر میں توبہ کے اثر کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے: چنانچہ حنفیہ، مالکیہ اور بعض شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک توبہ سے سزا ساقط نہیں ہوگی، اس لئے کہ توبہ گناہ کا کفارہ ہے، اور ان حضرات کے یہاں اس کی علت یہ ہے کہ محاربہ (ڈاکہ زنی) کو چھوڑ کر دوسرے جرائم کی سزاؤں کے بارے میں وارد دلائل عام ہیں، ان میں تائب اور غیر تائب کے حکم میں فرق نہیں کیا گیا ہے، اس کے علاوہ سزا ساقط کرنے میں توبہ کو مؤثر بنا سزا سے نزار اختیار کرنے کے لئے ہر ایک کو توبہ کا دعویٰ کرنے کا حق دے دے گا۔

اور دوسرے فریق کے نزدیک جن میں شافعیہ اور حنابلہ بھی ہیں، محاربہ کی حد پر قیاس کر کے (مجرم پر) قدرت سے پہلے کی توبہ سزا

(۱) صحافی سے متعلق مراجعت فرمائیں: فصول الاستریشی رص ۳، ابن ماجہ رص ۱۸۸، مواہب الجلیل ۳۲/۶، تہذیب الاحکام ۳۶۹/۲، آسنی الطالب ۱۶۲/۳، ۱۶۳، نہایہ المحتاج ۵/۷، لماوردی رص ۲۲۵، کشاف القناع ۳/۷، المغنی ۳۲۹/۱۰، الاحکام السلطانیہ لابن علی رص ۲۶۶۔

کو ساقط کر دے گی، ان حضرات کی دلیل صحیحین میں وارد حضرت انسؓ کی یہ روایت ہے: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حد کا مستحق ہو گیا ہوں، لہذا آپ اسے مجھ پر مانڈ کر دیں، آپ نے اس سے حد کے بارے میں سوال نہیں کیا اور نماز کا وقت ہو گیا، اور اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب نبی کریم ﷺ نے نماز پوری کر لی تو وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”الیس قد صلیت معنا؟“ (کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟) اس نے کہا: ہاں (پڑھی ہے)، فرمایا: ”فإن اللہ عزوجل قد غفر لک ذنبک“ (تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا)، اس حدیث میں دلیل ہے کہ مجرم نے جب توبہ کر لی تو اس کی مغفرت کر دی گئی، اس کے علاوہ جب ضرر اور تعدی کی شدت کے باوجود محاربہ میں توبہ جائز ہے تو اس سے کم میں توبہ بدرجہ اولیٰ درست ہوگی۔

یہ حضرات توبہ کے ذریعہ سقوط کو ان جرائم تک محدود رکھتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے حق پر زیادتی ہو برخلاف ان کے جو افراد سے متعلق ہو۔

ابن تیمیہ اور ابن القیم فرماتے ہیں کہ توبہ تعزیر اور غیر تعزیر میں سزا کو دور کر دے گی، جیسا کہ محاربہ (ڈاکہ زنی) میں اسے دور کر دیتی ہے، بلکہ محاربہ کے مقابلہ میں دوسرے جرائم میں بدرجہ اولیٰ توبہ سزا کو دور کر دے گی، اس لئے کہ محاربہ کا ضرر زیادہ شدید ہے، اور جو لوگ توبہ کے بعد سرے سے سزا مانڈ کرنے کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے درمیان اور ان حضرات کے مسلک کے درمیان جو فرماتے ہیں کہ سزا ساقط کرنے میں توبہ کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کو ایک درمیانی مسلک سمجھا جاتا ہے اور اس رائے پر یہ بات مترتب ہوئی کہ وہ تعزیر جو

تعزیت ۱-۲

اللہ کے حق کے لئے واجب ہوتی ہے وہ توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے، الا یہ کہ جرم کرنے والا اپنے کو پاک کرنے کے لئے خود مز کو اختیار کرے لہذا توبہ اس شرط کے ساتھ تعزیر ساقط کر دیتی ہے کہ مجرم اس کے نفاذ کا مطالبہ نہ کرے اور یہ مصلحت عامہ کے حقوق کی نسبت سے ہے، اور اس کے قائلین نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی توبہ کو گزشتہ کی معافی کا سبب قرار دیا ہے (۱)۔

تعزیت

تعریف:

۱- لغت میں تعزیت ”عزّی“ کا مصدر ہے، جب کوئی مصیبت زدہ کو صبر دلانے اور اس کی غم خواری کرے۔

اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، اور شریبی کہتے ہیں: یہ صبر کا حکم دینے، اس پر اجر کے وعدہ کے ذریعہ ابھارنے، گناہ سے ڈرانے، نیز میت کے لئے مغفرت کی اور مصیبت زدہ کے لئے مصیبت کی تلافی کی دعا کرنے کا نام ہے (۱)۔

شرعی حکم:

۲- جس کو مصیبت لاحق ہوگئی ہو اس سے تعزیت کے مستحب ہونے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے (۲) اور اس کی مشروعیت میں اصل یہ حدیث ہے: ”من عزّی مصابا فله مثل اجرہ“ (۳) (جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے گا اس کو اسی کے ثواب کے مثل ثواب ملے گا) نیز یہ حدیث ہے: ”ما من مؤمن یعزّی آخاه

(۱) اسنی الطالب ۱/ ۳۳۳، مغنی المحتاج ۱/ ۳۵۵، حاشیۃ الدبوتی ۱/ ۳۱۹،

حاشیۃ ابن طاہرین ۱/ ۶۰۳۔

(۲) سابقہ مراجع نیز المغنی لابن قدامہ ۲/ ۵۳۳۔

(۳) حدیث: ”من عزّی مصابا فله مثل اجرہ“ کی روایت ترمذی (۳۷۶۳) ۳

طبع الحلی (۱۳۲۰/۲) نے حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اور ابن حجر نے ”التلخیص“ (۱۳۸/۲) طبع شرکت المطابع النوریہ) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ان حضرات کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: ”قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا آِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ“ (۲) (آپ کہہ دیجئے (ان) کافروں سے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں گے تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے، انہیں معاف کر دیا جائے گا) نیز سنت بھی اس پر اسی طرح دلالت کرتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ (۳) (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو)۔

(۱) تعزیر میں توبہ سے متعلق مراجعت کریں: الکا سانی ۷/ ۹۶، الاستریشی ۱/ ۳، ۳، سواہب الجلیل ۱/ ۳۱۶، ۳۱۷، التاج للکلیل علی ہامہ، بدیۃ المجتہد ۲/ ۳۸۲، حاشیۃ الربوئی علی شرح الررکانی ۸/ ۱۵۲، ۱۵۳، اسنی الطالب ۲/ ۱۵۵، ۱۵۶، نہایۃ المحتاج ۶/ ۸، المغنی ۱۰/ ۳۱۶، ۳۱۷، اعلام المتوحدین ۲/ ۱۹۸، ۱۹۷۔

(۲) سورۃ انفال ۳۸۔

(۳) حدیث: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له.....“ کی روایت ابن ماجہ (۱۳۲۰/۲) طبع الحلی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کی ہے اور شولہ کی وجہ سے ابن حجر نے اس کو حسن قرار دیا ہے جیسا کہ سخاوی کی ”التقاصد الحسنہ“ (ص ۱۵۲) طبع الحلی میں ہے۔

تعزیت ۳-۵

آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے سوائے شوہر پر چار مہینہ دس دن سوگ کرنے کے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے) اور اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ تعزیت سے مصیبت زدہ کے دل کا سکون مقصود ہوتا ہے اور زیادہ تر تین دن کے بعد سکون قلب ہو جاتا ہے، لہذا تعزیت کر کے اس کا غم تازہ نہیں کیا جائے گا، الا یہ کہ جس سے تعزیت کی جارہی ہے یا جو تعزیت کر رہا ہے ان دونوں میں سے کوئی غیر موجود ہو اور تین دن کے بعد ہی آئے تو اس کی تعزیت تین دن کے بعد کی جائے گی۔

اور امام الحرمین نے ایک قول نقل کیا ہے اور وہ بعض حنا بلہ کا بھی قول ہے کہ تعزیت کی کوئی مدت نہیں ہے بلکہ تین دن کے بعد بھی باقی رہے گی، اس لئے کہ تعزیت کا مقصد تو دعا، صبر پر آمادہ کرنا اور بے صبری سے روکنا ہے، اور یہ بات زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

تعزیت کا وقت:

۵- جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیت میں افضل یہ ہے کہ وہ تدفین کے بعد ہو، اس لئے کہ تدفین سے پہلے میت کے گھر والے اس کی تجہیز میں مشغول رہتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ اس کے دن کے بعد اس کی جدائی کی وجہ سے وحشت زیادہ ہوتی ہے، تو یہ وقت تعزیت کے لئے زیادہ اچھا ہے۔

اور جمہور شافعیہ کہتے ہیں کہ الا یہ کہ میت کے گھر والوں سے تدفین سے پہلے ہی بے صبری کی شدت کا اظہار ہو تو ان کی تعزیت میں جلدی کی جائے گی تاکہ ان کی بے صبری دور ہو جائے یا بلکی ہو جائے۔

بمصيبة إلا كساها الله من حلال الكرامة يوم القيامة“ (۱) (جو بھی مسلمان اپنے بھائی کی کسی مصیبت پر اس سے تعزیت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اعزاز کے جوڑے میں سے پہنائے گا)۔

تعزیت کی کیفیت اور تعزیت کس کے لئے ہوگی:

۳- مصیبت زدہ بڑوں، چھوٹوں، مردوں اور عورتوں کی تعزیت کی جائے گی، سوائے اس بچہ کے جو عقل نہ رکھتا ہو اور سوائے عورتوں میں سے نوجوان عورت کے کہ فتنہ کے خوف سے اس سے صرف عورتیں اور اس کے محارم ہی تعزیت کریں گے، اور ابن عابدین نے ”شرح المنیہ“ سے نقل کیا ہے کہ مردوں اور ان عورتوں سے تعزیت کرنا مستحب ہے جو فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں، درودیر کہتے ہیں: میت کے گھر والوں کی تعزیت مستحب ہے سوائے اس عورت کے جس سے فتنہ کا خوف ہو (۲)۔

تعزیت کی مدت:

۴- جمہور فقہاء کے نزدیک تعزیت کی مدت تین دن ہے، انہوں نے اس کے لئے شارع (نبی کریم ﷺ) کے اس ارشاد میں صرف تین دن تک سوگ کی اجازت دینے سے استدلال کیا ہے: ”لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحل علي ميت فوق ثلاث، إلا على زوج: أربعة أشهر وعشراً“ (۳) (اللہ اور

(۱) حدیث: ”ما من مؤمن يعزى أخاه بمصيبة إلا كساها الله.....“ کی روایت خلیل نے اپنی تاریخ (۷/۳۹۷ طبع مطبعة اسعادہ) میں کی ہے اور اس کی سند میں جہالت ہے۔

(۲) معنی المحتاج ۱/ ۳۵۳، ۳۵۵، المغنی ۲/ ۵۳۳، ۵۳۵، حاشیہ الدرستی ۱/ ۳۱۹، ۳۲۰، حاشیہ ابن ماجہ ۱/ ۶۰۳، ۶۰۴۔

(۳) حدیث: ”لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۳/ ۶۱۳ طبع استقویہ) نے حضرت اُم حبیبہ سے کی ہے۔

تعزیت ۶-۷

اور امام ثوری سے منقول ہے کہ مدفین کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے (۱)۔

تعزیت کی جگہ:

۶- فقہاء نے تعزیت کے لئے مسجد میں بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور شافعیہ و حنابلہ نے تعزیت کے لئے اس طور پر بیٹھنے کو مکروہ قرار دیا ہے کہ میت کے گھر والے کسی جگہ اکٹھے ہو جائیں تاکہ لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آئیں، اس لئے کہ یہ نئی چیز ہے اور بدعت ہے، نیز اس لئے کہ وہ غم کو تازہ کرتی ہے، اور حنفیہ نے گھر کے دروازہ پر تعزیت کے لئے بیٹھنے کی کراہت پر اس صورت میں ان کی موافقت کی ہے جب کسی ممنوع کے ارتکاب پر مشتمل ہو جیسے میت کے گھر والوں کی طرف سے بستر بچھانا اور کھانا ہونا۔

اور طحاوی نے ”شرح السید“ سے نقل کیا ہے کہ کسی ممنوع کے ارتکاب کے بغیر تعزیت کے لئے تین دن تک بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۲)۔

اور مالکیہ کے نزدیک تعزیت کا مصیبت زدہ کے گھر میں ہونا افضل ہے (۳)۔

اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ مکروہ تو میت کے گھر والوں کے پاس رات گزارنا اور جو ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کا ان کے پاس بیٹھنا، یا تعزیت کرنے والے کا تعزیت کی مقدار سے بہت زیادہ دیر تک نشست کو طول دینا ہے (۴)۔

تعزیت کے الفاظ:

۷- ابن قدامہ کہتے ہیں: تعزیت کے بارے میں ہمیں کسی متعین چیز کا علم نہیں ہے، سوائے اس روایت کے جو امام احمد سے ہے، فرماتے ہیں: روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کی تعزیت کی اور فرمایا: ”رحمک اللہ و آجرک“ (۱) (اللہ تم پر رحم کرے اور تمہیں اجر دے)، اور امام احمد نے (اپنے تلامذہ میں سے ایک) ابو طالب سے تعزیت کی، اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اللہ تمہارے ثواب کو بڑھا دے اور تمہاری بہترین تعزیت کرے۔ اور ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ جب کسی مسلمان سے مسلمان میت کے بارے میں تعزیت کرے تو کہے: اللہ تمہارے اجر کو بڑھا دے، تمہاری اچھی تعزیت کرے اور تمہارے میت پر رحم فرمائے۔ اور بعض اہل علم نے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ وہی کہے جس کی

روایت جعفر بن محمد عن ابی عن جدہ نے کی ہے، فرماتے ہیں: ”لما توفي رسول الله ﷺ وجاءت التعزية، سمعوا قائلاً يقول: إن في الله عزاء من كل مصيبة وخلفاً من كل هالك، ودركا من كل مافات، فبالله فثقوا، وإياه فارجوا، فإن المصاب من حرم الثواب“ (۲) (جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور تعزیت کا وقت آیا تو لوگوں نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا: اللہ کی ذات میں ہر مصیبت کے لئے تسلی ہے، اور ہر ہلاک ہونے والے کا بدلہ ہے اور ہر چھوٹ جانے والی چیز کی تلافی ہے، تو تم لوگ اللہ ہی پر بھروسہ کرو، اسی

(۱) امام احمد سے منقول اثر کی روایت ابو داؤد نے مسائل الامام احمد (ص ۱۳۸، ۱۳۹) میں لکھ کر دراللمعرفہ (۱) میں کی ہے۔

(۲) اثر: ”لما توفي رسول الله ﷺ وجاءت التعزية.....“ کی روایت سنی نے اپنی مسند (۲۱۶/۱) میں لکھ کر درالکتب العلمیہ (۱) میں کی ہے اور دیکھئے: المغنی ۲/۲۵۳۔

(۱) المجموع ۳۰۶/۵۔
(۲) الطحاوی علی سرائی الفلاح ص ۳۳۹۔
(۳) الدسوقی ۳۱۹/۱۔
(۴) کشاف القناع ۱۶۰/۲۔

تعزیت ۸-۹

سے امید وابستہ کرو، اس لئے کہ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہے۔)

کیا مسلمان سے کافر کی تعزیت یا اس کے برعکس کرے گا؟
۸- امام شافعی اور اپنی ایک روایت میں امام ابوحنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ مسلمان سے کافر کی اور اس کے برعکس تعزیت کرے گا، اور کافر سے مراد غیر حربی ہے۔

اور امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ مسلمان سے کافر کی تعزیت نہیں کرے گا۔

اور حنابلہ میں سے ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان سے کافر کی تعزیت کرے تو کہے: اللہ تمہارا ثواب بڑھا دے اور تمہیں اچھا صبر دے (۱)۔

میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنا:

۹- میت کے گھر والوں کے پڑوسیوں کے لئے ان کے واسطے کھانا تیار کرنا مسنون ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اصنعوا لأهل جعفر طعاما، فإنه قد جاءهم ما يشغلهم" (۲) (جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو، اس لئے کہ ان کے پاس ان کو مشغول کر دینے والی چیز آگئی ہے)۔

اور یہ مکروہ ہے کہ میت کے گھر والے لوگوں کے لئے کھانا تیار کریں، اس لئے کہ اس میں ان کی مصیبت پر اضافہ اور ان کی

(۱) معنی المجموع ۱/ ۵۵۵، ابن ماجہ ۱/ ۶۰۳، السنن ۱/ ۵۳۳، ۵۳۵، ۵۳۵، جامع الدوسقی ۱/ ۳۱۹۔

(۲) حدیث: "اصنعوا لأهل جعفر طعاما....." کی روایت ترمذی (۳/ ۳۱۳ طبع اکلسی) نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحت قرار دیا ہے۔

مشغولیت میں مشغولیت، نیز اہل جاہلیت سے تشبہ ہے، اس لئے کہ حضرت جریر بن عبداللہ الجلی کی روایت ہے کہ ہم لوگ میت کے گھر والوں کے پاس اکٹھا ہونے اور اس کے دفن ہونے کے بعد کھانا تیار کرنے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے" (۱)۔



(۱) حضرت جریر بن عبداللہ کی روایت: "كنا بعد الاجتماع إلى أهل الميت....." کی روایت احمد (۲/ ۲۰۳ طبع المیزب) نے کی ہے اور نووی نے المجموع (۵/ ۳۲۰ طبع المیزب) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز دیکھئے: ابن ماجہ ۱/ ۶۰۳، معنی المجموع ۱/ ۳۶۸، السنن لابن قدامہ ۲/ ۵۵۰۔

تَعَشِيرٌ ۱-۳

اور یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں: قرآن مصاحف میں مجرد (تمام علامات سے خالی) تھا تو سب سے پہلے انہوں نے باء، تاء اور ناء کے نقطوں کی ایجاد کی اور فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ اس کے لئے نور ہے، پھر آیت کے خاتمہ پر نقطے ایجاد کئے، پھر آغاز اور اختتام کی ایجاد کی (۱)۔

تَعَشِيرٌ

تعریف:

تَعَشِيرٌ کا حکم:

۳- ابو عمرو دوانی نے اپنی کتاب ”البيان“ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مصاحف میں تعشیر کو ناپسند کیا اور وہ اسے منادیتے تھے، اور حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ وہ مصاحف میں تعشیر اور عطر ناپسند کرتے تھے۔

اور حنفیہ کہتے ہیں کہ مصحف کو آراستہ کرنا، اس کی تعشیر کرنا اور نقطہ لگانا، یعنی اعراب ظاہر کرنا جائز ہے اور اس سے بڑی سہولت حاصل ہو جاتی ہے، خاص طور سے عجمیوں کے لئے، لہذا وہ مستحسن ہوگا، اس بنیاد پر سورتوں کے نام، آیات کی تعداد اور وقف وغیرہ کی علامات لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ یہ سب بدعت حسنہ ہیں، ان حضرات نے فرمایا: حضرت ابن مسعود سے جو یہ روایت ہے کہ ”قرآن کو مجرد (علامات سے خالی) کر دو“ یہ ان کے زمانہ میں تھا، اور کتنی ہی چیزیں زمان و مکان کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں (۲)۔

اور مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ یہ سوائے روشنائی کے، سرخ رنگ اور دوسرے رنگوں سے مکروہ ہے، شہب کہتے ہیں: ہم نے امام مالک سے سنا جب ان سے سرخ اور غیر سرخ رنگوں سے مصحف میں عشور لگانے کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور فرمایا:

(۱) تفسیر القرطبی ۱/۶۳، الاقان ۲/۱۷۱۔

(۲) البرہان فی علوم القرآن ۱/۲۵۰، ۲۵۱، البیان فی آداب حملۃ القرآن ۳۸ طبع البہابی لکھنؤ۔

۱- لغت میں تعشیر ”عَشْرٌ“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”عَشَّرَ القوم وعشروهم“: جب ان کے مالوں کا عشر لیا ہو اور ”عَشَارٌ“ وہ شخص ہے جو عشر وصول کرتا ہے، ”وقد عشرت الناقة“: اونٹنی عشر، یعنی حاملہ ہو گئی جبکہ اس کے دس مہینہ پورے ہو گئے ہوں۔

اور اصطلاح میں اس کا معنی اس کے لغوی معنی کی طرح ہے، اور اصطلاح میں اس کا استعمال قرآن مجید میں عواشر (دہا) لگانے کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور عاشرہ (دہا) ہر دس آیات کے اختتام پر مصحف کا دائرہ ہے (۱) اور عاشرہ وہ آیت بھی ہے جس پر دس کا عدد پورا ہوتا ہے۔

اور عشر لینے کے معنی میں ”تعشیر“ کے احکام جاننے کے لئے ”عشر“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔

مصحف میں تعشیر (دہا لگانے) کی تاریخ:

۲- ابن عطیہ کہتے ہیں: بعض تواریخ میں میرے سامنے یہ بات گزری ہے کہ اس کا حکم مامون عباسی نے دیا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حجاج نے کیا، اور قتادہ کہتے ہیں: انہوں نے شروعات کی تو نقطے لگائے، پھر تمیس (پانچ کائنات) کی پھر تعشیر (دس کائنات) کی۔

(۱) القاسوس، مختار الصحاح، لسان العرب، مفردات غریب القرآن للراغب المعنی ۵۱۶/۸۔

تعصیب، تعقیب، تعام، تعلیٰ ۱-۲

روشنائی سے مصحف کی تعشیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۱)۔

تعلیٰ

تعریف:

۱- لغت میں تعلیٰ کے کئی معانی ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ وہ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے۔ علو کل شیء و علوہ و علوہ: ہر چیز کا سب سے بلند حصہ۔ علا الشیء علوا فهو علی: چیز بلند ہوگئی، اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: ”فاذا هو يتعلیٰ عنی“ (اچانک ہی وہ مجھ سے بڑھنے لگا یعنی مجھ پر بلند ہونے لگا) اور ”تعالیٰ“: یعنی بلند ہوا اور ”تعلیٰ“، یعنی آہستگی سے بلند ہوا (۱)۔

اصطلاحی معنی لغوی معنی سے باہر نہیں ہے، اس لئے کہ فقہاء کے یہاں اس سے ایک عمارت پر دوسری عمارت کو بلند کرنا مراد لیا جاتا ہے۔

حق تعلیٰ کے احکام:

۲- حق تعلیٰ: کو یا تو اس کا مالک خود اپنے لئے استعمال کرے گا یا اس کو دوسرے سے بیچے گا۔

اپنے لئے استعمال کرنے کے بارے میں مجلہ ”الاحکام العدلیہ“ دفعہ (۱۱۹۸) میں صراحت ہے کہ ہر ایک کو اپنی مملوک دیوار پر تعلیٰ کا نیز جو چاہے اس پر بنانے کا حق ہوگا، اور جب تک کھلا ہوا نقصان نہ ہو اس کے پڑوسی کو روکنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

تعصیب

دیکھئے: ”عصبہ“۔

تعقیب

دیکھئے: ”موالاة“ اور ”تتابع“۔

تعام

دیکھئے: ”تعلیم“۔

(۱) المعرب فی ترتیب المعرب، لسان العرب۔

(۱) المقرطی، ۱۳، طبع دارالکتب۔

تعلیٰ ۲

تعمیر یا تعمیر کے لئے علو متعینہ قیمت پر بیچ دیا، اس صورت کے برخلاف جب اس سے علو بیچے اور اس پر تعمیر نہ کرنے کی شرط لگا دے یا اس پر تعمیر کرنے کا (نفیاً یا اثباتاً) ذکر ہی نہ کرے، لیکن خریدار کو تعمیر کے علاوہ قیام وغیرہ کے ذریعہ انتفاع کا اختیار ہوگا جیسا کہ ماوردی کی پیروی کرتے ہوئے سبکی نے صراحت کی ہے۔

اور حنابلہ نے علو کی خریداری جائز قرار دی ہے، خواہ ابھی وہ مکان تعمیر ہی نہ ہو اور جس کا علو خرید ہو، بشرطیکہ اوپری اور نچلے حصہ کا وصف بیان کر دے تاکہ دونوں معلوم ہو جائیں، تاکہ خریدار تعمیر کرے یا اس کے اوپر اس بنیاد یا لکڑی کو رکھے جس کی صفت بیان کی جا چکی تھی، اور یہ اس وجہ سے صحیح ہے کہ علو بائع کی ملکیت ہے، لہذا اس کے لئے اس کا بیچنا اور اس کا معاوضہ لینا ٹھہرنے ہی کی طرح جائز ہوگا (۱)۔

حنفیہ کے نزدیک حق علو کی بیع جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نہ وہ مال ہے اور نہ مال سے متعلق حق ہے، بلکہ وہ ہوا (یعنی خلاء) سے متعلق حق ہے اور نضاء ایسا مال نہیں ہے جس کی بیع کی جائے، اس لئے کہ مال وہ ہے جس پر قبضہ کرنا اور احراز (ذخیرہ کرنا) ممکن ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ نچلا حصہ کسی آدمی کا ہو اور اوپری کسی دوسرے کا ہو اور دونوں گرجائیں یا تنہا علو گرجائے، اور علو کا مالک علو بیچے تو جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت حق تعلیٰ کے علاوہ کوئی چیز بیع نہیں ہے۔

اسی بنا پر اگر انہدام سے پہلے علو بیچے تو جائز ہوگا، اور اگر قبضہ سے پہلے گرجائے تو قبضہ سے پہلے فروخت کردہ مال بلاک ہو جانے کی وجہ سے بیع باطل ہو جائے گی اور وہ انہدام کے بعد حق تعلیٰ کا بیچنا ہے اور وہ مال نہیں ہے، چنانچہ اگر علو نیچے والے کا ہو اور کہے: میں

اور اتاسی اس دفعہ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے اس گمان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس پر ہوا اور دھوپ بند کر دے گی جیسا کہ حامد یہ میں اس کا فتویٰ ہے، اس لئے کہ یہ ضرر فاحش نہیں ہے، اور ”الانقرو یہ“ میں ہے: اسے اپنی دیوار پر پہلے سے بڑھ کر بنانے کا اختیار ہے اور اس کے پڑوسی کو روکنے کا اختیار نہیں ہوگا، اگرچہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائے (۱)۔

رہا اس کو فروخت کرنا تو جمہور (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق اس کے جواز کی طرف گئے ہیں:

مالکیہ نے اس کی اجازت اس وقت دی ہے جب بیع کی مصلحت مقدار ہو جیسے زمین یا عمارت سے متصل محل کے اوپر نضاء کے محل میں سے دس گز (کا بیچنا) اس طور پر کہ ایک شخص کی عمارت سے خالی ایک زمین ہو جس پر تعمیر کرنے کا ارادہ ہو یا اس کے پاس کوئی عمارت ہو جس کے اوپر تعمیر کا ارادہ ہو، اور اس سے ایک شخص اس کے خلاء کی ایک متعین مقدار خریدے جو اس عمارت کے اوپر ہوگا جس کے بنانے کا اس نے ارادہ کیا ہے، تو جب اس عمارت کی صفت بیان کر دے جس کو نیچے یا اوپر بنانے کا ارادہ ہے تو ضرر کی کمی کی وجہ سے (خرید فروخت) جائز ہوگی، اس لئے کہ نیچے والے کی خواہش ہوگی کہ بالا خانہ ہلکا ہو اور بالا خانہ والے کی خواہش ہوگی کہ نچلا حصہ مضبوط ہو، اور اوپری تعمیر کے مالک کو تعمیر کے علاوہ (دوسری چیزوں میں) اپنی عمارت کے علو سے نفع اٹھانے کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ وہ اس تمام نضاء کا مالک ہے جو نچلی عمارت کے اوپر ہے، اور نیچے والے کو اوپری عمارت کے علو سے تعمیر یا غیر تعمیر کے ذریعہ انتفاع کا حق نہیں ہوگا۔

اور شافعیہ نے اس صورت میں اس کی اجازت دی ہے جب حق تعمیر یا علو کی بیع ہو، اس طور پر کہ اس سے کہا ہو: میں نے تم سے حق

(۱) جوہر الاکلیل ۶/۲، المشرح الکبیر وحمیۃ الدسوقی علیہ ۱۳/۳، شرح الررکانی علی مختصر فلیل ۵/۲۲، اسنی الطالب شرح روض الطالب ۲/۵۵، حمیۃ الجمل علی شرح الصحیح ۳/۶۳، مطالب بولی اسی ۳/۵۰، منشورات اکتب الاسلامیہ دہلی۔

(۱) شرح مجلۃ الاحکام العدلیہ ۳/۱۶۷ طبع عمص۔

تعلیٰ ۳-۴

گر ادے تو سفل والے پر اس کے سفل کی تعمیر لازم کر دی جائے گی، کیونکہ اس نے صاحب علو کے ایسے حق کو نوت کر دیا ہے جو ملک سے ملحق ہے تو اس کا معاملہ اسی طرح ہوگا جیسے اس نے اس کی کسی ملک کو نوت کر دیا ہوتا۔

پھر جب سفل والا اپنے سفل کی تعمیر کرے اور علو والے سے اپنے علو کی تعمیر کا مطالبہ کرے تو اسے تعمیر پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ سفل والے کا علو میں حق ہے، اور اگر علو اس کے عمل کے بغیر منہدم ہو گیا ہو تو تعدی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا جیسے کہ تعدی کے بغیر سفل منہدم ہو جاتا، اور سفل کی چھت سفل والے کی ہوگی (۱)۔

۴- مالکیہ کہتے ہیں کہ سفل (نیچے کی منزل) اگر کمزور ہو جائے اور گرنے کے قریب ہو جائے، اور اس کی وجہ سے صاحب سفل کے علاوہ دوسرے کی عمارت جو سفل کے اوپر ہے، اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو صاحب سفل کے خلاف اپنے سفل کی تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر انکار کرے تو اس کے خلاف سفل کو ایسے شخص سے بیچنے کا فیصلہ کیا جائے گا جو اس کی تعمیر کرے، اور اگر بالا خانہ چلی منزل پر گر جائے اور اسے گرا دے تو سفل کے مالک کو تعمیر کرنے یا تعمیر کرنے والے کے ہاتھ بیچنے پر مجبور کیا جائے گا، تاکہ علو کا مالک اس پر اپنے علو کی تعمیر کر لے اور سفل والے پر اوپری حصہ کو معلق کرنا یعنی اس کو ککڑی وغیرہ پر رکھنا ضروری ہوگا، تاکہ سفل کی تعمیر کرے اور اس پر اپنے سفل کو چھپانے والی چھت ضروری ہوگی، اس لئے کہ سفل کو گھر کی چھت اسی کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اسی لئے تنازعہ کے وقت اس کا فیصلہ صاحب سفل کے لئے کیا جاتا ہے، رہی اس کے اوپر کی فرش تو وہ بالا خانہ والے کی ہوگی۔

نے اس نچلے حصہ کا علو تم سے اتنے میں بیچا تو صحیح ہوگا، اور نچلے حصہ کی چھت نیچے والے کی ہوگی اور خریدار کو اس پر قیام کا حق ہوگا، یہاں تک کہ اگر علو منہدم ہو جائے تو اسے اس پر پہلے جیسے دوسرے علو کی تعمیر کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ سفل مسقف (چھت دار) عمارت کا نام ہے، لہذا سفل کی سطح سفل کی چھت ہوگی (۱)۔

منہدم ہونے اور تعمیر کرنے میں علو اور سفل کے احکام:

۳- حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ سفل جب اس کے مالک کے عمل کے بغیر خود سے منہدم ہو جائے تو تعدی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تعمیر پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور اگر اس نے اس کو گرایا ہو تو اسے اس کی تعمیر پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ اس نے بالا خانہ والے پر تعدی کی ہے اور وہ علو پر ٹھہرنا ہے (یعنی اس کے ٹھہرنے کے حق کو نقصان پہنچایا ہے)، اور علو والے کو اختیار ہے کہ سفل کی تعمیر کرے، پھر اگر صاحب سفل کی اجازت سے یا تاقضی کی اجازت سے تعمیر کی ہو تو جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا مطالبہ صاحب علو سے کرے ورنہ جس دن اسے تعمیر کیا ہے اس کی عمارت کی قیمت کا مطالبہ کرے۔

جب صاحب علو سفل کی تعمیر کرے گا تو اس کو اختیار ہوگا کہ صاحب سفل کو سکونت اختیار کرنے سے روک دے یہاں تک کہ صاحب علو نے اس کے سفل کی تعمیر میں جو کچھ خرچ کیا ہے وہ اسے دے دے، اس لئے کہ وہ مجبور تھا۔

دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ملک میں حق ہوگا، علو والے کو ٹھہرنے کا حق ہوگا اور سفل والے کو سفل سے بارش اور دھوپ ہٹانے کا حق ہوگا، اور اگر سفل والا اپنے سفل کو اور علو والا اپنے علو کو

(۱) الہدایۃ فی فتح القدر والکفایۃ والعنایۃ بالہامش ۶۱، ۶۳، ۶۶ دار احیاء التراث العربی، حاشیہ ابن عابدین ۱۰۱۔

(۱) ابن عابدین ۳۵۸، ۳۵۹۔

تعلیٰ ۵-۶

علو والے کے خلاف سغل پر علو کی مزید تعمیر نہ کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ اس سے سغل کو ضرر ہوگا سوائے اس معمولی چیز کے جو حال یا مال (حال یا مستقبل) میں سغل کو ضرر نہیں پہنچائے، اور اس سلسلے میں جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائے گا^(۱)۔

۵- شافیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ اگر نچلے حصہ کی دیواریں منہدم ہو جائیں تو اس کے مالک کو صاحب علو کو اس کی تعمیر پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، صرف ایک قول ہے، اس لئے کہ سغل کی دیواریں سغل والے کی ہیں، لہذا علو والے کو اس کی تعمیر پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور کیا صاحب علو کو یہ اختیار ہے کہ وہ صاحب سغل کو تعمیر پر مجبور کرے؟ اس میں دو اقوال ہیں، تو اگر کہا جائے کہ مجبور کرے گا تو اس کو حاکم لازم کر دے گا، اور اگر وہ نہ کرے اور اس کے پاس مال ہو تو حاکم اس کے مال کو بیچ دے گا اور اس پر خرچ کر دے گا، اور اگر مال نہ ہو تو قرض لے لے گا جو اس (یعنی صاحب سغل) کے ذمہ واجب الاداء ہوگا، پھر جب دیوار بن جائے گی تو دیوار صاحب سغل کی ملکیت ہوگی، اس لئے کہ اس کی تعمیر اسی کے لئے کی گئی ہے، اور تعمیر پر جو کچھ خرچ ہو وہ اس کے ذمہ لازم ہوگا، اور صاحب علو اس پر اپنا بالا خانہ دوبارہ بنالے گا اور بالا خانہ نیز اس کی دیواروں کا خرچ بجائے سغل والے کے علو والے کی ملک سے ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کی ملک ہے جس میں صاحب سغل کا کوئی حق نہیں ہے۔

رہی چھت تو وہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور اس پر جو خرچ کیا جائے گا وہ دونوں کے مال سے ہوگا، اور اگر صاحب علو تصریح کرے اور حاکم کی اجازت کے بغیر بنائے تو صاحب علو صاحب سغل سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرے گا، پھر دیکھا جائے گا: اگر اس نے سغل کی دیواروں کی تعمیر اسی کے سامان سے کی ہے تو دیواریں صاحب

سغل کی ہوں گی، اس لئے کہ دیواروں کا تمام میٹریل اسی کا ہے، اور صاحب علو کو اس سے اس سے انتفاع سے روکنے کا حق نہیں ہوگا اور وہ اس کو توڑنے کا مالک نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ صاحب سغل کی ہے اور اس کو بالا خانہ میں سے اپنے حق (کے بقدر) دوبارہ بنانے کا حق ہوگا، اور اگر سغل کو صاحب سغل کے میٹریل کے علاوہ سے بنایا ہو تو دیواریں صاحب علو کی ہوں گی، اور صاحب سغل کو صاحب علو کی اجازت کے بغیر ان دیواروں سے انتفاع کا حق نہیں ہوگا، لیکن اس کو سغل کے فرش پر رہنے کا حق ہوگا، اس لئے کہ فرش اسی کا ہے اور صاحب علو کو اختیار ہوگا کہ جو دیواریں بنائی ہیں ان کو توڑ ڈالے، اس لئے کہ دوسرے کو اس میں کوئی حق نہیں ہے، اور اگر نیچے والا قیمت دے تا کہ صاحب علو دیواروں کو نہ توڑے تو اس پر اس کا قبول کرنا ضروری نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس پر اس کا بنانا لازم نہیں ہے، صرف ایک قول ہے، لہذا عوض صرف کرنے کے بدلے اس کا باقی رکھنا اس پر ضروری نہیں ہوگا^(۱)۔

۶- حنا بلہ کے نزدیک سغل اگر کسی شخص کا ہو اور علو دوسرے کا ہو اور دونوں کے درمیان جو چھت ہے وہ منہدم ہو جائے اور ان میں سے ایک دوسرے سے باہم مل کر تعمیر کا مطالبہ کرے اور وہ انکار کرے تو کیا انکار کرنے والے کو اس پر مجبور کیا جائے گا؟ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں جیسے دو گھروں کی درمیانی دیوار میں دو روایتیں ہیں۔

اور اگر سغل کی دیواریں گر جائیں اور صاحب علو ان کے دوبارہ بنانے کا مطالبہ کرے تو اس میں بھی دو روایتیں ہیں:

ایک روایت یہ ہے کہ اسے مجبور کیا جائے گا تو اس روایت کے مطابق تعمیر پر تنہا اسی کو مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ خاص اسی کی ملکیت ہے۔

(۱) المسند فی فقہ الامام الشافعی ۱/۳۳۳، شرح روض الطالب من اسی

الطالب ۲/۲۲۳، ۲۲۵، انکلتیہ الاسلامیہ۔

(۱) جوہر للإطیل ۲/۲۳۱، ۲۳۳، المشرح الکبیر ۳/۳۶۰، ۳۶۵، ۳۷۰۔

تعلیٰ

دونوں شریک ہیں، لہذا وہ دو گھروں کی درمیانی دیوار جیسی ہے (۱)۔

گھر کے علو کو مسجد بنا دینا:

۷۔ - شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے گھر کے علو کو اس کے سفل کے بغیر مسجد بنا دینے اور اس کے برعکس کرنے کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ایسے ”عیین“ ہیں جن کا وقف کرنا جائز ہے، لہذا دو غلاموں کی طرح ہی دوسرے کے بغیر صرف ایک کو وقف کرنا جائز ہوگا (۲)۔

اور جو ایسی مسجد بنائے جس کے نیچے تہ خانے ہوں یا اوپر گھر ہو اور مسجد کا دروازہ راستہ کی طرف کر دے اور اس کو اپنی ملک سے علاحدہ کر دے تو وہ مسجد نہیں ہوگی، اور اس کے لئے اس کا بیچنا جائز ہوگا، اور اگر وہ مرجائے تو اس کی وراثت جاری ہوگی، اس لئے کہ اس نے اس کو خالص اللہ کے لئے نہیں کیا ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ حق عبد متعلق ہو گیا ہے، اور تہ خانہ اگر مسجد کے مصالح کے لئے ہو تو جائز ہوگا، جیسا کہ بیت المقدس کی مسجد میں ہے (۳)۔

یہ صاحبین کے برخلاف امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے، اور امام حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ سفل کو مسجد اور اس کے اوپر مسکن بنانا جائز ہے اور اس کے برعکس جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مسجد دائمی چیزوں میں سے ہے، اور امام محمد سے اس کے برعکس روایت ہے، اس لئے کہ مسجد قابل تقظیم ہے، اور جب اس کے اوپر

دوسری روایت یہ ہے کہ اسے مجبور نہیں کیا جائے گا اور صاحب علو اگر اس کی تعمیر کا ارادہ کرے تو دونوں روایتوں کے مطابق اسے اس سے روکا نہیں جائے گا، تو اگر اس کی تعمیر اس کے میٹرل سے کی ہو تو وہ پہلے کے مطابق ہوگا، اور اگر اس کی تعمیر اپنے پاس سے میٹرل لگا کر کی ہو تو امام احمد سے مروی ہے کہ صاحب سفل اس سے انتفاع نہیں کرے گا یعنی قیمت کی ادائیگی تک، امام احمد کے اس قول میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس میں سکونت نہیں کرے گا، اس لئے کہ گھر کی تعمیر رہائش کے لئے کی جاتی ہے، لہذا دوسروں ہی کی طرح اسے بھی رہائش کا اختیار نہیں ہوگا، اور یہ احتمال بھی ہے کہ انہوں نے دیواروں پر لکڑی رکھنے، میخ گاڑنے اور طاق بنانے کے ذریعہ خاص دیواروں سے انتفاع کرنے کا ارادہ کیا ہو، اور دوسرے کی ملک میں تصرف کئے بغیر اس کو رہنے کا حق ہو، اس لئے کہ سکونت تو دیواروں کے درمیانی صحن میں دیواروں میں تصرف کئے بغیر اس کے قیام کرنے کا نام ہے تو یہ باہر سے اس سے سایہ حاصل کرنے کی طرح ہو گیا۔

اور اگر صاحب سفل تعمیر کا مطالبہ کرے اور صاحب علو انکار کر دے تو اس میں دو روایتیں ہیں:

ایک یہ کہ اسے اس کی تعمیر کرنے یا اس کی مدد کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ دیوار صاحب سفل کی اس کے ساتھ مخصوص ملک ہے، لہذا دوسرے کو اس کی تعمیر کرنے یا صاحب سفل کی مدد کرنے پر اسی طرح مجبور نہیں کیا جائے گا جیسے اس وقت (کیا جاتا) جب اس پر علو نہ ہوتا۔

دوسری روایت: یہ ہے کہ صاحب سفل کی مدد کرنے اور اس کے ساتھ تعمیر کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا، یہی ابو الدرداء کا بھی قول ہے، اس لئے کہ وہ ایک ایسی دیوار ہے جس سے نفع اٹھانے میں

(۱) المغنی لابن قدامہ ۳/ ۶۸ طبع بیاض۔

(۲) المہذب فی الامام الشافعی ۱/ ۳۳۸، دار المعرفۃ، سواہب الجلیل بشرح مختصر ظلیل ۱۹/ ۶، طبع النوازل، المغنی لابن قدامہ ۵/ ۶۰۷ طبع بیاض، کشاف القناع ۳/ ۲۳۱ طبع انصر الحدیث۔

(۳) فتح القدیر ۵/ ۳۳۳، ۳۳۵، دار احیاء التراث العربی، حاشیہ ابن طاہرین ۳/ ۳۰۷، ۳۰۸، دار احیاء التراث العربی۔

تعلیٰ ۸-۹

مسکن یا دوسری نفع کی چیز ہو تو اس کی تعظیم دشوار ہوگی، اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب وہ بغداد اتر لائے اور گھروں کی تنگی دیکھی تو انہوں نے دونوں صورتوں میں اس کی اجازت دے دی، تو گویا انہوں نے ضرورت کا اعتبار کیا۔

اور جب مسجد ہونے کی صفت مکمل ہو جائے پھر (اس کے اوپر مسکن) تعمیر کرنے کا ارادہ کرے تو اسے روکا جائے گا (۱)۔

علوی اسفل کا روشن دان کھولنا:

۸ - حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ اس صاحب علو کو جس کے نیچے دوسرے کا اسفل ہو اپنے علو میں صاحب اسفل کی رضامندی کے بغیر روشن دان کھولنے کا اختیار نہیں ہے، اور اسی طرح اس کے برعکس بھی، اور صاحبین اس طرف گئے ہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک کو ایسے عمل کا حق ہے جس میں دوسرے کا ضرر نہ ہو، اور اگر اس سے دوسرے کا ضرر ہو تو اسے روک دیا جائے گا جیسے کہ روشن دان سے اپنے پڑوسی اور اس کے اہل و عیال کو جھانکے اور انہیں ضرر ہو، اور مختار یہ ہے کہ جب یہ جاننا مشکل ہو جائے کہ ضرر ہوگا یا نہیں تو اسے روشن دان کھولنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور جب یقین ہو کہ ضرر نہیں ہوگا تو اسے کھولنے کا اختیار ہوگا (۲)۔

مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ اس صورت میں نیا روشن دان کھولنے والے پر اس کے بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا جب وہ بلند نہ ہو، اور اس سے وہ پڑوسی کو جھانک سکتا ہو، رہا قدیم روشن دان تو اس کے بند کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اور پڑوسی سے کہا جائے گا کہ

(۱) ابن ماجہ بن والد البخاری ۳۷۰-۳۷۱

(۲) ابن ماجہ بن ۳۵۸-۳۵۹، مختلف مسائل سے، المہذب فی الامام الشافعی

۳۲۲-۳۲۳، شرح روض الطالب من آسنی الطالب ۲۲۳-۲۲۴، المغنی لابن قدامہ

۳۵۳-۳۵۴، طبع ریاض، مطالب اولیٰ امس ۳۵۹-۳۶۰، المکتبۃ الاسلامیہ۔

اگر چاہو تو اپنا پردہ کر لو، چنانچہ مالکیہ میں سے دسوقی کہتے ہیں: جس روشن دان کو نیا نیا کھولا ہو اس کے بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر اس کے بند کر دینے کے حکم کے بعد صرف اس کے پچھلے حصہ کو بند کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کے پورے حصہ کو بند کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور اس پر دلالت کرنے والی ہر چیز منادی جائے گی۔

اور یہ اس صورت میں ہے جب وہ اتنا بلند نہ ہو کہ اس سے پڑوسی کی بے ستری کے لئے سیڑھی وغیرہ پر چڑھنے کی حاجت ہو، ورنہ اس کے بند کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

اور جس کی طرف نیا روشن دان وغیرہ کھولا گیا ہے اگر وہ دس سال خاموشی اختیار کرے اور اس پر نکیر نہ کرے تو اس پر جبر کیا جائے گا، اور اس کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی، جبکہ ترک قیام (دعویٰ نہ کرنے) میں اس کو کوئی عذر نہ رہا ہو، یہ ابن القاسم کا قول ہے اور اسی پر فیصلہ کیا جاتا ہے (۱)۔

تعمیر میں ذمی کا مسلمان سے اونچا ہو جانا:

۹ - اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ذمیوں کو اس بات کی ممانعت ہے کہ ان کی عمارتیں ان کے پڑوسی مسلمانوں سے اونچی ہوں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے: ”الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ“ (۲) (اسلام بلند رہے گا اور اس پر بلند نہیں ہوا جا سکتا) اور اس لئے بھی کہ اس میں مسلمانوں پر برتری ہے اور ذمیوں کو اس کی ممانعت ہے، البتہ بعض حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ

(۱) المشریح الکبیر، جامع الدسوقی علیہ ۳۶۹-۳۷۰، جوہر لا طلیل ۲۲۲-۲۲۳، شرح الصغیر

۳۸۳-۳۸۴، تہذیب الامم لابن فرعون ۲۵۲-۲۵۳، دارالکتب العلمیہ۔

(۲) حدیث: ”الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ“ کی روایت دارقطنی (۳۵۲/۳۵۳)

طبع دارالحسن (نے کی ہے اور ابن حجر نے تصحیح میں اس کو حسن قرار دیا ہے

(۳۵۳-۳۵۴) طبع الاستغیہ)۔

تعلقی ۱۰-۱۲

جب اونچائی چوروں سے حفاظت کے لئے ہو تو ان کو اس سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ ممانعت کی علت مسلمانوں پر تعمیر میں بلندی اختیار کرنے کے ساتھ مقید ہے تو جب یہ مقصد نہ ہو بلکہ تحفظ کے لئے ہو تو نہیں نہیں روکا جائے گا (۱)۔

۱۰- رہا تعمیر میں ان کا مساوی ہونا تو اس سلسلہ میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

بعض حنفیہ نے اس سے منع کیا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ مالکیہ، حنابلہ اور بعض حنفیہ نے اس کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ اس میں مسلمانوں پر بڑھ جانا نہیں پایا جاتا، اور بعض حنفیہ نے اس سے منع کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد: "الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ" (۲) (اسلام بلند ہوتا ہے اور اس پر بلند نہیں ہوا جاسکتا) سے استدلال کیا ہے، اور اس لئے بھی کہ ان کو لباس، بال اور سواریوں میں مسلمانوں کی برابری اختیار کرنے سے روک دیا گیا، لہذا اسی طرح تعمیرات میں بھی ہوگا۔

اور شافعیہ کے دو اقوال میں سے صحیح قول ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے ممانعت کا ہے، اور اس لئے بھی کہ مقصد یہ ہے کہ اسلام کو بلندی ہو اور مساوات کے ساتھ یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی (۳)۔

۱۱- اور اگر ذمی کوئی بلند گھر کسی مسلمان کے ایسے گھر کے پڑوس میں

(۱) ابن ماجہ ۲۷۶۳، ۲۷۷۷، شرح الکبیر و جامعہ الدوسقی علیہ ۳۷۰، ۳۷۱، جامعہ الصغریٰ بہامش الخرشنی علی مختصر فلیل ۶۱/۶، دار صادر، شرح المغیر ۳۸۶/۳، نہایت المحتاج للربلی ۸/۸، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۲۵۵/۲، المغنی لابن قدامہ ۵۲۸/۸، ۵۳۳، طبع ریاض۔

(۲) اس کی تخریج فقہ نمبر ۹ پر گذر چکی ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۲۷۶۳، ۲۷۷۷، شرح الکبیر و جامعہ الدوسقی علیہ ۳۷۰، ۳۷۱، جامعہ الصغریٰ بہامش الخرشنی علی مختصر فلیل ۶۱/۶، دار صادر، شرح المغیر ۳۸۶/۳، نہایت المحتاج للربلی ۸/۸، ۹۵، طبع المجلس، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۲۵۵/۲، ۲۵۶، المغنی لابن قدامہ ۵۲۸/۸، ۵۲۹، طبع ریاض المحمدیہ۔

خریدے جو بلندی میں اس سے کم ہو تو ذمی کو اپنے گھر میں رہنے کا حق ہوگا اور اس کو اس سے نہیں روکا جائے گا، اور جو حصہ مسلمان کے گھر سے بلند ہے اس کو گرانا اس پر ضروری نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے اس پر کچھ بلند نہیں کیا ہے البتہ اس کو اس سے مسلمان کے گھر میں جھانکنے کا حق نہیں ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے بچوں کو اس کی چھت پر جانے سے منع کرے، الا یہ کہ اس پر چہار دیواری اتنی بلند بنا لے جو دیکھنے سے مانع ہو۔

اور اگر ذمی کا بلند گھر گر جائے پھر اس کی تعمیر از سر نو کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ اپنی عمارت مسلمان کی عمارت سے بلند کرے، اور اس میں جو حصہ بلند ہے اگر منہدم ہو جائے تو اسے اس کے دوبارہ بنانے کا حق نہیں ہوگا، یہ وہ تفصیل ہے جس پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ ہیں، اور مالکیہ کے یہاں بھی وہی معتمد ہے (۱)۔

۱۲- رہا ذمی کا اپنی عمارت کو ایسے شخص پر اونچا کرنا جو مسلمانوں میں سے اس کے پڑوس میں نہ ہو تو اسے اس سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ حنابلہ کے نزدیک اس کا علو تو صرف اس کی عمارت کے پڑوس میں رہنے والے کے لئے مضر ہوگا، دوسرے کے لئے نہیں، اور حنفیہ و مالکیہ کے یہاں بھی معتمد قول یہی ہے جب تک کہ اس سے مسلمانوں پر نہ جھانکے اور اس کے بارے میں شافعیہ کے دو اقوال ہیں:

ایک قول: ممانعت نہ ہونے کا ہے اور وہی دونوں اقوال میں صحیح ہے، اس لئے کہ دونوں عمارتوں میں دوری کے ساتھ مسلمانوں پر

(۱) ابن ماجہ ۲۷۶۳، ۲۷۷۷، نہایت المحتاج للربلی ۸/۸، المہذب فی فقہ الامام الشافعی ۲۵۶/۲، ۲۵۷، المغنی لابن قدامہ ۵۲۸/۸، ۵۲۹، طبع ریاض، جامعہ الدوسقی علی المختصر فلیل ۶۱/۶، دار صادر۔

تعلیق ۱-۲

اس کے بلند ہونے سے اطمینان ہے، نیز اس میں ضرر نہیں ہے۔
دوسرا قول: ممانعت کا ہے، اس لئے کہ اس میں آراستگی اور شرف
ہے، نیز اس لئے کہ اس سے وہ مسلمانوں پر فخر کریں گے (۱)۔

تعلیق

تعریف:

۱- لغت میں تعلیق ”علق“ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”علق الشيء بالشيء ومنه وعليه تعليقاً“ (۱) اس نے ایک چیز کو ایک چیز پر لٹکا دیا۔

اور اصطلاح میں تعلیق کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون کے حصول سے مربوط کرنے کا نام ہے، اور اس کو مجازی طور پر یمن کہتے ہیں، اس لئے کہ درحقیقت تعلیق شرط و جزاء ہوتی ہے، اور اس لئے کہ اس میں یمن کی طرح سیئت کے معنی ہوتے ہیں (۲)۔

اور علماء حدیث کے نزدیک تعلیق ابتداء سند سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی کا حذف کر دینا ہے (۳)۔



متعلقہ الفاظ:

الف- اضافت:

۲- اضافت لغت میں ملانے، مائل کرنے، نسبت کرنے اور خاص کرنے کے معنی میں آتا ہے (۴)۔

(۱) لسان العرب۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۹۲ طبع مصریہ، الکلیات ۵/۲ طبع دمشق۔

(۳) مقدمہ ابن الصراح ۲۰ طبع اعلیہ۔

(۴) الحمصی، القاسوس الحیط، الصحاح۔

(۱) ابن عابدین ۲/۲۹۲، ۲۷۷، حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳/۳۷۰، الحمصی فی فقہ الإمام الشافعی ۲/۲۵۶، نہایت المحتاج ۸/۹۵، المغنی لابن قدامہ ۸/۵۲۸ طبع ریاض۔

تعلیق ۳-۴

اور جمع اُشراط آتی ہے جیسے سبب و اسباب (۱)۔
اور اصطلاح میں شرط و طرح کی ہیں:

اول: شرعی شرط، یعنی جس کے عدم سے عدم لازم ہو اور اس کے وجود سے نہ وجود لازم ہو، نہ بالذات عدم اور اس کی کئی قسمیں ہیں: وجوب کی شرط، انعقاد کی شرط، صحت کی شرط، لزوم کی شرط اور نافذ ہونے کی شرط، اس کے علاوہ دوسری معتبر شرعی شرائط۔

دوسری قسم: مصنوعی شرط یعنی بقول جموی مخصوص صفت کے ساتھ پائے جانے والے کسی معاملہ میں کسی ایسے امر کا التزام کرنا جو پایا نہ جا رہا ہو اور یہ وہ ہے جن کو متعاقدین اپنے تصرفات میں مشروط کر دیتے ہیں۔

اور بقول زرکشی تعلیق اور شرط کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعلیق وہ ہے جو الفاظ تعلیق مثلاً ”ان“ اور ”اذا“ کے ذریعہ اصل فعل پر داخل ہو، اور شرط وہ ہے جس میں اصل پر یقینی حکم لگایا جائے اور اس کے لئے دوسرے امر کی شرط رکھی جائے۔

جموی کہتے ہیں کہ فرق یہ ہے کہ تعلیق کسی غیر موجود معاملہ کو ”ان“ یا اس کی اخوات میں سے کسی کے ذریعہ کسی موجود معاملہ پر مرتب کرنے کا نام ہے، اور شرط کسی مخصوص صیغہ کے ذریعہ کسی موجود معاملہ میں کسی غیر موجود امر کا التزام کرنا ہے (۲)۔

جہاں تک فقہاء کی اصطلاح میں اضافت کا تعلق ہے تو وہ اس کو اسناد اور تخصیص (نسبت کرنے اور مخصوص کرنے) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، چنانچہ جب کہا جائے: ”الحکم مضاف الی فلان أو صفتہ کلما“ (حکم فلاں کی طرف مضاف ہے یا اس کی فلاں صفت کی طرف مضاف ہے) تو یہ اس کی طرف مسند (منسوب) ہوگا، اور جب کہا جائے کہ حکم فلاں زمانہ کی طرف مضاف ہے تو یہ اس کی تخصیص ہوگا۔

اور اضافت اور تعلیق میں فرق دو وجوہ سے ہے:

ایک: یہ کہ تعلیق یقین ہوتی ہے اور وہ قسم پوری کرنے کے لئے یعنی معلق کے موجب کو ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور حکم کا سبب نہیں بنتی ہے، رہی اضافت تو سبب کے وقت میں نسبت کے ثبوت کے لئے ہوتی ہے، نہ کہ اس کے منع کے لئے، لہذا بغیر کسی مانع کے سبب متحقق ہو جاتا ہے، اس لئے کہ زمان وجود کے لوازم میں سے ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرط ہونے یا نہ ہونے کے خطرہ پر مبنی ہوتی ہے، اور اضافت میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا ہے، اور ان دونوں فرقوں میں کچھ اختلاف بھی ہے جسے کتب اصول میں دیکھا جائے (۱)۔

ب- شرط:

۳- شرط (راء کے سکون کے ساتھ) کے کئی معانی ہیں اور انہیں معانی میں سے کسی شی کا التزام اور التزام (لازم کرنا اور التزام کرنا) بھی ہے، قاموس میں فرماتے ہیں: شرط: بیع وغیرہ میں کسی چیز کو لازم کرنا یا اس کا التزام کرنا ہے شریطہ کی طرح۔

”شروط“ (راء کے زبر کے ساتھ) کے معنی علامت کے ہیں (۱) تیسیر التحریر ۱/ ۱۲۸، ۱۲۹ طبع مجلس، فتح الغفار علی المنار ۳/ ۵۵، ۵۶ اور دیکھئے اصطلاح ”اضافات“ (الموسوعۃ الفقہیہ ج ۵/ ۶۶)۔

ج- یقین:
۴- یقین، قسم، ایلاء اور حلف مترادف الفاظ ہیں یا حلف زیادہ عام ہے (۳)۔

(۱) القاموس المحیط، المصباح الحیر۔
(۲) جامعہ الجموی ۲/ ۲۲۵ طبع عامرہ، المنہج للورکشی ۱/ ۳۷۰ طبع البیج اور دیکھئے اصطلاح ”شرط“۔
(۳) جامعہ اقلیوبی ۳/ ۲۷۰ طبع المجلس۔

تعلیق ۵-۶

اور لغت میں یمین کے معنی جہت (دائیں)، جارحہ (دایاں ہاتھ)، قوت اور شدت کے ہیں، اور حلف کو مجازاً یمین کہا جاتا ہے (۱)۔

شریعت میں یمین سے مراد وہ عقد ہے جس سے قسم کھانے والے کے عزم کو کرنے یا نہ کرنے پر پختہ کیا جائے، بہوتی کہتے ہیں کہ یہ کسی قابل تعظیم چیز کا ذکر کر کے مخلوف علیہ (جس پر قسم کھائی گئی ہو) حکم کو مخصوص طور پر مؤکد کرنا ہے۔

تعلیق اور یمین کے درمیان مشابہت ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں نفس کو کسی چیز کے کرنے یا چھوڑنے پر آمادہ کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کو یمین صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قسم کھائے گئے فعل یا ترک پر قوت کا فائدہ دیتی ہے۔

الفاظ یمین کے اعتبار سے یمین کی دو قسمیں ہیں، یمین منجر (نوری یمین) جو یمین کے اصلی صیغہ کے ذریعہ ہوتی ہے، مثلاً اللہ کی قسم میں فلاں کام ضرور کروں گا، یمین مطلق: وہ یہ ہے کہ بات کرنے والا حقیقت کی مخالفت کی حالت میں یا مقصود کے تخلف کے وقت ناپسندیدہ جزاء مرتب کرے (۲)۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”ایمان“ میں ہے (۳)۔

کسی دوسری چیز کے ذریعہ ہو جیسے کہ سیاق کلام ارتباط پر اسی طرح دلالت کرے جیسے اس پر کلمہ شرط دلالت کرتا ہے۔

اور کلمات شرط میں سے کسی کلمہ کے ذریعہ تعلیق کے دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی مثال شوہر کا اپنی بیوی سے یہ کہنا ہے: ”إن دخلت المدار فانت طالق“ (اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم پر طلاق ہے)، چنانچہ اس نے وقوع طلاق کو بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر مرتب کیا ہے تو اگر داخل ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ نہیں، اور کلمہ شرط کے بغیر تعلیق کے دونوں جملوں میں ربط پیدا کرنے کی مثال کسی کہنے والے کا یہ کہنا ہے کہ جو نفع اس سال میری تجارت سے مجھ کو ہوگا وہ فقراء پر وقف ہے، چنانچہ اس نے وقف کے حصول کو کلمہ شرط کے بغیر نفع کے حصول پر مرتب کیا ہے، اس لئے کہ اس طرح کا اسلوب کلمہ شرط کے قائم مقام ہوتا ہے (۱)۔

اور اس شرط سے مراد جس میں تعلیق کے دونوں جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے اس کے کلمہ کا استعمال کیا جاتا ہے لغوی شرط ہے، اس لئے کہ اس سے پیدا ہونے والا دونوں جملوں کا ارتباط مسبب کے سبب سے ارتباط جیسا ہوتا ہے (۲)۔

تعلیق کے کلمات:

۶- اس سے مراد ہر وہ کلمہ ہے جو کسی مضمون کے حصول کو کسی دوسرے جملہ کے مضمون کے حصول سے جوڑے، خواہ وہ شرط کے قطعی کلمات میں سے ہو یا دوسرے کلمات میں سے ہو، اور یہ کلمات جیسا کہ ”المغنی“ میں طلاق کو شرط سے معلق کرنے کی بحث میں آیا ہے ”إن“، ”إذا“، ”متی“، ”من“، ”ای“ اور ”کلما“ ہیں۔

تعلیق کا صیغہ:

۵- تعلیق ہر اس چیز سے ہوتی ہے جو کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون سے مربوط کرنے پر دلالت کرے، خواہ یہ ربط شرط کے کلمات میں سے کسی کلمہ کے ذریعہ ہو یا اس کے قائم مقام

(۱) المصباح الحمیر۔

(۲) ابن ماجہ بن ۳۵۳، طبع المصریہ جوہر الإکلیل ۱/ ۲۲۳ طبع دار المعرفہ

حاشیہ اقلیو بی ۳/ ۲۰۷، کشاف القناع ۶/ ۲۲۸ طبع المصر۔

(۳) الموسوعۃ الفقہیہ ۱/ ۲۲۷۔

(۱) تبیین الحقائق ۳/ ۲۳۳ طبع دار المعرفہ۔

(۲) الفرق لقرانی ۱/ ۶۰، ۶۱ طبع دار احیاء الکتب العربیہ۔

تعلیق ۷-۸

نووی نے ”الروضہ“ میں ”متی ما“ اور ”مہما“ کا اضافہ کیا ہے، اور صاحب مسلم الثبوت نے ”لو“ اور ”کیف“ کا اضافہ کیا ہے (۱)۔

سرخسی نے اپنی اصول میں، بزدوی نے اپنی اصول میں اور صاحب ”فتح الغفار“ اور صاحب ”کشاف القناع“ نے ”حیث“ کا ذکر کیا ہے، اور صاحب ”فتح الغفار“ اور صاحب ”کشاف القناع“ نے تعلیق کے صیغوں میں ”این“ کا بھی ذکر کیا ہے۔

صاحب ”کشاف القناع“ نے ”انی“ کا بھی ذکر کیا ہے اور اس کے اور ”ان“ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

ذیل میں لغت اور تعلیق کے اعتبار سے ان کلمات میں سے ہر ایک کے بارے میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کچھ حصہ آ رہا ہے۔

الف- ان (اگر):

۷- تعلیق کے دونوں جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے ”ان“ شرطیہ ہی کا استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ محض تعلیق اور شرط کے لئے ہونے کی وجہ سے تعلیق اور حرف شرط اور اس کے کلمات میں اصل ہے، چنانچہ سوائے شرط اور تعلیق کے اس کے دوسرے معنی نہیں ہیں، یا اس کے برخلاف دوسرے کلمات شرط جیسے ”وذا“ اور ”متی“ کے، کیونکہ ان کے دوسرے معانی بھی ہیں جن میں ان کا استعمال شرط کے علاوہ کیا جاتا ہے (۲)۔

”ان“ اور اس کے مشابہ شرط کے دوسرے جزم دینے والے

حروف کا استعمال کسی ایسے معاملے میں کیا جاتا ہے جو وجود کے خطر میں ہونے اور نہ ہونے کے درمیان متردد ہوں اور اس چیز میں استعمال نہیں کیا جاتا جو قطعی الوجود یا قطعی الانتفاء ہوں (جن کا وجود یا عدم وجود قطعی ہو)، الا یہ کہ کسی نکتہ کی وجہ سے ان کو مشکوک کے مرتبہ میں کر دیا جائے (۱)۔

۸- ”ان“ کے شرط محض کے لئے ہونے پر یہ بات مرتب ہوتی ہے کہ اگر اپنی بیوی کی طلاق کو اپنی طرف سے طلاق نہ دینے پر معلق کرے اس طور پر کہ کہے: ”ان لم اطلقک فانت طالق“ (اگر میں تم کو طلاق نہ دوں تو تم کو طلاق ہے) تو اسے طلاق نہیں پڑے گی، یہاں تک کہ اس کو طلاق دینے سے پہلے دونوں میں سے کسی کی موت آجائے، اس لئے کہ ”ان“ شرط کے لئے ہے اور اس نے اس پر طلاق واقع نہ کرنے کو شرط قرار دیا ہے، اور جب تک دونوں زندہ باقی ہیں اس وقت تک اس شرط کے وجود کا یقین نہیں ہے، تو یہ جملہ اس کے اس قول کی طرح ہے: ”ان لم آت البصرۃ فانت طالق“ (اگر میں بصرہ نہ آؤں تو تمہیں طلاق ہے)، پھر اگر شوہر مر جائے تو اس کی موت سے کچھ پہلے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس قلیل کی کوئی معروف حد نہیں ہے، لیکن اس کی موت سے کچھ پہلے اس پر طلاق واقع کرنے سے اس کی عاجزی متحقق ہو جائے گی، لہذا احث (قسم ٹوٹ جانے) کی شرط متحقق ہو جائے گی، اور اگر اس بیوی سے دخول نہ کیا ہو تو اس کو میراث نہیں ملے گی، اور اگر دخول کر چکا ہو تو فرار کے حکم (یعنی طلاق فار کے حکم میں ہونے) کی وجہ سے اس بیوی کو

(۱) اہلوسج علی التوضیح ۱۲/۱ طبع صبح، تیسرا ایڈیشن ۱۲۰/۲ طبع لہجی، اصول السنخسی ۲۳۱/۱ طبع دارالکتب العربی، مسلم الثبوت ۲۳۸/۱ طبع دارصادر، کشف الاسرار للبیرونی ۱۹۳/۲ طبع دارالکتب العربی، المقربی ۲۰۳/۲ طبع دارالکتب المصریہ

(۱) المغنی لابن قدامہ ۱۹۳/۲ طبع ریاض، الروضہ ۱۲۸/۲ طبع المکتب الاسلامی، مسلم الثبوت ۲۳۸/۲، ۲۳۹، دارصادر۔
(۲) مغنی الملبیب ۱۷۱/۱، ۲۳ طبع دارالمنکر دمشق، فتح الغفار ۳۵/۲ طبع لہجی، بدائع الصنائع ۲۱/۳ طبع الجمالیہ، کشف الاسرار للبیرونی ۱۹۲/۲ طبع دارالکتب العربی۔

تعلیق ۹-۱۰

بصرہ کے نحویین کے نزدیک وہ وقت کے معنی میں حقیقت ہے اور وقت کا معنی باقی رہنے کے ساتھ شرط کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی قول ہے، چنانچہ ان دونوں حضرات کے نزدیک وہ ”متی“ کے مثل ہے یعنی ظرف کے معنی اس سے ساقط نہیں ہوتے، اور امام ابو حنیفہ کے یہاں محض شرطیت کے لئے ہونے میں وہ ”ان“ کی طرح ہے، لہذا اس میں ظرف کا معنی باقی نہیں رہے گا (۱)۔

۱۰- امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبزادوں کے درمیان اختلاف سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ اگر وہ کہے: ”إذالم أطلقک فانت طالق“ یا ”إذا ما لم أطلقک فانت طالق“ (جب تمہیں طلاق نہ دوں تو تمہیں طلاق ہے) یا (جب تک تم کو طلاق نہ دوں تو تمہیں طلاق ہے)، تو اگر اس سے وقت مراد لے تو اسے فوراً طلاق پڑ جائے گی، اور اگر اس سے شرط مراد لے تو موت تک اسے طلاق نہیں ہوگی، اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو طلاق نہیں پڑے گی یہاں تک کہ عورت کی وفات ہو جائے، اور یہ امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے، اس بناء پر کہ ”إذا“ کو جب شرط کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے وقت کا معنی ساقط ہو جاتا ہے، اور نحویین کی رائے یہی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے مطابق نیت نہ ہونے پر اس پر فی الحال طلاق ہو جائے گی (یہ قول) بصریین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ”إذا“ زیادہ تر وقت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس چیز کے ساتھ مل کر آتا ہے جس میں ہونے یا نہ ہونے کا مفہوم نہ ہو، اس لئے کہ کہا جاتا ہے: ”الرطب إذا اشتد الحر، والبرود إذا جاء الشتاء“ (تری (پسینہ) اس وقت ہوتا ہے جب گرمی کی

میراث ملے گی (۱) اور اگر عورت مرجائے تو جیسا کہ ”اصول السرخسی“ میں ہے دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق تب بھی بغیر کسی فصل کے طلاق ہو جائے گی، اس لئے کہ تطلق کا فعل محل کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور محل کے فوت ہونے سے طلاق کی شرط متحقق ہو جاتی ہے۔

ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر اس نے طلاق کو نفی پر کلمات شرط میں سے کسی ایک کے ذریعہ معلق کیا ہو تو اگر ”ان“ کے ذریعہ ہے تو وہ تراخی پر محمول ہوگی، اور اگر ”متی، من، کما، ای“ وغیرہ میں سے کسی ایک کے ذریعہ ہے تو وہ فوری ہونے پر محمول ہوگی (۲)۔
تفصیل کا محل ”طلاق“ کی اصطلاح ہے۔

ب- إذا (جب):

۹- یہ لغت میں دو چیزوں کے لئے آتا ہے:

ایک: یہ کہ مفاجات (اچانک کوئی بات ہونا) کے لئے ہو تو یہ اسمیہ جملوں کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اس کو جواب کی حاجت نہیں ہوگی اور آغاز کلام میں واقع نہیں ہوگا، اور اس کے معنی حال کے ہوں گے نہ کہ استقبال کے۔

دوسرے یہ کہ وہ مفاجات کے علاوہ کے لئے ہو تو غالب یہ ہے کہ شرط کے معنی کو متضمن ہو کر مستقبل کے لئے ظرف ہوگا (۳)۔

”إذا“ کے بارے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ کوفہ کے نحویین کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور جب شرط کے معنی میں استعمال ہوگا تو وقت کا معنی اس سے ساقط ہو جائے گا اور ”ان“ کی طرح حرف ہو جائے گا، اور یہی امام ابو حنیفہ کا بھی قول ہے جو گزر چکا ہے۔

(۱) کشف الاسرار للبہر دوی ۲/ ۱۹۳۔

(۲) اصول السرخسی ۱/ ۲۳۱، طبع دارالکتاب العربیہ المغنی ۷/ ۱۹۳، المجلد ۱/ ۳۵۲۔

(۳) مغنی الماریب ۱/ ۹۲، طبع دارالفکر دمشق۔

(۱) المجلد ۱/ ۱۲۱، طبع صبیح۔

تعلیق ۱۱

مطلق کرے جیسے مثلاً کہے: ”إذا دخلت الدار فانت طالق“
(جب تم گھر میں داخل ہو تو تمہیں طلاق ہے)، اسی لئے اسے
استعمال میں کئی حضرات نے ”إذا“ سے ملحق کیا ہے (۱)۔

ج- متی:

۱۱- یہ بالاتفاق ایک اسم ہے جسے زمانے پر دلالت کرنے کے لئے
وضع کیا گیا ہے، پھر اس میں شرط کا معنی ضمناً رکھ دیا گیا ہے (۲)۔

اور ”إذا“ اور ”متی“ کے درمیان فرق یہ ہے کہ ”إذا“ کو ان
امور میں استعمال کیا جاتا ہے جن کا وجود یقینی ہوتا ہے جیسے سورج کا
طلوع ہونا اور کل کا آنا، برخلاف ”متی“ کے، اس لئے کہ اس کو مبہم
امور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی جو امور ہو سکتے ہیں اور جو نہیں
ہو سکتے، اس معنی میں کہ وہ کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا، اسی
لئے ابہام میں وہ ”ان“ کا شریک ہے، اسی لئے سوائے استفہام کی
جگہ کے بقیہ جگہوں میں ”ان“ کی طرح اس کے لئے مجازات (شرط
وجزاء آنا) لازم ہے، البتہ ”متی“ اور ”ان“ کے درمیان فرق یہ ہے
کہ ”متی“ کے ذریعہ شرط و جزا کا معنی ادا کیا جاتا ہے وقت کا معنی اس
میں باقی رہنے کے ساتھ، البتہ ”متی“ استفہامیہ کے ذریعہ جزا کا
مفہوم ادا نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ استفہام سے مراد فعل کے وجود کے
بارے میں سمجھنے کا مطالبہ کرنا ہوتا ہے، لہذا وہاں حرف ”ان“ کا اضمار
درست نہیں ہوگا (۳)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: اگر کسی فعل کو وجود میں لانے کے تصرف کو

(۱) المغنی ۷/ ۱۹۳، ۱۹۴، طبع ریاض، نہایتہ المطابع ۷/ ۱۷، ۲۲ طبع المکتبۃ
الاسلامیہ۔

(۲) شرح التصريح على التوضیح ۲/ ۲۳۸، طبع المجلس، كشف الاسرار للبيروني ۲/ ۱۹۶
طبع دارالکتب العربیہ۔

(۳) الخلو ج ۱/ ۱۲۱، كشف الاسرار ۲/ ۱۹۶۔

شدت ہو اور ٹھنڈک اس وقت ہوتی ہے جب سردی کا موسم
ہو جائے) اور اس کی جگہ ”ان“ کا استعمال صحیح نہیں ہے (۱)۔

اور ”المغنی“ میں بھی ”إذا“ کے سلسلہ میں اس صورت میں دو
اقوال آئے ہیں جب اس نے اپنی بیوی سے کہا ہو: ”إذا لم تدخلی
الدار فانت طالق“ (جب تم گھر میں داخل نہ ہو تو تم پر طلاق
ہے)۔

ایک: یہ کہ وہ تراخی پر محمول ہوگا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے،
اور قاضی نے اس کی حمایت کی ہے، اس لئے کہ وہ ”ان“ کے معنی میں
شرط کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، شاعر کہتا ہے:

استغن ما اغناک ربک بالغنی

وإذا تصبک خصاصة فتجمل

(اللہ تعالیٰ جب تک تم کو مال داری کے ذریعہ بے نیاز رکھے تب
تک اظہار بے نیازی کرتے رہو، اور جب تم کو محتاجی لاحق ہو جائے تو
صبر سے کام لو)۔

چنانچہ شاعر نے اس کے ذریعہ جزم دیا ہے جیسا کہ ”ان“ سے
جزم دیا جاتا ہے، نیز اس لئے بھی کہ اس کو ”متی“ اور ”ان“ کے معنی
میں استعمال کیا جاتا ہے اور جب دونوں چیزوں کا احتمال ہو تو بقاء نکاح
کا یقین ہے، لہذا وہ احتمال سے زائل نہیں ہوگا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نور پر محمول ہوگا اور یہی امام
ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے، اور امام شافعی سے یہی منصوص
ہے، اس لئے کہ یہ زمانہ مستقبل کا اسم ہے، لہذا ”متی“ کی طرح
ہوگا، رہا اس کو شرط و جزا کے لئے استعمال کرنا تو یہ اسے اس کے
اصل معنی سے نہیں نکالے گا۔

جب تصرف کو ”إذا“ کے ذریعہ کسی فعل کو وجود میں لانے پر

(۱) اصول السنن ۱/ ۲۳۲، طبع دارالکتب العربیہ۔

تعلیق ۱۲-۱۳

ابھی کو شامل ہو، اس لئے کہ ”من“ کا اطلاق اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ”وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ“ (۱) (اور ان کے لئے (بھی) جنہیں تم روزی نہیں دیتے)، اور اللہ تعالیٰ کو علم سے متصف کیا جاتا ہے، عقل سے متصف نہیں کیا جاتا، اور یہ عمدہ بات ہے جس سے بقول اسنوی شارحین غافل رہے ہیں (۲)۔

عبدالعزیز بخاری اصول اہم دوی کی شرح ”کشف الاسرار“ میں فرماتے ہیں: ”من“ اور ”ما“ اس باب یعنی باب شرط میں اپنے ابہام کی وجہ سے داخل ہوتے ہیں، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک کسی عین (متعین) کو شامل نہیں ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ ”من“ اور ”ما“ اپنے ابہام کی وجہ سے باب عموم میں داخل ہو گئے ہیں، تو چونکہ شرط میں عموم متکلم کا مقصود ہوتا ہے اور افراد میں سے ہر ایک کو خاص طور پر ذکر کرنا ممکن یا دشوار ہوتا ہے، اور ”من“ اور ”ما“ اس معنی کو اختصار اور حصول مقصود کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں، لہذا یہ دونوں ”ان“ کے قائم مقام ہو گئے، اور کہا گیا: ”من یأت اکرمہ“ (جو آئے گا میں اس کا اکرام کروں گا) ”ما تصنع أصنع“ (جو تم کرو گے وہی میں کروں گا) اور ان دونوں میں مسائل بہت ہیں جیسے اس کا یہ کہنا: ”من دخل هذا الحصن فله رأس“ (جو اس قلعہ میں داخل ہو اس کے لئے ایک سر ہے) ”ومن دخل منکم الدار فہو حر“ (تم میں سے جو گھر میں داخل ہو وہ آزاد ہے)، اور جب وہ شرط کے لئے ہو تو وہ ”ای“ کے معنی میں اسم ہوگا، تم کہو گے: ماتصنع أصنع (۳) (جو تم کرو گے وہی میں کروں گا) اور قرآن میں

”متی“ سے معلق کرے تو وہ تراخی پر محمول ہوگا، چنانچہ جو اپنی بیوی سے کہے: ”متی تدخلی الدار فانت طالق“ (جب تم گھر میں داخل ہوگی تو تمہیں طلاق ہو جائے گی)، تو طلاق حرف صفت یا فعل یعنی دخول کے وجود کے وقت واقع ہوگی، اور جب کسی صفت کی نفی کے تصرف کو ”متی“ سے معلق کرے جیسے کہے: ”متی لم اطلقک فانت طالق“ (جب تمہیں طلاق نہ دوں تو تمہیں طلاق ہے)، یا ”متی لم تدخلی الدار فانت طالق“ (جب تم گھر میں داخل نہ ہو تو تمہیں طلاق ہے)، تو یمین کے بعد اگر ایک زمانہ ایسا پایا جائے جس میں وہ داخل نہ ہو یا جس میں اسے طلاق نہ دے تو صفت پائی گئی ہے، اس لئے کہ وہ فعل کے وقت کا نام ہے، لہذا صفت کو اسی فعل سے مقدر مانا جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی (۱)۔

۱۲- حکم میں ”متی“ ہی کی طرح ”متی ما“ بھی ہے، لہذا ہر وہ چیز جو ”متی“ کے متعلق کہی گئی ہے وہ ”متی ما“ کے متعلق بھی کہی جائے گی، اور شرط کے متعلق اس کا حکم ”متی“ ہی کی طرح مل کر اس سے بڑھ کر ہوگا، اس لئے کہ ”ما“ کا اس سے مل جانا اسے خالص جزاء کے لئے کر دیتا ہے، استفہام وغیرہ اس سے مراد نہیں ہوتے (۲)۔

د- ”من“ (جو شخص):

۱۳- یہ بالاتفاق اسم ہے جس کو عاقل پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا پھر اس میں ضمناً شرط کے معنی رکھ دیئے گئے (۳)، اور یہ لغت کی وضع ہی سے عموم کے صیغوں میں سے ہے، اور کسی قرینہ کی احتیاج کے بغیر ہی خود سے عام معنی میں ہوتا ہے، اور جیسا کہ بیضاوی نے فرمایا ہے: وہ عالمین یعنی اہل علم میں عام ہے تاکہ عقلاء اور ذات

(۱) سورۃ حجر ۲۰۔

(۲) الاسنوی مع شرح البدیشی ۲/۶۵، ۶۶ طبع صبیح۔

(۳) کشف الاسرار للبیردوی ۲/۱۹۶۔

(۱) المغنی ۷/۹۳، نہایۃ المحتاج ۷/۲۲۔

(۲) کشف الاسرار و اصول السنن ص ۲۳۳، الروضۃ ۸/۱۲۸۔

(۳) التصحیح علی التوضیح ۲/۲۳۸ طبع مجلس۔

تعلیق ۱۳-۱۶

جیسے وہ کہے: ”مہما دخلت الدار فانت طالق“ (۱) (جب تم گھر میں داخل ہو تو تم کو طلاق ہے)۔

و-ای:

۱۶- یہ مضاف الیہ کے اعتبار سے ہوگا، چنانچہ ”ایہم یقم اقم معہ“ (ان میں سے جو بھی کھڑا ہوگا میں اس کے ساتھ کھڑا ہوں گا) میں وہ ”من“ کے باب سے ہے یعنی اس کو عاقل کے متعلق استعمال کیا جا رہا ہے، اور ”ای اللواب ترکب اربکب“ (جس چو پا یہ پر تم سوار ہو گے اس پر میں بھی سوار ہوں گا) میں وہ ”ما“ کے باب سے ہے یعنی غیر عاقل کے باب سے اور ”ای یوم تصم اصم“ (جس دن تم روزہ رکھو گے اسی دن میں بھی رکھوں گا) میں وہ ”متی“ کے باب سے ہے یعنی وہ زمانہ مبہم پر دلالت کر رہا ہے، اور ”ای مکان تجلس اجلس“ (جس جگہ تم بیٹھو گے اسی جگہ میں بھی بیٹھوں گا) میں ”این“ کے باب سے ہے یعنی وہ مکان مبہم پر دلالت کر رہا ہے (۲)۔

اور ”المغنی“ اور ”الروضہ“ میں جو کچھ آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیق کے متعلق ”ای“ کا حکم ”متی“، ”من“ اور ”کلما“ کی طرح ہے، اس معنی میں کہ جب ”ای“ کے ذریعہ سے تصرف کو کسی فعل کی نفی پر مطلق کیا جائے، جیسے کہ طلاق کو ”ای“ کے ذریعہ دخول کی نفی پر مطلق کیا جائے، اس طور پر کہ کہے: ”ای وقت لم تدخل الدار فانت طالق“ (جس وقت تم گھر میں داخل نہیں ہوگی تو تمہیں طلاق ہوگی) تو اگر اتنا زمانہ گزر جائے جس میں داخل ہونا

ہے: مَا نَسَخَ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا“ (۱) (ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو (کوئی) اس سے بہتر ہی یا مثل اس کے لے آتے ہیں) ”مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا“ (۲) (اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے کوئی اس کا بند کرنے والا نہیں)۔

۱۳- رہا ”ما“ مصدر یہ تو اس کا استعمال فقہ میں ہوتا ہے، اور اس کے ذریعہ تصرف کو تعلیق کی قید کے بجائے اضافت کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے، ”البحر الرائق“ اور ”فتح القدير“ میں یہی ہے، اس لئے کہ وہ ظرف زمان کی نیابت کرتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے: ”وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا“ (۳) (اور اسی نے) مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں) یعنی میرے زندہ رہنے کی مدت تک۔

اسی بنیاد پر اگر کہا: تم کو طلاق ہے جب تک میں تم کو طلاق نہ دوں، اور خاموش ہو گیا تو اس کی خاموشی سے بالاتفاق طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اس طلاق کی نسبت ایسے وقت کی طرف ثابت ہوگی جس میں اس نے طلاق نہ دیا (۴)۔

ھ- مہما:

۱۵- ”مہما“ ایک اسم ہے جس کو غیر عاقل پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا پھر ضمناً شرط کے معنی رکھ دیئے گئے، اور نووی نے ”الروضہ“ میں ذکر کیا ہے کہ ”مہما“ تعلیق کے صیغوں میں سے ہے،

(۱) انصاری ۲/۲۳۸ طبع النجفی، الروضہ ۸/۱۳۸ طبع المکتب الاسلامی، اور اس

مثال میں غیر عاقل چیز دخول ہے اور معنی یہ ہیں: ”ای دخول دخلت

فانت طالق“ (جس طرح کہ دخول سے داخل ہو تمہیں طلاق ہے)۔

(۲) انصاری جلی الخوض ۲/۲۳۸ طبع النجفی۔

(۱) سورہ بقرہ ۱۰۶۔

(۲) سورہ فاطر ۲۔

(۳) سورہ مہریم ۳۱۔

(۴) البحر الرائق ۳/۲۹۵، فتح القدير ۳/۶۵ طبع دار صادر۔

تعلیق ۱۷-۱۸

جاء ک زید فاکرمہ“ (۱) (تمہارے پاس جب بھی زید آئے اس کا اکرام کرو)۔

۱۸- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ”کل“ تعلیق کے صیغوں میں سے ہے اور اس سے بجائے مکافات (بدلہ دینے) کے اگر تعلیق کا قصد کرے تو شافیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہوگا۔

اور حنفیہ نے ”کل“ کے ذریعہ طلاق کی تعلیق کی دونوں صورتوں میں تفریق نہیں کی ہے کہ تعلیم کرے اور کہے کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے، یا خاص کرے اور یہ کہے کہ فلاں خاندان یا فلاں شہر کی عورت سے اگر میں نکاح کروں تو اس کا حکم یہ اور یہ ہے، رہے مالکیہ تو وہ عام رکھنے کی صورت میں حنفیہ کی مخالفت کرتے ہیں، اس لئے کہ اس میں نکاح کے باب کا بند کر دینا ہے، اور خاص رکھنے کی صورت میں ان سے متفق ہیں، اس طور پر کہ کسی شہر، قبیلہ، جنس یا ایسے زمانہ سے مخصوص کر دے جس تک بظاہر اس کی عمر پہنچے گی (۲)۔

اور سرحسی نے اپنی ”اصول“ میں بیان کیا ہے کہ ”کل“ کا لفظ افراد کے انداز میں احاطہ ثابت کرتا ہے، اس افراد کا مطلب یہ ہے کہ جس اسم سے ”کل“ کے لفظ کو ملایا جاتا ہے، اس کے مسمیات میں سے ہر ایک انفرادی طور پر اس میں مذکور ہو جاتا ہے، گویا کہ اس کے ساتھ دوسرا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ کلمہ استعمال میں ایک صلہ ہے، یہاں تک کہ فائدہ سے خالی ہونے کی وجہ سے اسے تنہا استعمال نہیں کیا جاتا، اور اس میں کلمہ ”من“ کی طرح خصوص کا احتمال رہتا ہے، البتہ اس میں (پائے جانے والے) عموم کے معنی ”من“ کے معنی عموم کے مخالف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے کلمہ ”من“ سے اس کا

اس کے لئے ممکن تھا اور داخل نہ ہوئی تو اس کے بعد نور اطلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر ”ای“ کے ذریعہ طلاق کو کسی فعل کے ایجاد (وجود میں لانے) پر معلق کرے تو تعلیق کے دوسرے کلمات کی طرح ہی وہ نور کا فائدہ نہیں دے گا (۱)۔

اور ”تمیین الحقائق“ میں آیا ہے کہ ”ای“ صفت کے عموم سے عام نہیں ہوتا ہے، تو اگر کہے: ”ای امرأۃ اتزوجها فہی طالق“ (جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے)، تو یہ صرف ایک عورت پر متحقق ہوگا، برخلاف ”کل“ اور ”کلما“ کے کلمات کے کہ یہ دونوں جس پر داخل ہوں اس کے عموم کا فائدہ دیتے ہیں، جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے (۲)۔

ز- کل ، کلما:

۱- کل کا لفظ کل کے اعتبار سے استغراق پر دلالت کرتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ (۳) (اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے) اور کبھی کبھی کثیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”تَدْمُرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا“ (۴) (وہ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے ہلاک کر دے گی) یعنی اکثر کو، اس لئے کہ اس ہوانے دوسروں کے بجائے ان کو اور ان کے گھروں کو اکھاڑ پھینکا تھا، اور لفظ ”کل“ کو لفظی یا تقدیری طور پر مضاف کر کے ہی استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کا لفظ واحد ہے اور معنی جمع کے ہیں، اور ”ما“ کے دخول سے تکرار کا فائدہ دیتا ہے، جیسے: ”کلما

(۱) المعنی ۱/ ۱۵۳ طبع ریاض، الروضہ ۱۲۸/۸ طبع المکتب الاسلامی۔

(۲) تمیین الحقائق مع جامعۃ الہدایۃ ۲/ ۲۳۳، الروضہ ۱۲۸/۸۔

(۳) سورۃ یقرہ ۲۸۲۔

(۴) سورۃ احقاف ۲۵۔

(۱) المصباح الممیر۔

(۲) تمیین الحقائق ۲/ ۲۳۳ طبع دار المعرف، جوہر الاکلیل ۱/ ۳۳۲، ۳۳۳ طبع

دار المعرف، جامعۃ الدوسوقی ۲/ ۳۷۲ طبع دار الفکر، الخرشنی ۲/ ۳۷، ۳۸ طبع

دار صادر، نہایت المحتاج ۷/ ۵۲ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

تعلیق ۱۹-۲۱

سے ہے، اور تکرار اور فوراً متقاضی ہوتا ہے، اس کے بعد اسم کے بجائے فعل آتا ہے اور وہ اس میں عموم کا تقاضا کرتا ہے، چنانچہ اگر کہے: ”کلما تزوجت امرأة فہی طالق“ (جب جب بھی میں کسی عورت سے شادی کروں اسے طلاق ہے) اور کسی عورت سے کئی مرتبہ شادی کرے تو ہر مرتبہ جب اس سے شادی کرے گا اسے طلاق ہو جائے گی، اس لئے کہ وہ اسماء کے بجائے افعال میں عموم کا تقاضا کرتا ہے، برخلاف ”کل“ کے لفظ کے کہ وہ افعال کے بجائے اسماء میں عموم کا فائدہ دیتا ہے (۱)۔

ح- لو:

۲۱- ”لو“ مستقبل کا حرف شرط ہے، مگر وہ جزم نہیں دیتا، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ”وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ“ (۲) (اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کی انہیں (کیسی) فکر رہے) یعنی وہ لوگ جو چھوڑنے سے قریب اور نزدیک ہوں انہیں ڈرنا چاہئے، علماء نے ترک کی تاویل ترک سے قریب ہونے سے اس لئے کی ہے کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو وصی بنایا گیا ہے، اور وہ ترک (یعنی وفات) سے پہلے ہی ان کی طرف متوجہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے بعد تو وہ مردہ ہوں گے۔

رہا ”لو“ کے ذریعہ تصرف کو مطلق کرنا تو فقہاء جیسے امام ابو یوسف نے ”ان“ سے اس کی مشابہت کی وجہ سے اس سے تعلیق کرنے کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ ”لو“ شرط کے معنی میں

(۱) اصول السنن ص ۱۱۵، تبیین الحقائق ۲/۲۳۳، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۶، ۳۲۰

البحر المرائق ۳/۲۹۵، جوہر واکلیل ۱/۳۳۱، الدسوقی ۲/۳۷۱، ۳۲۰

الروضہ ۸/۱۲۸، المغنی ۷/۱۹۳، ۱۹۴۔

(۲) سورۃ نساء ۹۔

ملانا درست ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ“ (۱) (زمین پر جو بھی ہیں سب فنا ہونے والے ہیں) یہاں تک کہ اگر وہ اسم نکرہ سے متصل ہو تو وہ اس اسم میں بھی عموم کا تقاضا کرتا ہے، اسی لئے اگر کہے: ”کل امرأة أتزوجها فہی طالق“ (ہر عورت جس سے میں شادی کروں اسے طلاق ہے) تو عموم کے طور پر ہر اس عورت کو طلاق ہو جائے گی جس سے وہ شادی کرے گا، اور اگر ایک عورت سے دو مرتبہ شادی کرے تو دوسری مرتبہ اسے طلاق نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ جس اسم سے متصل ہے اس میں عموم ثابت کرتا ہے، فعل میں نہیں۔

۱۹- ”کل“ اور ”من“ کے الفاظ کے درمیان خصوص کے تعلق سے فرق یہ ہے کہ ”کل“ کے لفظ میں اگرچہ احاطہ ہر فرد کو شامل ہے، مگر اس میں کلمہ ”من“ کی طرح خصوص کا احتمال ہے، جیسے کہ اگر کہے: ”کل من دخل هذا الحصن أولا فله كذا“ (ہر وہ شخص جو اس قلعہ میں پہلے داخل ہو جائے اسے یہ ملے گا) اس کے بعد چند لوگ یکے بعد دیگرے قلعہ میں داخل ہوئے ”تو کل“ کے لفظ میں احتمال خصوص کی وجہ سے مال غنیمت میں سے اعلان کردہ انعام خاص کر پہلے والے کو ملے گا، اس لئے کہ ”اول“ نام ہے سبقت کرنے والے فرد کا، اور یہ وصف بعد میں داخل ہونے والوں کے بجائے اسی میں متحقق ہو رہا ہے، اور ایک کے بعد دوسرے کے داخل ہونے کی صورت میں اسی کے مثل ”من“ کا لفظ بھی ہوگا۔

۲۰- اور اگر سب ایک ساتھ داخل ہوں تو کلمہ ”کل“ کے ذریعہ سبھی انعام کے مستحق ہوں گے، کلمہ ”من“ میں نہیں ہوں گے (۲)۔

رہا ”کلما“ کا لفظ تو فقہاء کے نزدیک وہ تعلیق کے صیغوں میں

(۱) سورۃ زمر ۲۶۔

(۲) اصول السنن ص ۱۱۵، ۱۵۸، الخلو ج علی التوضیح ۱/۶۰۔

تعلیق ۲۲-۲۳

کا استعمال ”لو“ کے معنی میں کیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ“^(۱) (اگر میں نے کہا ہوتا تو یقینی تجھ کو اس کا علم ہوتا)، اس بنیاد پر جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت طالق لو دخلت الدار“ (اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تمہیں طلاق ہے) تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ گھر میں داخل ہونے تک مطلقہ نہیں ہوگی۔

اس لئے کہ ”لو“ ”إِنْ“ کے درجہ میں ہے، لہذا اترقب (انتظار) کے معنی کا فائدہ دے گا، اور اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی صراحت نہیں ہے، امام محمد سے بھی کچھ مروی نہیں ہے، لہذا یہ مسئلہ نو اور کا ہے^(۲)۔

۲۳- رہا ”لولا“ یعنی جو پہلے کے وجود کی وجہ سے دوسرے کے امتناع (نہ پائے جانے) کا فائدہ دیتا ہے، تو فقہاء کے نزدیک وہ تعلیق کے صیغوں میں سے نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں اگرچہ شرط کے معنی ہیں، لیکن اس میں جزاء کے حصول کی توقع نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو صرف ماضی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور زمانہ مستقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، چنانچہ ان کے نزدیک وہ استثناء کے معنی میں ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ کسی شے کے وجود کی وجہ سے کسی دوسری چیز کی نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے، لہذا جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت طالق لولا حسنک أو لولا صحبتک“ (اگر تمہارا حسن یا تمہاری صحبت نہ ہوتی تو تمہیں طلاق ہوتی) تو طلاق واقع نہیں ہوگی، حتیٰ کہ اگر حسن زائل ہو جائے یا صحبت ختم ہو جائے تب بھی، اس لئے کہ اس نے اس کو وقوع طلاق سے مانع قرار دیا ہے^(۳)۔

استعمال ہوتا ہے اور ”إِنْ“ کی طرح ہی اس کے بعد صرف فعل آتا ہے، اور اس لئے بھی کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، البتہ ”لو“ ماضی میں قید لگانے کا فائدہ دیتا ہے اور ”إِنْ“ اس کا فائدہ مستقبل میں دیتا ہے^(۱)۔

البتہ فقہاء نے اس کو شہ پر نظر نہیں ڈالی ہے اور تعلیق کے بارے میں اس کا معاملہ ”إِنْ“ کی طرح کیا ہے، چنانچہ جو اپنے غلام سے کہے: ”لو دخلت الدار لتعتق“ (اگر تم گھر میں داخل ہوتے تو آزاد ہو جاتے) تو کلام کو اہمال سے بچانے کے لئے دخول تک وہ آزاد نہیں ہوگا، یہاں تک کہ بعض فقہاء نے اس کے ساتھ مطلقاً ”إِنْ“ کا معاملہ کیا ہے اور اس کے جواب پر فناء کے داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ نحویوں کے نزدیک فناء کا داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عوام غلط صحیح اعراب استعمال کرتے ہیں، پس جو شخص مرد سے زنیّت (تاء کے زیر کے ساتھ) اور عورت سے زنیّت (تاء کے زیر کے ساتھ) کہے تو اس پر حد قذف دونوں صورتوں میں جاری ہوگی^(۲)۔

۲۲- ”إِنْ“ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ”لو“ کا استعمال مستقبل میں ہوتا ہے، جیسے کہا جائے: ”لو استقبلت امرک بالتوبة لکان خیرا لک“ (اگر تم اپنے معاملہ کا سامنا توبہ کے ساتھ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا) یعنی ”إِنْ استقبلت“، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ“^(۳) (اور مومن غلام تک بہتر ہے مشرک (آزاد) سے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو) یعنی: ”وإن أعجبکم“، اسی طرح ”إِنْ“

(۱) سورہ مائدہ ۱۱۶۔

(۲) کشف الاسترار ۲/۱۹۶۔

(۳) اشتریر و آئیر ۲/۷۳، اصول السنن ۱/۲۳۳، لیز روی ۲/۱۹۷، ۱۹۸، فتح الغفار ۲/۳۷، بدائع الصنائع ۳/۲۳۔

(۱) الفرق المرقانی بالفرق الرابع ۱/۸۵، ۱۰۷۔

(۲) کشف الاسترار من اصول فخر الاسلام لیز روی ۲/۱۹۶۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۲۱۔

تعلیق ۲۴

بیان کرنے کا اختیار ہوگا تو اگر وہ بائنہ چاہے اور شوہر نے اس کی نیت کی ہو تو اسے طلاق بائن ہوگی، اور اگر وہ تین طلاق چاہے اور شوہر نے اس کی نیت کی ہو تو اسے تین طلاقیں ہوں گی، اور اگر ایک بائنہ طلاق چاہے اور شوہر نے تین کی نیت کی ہو تو ایک رجعی طلاق ہوگی، اور اگر تین چاہے اور شوہر نے ایک بائنہ کی نیت کی ہو تو ایک رجعی پڑے گی، اس لئے کہ اس کی مشیت شوہر کی نیت سے مختلف ہے، اور اس کی طرف جو طلاق تفویض کی گئی تھی، اس نے اس کے علاوہ کو واقع کیا ہے، لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کی مشیت تک وہی طلاق مؤثر ہوگی جس کو شوہر نے اس کی مشیت سے معلق کیا ہو، وہ نہیں جس کو معلق نہ کیا ہو، اور ”کیف“ کا کلمہ اصل طلاق کی طرف نہیں لوٹتا ہے تو وہ اپنے قول ”کیف شئت“ (جیسے چاہو) میں اصل طلاق میں تجیز کرنے والا، اور صفت کو اس کی مشیت کی طرف مفوض کرنے والا ہوگا، البتہ غیر مدخول بہا میں اصل طلاق کو واقع کرنے کے بعد صفت میں اس کی کوئی مشیت نہیں رہ جاتی، لہذا اصل کو واقع کر دینے کے بعد صفت کو اس کی مشیت پر مفوض کرنا لغو ہو جاتا ہے، اور مدخول بہا میں اصل کے وقوع کے بعد صفت میں عورت کو مشیت کا اختیار ہوتا ہے، اس طور پر کہ جیسا کہ جانا جا چکا ہے اس کو بائنہ یا تین کر دے، لہذا مشیت کی طرف اس کا تفویض کرنا صحیح ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک وہ نہ چاہے اس پر کچھ بھی واقع نہ ہوگا اور جب چاہے تو جزئیات امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہوں گی، اس لئے کہ اس نے طلاق کو اس کی مشیت پر معلق کیا ہے، لہذا مشیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے کہ وہ کہے: ”أنت طالق إن شئت أو کم شئت أو حیث شئت“ (۱) (تم

ط- کیف:

۲۴- ”کیف“ لغت میں دو طرح سے استعمال کیا جاتا ہے: ایک: یہ کہ وہ شرط ہو۔

دوم جو کہ اس میں غالب ہے، یہ ہے کہ: وہ استفہام ہو (اور استفہام) یا حقیقی ہوگا جیسے: کیف زید (زید کیسا ہے) یا غیر حقیقی ہوگا: جیسے ”کَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ“ (۱) (تم لوگ کس طرح کفر کر سکتے ہو اللہ سے)۔

اس لئے کہ وہ تعجب کے طور پر لایا گیا ہے اور مستغنی نہ ہونے والی چیز سے پہلے وہ بطور خبر واقع ہوتا ہے، جیسے: ”کیف أنت“ (تم کیسے ہو) کیف کنت (تم کیسے تھے)، اور مستغنی ہونے والے سے پہلے حال ہوتا ہے جیسے: کیف جاء زید (زید کیسے آیا) یعنی زید کس حالت میں آیا (۲)۔

فقہاء نے ”کیف“ کا استعمال لغت کے دائرہ استعمال سے باہر نہیں کیا ہے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ اس طرف گئے ہیں کہ حکم کو ”کیف“ پر معلق کرنا اصل تصرف میں مؤثر نہیں ہوگا، وہ تو صرف اس کی صفت میں مؤثر ہوگا، اور امام ابو یوسف و امام محمد اس طرف گئے ہیں کہ حکم کا اس پر معلق کرنا اصل اور وصف میں ایک ساتھ مؤثر ہوگا، اسی بنیاد پر امام ابو حنیفہ اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت طالق کیف شئت“ (تم جس طرح چاہو اسی طرح تم پر طلاق ہے) فرماتے ہیں کہ مشیت سے پہلے اس پر ایک طلاق پڑے گی، پھر اگر وہ مدخول بہا نہ ہو تو بغیر عدت کے بائنہ ہوگی اور اس کی مشیت (کا کوئی اعتبار) نہیں ہوگا، اور اگر وہ مدخول بہا ہو تو واقع ہونے والی طلاق رجعی ہوگی، اور اس کے بعد مجلس میں اسے اپنی مشیت (خواستہ)

(۱) سورہ بقرہ، ۲۸۔

(۲) معنی الماریب، ۲۲۳، ۲۲۸۔

(۱) کشف الراہن، اصول ابیر دوی، ۲۰۰، ۲۰۱، بدائع الصنائع، ۱۲۱، ۱۲۲۔

تعلیق ۲۵

کے لئے ہوتا ہے۔

اور ”حیث“، تعلیق کے صیغوں میں سے ہے، اس لئے کہ ابہام میں وہ ”ان“ کے مشابہ ہے اور اس کو ”ان“ سے تشبیہ دیتے ہوئے اس سے تصرف کی تعلیق مجلس مخاطبت سے متجاوز نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مثلاً ”ان“ کے ذریعہ طلاق کو عورت کی مشیت سے معلق کرنا مجلس مخاطبت سے متجاوز نہیں کرتا ہے (۱)۔

تو اگر اپنی بیوی سے کہے: ”انت طالق حیث شنت“ (تم جہاں چاہو تمہیں طلاق ہے) تو مشیت سے پہلے اس پر طلاق نہیں ہوگی اور اس کی مشیت مجلس پر موقوف ہوگی، اس لئے کہ ”حیث“ ظرف مکان میں سے ہے، اور طلاق کا مکان سے کوئی اتصال نہیں ہوتا ہے، لہذا اس کا ذکر لغو ہوگا، اور طلاق میں مشیت کا ذکر باقی رہے گا، لہذا وہ مجلس ہی میں محدود رہے گا۔

اور بہوتی نے ”حیث“ کو تعلیق کے کلمات میں ذکر کیا ہے کہ اس کا معاملہ دوسرے کلمات تعلیق کی طرح ہوگا، لہذا حنا بلہ کے نزدیک اس سے حکم کا تعلق مجلس تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ اس سے غیر مجلس تک تجاوز کر جائے گا تو اگر کہے: ”انت طالق حیث شنت“ (تم جہاں چاہو تمہیں طلاق ہے) تو اس پر طلاق نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے بیان سے اس کی مشیت جان لی جائے، خواہ یہ بیان فوری طور پر ہو یا تاخیر سے ہو، اور مالکیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، اسی طرح شافعیہ میں سے امام نووی نے بھی ”الروضہ“ میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے (۲)۔

(۱) ان تمام چیزوں کی تفصیل مغنی الماریب ۱/ ۱۳۰، ۱۳۱، اور الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۳۰۲ میں دیکھئے۔

(۲) کشف وأسرار ۲/ ۲۰۳، فتح المغفار ۲/ ۳۹، اصول السنن ۱/ ۲۳۳،

الدسوتی ۲/ ۳۶۱، ۳۰۵، جوہر الکلیل ۱/ ۳۳۷، ۳۵۷، الروضہ

۸/ ۱۲۸، ۱۶۲، کشف القناع ۵/ ۳۰۹۔

اگر چاہو، یا جتنی چاہو یا جیسے چاہو تمہیں طلاق ہے) تو جب تک وہ نہ چاہے کچھ واقع نہیں ہوگا، اور یہ اس لئے کہ جب اس نے وصف طلاق کی تفویض اس کی طرف کر دی تو یہ لازماً اصل طلاق کا تفویض کرنا ہوا، کیونکہ وصف اصل کے بغیر نہیں ہوتا)۔

اس مسئلہ میں ہمیں مالکیہ کے یہاں کوئی کلام نہیں ملا (۱)۔

اس مسئلہ میں شافعیہ کی دورائیں ہیں، چنانچہ بغوی نے بیان کیا ہے کہ اگر وہ کہے: ”انت طالق کیف شنت“ (تم جس طرح چاہو تمہیں طلاق ہے) تو ابو زید اور قتال فرماتے ہیں: چاہے یا نہ چاہے اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور شیخ ابو علی کہتے ہیں: اس پر طلاق نہیں ہوگی، یہاں تک کہ مجلس میں طلاق واقع کرنے یا نہ کرنے کی اس کی مشیت پائی جائے۔

حنا بلہ نے اس مسئلہ میں ”کیف“ اور دوسرے کلمات تعلیق کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، چنانچہ عورت کے زبانی بیان سے اس کی مشیت معلوم ہونے تک ان کے یہاں طلاق واقع نہیں ہوگی، چنانچہ ”کشاف القناع“ میں آیا ہے کہ وہ اگر کہے: ”انت طالق ان شنت أو إذا شنت أو متی شنت أو کیف شنت الخ“ (اگر یا جب یا جس زمانہ میں یا جس طرح تم چاہو تمہیں طلاق ہے) تو اس کے ”قد شنت“ (میں چاہتی ہوں) کہنے تک طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ جب تک زبان ادائیگی نہ کرے اس وقت تک دل میں جو کچھ ہے اسے جانا نہیں جاسکتا (۲)۔

ی۔ ”حیث“ اور ”این“:

۲۵۔ ”حیث“ مکان مبہم کا اسم ہے، انفس کہتے ہیں: اور کبھی وہ زمان

(۱) الدسوتی ۲/ ۳۶۱، ۳۱۵، جوہر الکلیل ۱/ ۳۳۷، ۳۶۲۔

(۲) الروضہ ۸/ ۱۵۹، کشف القناع ۵/ ۳۰۹۔

تعلیق ۲۶-۲۸

۲۶- جو باتیں ذکر کی گئیں ان میں ”حیث“ ہی کی طرح ”اَیْن“ بھی ہے، اس لئے کہ وہ بھی مکان مبہم کا اسم ہے، صاحب ”فتح الغفار“ نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا شمار کلمات تعلیق میں کیا ہے، اور صاحب ”کشاف القناع“ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، اور حکم میں اس کے اور ”اِن“ کے درمیان فرق نہیں کیا ہے (۱)۔

ک- ”اَنی“:

۲۷- یہ بالاتفاق اسم ہے، جس کو امکانہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے، پھر شرط کے معنی کی تضمین کر دی گئی اور لغت میں یہ ”اَیْن“، ”کیف“ اور ”متی“ کے معنی میں آتا ہے۔

متنبلہ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ وہ ان الفاظ میں سے ہے جن کے ذریعہ حکم کو مطلق کیا جاتا ہے، چنانچہ ”کشاف القناع“ میں آیا ہے کہ اگر وہ کہے: ”اَنت طالق اَنی شئت“ (تم جہاں چاہو تمہیں طلاق ہے) تو اسے طلاق نہیں پڑے گی، یہاں تک کہ اس کے قول سے اس کی مشیت معلوم ہو جائے، اور انہوں نے اس کے اور ”اِن“ کے درمیان تفریق نہیں کی ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک تعلیق پر دلالت کر رہا ہے (۲)۔

تعلیق کی شرائط:

۲۸- تعلیق کے صحیح ہونے کے لئے کئی امور شرط ہیں:

اول: یہ کہ جس پر تعلیق کی جارہی ہو وہ ایسا امر معدوم ہو جو ”علی خطر الوجود“ یعنی ہونے اور نہ ہونے کے درمیان متردد ہو، چنانچہ

موجود چیز پر تعلیق تجیز ہوتی ہے اور محال چیز پر تعلیق لغو ہوتی ہے (۱)۔

دوم: یہ کہ جس پر تعلیق کی جارہی ہے وہ ایسا معاملہ ہو جس کے پائے جانے سے واقف ہونے کی امید ہو، چنانچہ جو چیز معلوم نہ ہو سکتی ہو اس پر تصرف کا مطلق کرنا صحیح نہیں ہے، چنانچہ اگر طلاق کو اللہ کی مشیت پر مطلق کرے، اس طور پر کہ اپنی بیوی سے کہے: ”اَنت طالق اِن شاء اللہ“ (اگر اللہ چاہے تو تم پر طلاق ہے) تو بالاتفاق طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ اس نے طلاق کو ایسی چیز پر مطلق کیا ہے جس کے وجود سے واقفیت حاصل کرنے کی امید نہیں ہے (۲)۔

سوم: یہ کہ شرط اور جزاء کے درمیان (یعنی جس کو مطلق کیا جا رہا ہے اور جس پر مطلق کیا جا رہا ہے ان دونوں کے درمیان) کوئی فصل نہ پایا جا رہا ہو، چنانچہ اگر اپنی بیوی سے کہے: ”اَنت طالق“ (تمہیں طلاق ہے) پھر وقت کے ایک وقفہ کے بعد کہے: اگر میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی، تو یہ طلاق کی تعلیق نہیں ہوگی، اور طلاق پہلے جملہ کے ذریعہ فوری طور پر ہو جائے گی (۳)۔

چہارم: یہ کہ جس چیز کو شرط پر مطلق کیا جا رہا ہو وہ آئندہ ہونے والی چیز ہو، برخلاف ماضی میں پیش آمدہ چیز کے، کیونکہ تعلیق میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، چنانچہ مثال کے طور پر اگر کو شرط پر مطلق کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اگر ماضی کی خبر دینے کا نام ہے اور شرط صرف مستقبل کے معاملات سے متعلق ہوتی ہے (۴)۔

پنجم: یہ کہ تعلیق سے مجازات (جزاء کے معنی) کا قصد نہ کیا جائے، چنانچہ اگر بیوی نے شوہر کو اذیت دینے والی گالی دی، اس پر

(۱) حاشیہ ابن ماجہ بن ۲/۴۹۳، الاشبہ والنظائر لابن نجیم ۳/۶۷۔

(۲) تمہین الحقائق ۲/۴۳۳، جوہر لا کلیل ۱/۴۳۳، ۴۳۳، حاشیہ اقلیو بی

وعیرہ ۳/۳۲۲، الانصاف ۹/۱۰۳۔

(۳) ابن ماجہ بن ۲/۴۹۳، کشاف القناع ۵/۲۸۳، الاشبہ والنظائر لابن نجیم ۳/۶۷۔

(۴) الاشبہ والنظائر لمسیوطی ۳/۶۷۔

(۱) فتح الغفار ۲/۳۹۲ طبع اعلیٰ، کشاف القناع ۵/۳۰۹ طبع المنصر۔

(۲) التصريح علی التوضیح ۲/۲۳۸، روح المعانی ۲/۱۲۳، ۱۲۵، کشاف القناع

تعلیق ۲۹

۲۹- اس قول کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ یہ تصرف شرط و جزاء کے وجود کی وجہ سے یقین ہے، لہذا اس کی صحت کے لئے حال میں ملک کا قیام (وجود) شرط نہیں ہوگا، اس لئے کہ وقوع شرط کے وقت ہوتا ہے، اور شرط کے وجود کے وقت ملک یقینی ہے، اور اس سے پہلے اس کا اثر ممانعت کا ہے اور وہ متصرف کے ساتھ قائم ہے (۱)۔

شافیہ اور حنابلہ تعلیق کے صحیح ہونے کے لئے تعلیق کی حالت میں قیام ملک کو اس معنی میں شرط قرار دیتے ہیں کہ جس سے تعلیق صادر ہو رہی ہے وہ تنجیز (فوری طور پر تصرف کرنے) پر قادر ہو، ورنہ اس کی تعلیق صحیح نہیں ہوگی، اور ان کے یہاں قاعدہ فقہیہ یہ ہے: ”من ملک التنجیز ملک التعلیق، ومن لا یملک التنجیز لا یملک التعلیق“ (۲) (جو تنجیز کا مالک ہوگا وہ تعلیق کا بھی مالک ہوگا، اور جو تنجیز کا مالک نہیں ہوگا وہ تعلیق کا بھی مالک نہیں ہوگا) اور یہاں قاعدہ کی دونوں شقوں میں کچھ استثناءات ہیں جن کو سیوطی نے بیان کیا ہے۔

اس قول کے قائلین کی دلیل وہ حدیث ہے جس کی روایت احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کی ہے، اور وہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”لا نذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا عتق له فیما لا یملک، ولا طلاق له فیما لا یملک“ (۳) (اس چیز میں ابن آدم کی نذر نہیں ہو سکتی جس کا وہ مالک نہ ہو اور اس کو آزاد نہیں کر سکتا جس کا وہ مالک نہ ہو، اور اس کو طلاق نہیں دے سکتا جس کا وہ مالک نہ ہو)۔

(۱) فتح القدیر ۳/۱۲۸۔

(۲) المسکوٰۃ ۳/۲۱۱، ۲۱۵، الاشیاء والنظار للسیوطی ص ۷۸۔

(۳) حدیث: ”لا نذر لابن آدم فیما لا یملک، ولا عتق له فیما لا یملک“ کی روایت ترمذی (۳/۲۵۵) طبع اعلیٰ (اور ابوداؤد (۳/۶۳۰) تحقیق عزت عبید دھاس) نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کی ہے۔ ابوداؤد نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

شوہر نے کہا: ”إن كنت كما قلت فانت طالق“ (اگر میں ویسا ہی ہوں جیسا تم نے کہا تو تمہیں طلاق ہے) تو فوری طور پر طلاق پڑ جائے گی، خواہ جس طرح اس نے کہا ہے شوہر ویسا ہی ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ شوہر عام طور سے طلاق کے ذریعہ صرف اس کو اذیت دینے کا ہی ارادہ کرتا ہے (۱)۔

اور اگر وہ تعلیق کا ارادہ کرے تو فیما بینہ و بین اللہ دیانۃ مان لیا جائے گا۔

ششم: یہ کہ فاء اور ”إذا“ مفا جاتیہ کی طرح کا کوئی حرف ربط پایا جائے، اور جزا مؤخر ہو ورنہ طلاق فوراً واقع ہو جائے گی (۲)۔ ہفتم: یہ کہ تعلیق (تصرف کو مطلق کرنا) جس شخص سے صادر ہو رہی ہو وہ تنجیز (فوری طور پر تصرف کرنے) کا مالک ہو (یعنی حقیقی یا حکمی طور پر زوجیت باقی ہو) اور اس شرط میں اختلاف ہے، چنانچہ حنفیہ اور مالکیہ طلاق مطلق کرنے میں اس کو شرط نہیں قرار دیتے ہیں، بلکہ اس میں مطلق ملک پر اکتفا کرتے ہیں، خواہ ملک محقق ہو یا مطلق ہو، یہاں تک کہ مالکیہ نے اس کے بارے میں تعلیق صریح اس صورت میں جبکہ اس نے کسی عورت سے کہا ہو: ”إن تزوجتک فانت طالق“ (اگر میں تم سے شادی کروں تو تم کو طلاق ہے) اور اس تعلیق کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ہے جس میں (شرط کی) صراحت نہ کی ہو، جیسے کسی اجنبی عورت کے بارے میں کہے: ”ہی طالق“ (اسے طلاق ہے) اور نیت کرے کہ میری اس سے شادی کرتے وقت، چنانچہ دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی (۳)۔

(۱) ابن ماجہ ۲/۳۹۳۔

(۲) الاشیاء والنظار لابن کثیر ۲/۳۶۷، ابن ماجہ ۲/۳۹۳۔

(۳) فتح القدیر ۳/۱۲۷ طبع دار صادر، الدرستی ۳/۳۷۰ طبع انکس الخریج ۳/۳۷۰، ۳۸۰ طبع دار صادر۔

تعلیق ۳۰-۳۱

ہو جائے گا، اس لئے کہ فی الحال وہ سبب نہیں ہے بلکہ وہ شرط کے پائے جانے کے وقت سبب بنے گا اور یہاں پر شرط ملک ہے، لہذا وہ مملوک محل پر واقع ہو جائے گا، اور شافیہ کے نزدیک یہ تعلیق صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک تعلیق حکم کا سبب فوری طور پر بنتی ہے اور یہاں محل مملوک نہیں ہے، لہذا وہ لغو ہوگی، اور شرط پائے جانے کے وقت کچھ بھی واقع نہیں ہوگا (۱)۔

۳۱- تعلیق کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے تصرفات کی دو قسمیں ہیں:

ان میں سے ایک: وہ تصرفات ہیں جو تعلیق کو قبول کرتے ہیں، وہ یہ ہیں:

ایلاء، تدبیر (مدبر بنانا) حج، خلع، طلاق، ظہار، حنق، کتابت (مکاتب بنانا) نذر، ولایت۔

دوسرے: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول نہیں کرتے، وہ یہ ہیں:

إجارہ، اقرار، اللہ تعالیٰ پر ایمان، بیع، رجعت، نکاح، وقف اور وکالت۔

اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو تصرف خالص تملیک (مالک بنانا) ہو، اس میں تعلیق کا کوئی دخل نہیں ہوتا، جیسے فروختگی، اور جو تصرف خالص حل یعنی اسقاط ہو اس میں قطعی طور پر تعلیق کا دخل ہوگا جیسے حنق، اور ان دونوں مراتب کے درمیان کچھ مراتب ایسے ہیں جن میں اختلاف ہوتا ہے جیسے فسخ اور ابراء (بری کرنا)، اس لئے کہ ان دونوں میں تملیک سے مشابہت ہے، اسی طرح وقف ہے، اس میں حنق سے معمولی مشابہت ہے، لہذا اس میں بھی ایک کمزور نقطہ نظر جاری ہوا (۲)۔

نیز یہ حدیث: "لا طلاق إلا بعد نکاح" (۱) (نکاح کے بعد ہی کوئی طلاق ہو سکتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت دارقطنی وغیرہ نے بھی بروایت حضرت عائشہؓ کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے: "وإن عینہا" (اگر چہ عورت متعین کر دی ہو) نیز اس لئے کہ محل طلاق یعنی زوجہ پر تامل کی ولایت نہیں ہے (۲)۔

تصرفات پر تعلیق کا اثر:

۳۰- یہاں ایک اہم اصولی مسئلہ یہ ہے کہ تعلیق کیا سبب کی سببیت سے مانع ہوتی ہے یا صرف حکم کو ثبوت سے روک دیتی ہے، سببیت کو انعقاد سے نہیں روکتی؟ اس مسئلہ میں اختلاف حنفیہ اور شافیہ کے درمیان ہے، چنانچہ حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تعلیق جس طرح حکم کو ثبوت سے روکتی ہے اسی طرح سبب کی سببیت میں بھی مانع ہوتی ہے، اور شافیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تعلیق سبب کو سببیت سے نہیں روکتی، وہ تو صرف حکم کو ثبوت سے روکتی ہے، اور سبب کو انعقاد سے نہیں روکتی۔ تو تعلیق کا حکم کے ثبوت سے مانع ہونا حنفیہ اور شافیہ کے درمیان متفق علیہ ہے، اور اس کا سبب کی سببیت سے مانع ہونا محل اختلاف ہے۔

حنفیہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ تعلیق سبب کی سببیت میں بھی مانع ہوتی ہے، اور شافیہ کی رائے اس کے برعکس ہے اور اس پر متفرع ہونے والی چیزوں میں طلاق اور عتاق کو ملک پر معلق کرنا ہے، اس لئے کہ حنفیہ کے یہاں وہ صحیح ہے اور ملک کے وجود کے وقت وقوع

(۱) حدیث: "لا طلاق إلا بعد نکاح" کی روایت صحیح (۲/۳۲۰ طبع دارالمرکز

المعارف العممانیہ) نے حضرت سجاد بن جنبل سے کی ہے اور ابن حجر نے فتح

(۲/۳۸۳ طبع المنقیر) میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) کشاف القناع ۵/۲۸۵، مغنی المحتاج ۳/۲۹۲۔

(۱) مسلم الشیوخ ۱/۲۳۳، ۲/۳۳۲ طبع صادر۔

(۲) السکھر للورکشی ۱/۳۷۸، الاشیاء للسیوطی ۱/۳۷۷۔

تعلیق ۳۲-۳۵

اس کی تفصیل ذیل میں ہے:

ج-خلع:

۳۴-خلع اگر بیوی کی طرف سے ہو، اس طور پر کہ طلاق کے مطالبہ کی ابتداء کرنے والی وہی ہو، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ تعلیق کو قبول نہیں کرے گا، اس لئے کہ بیوی کی طرف سے خلع معاوضہ ہے، اور اگر شوہر کی جانب سے ہو تو حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ تعلیق کو قبول کرے گا، اس لئے کہ اس کی طرف سے خلع طلاق ہے، اور اسی طرح مال کی شرط پر طلاق دینے کا حکم ہے۔

حنابلہ نے بیع پر قیاس کر کے خلع کو معلق کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

اور زرکشی نے ”المختصر“ میں بیان کیا ہے کہ خلع کو اگر ہم طلاق قرار دیں تو وہ شرائط پر معلق کرنے کو قبول کرے گا، اور شرط کو قبول نہیں کرے گا (۱)۔

تفصیل کا محل ”خلع“ کی اصطلاح ہے۔

د-طلاق:

۳۵-فقہاء نے طلاق کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا اجمال یہ ہے کہ طلاق بالاتفاق تعلیق کو قبول کرتی ہے، اور جس پر معلق کی گئی ہو اس کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

اور زرکشی نے ”المختصر“ میں بیان کیا ہے کہ طلاق ان تصرفات میں سے ہے جو شرط پر معلق کرنے کو قبول کرتے ہیں اور شرط کو قبول نہیں کرتے (۲)۔

اور طلاق کی تعلیق سے متعلق فقہاء بہت سے مسائل بیان کرتے

(۱) تبیین الحقائق ۲/۲۷۲، بدائع الصنائع ۳/۱۵۲، جوہر الاطیلس ۱/۳۳۵، اروضہ ۷/۳۸۲، کشاف القناع ۵/۲۱۷، المختصر ۱/۳۷۵، طبع الفلج، اور دیکھئے: وہ بحث جو الموسوعۃ الفقہیہ (۳/۲۳۲) میں آتی ہے۔

(۲) المختصر ۱/۳۷۵، طبع الفلج۔

اول: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول کرتے ہیں:

الف-ایلاء:

۳۲-فقہاء کے نزدیک ایلاء شرط پر معلق کرنے کو قبول کرتا ہے، مثلاً کہے: اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو اللہ کی قسم میں تم سے قریب نہیں ہوں گا، چنانچہ وہ شخص شرط پائے جانے کے وقت مولیٰ (ایلاء کرنے والا) ہو جائے گا، اس لئے کہ ایلاء ایک یمین ہے جس میں تمام ایمان کی طرح شرط کا احتمال ہوتا ہے۔

اور زرکشی نے ”المختصر“ میں بیان کیا ہے کہ ایلاء ان تصرفات میں سے ہے جو شرط پر معلق کرنے کو قبول کر لیتے ہیں اور شرط کو قبول نہیں کرتے، لہذا اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ میں نے تم سے فلاں شرط پر ایلاء کیا (۱)۔

تفصیل کا محل ”ایلاء“ کی اصطلاح ہے۔

ب-حج:

۳۳-زرکشی نے ”المختصر“ میں بیان کیا ہے کہ حج کو معلق کرنا صحیح ہے، جیسے کہے: اگر فلاں احرام باندھے تو میں بھی باندھتا ہوں، اور شرط کو بھی قبول کرتا ہے جیسے کہ کہے: میں نے اس شرط کے ساتھ احرام باندھا کہ اگر میں بیمار ہو گیا تو حلال ہو جاؤں گا (۲)۔

تفصیل کا محل ”حج“ کی اصطلاح ہے۔

(۱) بدائع الصنائع ۳/۱۶۵، الخرشنی ۳/۹۰، اروضہ ۸/۲۳۲، کشاف القناع ۵/۳۷۵، المختصر ۱/۳۷۵۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ۳/۳۱۳، طبع المصریہ الدوسقی ۳/۳۸۰، طبع دار الفکر المختصر ۱/۳۷۵، طبع الفلج، کشاف القناع ۳/۵۳۲، طبع المصر۔

تعلیق ۳۶-۴۰

و- عتق (آزاد کرنا):

۳۷- شرط اور صفت پر عتق کی تعلیق صحیح ہونے پر دونوں میں کچھ تفصیل کے ساتھ جسے عتق کی اصطلاح میں دیکھا جائے، فقہاء متفق ہیں (۱)۔

ز- مکاتبت:

۳۸- مکاتبت کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے اور اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے جو ”إسقاط“ کی اصطلاح میں گزر چکی ہے، نیز ”مکاتبت“ کی اصطلاح کی طرف بھی رجوع کریں (۲)۔

ح- نذر:

۳۹- نذر کو شرط پر معلق کرنے کے جواز پر فقہاء متفق ہیں، اور جس پر معلق کیا گیا ہے، اس کے حصول سے پہلے نذر پوری کرنا سبب و فاء (پورا کرنے کا سبب) نہ پائے جانے کی وجہ سے واجب نہیں ہوگا، چنانچہ جب وہ چیز پائی جائے جس پر تعلیق کی گئی ہے تو نذر پائی جائے گی اور اسے پورا کرنا ضروری ہوگا (۳) ”نذر“ کی اصطلاح میں اس کی تفصیل ہے۔

ط- ولایت:

۴۰- اس کی مثال امارت، قضاء اور وصایت (وصی بنانا) سے دی جاتی ہے، امارت اور قضاء کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ

(۱) البحر الرائق ۳/۲۳۹، تمییز الحقائق ۲/۲۳۱، ۲۳۳، ابن ماجہ ۲/۲۳۱، فتاویٰ قاضی خاں بہاؤ اللہ علیہ السلام ۱/۲۷۱، ۵۱۹، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۵۳، ۵۳، جوہر لاکھیل ۱/۳۳۱، الدرر السنی ۲/۳۷۰، اہل المدارک ۲/۱۵۳، ۱۵۶، الروضہ ۸/۱۱۳، ۱۸۵، جامعہ اہلبیہ ۳/۳۵۰، ۳۶۳، نہایت المحتاج ۷/۱۰، ۵۳، تحفہ المحتاج ۸/۸۷، ۱۲۶، کشف القناع ۵/۲۸۳، ۳۱۹، الانصاف ۹/۵۹، ۱۱۹، المغنی لابن قدامہ ۷/۲۳۵، ۱۷۸۔

(۲) بدائع الصنائع ۳/۲۳۲، جوہر لاکھیل ۱/۳۷۱، شرح الترغیب ۲/۱۶۳، (۳) بدائع الصنائع ۳/۵۳، جوہر لاکھیل ۱/۲۳۲، جامعہ اہلبیہ ۳/۲۸۸، ۲۸۹، کشف القناع ۶/۲۷۷۔

ہیں، جیسے اس کو مشیت، حمل، ولادت یا دوسرے کے فعل پر معلق کرنا، خود طلاق پر معلق کرنا، اور آنے والے کسی امر پر یا ایسے امر پر معلق کرنا جس کا وقوع محال ہو، اس کے علاوہ وہ مسائل جن کی بحث لمبی ہے، لہذا اس کی تفصیل کے لئے طلاق کی طرف رجوع کیا جائے (۱)۔

ھ- ظہار:

۳۶- باتفاق فقہاء ظہار کو مطلق کرنا صحیح ہے، اور یہ اس لئے کہ ظہار طلاق ہی کی طرح تحریم کا تقاضا کرتا ہے اور یمین کی طرح کفارہ کا تقاضا کرتا ہے، اور طلاق و یمین میں سے ہر ایک کو مطلق کرنا صحیح ہے، لہذا جو اپنی بیوی سے کہے: ”أنت علی کظہر أمی إن دخلت الممار“ (اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو) تو عورت کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے وہ ظہار کرنے والا نہیں ہوگا۔

اور زرکشی نے ”المختار“ میں بیان کیا ہے کہ شرط پر تعلیق قبول کرنے اور شرط قبول نہ کرنے میں ظہار طلاق کی طرح ہے (۲)۔ اور تفصیل کا محل ”ظہار“ کی اصطلاح ہے۔

(۱) فتح القدیر ۳/۲۷۷، ۲۸۲، تمییز الحقائق ۲/۲۳۱، ۲۳۳، ابن ماجہ ۲/۲۳۱، فتاویٰ قاضی خاں بہاؤ اللہ علیہ السلام ۱/۲۷۱، ۵۱۹، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۵۳، ۵۳، جوہر لاکھیل ۱/۳۳۱، الدرر السنی ۲/۳۷۰، اہل المدارک ۲/۱۵۳، ۱۵۶، الروضہ ۸/۱۱۳، ۱۸۵، جامعہ اہلبیہ ۳/۳۵۰، ۳۶۳، نہایت المحتاج ۷/۱۰، ۵۳، تحفہ المحتاج ۸/۸۷، ۱۲۶، کشف القناع ۵/۲۸۳، ۳۱۹، الانصاف ۹/۵۹، ۱۱۹، المغنی لابن قدامہ ۷/۲۳۵، ۱۷۸۔

(۲) بدائع الصنائع ۳/۲۳۲، جوہر لاکھیل ۱/۳۷۱، شرح الترغیب ۲/۱۶۳، ۱۶۵، البحر الشری ۳/۱۰۳، مغنی المحتاج ۳/۵۳، نہایت المحتاج ۷/۷۹، کشف القناع ۵/۳۷۳، البحر الرائق ۲/۳۷۷۔

تعلیق ۴۱-۴۳

دونوں خالص ولایت ہیں (۱)۔
اس کی تفصیل کا محل ”مارت“ اور ”قضاء“ کی اصطلاح ہے۔
رعی وصایت تو ظاہر مذہب میں حنفیہ کے یہاں، نیز شافعیہ اور
حنابلہ کے نزدیک مارت سے قرب کی وجہ سے اس کو شرط پر معلق کرنا
جائز ہے، چنانچہ جب کہے: جب میں مرجاؤں تو فلاں میرا وصی ہے تو
مذکورہ شخص شرط پائے جانے پر وصی ہو جائے گا، اس لئے کہ صحیح حدیث
ہے: ”فإن قتل زید أو استشهد فأمیرکم جعفر، فإن قتل
واستشهد فأمیرکم عبد اللہ بن رواحہ“ (۲) (اگر زید قتل یا
شہید کر دیئے جائیں تو تمہارے امیر جعفر ہوں گے، اگر وہ بھی قتل یا
شہید کر دیئے جائیں تو تمہارے امیر عبد اللہ بن رواحہ ہوں گے)۔
مالکیہ نے اس کو معلق کرنے کے جواز کی صراحت نہیں کی
ہے (۳)۔

ب- اقرار:
۴۲- اقرار کو شرط پر معلق کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، اس لئے کہ اقرار
کرنے والا اس کے ذریعہ فی الحال اقرار کرنے والا شمار ہوتا ہے، اور
اس لئے بھی کہ شرط پر معلق کرنا اقرار سے رجوع کر لینے کے معنی میں
ہے اور حقوق العباد کے اقرار میں رجوع کا احتمال نہیں ہوتا، اور اس
لئے بھی کہ اقرار کرنا سابقہ حق کی خبر دینا ہے، لہذا اس کو معلق کرنا صحیح
نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ شرط سے پہلے ہی واجب ہو چکا ہے (۴)۔
تفصیل کا محل ”قضاء“ کی اصطلاح میں ہے۔

ج- اللہ تعالیٰ پر ایمان:
۴۳- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا شرط پر معلق کرنے کو قبول نہیں کرتا،
چنانچہ جب کہے: ”اگر تم اس مسئلہ میں جموٹے ہو تو میں مسلمان
ہوں“ تو اگر وہ اسی طرح ہوتے بھی اس کو اسلام نہیں حاصل ہوگا، اور
اس لئے بھی کہ دین میں داخل ہونا اس کی صحت پر جزم کرنے کا فائدہ
دیتا ہے اور تعلیق کرنے والا جزم کرنے والا نہیں ہے (۵)۔

- (۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳۹۶/۳، المفروق ۲۲۹/۱، المسحور ۳۷۳/۱، نیز دیکھئے:
الموسوعہ انکبیبہ ۲۵۶/۱ ”اجارہ“ کی اصطلاح۔
(۲) الاشبہ والنظائر لابن نجیم ۳۶۷ طبع الہلال، الفتاویٰ الہندیہ ۳۹۶/۳ طبع
الکتب الاسلامیہ، المفروق للقرافی ۲۲۹/۱ طبع دار احیاء الکتب العربیہ، جوہر
لاکلیل ۱۳۳/۲ طبع المعروف، المسحور ۳۷۳/۱ طبع الصبیح، کشاف القناع
۲۶۶/۱ طبع انصر، نیز دیکھئے: الموسوعہ ۶۵/۶۔
(۳) المفروق للقرافی ۲۲۹/۱، المسحور للقرافی ۳۷۳/۱، الاشبہ والنظائر للسیوطی
ص ۳۷۶۔

دوم: وہ تصرفات جو تعلیق کو قبول نہیں کرتے:

الف- اجارہ:
۴۱- شرط پر اجارہ کرنا فقہاء کے درمیان اتفاق کے ساتھ جائز نہیں
ہے، یہ اس لئے کہ اجارہ پر دیئے ہوئے سامان کی منفعت کی ملکیت

- (۱) جامع المصوبین ۲/۲، الاشبہ والنظائر لابن نجیم ۳۶۸، الفتاویٰ الہندیہ
۳۹۶/۳۔
(۲) حدیث: ”عن عبد اللہ بن جعفر“ قال: بعث رسول اللہ ﷺ جبشہا
استعمل علیہم زید بن حارثہ وقال: فإن قتل زید أو استشهد
فأمیرکم جعفر، فإن قتل أو استشهد فأمیرکم عبد اللہ بن رواحہ“
کی روایت احمد (۲۰۳/۱ طبع المصوب) نے کی ہے اور ابن حجر نے فتح
(۵۱۱/۶ طبع المستوفی) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے بخاری (فتح ۵۱۰/۷ طبع
المستوفی) میں حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت سے اس کا ایک ثابہ بھی ہے۔
(۳) جامع المصوبین ۲/۲، الترغیب ۵۷۸/۲، جوہر لاکلیل ۳۱۶/۲،
۳۲۷، الدبوتی ۲۲/۲، المسحور ۳۷۳/۱، کشاف القناع ۳۹۵/۳۔

تعلیق ۴۴-۴۷

شوہر کا حق ہے، لہذا اس کو اس کے معلق کرنے کا اختیار ہے (۱)؛ تفصیل ”رجعت“ کی اصطلاح میں ہے۔

تفصیل ”ایمان“ کی اصطلاح میں ہے۔

د- بیع:

و- نکاح:

۴۶- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے یہاں مذہب مختار میں نکاح کو شرط پر معلق کرنا جائز نہیں ہے، حنا بلہ کے نزدیک اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی دوسری آئندہ آنے والی شرط پر ابتداء نکاح کو معلق کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جیسا کہ ”کشاف القناع“ میں آیا ہے، وہ ایک عقد معاوضہ ہے، لہذا بیع کی طرح ہی کسی شرط مستقبل (آنے والی شرط) پر اس کو معلق کرنا جائز نہیں ہے (۲)۔

تفصیل ”نکاح“ کی اصطلاح میں ہے۔

ز- وقف:

۴۷- حنفیہ کے نزدیک وقف کو کسی شرط پر معلق کرنا جائز ہے، مثلاً کہے: اگر میرا لڑکا آجائے تو میرا گھر مساکین پر صدقہ موقوفہ ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں وقف میں تجبیز شرط ہے۔

مالکیہ نے اپنے یہاں تجبیز شرط نہ ہونے کی وجہ سے حق پر قیاس کر کے اس کی تعلیق کی اجازت دی ہے (۳)۔

شافعیہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے اور وقف کو معلق کرنا ان صورتوں میں صحیح نہیں ہے جو آزاد کرنے کے مشابہ نہ ہوں، جیسے کہے: جب زید آجائے تو میں فلاں چیز کو فلاں چیز پر وقف کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جو بیع اور ہبہ کی طرح فوری طور پر وقف

(۱) جوہر والکلیل ۱/ ۳۶۳، الدرستی علی شرح الدرر ۲/ ۳۲۰۔

(۲) جامع المفصلین ۵/ ۲۵، الفتاویٰ الہندیہ ۳۹۶/ ۳، جوہر والکلیل ۱/ ۲۸۳،

التاج والکلیل ۱/ ۳۳۶، الروضہ ۷/ ۳۰، المسحور

۱/ ۳۷۳، کشاف القناع ۵/ ۹۷، ۹۸۔

(۳) نتائج الافکار ۵/ ۳۷، حاشیہ ابن ماجہ ۳/ ۶۲، الدرستی ۳/ ۸۷۔

۴۴- بی الجملہ بیع کو شرط پر معلق کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، یہ اس لئے ہے کہ بیع میں ایک جانب سے دوسری جانب ملکیت کی منتقلی ہوتی ہے، اور ملکیتوں کا انتقال رضامندی پر مبنی ہوتا ہے اور رضامندی جزم پر مبنی ہوتی ہے، اور تعلیق کے ساتھ جزم نہیں ہوتا (۱)۔

تفصیل ”بیع“ کی اصطلاح میں ہے۔

ھ- رجعت:

۴۵- حنفیہ، شافعیہ اور حنا بلہ کے نزدیک رجعت کو کسی شرط پر معلق کرنا جائز ہے (۲)۔

مالکیہ نے رجعت کو معلق کرنے کی صورت میں اس طور پر کہ اپنی بیوی سے کہے: ”اگر کل آجائے تو تم سے رجوع ہوگا“ اس کے باطل ہونے سے متعلق دو اقوال بیان کئے ہیں:

ایک: یہ، اور یہی اظہر ہے کہ وہ نہ ابھی صحیح ہوگی اور نہ کل، اس لئے کہ رجعت ایک طرح کا نکاح ہے، اور نکاح کسی مدت کے لئے نہیں ہوتا، نیز رجعت کو اس سے متصل نیت کی حاجت ہوتی ہے۔

اور دوسرا قول: یہ ہے کہ وہ صرف اس وقت باطل ہوگی، اور دوسرے دن میں رجعت صحیح ہو جائے گی، اس لئے کہ رجوع کرنا

(۱) الاشبہ والافکار لابن نجیم ۳/ ۶۷، الفتاویٰ الہندیہ ۳۹۶/ ۳، الفرق للقرانی

۲۲۹/ ۱ طبع دار احیاء الکتب العربیہ، الروضہ ۳/ ۳۳۸، المسحور ۱/ ۳۷۳،

کشاف القناع ۳/ ۱۹۳، ۱۹۵، طبع انصر، مثنوی الارادات ۱/ ۳۵۳ طبع

دار العروہ۔

(۲) جامع المفصلین ۳/ ۳۷، الفتاویٰ الہندیہ ۳۹۶/ ۳، الاشبہ والافکار للسیوطی

۳/ ۶۷، روہتہ الطالین ۸/ ۲۱۶، کشاف القناع ۵/ ۳۳۳۔

تعلیق ۴۸

ح-وکالت:

۴۸- حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک وکالت کو کسی شرط پر مطلق کرنا جائز ہے، مثلاً وہ کہے: اگر زید آجائے تو تم فلاں چیز بیچنے میں میرے وکیل ہو، اس لئے کہ بقول کاسانی توکیل تصرف کے اطلاق (تصرف کی آزادی دے دینا) کا نام ہے، اور اطلاعات ان چیزوں میں سے ہیں جو تعلق بالشرط کو قبول کرتی ہیں، اور اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک مؤکل کی شرائط معتبر ہوتی ہیں، لہذا وکیل کو ان کی مخالفت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور اگر وکالت کو زمان و مکان یا اس طرح کی کسی چیز سے مقید کر دے تو وکیل کو اس کی مخالفت کا اختیار نہیں ہوگا (۱)۔

اور شافعیہ نے صفت یا وقت کی کسی شرط پر وکالت کو مطلق کرنے کے بارے میں دو اقوال نقل کئے ہیں:

دونوں میں اصح: یہ ہے کہ ایسا کرنا تمام عقود پر قیاس کرتے ہوئے صحیح نہ ہوگا، اس سے صرف وصیت اور امارت مستثنیٰ ہیں، اس لئے کہ وصیت جہالت کو قبول کرتی ہے اور امارت میں حاجت کی وجہ سے اسے انگیز کیا جاتا ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ وصیت پر قیاس کرتے ہوئے صحیح ہے (۲)۔

کردہ چیز کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف یا ان لوگوں کی طرف جن کے لئے وقف کی گئی ہے منتقل کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور جو وقف آزاد کرنے کے مشابہ ہو، جیسے جب رمضان آجائے تو میں نے اس کو مسجد بنایا، تو بقول ابن رفقہ قول ظاہر اس کا صحیح ہونا ہے، اور یہ تفصیل اس وقت ہے جب اس کو موت پر مطلق نہ کیا ہو، اور اگر موت پر مطلق کیا ہو جیسے کہا: میں نے اپنے گھر کو اپنی موت کے بعد فقراء پر وقف کیا، تو یہ صحیح ہوگا، شیخین نے یہی فرمایا ہے، اور گویا یہ وصیت ہوگی، اس لئے کہ بقول کا قول ہے: اگر اس کو بیع کے لئے پیش کرے تو یہ (وقف سے) رجوع ہوگا (۱)۔

حنابلہ نے ابتداء وقف کو زندگی میں کسی شرط پر مطلق کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، مثلاً کہے: ”جب فلاں مہینہ کا آغاز ہو جائے تو میرا گھر وقف ہے“ یا ”میرا گھوڑا وقف ہے“ وغیرہ، اس لئے کہ وہ اس چیز میں ملکیت کو منتقل کرنا ہے جو تعلیب اور سرایت پر مبنی نہیں ہے، لہذا بہہ کی طرح اس کو کسی شرط پر مطلق کرنا ناجائز ہوگا۔

اور ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو اس کے بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے، اور حنابلہ میں سے متاثرین نے اس کو موت پر مطلق کرنے اور زندگی میں کسی شرط پر مطلق کرنے کو برا قرار دیا ہے۔

رہا وقف کی انتہاء کو کسی وقت پر مطلق کرنا، جیسے اس کا کہنا: میرا گھر ایک سال تک یا حاجیوں کے آنے تک وقف ہے، تو دو وجوہ میں سے ایک کے مطابق وہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ وقف کے تقاضے یعنی تابید (دامگی ہونا) کے منافی ہے، اور دوسرے قول کے مطابق صحیح ہوگا، اس لئے کہ وہ انتہاء کے انقطاع والا ہے (۲)۔

(۱) بدائع الصنائع ۶/۲۰، التاج والکلیل ہاشم سواہب الجلیل ۵/۱۹۶، الدرر النوری ۳۸۳۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۵/۲۸، کشاف القناع ۳/۶۳، المغنی ۵/۹۳، نیز الموسوعۃ الفقہیہ میں ”وکالت“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کیجئے۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۵/۳۷۲۔

(۲) المغنی ۵/۶۲۸، نیز الموسوعۃ الفقہیہ میں ”وقف“ کی اصطلاح کی طرف رجوع کریں۔

تعلیل ۱-۳

اور حکمت حکم کے مشروع کرنے کے محرک یا اس مصلحت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے حکم مشروع ہوا ہو (۱)۔
اس کی تفصیل اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائے۔

تعلیل

احکام کی تعلیل:

۲- عبادات کے احکام میں اصل عدم تعلیل ہے، اس لئے کہ وہ حکم مرتب کرنے کے لئے کسی مناسب معنی کے ادراک کے بغیر ہی عام حکمت یعنی تعبد پر قائم ہوتے ہیں۔

معاملات، عادات، اور جنایات وغیرہ کے احکام میں اصل یہ ہے کہ وہ معلل ہوں، اس لئے کہ ان کا دار و مدار بندوں کے مصالح کی رعایت پر ہوتا ہے، لہذا ان مصالح کو محقق کرنے کے لئے اس کے احکام مناسب معانی پر مرتب کئے گئے۔

اور تعبدی احکام پر قیاس نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ ان کے حکم کو ان کے غیر کی طرف متعدی کرنے کا امکان نہیں ہوتا (۲)۔
اس کی تفصیل ”تعبدی“ کی اصطلاح میں دیکھی جائے۔

احکام کی تعلیل کے فوائد:

۳- احکام کی تعلیل کے کئی فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شریعت نے علتوں کو احکام بتانے والا اور ظاہر کرنے والا بنایا ہے تاکہ مکلفین کے لئے ان کی واقفیت حاصل کرنا اور ان کی پابندی کرنا آسان ہو جائے۔

اور انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ احکام زیادہ قابل قبول اور

تعریف:

۱- تعلیل لغت میں ”عل یعل و اعتل“ یعنی مریض ہوا، فہو علیہ سے ماخوذ ہے، اور علت مشغول کر دینے والے مرض کو کہتے ہیں، جمع ”علل“ ہے (۱) اور لغت میں علت سبب کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اور اصطلاح میں تعلیل اثر کے اثبات کے لئے مؤثر کے ثبوت کو ثابت کرنے کا نام ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ شئی کی علیت ظاہر کرنے کا نام ہے، خواہ علت تامہ ہو یا ناقصہ (۲)۔

علت کی تعریف اہل اصول نے اپنے اس قول سے کی ہے: علت وہ ظاہر اور منضبط وصف ہے جس پر حکم مرتب کرنے سے مفسدہ دور کرنے یا مصلحت حاصل کرنے میں سے مکلف کی کوئی مصلحت لازم آتی ہو۔

اور علت کے کئی نام ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں: سبب، باعث، حامل، مناط، دلیل اور مقتضی وغیرہ۔

اور علت کو سبب کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ حکم کو ثابت کرنے میں مؤثر ہوتی ہے، جیسے قتل عمد میں عدوان و وجوب قصاص کا سبب ہے۔

اسی طرح علت کو حکمت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے،

(۱) الخلو ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶

تعلیل ۴-۵

اطمینان بخش ہو جائیں (۱)۔

اس کی تفصیل اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائے۔

استدلال کی حاجت کے بغیر اسی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں: اول: جس میں وصف کے حکم کی علت یا سبب ہونے کی صراحت کی گئی ہو۔

دوم: جو کتاب یا سنت میں حروف تعلیل میں سے کسی حرف سے معلل ہو کر آیا ہو۔

نصوص کی تعلیل:

۴- نصوص کی تعلیل کرنے میں اصولیہ کے چار نقطہ ہائے نظر ہیں:

الف۔ یہ کہ اصل عدم تعلیل ہے، یہاں تک کہ تعلیل پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

ب۔ یہ کہ اصل ہر اس وصف سے تعلیل کرنا ہے جس کی طرف حکم کی اضافت کرنا صحیح ہو، یہاں تک کہ بعض کی تعلیل سے کوئی مانع پایا جائے۔

ج۔ یہ کہ اصل کسی وصف سے تعلیل کرنا ہے، لیکن کسی ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جو تعلیل کے قابل وصف اور ناقابل وصف کے درمیان امتیاز کر سکے۔

د۔ یہ کہ نصوص میں اصل بجائے تعلیل کے تعبد ہے (۲)۔

اس کی تفصیل ”تعبدی“ کی اصطلاح اور اصولی ضمیمہ میں دیکھی جائے۔

دوسرا طریقہ: اجماع:

تیسرا طریقہ: اشارہ اور تشبیہ:

وہ یہ ہے کہ لفظ کے مدلول سے تعلیل لازم ہو، یہ نہیں کہ لفظ اپنی وضع سے تعلیل پر دلالت کر رہا ہو، اس کی کئی قسمیں ہیں، جن کو اصولی ضمیمہ میں دیکھا جائے۔

چوتھا طریقہ: سہرا اور تقسیم:

یہ اصل کے اندر اوصاف کا حصر کر لینے اور ان میں جو تعلیل کے لائق نہ ہوں ان کو باطل کر دینے کا نام ہے، چنانچہ باقی رہ جانے والا وصف تعلیل کے لئے متعین ہو جائے گا۔

علت (معلوم کرنے) کے طریقے:

۵- وہ طریقے جن کو مجتہد احکام کی علت جاننے کے لئے اختیار کرتا ہے۔

پانچواں طریقہ: مناسبت، شبہ اور طرد:

جس وصف سے تعلیل کی جائے اس کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ جس کی اس کے اوپر حکم مرتب کرنے کے لئے مناسبت

ظاہر ہو جائے، اس کو وصف مناسب کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کسی ایسے

ظاہر اور منضبط وصف پر حکم مرتب ہو جس پر حکم مرتب کرنے سے مفسدہ

دور کرنے یا منفعت حاصل کرنے میں سے مکلف کی کوئی مصلحت

لازم آتی ہو، اس کی تعبیر ”خالہ“، ”مصلحت“، ”استدلال“ اور

”رعایت مقاصد“ سے کی جاتی ہے، اور اس کے استخراج کو استخراج

مناط کہا جاتا ہے۔

پہلا طریقہ: نص صریح:

وہ یہ ہے کہ کسی وصف کے ذریعہ تعلیل کرنے پر کتاب یا سنت

سے کوئی دلیل ایسے لفظ سے بیان کی جائے جو لغت میں تدبر اور

(۱) اہلوجہلی الخوض ص ۲/۳۸۲، الاحکام الاملا مدی ۳/۸۸۔

(۲) اہلوجہلی الخوض ص ۲/۳۷۶۔

تعلیل ۶

محفوظ ہو، یہ حدیث ضعیف کی اقسام میں سے ہے (۱)۔

ب۔ جس پر حکم مرتب کرنے کے لئے اس کی مناسبت ظاہر نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں:

اول: شارع کی طرف سے بعض احکام میں جس کا اعتبار مألوف نہ ہو، اس کو ”وصف طردی“ کہتے ہیں۔

دوم: شارع کی طرف سے بعض احکام میں جس کا اعتبار مألوف ہو اس کو ”وصف شبہی“ کہتے ہیں۔

چھٹا طریقہ: تنقیح مناط، تحقیق مناط اور دوران:

یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے گزشتہ طریقوں کی طرف راجع ہیں اور انہیں کے تحت مندرج ہیں۔

تنقیح مناط: دو مسلوں میں فارق کی نفی کر کے فرع کو اصل سے ملحق کرنے کا نام ہے۔

تحقیق مناط: یہ ہے کہ جو صورت محل نزاع ہو مجتہد اس میں علت کا وجود ثابت کرنے کے لئے اجتہاد کرے۔

دوران: یہ ہے کہ وصف کے پائے جانے پر حکم پایا جائے اور وصف کے نہ ہونے سے حکم مرتفع ہو جائے (۱)۔

اور ان مسالک میں سے بعض میں کچھ اختلاف اور تفصیل ہے جس کو اصولی ضمیمہ میں دیکھا جائے۔

حدیث معلل:

۶۔ وہ ہے جس میں کسی ایسی علت کا پتہ چلے جو اس کی صحت میں قادح (عیب پیدا کرنے والی) ہو، باوجودیکہ اس کا ظاہر قادح سے

(۱) الاحکام الامدی ۲/۳۵۱، اور اس کے بعد کے صفحات، المجموع ۲/۱۳۳،

رہ ۱۹۳، اور اس کے بعد کے صفحات، حاشیہ اعطاء علی جمع الجوامع ۲/۳۱۳،

الاجلہ صلی الخلیفہ ۲/۳۷۶۔

(۱) علوم الحدیث، ص ۸۱، شرح القیود العرانی ۱/۲۲۶، ۲۲۷۔

تراجم فقہاء

جلد ۱۲ میں آنے والے فقہاء کا مختصر تعارف

[الہدایہ و النہایہ ۳۴۶/۱۳: نیل الایبتہاج بہامش

الدریبا ج ۱۴۰: لآ علام ۲۲۱/۳]

ابن ابی حاتم: یہ عبدالرحمن بن محمد ابی حاتم ہیں:
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۱ میں گذر چکے۔

الف

الآلوسی: یہ محمود بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

ابن ابی لیلی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۸ میں گذر چکے۔

الآمدی: یہ علی بن ابوعلی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۷ میں گذر چکے۔

ابن ابی موسیٰ: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۸ میں گذر چکے۔

ابراہیم الباجوری: یہ ابراہیم بن محمد الباجوری ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

ابن الاثیر: یہ المبارک بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۲ میں گذر چکے۔

ابراہیم النخعی: یہ ابراہیم بن یزید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۷ میں گذر چکے۔

ابن بطلال: یہ علی بن خلف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۸ میں گذر چکے۔

ابن ابی جمرہ (؟-۶۹۵ھ)

یہ عبداللہ بن سعد بن ابی جمرہ، ابو محمد ازدی اندلسی ہیں، علماء

حدیث میں سے ہیں، مالکی ہیں۔ صاحب ”المدخل“ نے آپ سے علم

حاصل کیا ہے، اور اپنی کتاب میں کثرت سے ان سے نقل کیا ہے۔

بعض تصانیف: ”جمع النہایہ“ جس میں آپ نے بخاری کا

اختصار کیا ہے، اور اس کو ”مختصر ابن ابی جمرہ“ کے نام سے

جانا جاتا ہے، ”بہجة النفوس“، اور ”المرائی الحسنان“

حدیث میں۔

ابن تمیم: یہ محمد بن تمیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۳ میں گذر چکے۔

ابن تیمیہ (تقی الدین): یہ احمد بن عبدالکلیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۹ میں گذر چکے۔

ابن تیمیہ: یہ عبدالسلام بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۲۶ میں گذر چکے۔

ابن جریج

تراجم فقہاء

ابن حمدان

ابن جریج: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۹ میں گذر چکے۔

ابن حجر المکی: یہ احمد بن حجر الہیتمی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۰ میں گذر چکے۔

ابن جنک: دیکھئے: الخلیل بن احمد:

ابن حکیم (۴۸۴ - ۵۶۷ھ)

ابن الجوزی: یہ عبدالرحمن بن علی ہیں:

یہ محمد بن اسعد بن محمد بن نصر بن حکیم، ابو المنظر حکیمی ہیں، آپ ابن حکیم کے نام سے مشہور ہیں، اور فقہاء حنفیہ میں سے ایک واعظ ہیں، آپ نے فقہ کی تعلیم حسین بن محمد بن علی الریس، نور الہدی زینی اور ابو علی بن بہان سے حاصل کی، اور آپ سے ابو الموابہ بن حصری اور ابو نصر شیرازی نے فقہ حاصل کی۔ ابن نجار کہتے ہیں: دمشق میں طرخان کے مدرسہ میں درس دیا، پھر امیر واثق نے جو معین الدولہ کے نام سے مشہور تھے، آپ کے لئے ایک مدرسہ بنوایا، اور کچھ دن آپ نے مدرسہ صادر یہ میں درس دیا۔

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۳ میں گذر چکے۔

ابن الحاج: یہ محمد بن محمد مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۵۵ میں گذر چکے۔

ابن الحاجب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۹ میں گذر چکے۔

ابن حامد: یہ الحسن بن حامد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۳ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: "تفسیر القرآن"، "شرح المقامات الحریریة" اور "شرح شہاب الأخبار للقضاعی"۔

[۲ ج تراجم ۵۳: الجواہر المصیہ ۳۲/۲: طبقات المفسرین

للد اودی ۲/۹۰: لأ علام ۶/۶۵۶]

ابن حبان: یہ محمد بن حبان ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۳ میں گذر چکے۔

ابن حمدان (۶۰۳-۶۹۵ھ)

یہ احمد بن حمدان بن شیبیب بن حمدان، ابو عبد اللہ، نمری حرانی ہیں، حنبلی فقیہ اور ادیب ہیں، انہوں نے حران میں حافظ عبدالقادر رہاوی سے حدیث سنی، اور ان سے روایت کرنے والے وہ آخری فرد ہیں، اور خطیب ابو عبد اللہ بن تیمیہ وغیرہ سے بھی حدیث سنی، اور خود شیوخ کے سامنے احادیث پڑھیں، اور اپنے چچا زاد بھائی شیخ مجد الدین بن تیمیہ کی ہم نشینی اختیار کی، ان سے کثرت سے بحث کی، فقہ میں مہارت حاصل کی، اپنے مذہب کے حقائق اور اس کی

ابن حبیب: یہ عبدالملک بن حبیب ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۰ میں گذر چکے۔

ابن حجر العسقلانی:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۴ میں گذر چکے۔

ابن خزيمة

تراجم فقہاء

ابن الصلاح

بارکیوں کا جاننا آپ پر ختم تھا، قاہرہ میں آپ کو نائب قاضی بنایا گیا۔
بعض تصانیف: ”الرعاية الكبرى“، ”الرعاية الصغرى“
دونوں فقہ میں، ”صفة المفتي و المستفتي“، ”مقدمة في
أصول الدين“ اور ”الإيجاز في الفقه الحنبلي“۔
[شذرات المذهب ۵/۴۲۸: لأعلام ۱/۱۱۶: معجم المؤلفين

[۲۱۱/۱]

ابن سرتج: یہ احمد بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۲ میں گذر چکے۔

ابن سيرين: یہ محمد بن سيرين ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۳ میں گذر چکے۔

ابن الشاط (۶۴۳-۷۲۳ھ)

یہ قاسم بن عبد اللہ بن محمد بن الشاط، ابو محمد، ابو القاسم النساری
اشبیلی ہیں، مالکی فقیہ اور فرانس کے عالم تھے، بعض علوم میں دستگاہ
تھی، آپ نے ابو علی حسن بن ریح سے علم حاصل کیا، اور ابو القاسم بن
براء، ابن ابی الدنیا اور ابن غماز وغیرہ نے آپ کو اجازت دی، اور
آپ سے ابو زکریا بن ہذیل، ابن حباب اور قاضی ابو بکر بن شبرین
وغیرہ نے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: ”أنوار البروق في تعقب مسائل القواعد
والفروق“، ”تحفة الراض في علم الفرائض“ اور ”تحرير
الجواب في توفير الثواب“۔

[الديبان ۲۲۶: شجرة انوار الزكية ۱۷: معجم المؤلفين ۸/۱۰۵]

ابن شبرمة: یہ عبد اللہ بن شبرمة ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۶ میں گذر چکے۔

ابن الصباغ: یہ عبد السید بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۵۷ میں گذر چکے۔

ابن الصلاح: یہ عثمان بن عبد الرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن خزيمة: یہ محمد بن اسحاق ہیں:

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۱۵ میں گذر چکے۔

ابن دقيق العيد: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۴۰ میں گذر چکے۔

ابن رجب: یہ عبد الرحمن بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۱ میں گذر چکے۔

ابن رشد: یہ محمد بن احمد (الکفید) ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۲ میں گذر چکے۔

ابن رسلان: یہ احمد بن حسین ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

ابن الرفعة: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۹ ص ۳۰۹ میں گذر چکے۔

ابن الزبير: یہ عبد اللہ بن الزبير ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

ابن عابدین

تراجم فقہاء

ابن الملاحون

ابن عابدین: یہ محمد امین بن عمر ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۲ میں گذر چکے۔

ابن القاسم: یہ عبدالرحمن بن القاسم مالکی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن عباس: یہ عبداللہ بن عباس ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن قدامہ: یہ عبداللہ بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن عبدالبر: یہ یوسف بن عبداللہ ہیں:
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۶ میں گذر چکے۔

ابن التمیم: یہ محمد بن ابی بکر ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن عبدالسلام: یہ محمد بن عبدالسلام ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۵ میں گذر چکے۔

ابن کثیر: یہ اسماعیل بن عمر ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۹ میں گذر چکے۔

ابن العربی: یہ محمد بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۵ میں گذر چکے۔

ابن اللباد (۲۵۰-۳۳۳ھ)

یہ محمد بن محمد بن وشاخ، ابو بکر قیروانی ہیں، ابن اللباد کے نام سے مشہور ہیں، مالکی فقیہ، مفسر اور لغوی تھے، یحییٰ بن عمر، ان کے بھائی محمد، ابن طالب اور سعید الحداد وغیرہ سے علم فقہ حاصل کیا، اور آپ سے ابن حارث اور ابن ابی زید نے فقہ کی تعلیم حاصل کی، نیز آپ سے ایک جماعت نے روایت کی ہے جن میں زیاد بن عبدالرحمن اور ابن المثناب بھی ہیں۔

ابن عرفہ: یہ محمد بن محمد بن عرفہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: ”الآثار و الفوائد“ وں اجزاء میں، ”کتاب الطہارۃ“، ”فضائل مکہ“ اور ”فضائل مالک بن انس“۔

ابن عقیل: یہ علی بن عقیل ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۷ میں گذر چکے۔

[الذبیح / ۲۴۹: شجرۃ النور الزکیہ / ۸۴: لا علام / ۲۴۲: معجم المؤلفین / ۱۱ / ۳۰۹]

ابن عمر: یہ عبداللہ بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

ابن الملاحون: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گذر چکے۔

ابن فرحون: یہ ابراہیم بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن ماجہ

تراجم فقہاء

ابن وہبان

ابن ماجہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گذر چکے۔

مالکی ہیں، جو عبدالرحمن بن معاویہ اندلسی کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ فقیہ، محدث اور حافظ حدیث تھے، آپ نے یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن خالد، محمد بن مبارک صوری، ابراہیم بن المنذر اور عبدالملک بن حبیب وغیرہ سے روایت کی۔

ابن مسعود: یہ عبداللہ بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

اور آپ سے احمد بن خالد، ابن لہب، ابن المواز، قاسم بن اصغ اور وہب بن مسرہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حمیدی کہتے ہیں: آپ کثرت سے روایت کرنے والوں اور مشہور ائمہ میں سے ہیں، اور احمد بن خالد کسی کو آپ پر فوقیت نہیں دیتے تھے، اور آپ کی بڑی تعظیم کرتے اور آپ کے فضل تقویٰ کی تعریف کرتے تھے۔

مفلح: یہ محمد بن مفلح ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۴۲ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: ”کتاب العباد والعبادہ“، ”رسالة السنة“ اور ”کتاب الصلاة في التعليق“۔

ابن المقرئ: یہ اسماعیل بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۰ میں گذر چکے۔

[شجرة انوار الزکوة ۶:۷: الديباج المذہب ۲۳۹: لسان المیزان ۵/۱۶۷: لأعلام ۷/۳۵۸]

ابن المنذر: یہ محمد بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۰ میں گذر چکے۔

ابن وہب: یہ عبداللہ بن وہب مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گذر چکے۔

ابن ناجی: یہ قاسم بن عیسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

ابن وہبان (۴۲۶-۷۶۸ھ)

یہ عبدالوہاب بن احمد بن وہبان، ابو محمد مشقی حنفی ہیں، آپ فقیہ، قاری اور ادیب تھے، فقہ کی تعلیم فخر الدین احمد بن علی بن الفصح، حسن سغناقی، محمد بخاری اور شمس الائمہ کردری وغیرہ سے حاصل کی۔ حافظ ابن حجر ”الدرر الكامنة“ میں فرماتے ہیں: فقہ، عربیت، قرأت اور ادب میں ماہر و ممتاز ہوئے، تدریس و افتاء کا کام انجام دیا، اور حماة کی قضاء کے ذمہ دار بنائے گئے۔

ابن نجیم: یہ زین الدین بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

ابن نجیم: یہ عمر بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: ”منظومة قييد الشرائد ونظم الفرائد“،

ابن وضاح (۱۹۹-۲۸۶ھ)

یہ محمد بن وضاح بن یزید، اور کہا گیا ہے کہ ابن بدیع، ابو عبداللہ

ابن یونس

تراجم فقہاء

ابوالعالیہ

”عقد القلائد فی حل قید الشرائد“ فقہ حنفی کی فروعات میں،
اور ”نہایۃ الاختصار فی أوزان الأشعار“۔

[الدرر الكامنه ۴/۲۳۳: شذرات الذہب ۶/۲۱۲:
الفوائد الجویہ ۱۱۳: معجم المؤلفین ۶/۲۲۱]

ابوالخطاب: یہ محفوظ بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گذر چکے۔

ابوداؤد: یہ سلیمان بن الأشعث ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گذر چکے۔

ابن یونس: یہ احمد بن یونس مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶۱ میں گذر چکے۔

ابو ذر: یہ جنید بن جنادہ ہیں:
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۱ میں گذر چکے۔

ابو اسحاق الاسفرائینی: یہ ابراہیم بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گذر چکے۔

ابوزید: یہ محمد بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۹ ص ۳۱۲ میں گذر چکے۔

ابو امامہ: یہ صدیق بن عجلان ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۲ میں گذر چکے۔

ابوطالب: یہ احمد بن حمید حنبلی ہیں:
ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۵ میں گذر چکے۔

ابوبکر الصدیق:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۲ میں گذر چکے۔

ابو الطیب الطبری: یہ طاہر بن عبداللہ ہیں:
ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۰ میں گذر چکے۔

ابوبکر الطرطوشی: یہ محمد بن الولید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۵ میں گذر چکے۔

ابوسعید الخدری: یہ سعد بن مالک ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

ابوثور: یہ ابراہیم بن خالد ہیں:

ان کے حالات زندگی ج ۱ ص ۴۴۳ میں گذر چکے۔

ابوطحہ: یہ زید بن سہل ہیں:
ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۵ میں گذر چکے۔

ابوحنیفہ: یہ النعمان بن ثابت ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گذر چکے۔

ابوالعالیہ: یہ رفیع بن مہران ہیں:
ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۰ میں گذر چکے۔

احمد الربلی

تراجم فقہاء

ابوعبید

کہتے ہیں: تابعی اور ثقہ ہیں۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں: آپ حضرت عمارؓ کے کاتب تھے۔

ابوعبید: یہ القاسم بن سلام ہیں: ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

[تہذیب التہذیب ۳/ ۶۷]

ابوعلی: غالباً اس سے مراد ابوعلی بن ابی ہریرہ ہیں: ان کے حالات ج ۵ ص ۴۸۲ میں گذر چکے۔

ابو یعلیٰ: یہ محمد بن الحسین ہیں: ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸۳ میں گذر چکے۔

ابوعمر والدانی: یہ عثمان بن سعید ہیں:

ابو یوسف: یہ یعقوب بن ابراہیم ہیں: ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

ابوقلابہ: یہ عبداللہ بن زید ہیں:

ابن ابی کعب: ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۶ میں گذر چکے۔

ابومحمد الجونی: یہ عبداللہ بن یوسف ہیں:

الأتاسی: یہ خالد بن محمد ہیں: ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

ابوموسیٰ الاشعری:

الاثرم: یہ احمد بن محمد ہیں: ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ابو ہریرہ: یہ عبدالرحمن بن صخر ہیں:

احمد بن حنبل: ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ابوالہبیاج الاسدی (؟ - ؟)

احمد الربلی: یہ احمد بن حمزہ الربلی ہیں: ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۵ میں گذر چکے۔

یہ حیان بن حصین، ابوالہبیاج اسدی، کوفی، تابعی ہیں۔

آپ نے حضرت علی اور حضرت عمارؓ سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں جریر، منصور، نیز ابو وائل اور شععی نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عجل

البراء بن عازب

تراجم فقہاء

اسحاق بن راہویہ

الاوزاعی: یہ عبدالرحمن بن عمرو ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

اسحاق بن راہویہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۹ میں گذر چکے۔

الاسنوی: یہ عبدالرحیم بن الحسن ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

ب

الأسود (؟-۷۵ھ)

یہ اسود بن یزید بن قیس، ابو عمر، نخعی ہیں، آپ تابعی اور فقیہ نیز

حفاظ حدیث میں سے ہیں، اپنے زمانہ میں کوفہ کے عالم تھے، آپ

نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت

بلال اور حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے

بیٹے عبدالرحمن، بھائی عبدالرحمن، بھانجے ابراہیم بن یزید نخعی وغیرہ

نے روایت کی ہے، ابو طالب امام احمد کے حوالہ سے فرماتے ہیں: یہ

ثقہ ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے، اور ان کی متعدد حدیثیں

ہیں۔ ابن حبان "الثقات" میں فرماتے ہیں: آپ فقیہ اور زہد تھے۔

[تہذیب التہذیب ۱/۳۴۳: تذکرۃ الکھاظ ۱/۴۸: لأعلام

۱/۳۳۰]

یہ سلیمان بن محمد بن عمر بحیری شافعی ازہری ہیں۔ آپ کی

نسبت مصر کے مغربی گاؤں میں سے ایک گاؤں "بحیرم" کی طرف

ہے، آپ فقیہ اور محدث تھے، آپ نے شیخ موسیٰ بحیری، شیخ عشاوی،

شیخ حفصی اور شیخ علی صعیدی سے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: "حاشیۃ علی شرح المنہج"، "التجربہ

لنفع العیب" اور "تحفۃ الحیب علی شرح الخطیب"۔

[حلیۃ البشر ۲/۶۹۴: ایضاً المکون ۱/۲۲۸: معجم

المؤلفین ۲/۲۷۵]

اشہب: یہ اشہب بن عبدالعزیز ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۰ میں گذر چکے۔

امام الحرمین: یہ عبدالملک بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

البخاری: یہ محمد بن اسماعیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۲ میں گذر چکے۔

البراء بن عازب:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۳ میں گذر چکے۔

انس بن مالک:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۶ میں گذر چکے۔

لبیہقی

تراجم فقہاء

الہز دوی

لبیہقی: یہ احمد بن الحسین ہیں:

الہز دوی: یہ علی بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۸ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۳ میں گذر چکے۔

بشیر بن النخاصیہ (؟-؟)

یہ بشیر بن معبد اور کہا گیا ہے کہ بشیر بن یزید بن معد بن ضباب بن سبع ہیں، آپ ابن النخاصیہ سے مشہور ہیں، صحابی ہیں، آپ کا نام زحم تھا، تو نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام بشیر رکھ دیا، آپ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے، اور آپ سے بشیر بن نہبیک اور جری بن کلیب وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ت

الترمذی: یہ محمد بن عیسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۵ میں گذر چکے۔

[لإصابہ ۱/۱۵۹؛ أسد الغابہ ۱/۲۲۹؛ تہذیب التہذیب

۱/۴۶۷]

التمر تاشی (آپ کی وفات ۶۰۰ھ کے آس پاس ہوئی)

یہ احمد بن اسماعیل بن محمد، ظہیر الدین، ابو محمد، اور کہا گیا ہے کہ ابو العباس، تمر تاشی حنفی خوارزمی ہیں، تمر تاشی خوارزم کے ایک گاؤں تمر تاش کی طرف نسبت ہے، آپ خوارزم کے مفتی تھے۔

بعض تصانیف: "فتاویٰ التمر تاشی"، "شرح الجامع الصغیر" اور "کتاب الترویح"۔

[الفوائد البیہ ۱۵؛ الجواهر المضية ۱/۶۱؛ کشف الظنون

۱۲۲۱/۲؛ معجم المؤلفین ۱/۱۶۷]

البعوی: یہ الحسین بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۳ میں گذر چکے۔

البلقینی: یہ عمر بن رسلان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

بہز بن حکیم:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

الہبوتی: یہ منصور بن یونس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

البیضاوی: یہ عبداللہ بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶۵ میں گذر چکے۔

ث

الثوری: یہ سفیان بن سعید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۵ میں گذر چکے۔

ح

الحافظ العراقی: یہ عبدالرحیم بن حسین ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۴ میں گذر چکے۔

الحاکم: یہ محمد بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۰ میں گذر چکے۔

الحجاوی: یہ موسیٰ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۰ میں گذر چکے۔

ج

جابر بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

حذیفہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۰ میں گذر چکے۔

جریر بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

الحسن البصری:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

جعفر بن محمد:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔

الحسن بن زیاد:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

الحسن بن علی:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۱ میں گذر چکے۔

المخطاب: یہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

الحکم: یہ الحکم بن عتیبہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۲ میں گذر چکے۔

حماد بن ابی سلیمان:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

حماد بن سلمہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۲ میں گذر چکے۔

حنبل الشیبانی: یہ حنبل بن اسحاق ہیں:

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۵۰ میں گذر چکے۔

د

الداودی (۳۷۴-۴۶۷ھ)

یہ عبدالرحمن بن محمد بن المنظر بن محمد بن داؤد، ابو الحسن، داودی بونجی ہیں، آپ فقیہ اور محدث تھے، فقہ کی تعلیم ابو بکر قتال، ابو الطیب صعلوکی، ابو حامد اسفراینی، اور ابو الحسن طلیسی سے حاصل کی، اور عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی، ابو محمد بن ابی سرتج، اور ابو طاہر زیادوی وغیرہ سے حدیث سنی، اور آپ سے ابو الوقت، مسافر بن محمد، عائشہ بنت عبد اللہ بونجیہ، اور ابو المحاسن اسعد بن زیاد مالینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن یوسف جر جانی کہتے ہیں: آپ وفات تک تصنیف، تدریس، فتویٰ اور تذکیر کے لئے بونجی میں قیام پذیر رہے، آپ کو نظم و نثر دونوں میں درک حاصل تھا۔

[طبقات الشافعیہ ۲۲۸/۳؛ شذرات المذہب ۳۷۴/۳؛

المخطابی: یہ حمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

المخطیب الاشرافی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الدروریہ

تراجم فقہاء

السامری

أجود الزہرہ ۵/۹۹؛ معجم المؤلفین ۵/۱۹۲]

زفر: یہ زفر بن الہذیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

الدروریہ: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

الزہری: یہ محمد بن مسلم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

الدسوقی: یہ محمد بن احمد الدسوقی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

زید بن خالد الجعفی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۵ میں گذر چکے۔

س

ر

الرافعی: یہ عبدالکریم بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۴ میں گذر چکے۔

سالم بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۶ میں گذر چکے۔

الرویانی: یہ عبدالواحد بن اسماعیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۵ میں گذر چکے۔

السامری (؟-؟)

یہ ابراہیم بن عباس اور کہا جاتا ہے: ابن ابی العباس، ابو اسحاق، سامری کوئی ہیں۔ آپ نے قاضی شریک، ابن الزناد اور بقیہ وغیرہ سے روایت کی ہے، اور آپ سے امام احمد بن حنبل، صفانی اور دوری وغیرہ نے روایت کی ہے، امام احمد فرماتے ہیں: آپ کی حدیثیں قابل قبول تھیں، ایک مرتبہ فرمایا: آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، دارقطنی وغیرہ فرماتے ہیں: ثقہ ہیں، اور ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

ز

الزرقشی: یہ محمد بن بہادر ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۵ میں گذر چکے۔

[تہذیب التہذیب ۱/۱۳۱؛ میزان الاعتدال ۱/۳۹]

سہل بن حنیف:

ان کے حالات ج ۱۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

سہل بن سعد الساعدی:

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۲۲ میں گذر چکے۔

السیوطی: یہ عبدالرحمن بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

ش

شارح السراجیہ: یہ علی بن محمد البحر جانی ہیں:

ان کے حالات ج ۴ ص ۴۴۹ میں گذر چکے۔

الشاطبی: یہ ابراہیم بن موسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۸ میں گذر چکے۔

الشافعی: یہ محمد بن ادریس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشجر املسی: یہ علی بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

السبکی: یہ عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

السبکی: یہ علی بن عبدالکافی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

سحنون: یہ عبدالسلام بن سعید ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۶ میں گذر چکے۔

السرہنسی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۷ میں گذر چکے۔

سعد بن ابی وقاص: یہ سعد بن مالک ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

سعید بن جبیر:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

سعید بن المسیب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

سعید بن منصور:

ان کے حالات ج ۷ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

سلمان الفارسی:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

الشر بنی

تراجم فقہاء

صاحب روضۃ الطالبین

الشر بنی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشر وانی: یہ شیخ عبدالحمید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

ص

صاحب الانصاف: یہ علی بن سلیمان المرادوی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

شروح: یہ شرح بن الحارث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

صاحب البیان: یہ ابراہیم بن مسلم المقدسی ہیں:

ان کے حالات ج ۹ ص ۳۰۹ میں گذر چکے۔

شریک: یہ شریک بن عبداللہ النعمی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۸۱ میں گذر چکے۔

صاحب التبصرة: یہ ابراہیم بن علی بن فرحون ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

الشعبي: یہ عامر بن شراحیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۲ میں گذر چکے۔

صاحب الخاصه: یہ طاہر بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

شمس الائمہ الحلو انی: یہ عبدالعزیز بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

صاحب الدر المختار: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

الشوكاني: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

صاحب الذخيره: یہ محمود بن احمد ہیں: دیکھئے: المرغینانی۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

شیخین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۲ میں گذر چکی۔

صاحب روضۃ الطالبین: یہ یحییٰ بن شرف النووی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔

صاحب شرح الإقناع

صاحب شرح الإقناع: یہ منصور بن یونس البہوتی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

صاحب ”الفتاوی التمر تاشیہ“:

دیکھئے: اتمر تاشی، احمد بن اسماعیل۔

صاحب کشف القناع: یہ منصور بن یونس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

صاحب المجموع: یہ یحییٰ بن شرف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔

صاحب منخ الجلیل: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

صاحب فتح الغفار: یہ زین الدین بن نجیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

طاؤس:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۴ میں گذر چکے۔

صاحبین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۳ پر گذر چکی۔

الطمرانی: یہ سلیمان بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۱ میں گذر چکے۔

الصدر اشہید (۴۸۳-۴۳۶ھ)

یہ عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ، ابو محمد، حسام الدین، حنفی ہیں، آپ الصدر اشہید سے مشہور ہیں، فقیہ اور اصولی تھے، حنفیہ کے اکابر میں سے ہیں، اپنے والد برہان الدین الکبیر عبد العزیز سے فقہ کی تعلیم پائی، علماء سے مناظرہ کیا، اور فقہاء کو درس دیا۔ بادشاہ آپ کی

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۴ میں گذر چکے۔

الطحاوی

تراجم فقہاء

رائے سے فیصلہ صادر کرتے تھے، آپ کی وفات بحیثیت شہید کے ہوئی۔

بعض تصانیف: ”الفتاویٰ الکبریٰ“، ”الفتاویٰ الصغریٰ“، ”عمدة المفتی والمستفتی“، ”شرح أدب القاضي للخصاف“، ”شرح الجامع الصغیر“ اور ”الواقعات الحسامیة“۔

[الفوائد البہیہ / ۱۴۹: الجوہر المصیہ / ۳۹۱: لأعلام / ۲۱۰: معجم المؤلفین / ۷ / ۲۹۱]

الصيد لانی: یہ محمد بن داؤد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۹ میں گذر چکے۔

ط

الطحاوی

تراجم فقہاء

عبدالرحمن بن حرمہ

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۷۷ میں گزر چکے۔

عبدالحمید تھا، کسی: سمرقند کے قریب ایک شہر کس کی طرف نسبت ہے، آپ حفاظ حدیث میں سے ہیں، یزید بن ہارون، ابن ندیک، محمد بن بشر العبدی، علی بن عاصم، حسین بن علی جعفی اور ان حضرات کے طبقہ والوں سے روایت کی ہے، اور آپ سے عمر بن بکیر، بکر بن المرزبان اور ابراہیم بن ثریم شاشی وغیرہ نے حدیث نقل کی ہے، ذہبی فرماتے ہیں: آپ ثقہ ائمہ میں سے تھے۔

بعض تصانیف: ایک بڑی "مسند" اور ایک "تفسیر"۔

[شذرات الذہب ۱/۱۲۰: تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۰۴: الملباب

۳/۹۸: لأعلام ۴/۴۱]

عائشہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۵۷۷ میں گزر چکے۔

عبدالرحمن بن ابی بکرہ:

ان کے حالات ج ۸ ص ۳۲۴ میں گزر چکے۔

عبدالجببار بن عمر (؟ - ۲۶۰ھ کے بعد)

یہ عبدالجببار بن عمر، ابو عمر، اور کہا جاتا ہے: ابو الصباح، ایلی اموی یعنی امویوں کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ نے زہری، ابن المنکدر، حضرت ابن عمر کے مولیٰ مانع، ربیعہ، اور تکئی بن سعد انصاری وغیرہ سے روایت کی ہے، اور آپ سے رشدین بن سعد، ابن المبارک، ابن وہب، اور قاری ابو عبدالرحمن وغیرہ نے روایت کی ہے۔ دوری ابن معین کے حوالہ سے فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہیں، کچھ بھی نہیں ہیں۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ابن سعد کا کہنا ہے کہ ان کی کنیت ابو الصباح ہے، فریقہ میں قیام تھا، ابو زرعہ سے روایت کرنے میں ثقہ تھے، وہی الحدیث (غلط حدیثیں بیان کرنے والے) ہیں، رہے ان کے مسائل تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[تہذیب اہلبندیب ۶/۱۰۳]

عبدالرحمن بن حرمہ (؟ - ۱۴۵ھ)

یہ عبدالرحمن بن حرمہ بن عمرو بن سنہ، ابو حرمہ، اسلمی ہیں۔ آپ نے سعید بن المسیب، حنظلہ بن علی اسلمی اور عمرو بن شعیب وغیرہ سے روایت کی ہے، اور آپ سے ثوری، اوزاعی، مالک، سلیمان بن بلال اور حاتم بن اسماعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں: آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ابن حبان نے آپ کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے، اور کہا: غلطی کر جاتے ہیں۔ ابن معین کے حوالہ سے اسحاق فرماتے ہیں: صالح شخص ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں: ان کی حدیثیں لکھی جائیں گی، اور ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

[تہذیب اہلبندیب ۶/۱۶۱: میزان الاعتدال ۲/۵۵۶]

عبد بن حمید (؟ - ۲۴۹ھ)

یہ عبد بن حمید بن نصر، ابو محمد کئی ہیں، کہا گیا ہے کہ ان کا نام

عبدالرحمن بن یعر

تراجم فقہاء

عبداللہ بن السائب

عبدالرحمن بن یعر (؟ - ؟)

یہ عبدالرحمن بن یعر ذیلی ہیں، ابن حجر نے کہا: انکی کنیت ابولأ سود ہے، آپ صحابی ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ”الحج عرفة“ (حج تو عرفات کے قیام کا نام ہے) نیز دباء (لوکی کے چھلکے سے بنائے ہوئے ظرف) اور مزفت (تارکول ملا ہوا ظرف) سے ممانعت کی حدیث کی روایت کی ہے۔ اور آپ سے بکیر بن عطاء لیبی نے روایت کی ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن حبان نے ”اصحابہ“ میں بیان کیا ہے کہ آپ کی تھے، اور کوفہ میں مقیم تھے۔

[الاصابہ: ۲/۲۲۵؛ اسد الغابہ: ۳/۹۹۳؛ الاستیعاب

[۸۵۶/۲؛ تہذیب التہذیب: ۶/۳۰۱]

جیلانی یا کیلانی ہیں، یہ جیلان کی طرف نسبت ہے، جو طبرستان کے بعد مشہور علاقہ ہے، نوجوانی میں بغداد منتقل ہوئے، علم اور تصوف کے شیوخ سے ملاقات کی، اور اسالیب و عظمیٰ میں مہارت حاصل کی، فقہ کی تعلیم حاصل کی، حدیث کی سماعت کی، ادب پڑھا، اور بغداد میں مدرسہ و افتاء کے صدر نشین بن گئے۔

امام احمد کے مسلک میں ابو الوفاء بن عقیل، ابو الخطاب، ابو الحسن محمد بن القاضی اور مبارک مخرمی سے فقہ حاصل کی۔

بعض تصانیف: ”الغنیة لطالب طریقة الحق“، ”الفیوضات الربانیة“ اور ”الفتح الربانی“۔

[شذرات الذہب: ۴/۱۹۸؛ البدایہ والنہایہ: ۱۲/۲۵۲؛

[لأعلام: ۴/۱۷۱؛ معجم المؤلفین: ۵/۳۰۷]

عبدالعزیز البخاری (؟ - ۳۰۷ھ)

یہ عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین بخاری ہیں، آپ حنفی فقیہ نیز علماء اصول میں سے ہیں، فقہ کی تعلیم اپنے چچا محمد میرغی سے حاصل کی، اور حافظ الدین الکبیر محمد بخاری، کروری، نجم الدین عمر نسبی، ابو ایسر محمد بز دوی اور عبدالکریم بز دوی وغیرہ سے بھی کسب فیض کیا۔ اور آپ سے قوام الدین محمد کاکی، اور جلال الدین محمد بن محمد خبازی وغیرہ نے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: ”شرح اصول البزدوی“ جس کا نام ”کشف الأسرار“ ہے، اور ”شرح المنتخب الحسامی“۔

[الفوائد البہیہ: ۹۴؛ الجواهر المضية: ۱/۳۱۷؛ لأعلام

[۱۳۷/۵؛ معجم المؤلفین: ۵/۲۴۲]

عبداللہ بن السائب (؟ - ؟)

یہ عبداللہ بن السائب کنڈی، اور کہا جاتا ہے کہ شیبانی کوفی ہیں۔ تابعی ہیں، اپنے والد نیز حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن قتادہ محارب کوفی سے روایت کی ہے، اور آپ سے اعمش، ابو اسحاق شیبانی، عوام بن حوشب اور سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابن معین، ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں: ثقہ ہیں۔ اور ابن حبان نے آپ کا تذکرہ ”ثقات“ میں کیا ہے۔

[تہذیب التہذیب: ۵/۲۳۰؛ میزان الاعتدال: ۲/۴۲۶]

عبدالقادر الجیلانی (۳۷۱ - ۵۶۱ھ)

یہ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن جنکی دوست حسنی، ابو محمد

علی بن ابی طالب

تراجم فقہاء

عبداللہ بن عمرو

[لإصابہ ۴۶۸/۲: تہذیب التہذیب ۱۶۶/۷: لأعلام

عبداللہ بن عمرو:

[۸/۵

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۶ میں گذر چکے۔

العدوی: یہ علی بن احمد مالکی ہیں:

عبدالملک بن یعلی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

عروہ بن الزبیر:

عثمان بن ابی العاص:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۴ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۳ میں گذر چکے۔

عزالدین بن عبدالسلام:

عثمان بن عفان:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۴ میں گذر چکے۔

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۷ میں گذر چکے۔

عقبہ بن عامر:

عدی بن حاتم (؟ - ۶۸ھ)

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۵ میں گذر چکے۔

یہ عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج، ابوطریف، اور بقول بعض ابو وہب طائی ہیں، آپ صحابی ہیں، ہجرت کے نویں سال آپ نے اسلام قبول کیا، آپ نے نبی کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے، آپ سے عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عامر شعمی، حضرت عبداللہ بن عمر اور بلال بن المذروغیرہ نے روایت کی ہے، وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قبیلہ طے کے سردار رہے ہیں، معرکہ ارداو میں آپ نے بڑے کارنامے انجام دیئے، یہاں تک کہ ابن اشیر کہتے ہیں: آپ قبیلہ طے میں پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر، اور ان میں خیر و برکت کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھے، فتح عراق، جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علیؓ کے ساتھ شرکت کی، آپ انہیں حاتم طائی کے فرزند ہیں جن کی سخاوت ضرب المثل ہے۔

عطاء بن اسلم:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

عکرمہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

عالمہ بن قیس:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۸ میں گذر چکے۔

علی بن ابی طالب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۹ میں گذر چکے۔

القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق

تراجم فقہاء

عمر بن الخطاب

عمر بن الخطاب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۹ میں گزر چکے۔

ف

عمر بن عبدالعزیز:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۰ میں گزر چکے۔

فضالہ بن عبید (؟ - ۵۳ھ)

عمران بن حصین:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۰ میں گزر چکے۔

یہ فضالہ بن عبید بن منافذ بن قیس بن صہیب، ابو محمد، انصاری
اویسی ہیں، آپ صحابی ہیں، درخت کے نیچے بیعت (بیعت رضوان)
کرنے والوں میں سے ہیں، احد اور بعد کے غزوات میں شریک
رہے، فتح شام و مصر میں شرکت کی۔ آپ نے نبی کریم ﷺ،
حضرت عمرؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت کی۔ اور آپ سے ابو علی
ثمامہ بن شفی، حنش بن عبد اللہ صنعانی، اور ابو یزید خولانی وغیرہ نے
روایت کی ہے۔ آپ سے پچاس احادیث منقول ہیں۔

عمر بن شعیب:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۸ میں گزر چکے۔

عمر بن العاص:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۹۵ میں گزر چکے۔

[تہذیب التہذیب ۸/۲۶۷؛ لاصابہ ۳/۲۰۶؛

الاستیعاب ۳/۱۲۶۲؛ لآعلام ۵/۳۴۹]

غ

ق

الغزالی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۱ میں گزر چکے۔

القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۷ میں گزر چکے۔

لیث بن ابی سلیم

تراجم فقہاء

قاضی حسین

قاضی حسین:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۸ میں گذر چکے۔

ک

قاضی خاں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

الکاسانی: یہ ابو بکر بن مسعود ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گذر چکے۔

قاضی شریح: یہ شریح بن الحارث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

الکرخی: یہ عبید اللہ بن الحسن ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گذر چکے۔

قاضی عیاض: یہ عیاض بن موسیٰ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۳ میں گذر چکے۔

کعب بن عجرہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۹ میں گذر چکے۔

قنادہ بن دعامہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

القرافی: یہ احمد بن ادریس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

ل

القرطبی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۸ میں گذر چکے۔

لیث بن ابی سلیم (۶۰ کے بعد - ۱۳۸ھ)

یہ لیث بن ابی سلیم بن زینم، ابو بکر کوفی ہیں۔ آپ محدث تھے، آپ نے حضرت ابو بردہ، شععی، مجاہد، طاؤس، عطاء اور نکرمة وغیرہ سے روایت کی، اور آپ سے ثوری، شریک، ابو عوانہ اور ابو اسحاق فزاری وغیرہ نے حدیث نقل کی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: لیث بن ابی سلیم مضطرب الحدیث ہیں، لیکن لوگوں نے ان سے

القفال: یہ محمد بن احمد الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

القلیوبی: یہ احمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

مالک

تراجم فقہاء

مطرف بن عبد الرحمن

حدیث نقل کی ہے، ابو عمر قطعی کہتے ہیں: ابن عیینہ لیث بن ابی سلیم کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ احمد بن یونس فضیل بن عیاض کے حوالہ سے کہتے ہیں: لیث بن ابی سلیم مناسک کے بارے میں اہل کوفہ میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے لیث کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ان میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فرمایا: ان کے اکثر شیوخ غیر معروف ہیں۔

المروزی: یہ ابراہیم بن احمد ہیں:
ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۲ میں گذر چکے۔

المزنی: یہ اسماعیل بن یحییٰ المزنی ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

مسلم: یہ مسلم بن الحجاج ہیں:
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

[طبقات ابن سعد ۱/۲۳۳: تہذیب ابن ہذیب ۸/۶۱۵: شذرات المذہب ۱/۲۰۷: سیر اعلام النبلاء ۶/۱۷۹]

المسور بن مخرمہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۲ میں گذر چکے۔

مصعب بن سعد بن ابی وقاص (؟ - ۱۰۳ھ)

یہ مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابو زرارہ، مدنی زہری ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنے والد، نیز حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت عدی بن حاتم، حضرت ابن عمرو، حضرت زبیر بن عدی اور حضرت حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کی۔ ابن سعد نے اہل مدینہ کے طبقہ ثانیہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور کہا: ”آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے“۔ ابن حبان نے آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عجلی کہتے ہیں: تابعی اور ثقہ تھے۔

[تہذیب ابن ہذیب ۱۰/۱۶۰: طبقات ابن سعد ۵/۱۶۹]

مطرف بن عبد الرحمن:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۳ میں گذر چکے۔

م

مالک: یہ مالک بن انس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۲۸۹ میں گذر چکے۔

الماوردی: یہ علی بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۰ میں گذر چکے۔

محمد بن حاطب:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

المرداوی: یہ علی بن سلیمان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

ولی اللہ دہلوی

تراجم فقہاء

معاویہ بن الحکم

معاویہ بن الحکم:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۷۹ میں گذر چکے۔

ن

معقل بن سنان (؟ - ۶۳ھ)

یہ معقل بن سنان بن مظہر، ابو محمد، اشجعی ہیں، آپ صحابی اور بہادر سپہ سالاروں میں تھے، حنین اور فتح مکہ کے دن ان کی قوم کا جھنڈا انہیں کے پاس تھا، انہوں نے بروع بنت واثق کی شادی کرانے کا واقعہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، اور آپ سے حضرت عبداللہ بن عمر، مسروق، علقمہ، اسود، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود اور حسن بصری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

[تہذیب التہذیب ۱۰/۲۳۳؛ الاصابہ ۳/۴۴۶؛ لأعلام

[۱۸۷/۸

التحعی: یہ ابراہیم التحعی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲۷ میں گذر چکے۔

النووی: یہ یحییٰ بن شرف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔

المناوی: یہ محمد عبدالرؤوف ہیں:

ان کے حالات ج ۱۱ ص ۴۴۵ میں گذر چکے۔

و

موسیٰ بن عقبہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۴ میں گذر چکے۔

ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۰-۱۱۷۶ھ)

یہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن منصور، ابو عبد العزیز، ہندی ہیں، شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام سے مشہور ہیں، آپ حنفی فقیہ تھے، اور کئی علوم میں آپ کو درک حاصل تھا۔

میمون بن مہران:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۷۹ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید"، "حجة الله البالغة"، "الفوز الكبير في أصول التفسير"، "الإنصاف في بيان سبب الاختلاف" اور "الإرشاد إلى مهمات الإسناد"۔

[لأعلام ۱/۱۴۴؛ المجدد فی الاسلام ۴/۴۴۲؛ معجم المؤلفین ۱/۲۷۲]